اردو ترجمہ

حمامة البشریٰ

تصنیف

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

حمامة البشریٰ مع اردو ترجمہ

شائع کردہ..... نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ربوہ

سیٹنگ........ مدثر احمد صاحب شاہد مربی سلسلہ

طابع........ طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ۔ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔چناب نگر



نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب حمامۃ البشریٰ کو عربی زبان میں تحریر فرمایا تھا۔ اس کتاب کے ابتدائی تیس صفحات کا اردو ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جولائی ۱۹۰۳ء میں صرف چار صد کی تعداد میں شائع ہوا تھا۔ ان صفحات کا وہی ترجمہ اس ترجمہ میں شامل کیا گیا ہے۔ باقی صفحات کا ترجمہ مکرم محمد سعید صاحب انصاریؓ نے کیا ہے۔ ان تراجم پر عربک بورڈ ربوہ نے نظر ثانی کی اور سہو کتابت کے مقامات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ کی صحت کے سلسلہ میں گراں قدر کام کیا۔ اردو دان طبقہ کے لئے عربی متن کے مقابل پر اردو ترجمہ دے کر افادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

حمامۃ البشریٰ کے ترجمہ پر نظر ثانی کے اجلاسات محترم سید عبدالحی شاہ صاحب مرحوم ناظر اشاعت وصدر عربک بورڈ ربوہ کی صدارت میں ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد نئے صدر عربک بورڈ محترم مرزا محمد دین ناز صاحب نے اس کی نظر ثانی کی۔ عربک بورڈ کے ممبران کے اسماء درج ذیل ہیں۔

مکرم مرزا محمد دین ناز صاحب، مکرم رانا تصور احمد خان صاحب، مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب، مکرم حافظ مظفر احمد صاحب، مکرم رفیق احمد ناصر صاحب، مکرم نوید احمد سعید صاحب، مکرم عبدالرزاق فراز صاحب، مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب، مکرم فہیم احمد خالد صاحب اور مکرم محمد یوسف شاہد صاحب سیکرٹری عربک بورڈ۔

اللہ تعالیٰ ہماری یہ کوشش قبول فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خزائن سے فیض یاب ہونے والے احباب کے لئے اسے انتہائی مفید بنائے۔

اس ترجمہ کی کمپوزنگ اور سیٹنگ مکرم مدثر احمد صاحب شاہد مربی سلسلہ نظارت اشاعت نے کی ہے جبکہ پروف ریڈنگ کا کام مکرم محمد یوسف صاحب شاہد مربی سلسلہ نے کیا ہے۔

والسلام

خالد مسعود

ناظر اشاعت

صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ

الرسالة اللطيفة المشتملة علیٰ معارف القرآن و دقائقه

یہ رسالہ قرآنی معارف و دقائق پر مشتمل ہے

المسماة

اس کا نام

حمامة البشریٰ

حمامتنا تطیر بریش شوق ✿ وفی منقارها تحف السلام

ہمارا کبوتر ایک پیغام بریں سلامتی کے تحفے لئے ہوئے شوق کے پروں کے ساتھ محو پرواز ہے

حمامة البشریٰ

طائر نوید ہے

الیٰ اهل مكة و صلحاء اُمّ القریٰ

جو کہ مکہ کے باسیوں اور صلحاء اُمّ القریٰ کی طرف بھیجا گیا ہے

الیٰ وطن النبی حبیب ربی ✿ و سید رسله خیر الانام

میرے رب کے محبوب اور نبیوں کے سردار سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن کی طرف

قد طبعت فی مطبع المنشی غلام القادر الفصیح السیالکوتی فی الشهر المبارك

رجب ۱۳۱۱ الهجریّة المقدسة

یہ کتاب مطبع منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی میں

ماہِ مبارک رجب ۱۳۱۱ ہجری المقدسہ میں طبع ہوئی

ٹائٹل بار اوّل کا اردو ترجمہ

﴿الف﴾

مَن عادىٰ أولياءَ الرَّحمٰنِ فقد نبذ الإيمانَ بِالمجّان

جس نے اولیاء الرحمٰن سے دشمنی کی تو اُس نے ایمان مفت میں کھو دیا۔

إنّی قُلت فی بعض کتبی ان اللّٰه يسلب إيمان قوم يعادون أولياء ہ، فسألنی بعض الناس عن علل هذا السلب، وقال إنما الإيمان يتم باتّباع کتاب اللّٰه وسنن رسوله، فما ندری أیّ ضرر للإيمان بعداوة أحد من المسلمين، بل نقول إنها أقوال لا أصل لها وإن هی إلّا وهم المتوهّمين. فاعلم أن هذا الرأی رأیٌ رکيكٌ أنحَفُ من المغازل، وأضعفُ من الجوازل، وإنما نشأ من قلّة التدبّر من طبعٍ فَقَدَ درّ الفکر الصحيح، وأکبَّ علی الدنيا بالقلب الشحيح، وکان من معارف الدين من الغافلين.

میں نے اپنی کسی کتاب میں کہا تھا کہ اللہ اُن لوگوں کے ایمان کو سَلب کر لیتا ہے جو اُس کے اولیاء سے عداوت رکھتے ہیں۔ اس پر بعض لوگوں نے مجھ سے اس سلب کی وجوہات کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ایمان تو اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سُنت کی پیروی سے مکمل ہو جاتا ہے اس لئے ہم سمجھ نہیں سکے کہ کسی مسلمان کی عداوت سے ایمان کا کیا نقصان ہے؟ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور وَہمیوں کا محض ایک وہم ہے۔ سو یاد رکھو کہ یہ ایک ناقص رائے ہے جو تکلے کے دھاگے سے زیادہ باریک اور کبوتر کے بے بال و پر بچے سے زیادہ کمزور ہے اور (یہ خیال) بالطبع ایسی قلّتِ تدبّر کی پیداوار ہے کہ جس سے اس کی صحیح سوچ کا جوہر مفقود ہو گیا ہو اور (اس سوچ کا مالک) حریص دل کے ساتھ اس دنیا پر اوندھے منہ گر چکا ہو اور وہ دینی معارف سے کلّیۃً غافل ہو گیا ہو۔

والأصل في هذا الباب أن بني آدم كشخص واحدٍ بعضهم كالرأس والقلب والكبد والمعدة والكلية وأعضاء التنفس، وهم سروات نوع الإنسان، وبعضهم كأعضاءٍ أُخرىٰ. فالذين جعلهم الله كالرأس أو القلب وغيرهما من الأعضاء الرئيسة، فجعلهم مدارًا لحياة كل من سُمّيَ إنسانًا، وكما أن الإنسان لا يعيش من غير وجود هذه الأعضاء ، فكذلك الناس لا يعيشون بحياتهم الروحاني من غير وجود هؤلاء السادات من الرسل والنبيين والصديقين والمحدَّثين والشهداء والصالحين. فظهر من هٰهنا أن الموت الروحاني هو مطرحُ بُغضِ الأولياء ، فالذي اشتد بُغضه ومُماراته بهذه الطائفة المقبولة، وتواترت مباراته بتلك الفئة المحبوبة، وما امتنع وما تاب، وما دعا اللّٰهَ أن يتداركه، وما ترَك السبَّ واللعن والطعن والخصومة، فآخرُ جزائه عند الله سلبُ الإيمان، وتركُه في نيران الحسد والفسق والعصيان،

اس موضوع میں اصل بات یہ ہے کہ تمام بنی آدم شخصِ واحد کی طرح ہیں۔ اُن میں سے کوئی تو سَر، کوئی دل، کوئی جگر، کوئی معدے، کوئی گردے اور کوئی اعضاءِ تنفّس کی طرح ہے۔ اور وہ نوعِ انسان کے سردار ہیں۔ اور ان میں سے کچھ دوسرے اعضاء کی طرح ہیں۔ پس وہ لوگ جن کو اللہ نے سر یا دل اور دیگر اعضاءِ رئیسہ کی طرح بنایا ہے اُنہیں اللہ نے ہر اُس کے لئے جسے انسان کا نام دیا گیا ہے مدارِ حیات بنایا ہے۔ اور جس طرح کوئی انسان اِن اعضاء کے وجود کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح لوگ ان سرداروں یعنی رسولوں، نبیوں، صدّیقوں، محدّثوں، شہیدوں اور صالحین کے وجود کے بغیر اپنی روحانی زندگی نہیں گزار سکتے۔ لہٰذا اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اولیاء کے بغض میں مبتلا ہونا ہی روحانی موت ہے۔ پس اس مقبول گروہ سے جس شخص کا بغض اور جھگڑا شدت اختیار کر جائے اور وہ اس محبوب گروہ سے مسلسل مقابلہ کرے اور باز نہ آئے، نہ توبہ کرے اور نہ اس کے تدارک کے لئے اللہ سے دعا کرے اور نہ ہی گالی گلوچ، لعن طعن اور جھگڑے کو ترک کرے۔ تو اس کی آخری جزا اللہ کے ہاں سلبِ ایمان اور اُسے حسد، فِسق اور نافرمانی کی آگ میں چھوڑ دینا ہے۔

حتــى يـلـتـحـق بـرهط الشيطـان، ويـكـون من الـخـاسـرين. والسـرّ فـي ذٰلك أن أولـيـاء الـلّٰـه قـوم يـحبهـم الـلّٰـه ويُـحبـونـه و لهـم بـربهـم تـعـلـقـات قويّة، ولـه إليهم تـوجهـات عـجيبة، وعنايات لطيفة وبيـنـهـم وبيـن اللّٰه أسرارٌ لا يعلمها إلّا حِبُّهـم، فيُحبّهم اللّٰه حُبًّا عجيبًا، ويُـعـادى مــن عـاداهـم ويـوالـى مــن والاهــم، ولا يـدرى أحـدٌ لِـمَ أَحَبَّهـم إلى تلك المرتبة، ولِمَ أتمَّ لهـم وظـائف الـوداد كـلهـا، ولِمَ صاروا من المحبوبين.

وقد جرت عادة اللّٰه تعالٰى أنه يُفيض الحق على قلوبهم، ويُجرى لطائف العلوم فى خواطرهم، ويطهّر فكرتهم، ويُنقّح حكمتهم، ويُعطى لهم عِلم تبصُّر العواقب، واتقاء مواضع المعاطب، ويقود كل خير إليهم، ويطرد كل شر منهم،

حتی کہ وہ شیطان کے گروہ میں شامل ہو جاتا۔اور گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جاتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔اُن کے اپنے رب سے بہت مضبوط تعلقات ہوتے ہیں اور اُن پر اس کی حیرت انگیز توجہات اور لطیف عنایات ہوتی ہیں۔اور اُن کے اور اللہ کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جنہیں صرف اُن کا محبوب ہی جان سکتا ہے۔اس لئے اللہ اُن سے عجیب رنگ میں پیار کرتا ہے اور جو اُن سے دشمنی کرتا ہے وہ اُن کا دشمن بن جاتا ہے اور جو اُن کا دوست بن جاتا ہے اُن سے دوستی کرتا ہے۔اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ ان سے اس حد تک کیوں پیار کرتا اور اُن کے لئے محبت کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے اور وہ کیوں اس کے محبوب ہو جاتے ہیں؟

یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّتِ جاریہ ہے کہ وہ ان کے قلوب پر حق کا فیضان اور اُن کے دلوں میں لطیف علوم جاری فرماتا ہے۔اُن کی سوچ کو پاک اور اُن کی حکمت کو جلا بخشتا ہے اور انہیں عواقب کو بغور دیکھنے اور ہلاکت کی جگہوں سے بچنے کا علم عطا کیا جاتا ہے۔اور وہ ہر خیر اُن تک پہنچاتا اور ہر شر اُن سے دور کرتا ہے۔

ويُطلعهم على معارف كتابه وعلوم نبيّه، ويربيهم من عنده، ويهديهم إلى صراطه، وينعم عليهم بنعماه الظاهرة والباطنة، ويحفظهم من مقامات مزلّة الأقدام، ويجعلهم من المحفوظين، ويجعلهم مِن حُماة حَوزة الإسلام، ويشرح صدورهم ويوجّههم إلى حضرته التي هي مبدأ الفيوض، فيأتيهم الفيض في كل يوم غضًّا طريًّا، ويُنفَح في صدورهم من ذلك الفيض الإلهي أنواع لوامع. والناس يعملون الخيرات تطبّعًا، وهُمْ طباعًا، ولا تصدر الأعمال الصالحة منهم تكلّفا، بل تقتضيها فطرتهم السليمة، وتجري فيها إراداتُ الصلاح كفوران العين، ولا يتكائدهم من الأعمال الشاقة ما يتكائد غيرَهم. تراهم كالجبال عند الأوجال، وتتبين شجاعتهم عند تبيُّنَ الأهوال، يتحلّون بمحاسن الأخلاق،

اور اُنہیں اپنی کتاب کے معارف اور اپنے نبی کے علوم سے اطلاع بخشتا ہے۔ اور خود اُن کی تربیت فرماتا اور اپنی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اور انہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اُن کو لغزش کی جگہوں سے بچاتا ہے اور انہیں محفوظ لوگوں میں سے بناتا ہے۔ انہیں اسلام کی مملکت کا پاسبان بنا دیتا ہے۔ اور ان کے سینوں کو کھولتا ہے اور انہیں اپنی ذات کی جانب متوجہ کرتا ہے جو تمام فیوض کا مبدء ہے جس کے نتیجے میں انہیں ہر روز تازہ بتازہ فیض پہنچتا ہے اور اس فیضانِ الٰہی سے اُن کے سینوں میں مختلف النوع روشنیاں پھوٹتی ہیں۔ لوگ تو تکلّفًا نیکیاں کرتے ہیں، لیکن وہ طبعًا اُنہیں بجالاتے ہیں۔ اُن سے اعمال صالحہ تکلّف سے صادر نہیں ہوتے بلکہ اُن کی فطرت سلیمہ اُن کا تقاضا کرتی ہے اور اس میں نیکی کے ارادے جوش میں آئے ہوئے چشمہ کی طرح بہتے ہیں۔ اُنہیں پُر مشقت اعمال سے وہ کوفت نہیں ہوتی جو دوسروں کو ہوتی ہے۔ خوف کے موقعوں پر تو اُنہیں پہاڑوں جیسا مضبوط پائے گا۔ خطرات کے ظاہر ہونے پر اُن کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ محاسنِ اخلاق کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں

ویتخلّون مما یسّم[1] بالأخلاق، یصبرون تحت مجاری الأقدار حُبًّا ومواطأةً لا لِتنوُّهِ الأقدارِ، ویطیعون ربھم ببذل الروح واقتحام الأخطار، ابتغاءً لمرضاۃ اللّٰہ لا لارتفاع الأخطار. لا یریدون مَلل الخلائق، ولا تجد فیھم سوء الطبع وتوشین الخلائق. الراحمون المحسنون إلی عباد اللّٰہ، مآلُ الآمل وثمال الیتامی والأرامل. یبعُدون عن کل کدُورَۃ وظلام وعن الھیئۃ الظلمانیۃ، ویُملأون من الأنوار والجواھر الإیمانیۃ، ویُصیَّر صحنُ صدورھم مسعی للأوابد الروحانیۃ، ویخرّون أمام السُّدّۃ الربّانیۃ، وتغرق أرواحھم فی بحار حضرتہ ساجدین. ویخرجون من النفس والھواء[2] والإرادۃ، ولا یدرون النفسَ ولذّاتِھا، ویقلّبھم اللّٰہ یمینًا وشمالًا حکمۃً من عندہ،

اور اَخلاق کو مسموم کرنے والی باتوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ وہ قضاء وقدر کے جاری ہونے پر (خدا کی) محبت اور اُس کی رضا سے موافقت کرتے ہوئے صبر کرتے ہیں نہ کہ اپنے اقدار کی بلندی کے لئے۔ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے وہ روح قربان کرتے ہوئے اور خطرات میں پڑتے ہوئے اپنے ربّ کی اطاعت کرتے ہیں، نہ کہ قدر و منزلت کی بلندی کے لئے۔ وہ لوگوں سے (زیادہ) میل جول رکھنا پسند نہیں کرتے۔ تو اُن کو بدطینت اور بدخلق نہیں پائے گا۔ وہ اللہ کے بندوں پر رحم اور احسان کرنے والے ہیں۔ وہ آس لگانے والوں کے لئے امید گاہ اور یتیموں اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔ وہ ہر کدورت، تاریکی اور ظلماتی کیفیتوں سے دور رہتے ہیں۔ وہ انوار اور ایمانی جوہروں سے بھر دیئے جاتے ہیں۔ اُن کے سینوں کا آنگن روحانی پرندوں کا نشیمن بنا دیا جاتا ہے۔ اور وہ آستانۂ الٰہی پر گرتے ہیں اور اُن کی روحیں جنابِ الٰہی کے سمندروں میں سجدہ کرتے ہوئے غرق ہو جاتی ہیں۔ وہ (اپنے) نفس اور خواہش اور ارادہ سے باہر آ جاتے ہیں۔ وہ نفس اور اُس کی لذّات کو نہیں جانتے۔ اللہ اپنی حکمت سے اُنہیں دائیں بائیں پلٹتا ہے

﴿ب﴾

[1] یبدو أنہ سھو من الناسخ، والصحیح ”یصم“ (الناشر)
[2] یبدو أنہ سھو من الناسخ، والصحیح ”الھوی“ (الناشر)

ويـجـدد لهـم إراداتٍ بـعـد فـنـاء الإرادات الـنـفـسـانية كـلهـا. ثـم يُـرسـلهـم إلـى عـبـاده رحـمـة مـنـه، فـيـدعـون الـنـاسَ إلـى الـخـيـر والـصـلاح، والسعادة والـنـجـاح، فـالـذيـن يـقـبَـلـونهـم ويتّبـعـونهـم ويـحذون حذوهم فى كل أعمالهم وأقـوالهم وحركـاتـهـم وسـكـناتهـم، ولا يُـفارقون أظلالهم ولا يخرجون عـمـا أمـروهـم، فيـنـالـون السعادة ويـفـوزون فوز السعداء، ويُرضون اللّٰه ورسوله ويكونون مُباركين.

فالحاصل أن خدمة هؤلاء الكرام عـنوان السعادة، ومحبّتهم استثمار المعرفة، ومصافاتهم مُصافات اللّٰه، وبـث مـدائـحـهـم زمـام الـفـلاح، وتطلُّب مثالبهم من أمارات الطلاح، وتتبُّع عيوبهم مدحض المحسنات، وتـكـلُّف كُـلَفِهم كفّارة السّيئآت. فـالـذيـن مـا انـتظموا فى سمطهم،

اورنفسانی خواہشات کے کامل طور پر فنا ہو جانے کے بعد اُن کے ارادوں کی تجدید کرتا ہے۔ پھر وہ اپنی رحمت سے انہیں اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے۔ پس وہ لوگوں کو خیر وصلاح اور سعادت وکامرانی کی طرف بلاتے ہیں۔ پس جو لوگ انہیں قبول کر لیتے اور ان کی اتباع کرتے اور تمام اعمال، اقوال اور حرکات وسکنات میں اُن کے قدم بقدم چلتے ہیں اور اُن کے سایوں سے دور نہیں رہتے اور جن باتوں کا وہ انہیں حکم دیتے ہیں اُن سے باہر نہیں نکلتے تو وہ سعادت کو پا لیتے ہیں اور خوش بختوں جیسی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کو راضی کر لیتے ہیں اور بابرکت وجود بن جاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ان محترم بزرگوں کی خدمت خوش بختی کی نشانی ہے اور ان سے محبت کرنا معرفت کے پھل حاصل کرنا ہے۔ اور ان سے دوستی اللہ سے دوستی ہے اور اِن کی تعریف وتوصیف کی اشاعت زِمَامِ فَلاح ہے۔ اور اُن کے عیوب کی جستجو کرنا بدبختی کی نشانیوں میں سے ہے اور اُن کے نقائص کو تلاش کرنا نیکیوں کو تباہ کرنے والا ہے اور اُن کی تکلیفیں اپنے سر لینا بُرائیوں کا کفارہ ہے۔ پس وہ لوگ جو اُن کی لڑی میں منسلک نہیں ہوئے

وما انخرطوا فی جماعتهم، وما التحقوا برهطهم، بل عادَوهم وخالفوهم، وتجاوزوا الحد فی مَقْتهم عند المخاصمات، وتعدَّوا الأدبَ فی المکالمات، فأحبط الله عملهم، وأرداهم، و باء وا بسخط من الله، ورجع إلیهم نکالٌ من الله وغضبٌ من عنده، فنزع الله من قلوبهم کلَّ حلاوة الإیمان ونور العرفان، وترکهم فی ظلمات خاسرین مخذولین.

ثم اعلم أن کل ما قلنا هی علل روحانیة لسلب إیمان المخالفین، وأما الأسباب الخارجیة لخسرانهم وبُعدهم عن الحق، فهی أسباب أعدّوها لهم من عند أنفسهم، فهی أنهم یُخالفون إمام الوقت وخلیفة الزمان فی کل قوله وفعله وعقیدته، مع أنه علی الحق ومؤیَّد من الله تعالیٰ، فکلّما یُخالفونه ویترکون طریقه فیَبعدون عن طرق السعادة والصدق والصواب،

اور اُن کی جماعت سے وابستہ نہیں ہوئے اور ان کے گروہ میں شامل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ان سے عداوت رکھی اور اُن کی مخالفت کی اور بحث مباحثہ کے وقت اُن سے ناراضگی رکھنے میں حد سے تجاوز کیا اور باہمی گفتگو میں حدِّ ادب سے گزر گئے تو اللہ نے اُن کے عمل کو ضائع کر دیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور وہ اللہ کی ناراضگی لے کر لوٹے اور اللہ کی طرف سے عذاب اور غضب اُن پر وارد ہوا پس اللہ نے اُن کے دلوں سے ایمان کی ہر حلاوت اور نورِ عرفان چھین لیا اور انہیں تاریکیوں میں خائب وخاسر چھوڑ دیا۔

پھر جان لو کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ سب مخالفوں کے سلبِ ایمان کی روحانی وجوہات ہیں اور جہاں تک اُن کے نقصان اُٹھانے اور اُن کے حق سے دوری کے خارجی اسباب کا تعلق ہے تو یہ وہ اسباب ہیں جو انہوں نے خود اپنی طرف سے اپنے لئے تیار کئے ہوئے ہیں اور وہ یہ کہ وہ امامِ وقت اور زمانے کے خلیفہ کے ہر قول اور فعل اور عقیدے کی مخالفت کرتے ہیں۔ جبکہ وہ حق پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ ہوتا ہے۔ پھر جب بھی وہ اس کی مخالفت کرتے اور اس کے طریق کو چھوڑتے ہیں تو وہ سعادت اور صدق وصواب کی راہوں سے دور ہو جاتے ہیں

ویطرحهم شِقوتُهم فی فلوات الخسران والتباب فیصیرون من الهالکین.

ومن المعلوم أن الرجل الذی خالف الحق وخالف الذی یدعو إلی الحق علی بصیرة، فلا بد له أن یقع فی هوة الخطایا، فإنه خالف المحفوظَ المصیب المؤیَّد من اللّٰه. ثم معلوم أن المخالفة إذا بلغت منتهاها، فتزید شقاوة المخالف یوما فیوما، فیکون حریصًا علٰی ردّ کل کلمة الحق والحکمة والصداقة التی أُعطیت لإمام الزمان، بل هذا هو النتیجة الضروریة اللازمة لکمال العناد، فإن العناد إذا بلغ کماله فیجترء المعاند لشدّة عناده یومًا فیومًا علی المخالَفة حتی یقع یومًا فی مخالفة عظیمة تُهلِکه وتسلب إیمانه، فیلحق بالمخذولین. ألا تریٰ أنك إذا اخترت طریقًا علی وجه البصیرة

اوراُن کی بدبختی انہیں نقصان اور ہلاکت کے ویرانوں میں پھینک دیتی ہے پس وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوجاتے ہیں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ جو شخص بھی حق کی اور حق کی طرف علیٰ وجہِ البصیرت بلانے والے شخص کی مخالفت کرے گا تو وہ لازماً خطاؤں کے گڑھے میں گر جائے گا۔ کیونکہ اُس نے معصوم صائب الرائے اور مؤید من اللہ کی مخالفت کی تھی۔ پھر یہ بھی واضح ہے کہ جب مخالف اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے، تو اُس مخالف کی بدبختی کو دن بدن بڑھاتی جاتی ہے۔ اور وہ ہر اُس سچی بات اور حکمت اور صداقت کو جو زمانے کے اُس امام کو عطا کی جاتی ہے اُسے ردّ کرنے پر حریص ہوجاتا ہے۔ بلکہ یہ کمال درجے کے عناد کا ضروری اور لازمی نتیجہ ہوتا ہے، پس جب عناد اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو معاند اپنے عناد کی شدت کے باعث دن بدن مخالفت پر جرأت دکھاتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک دن ایسی عظیم مخالفت میں مبتلا ہوجاتا ہے جو اُس کو ہلاک کر دیتی اور اُس کے ایمان کو سَلب کر لیتی ہے اور وہ بے یارومددگار لوگوں میں شامل ہوجاتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب تو کسی راہ کو علیٰ وجہِ البصیرت اختیار کرتا ہے

وتعلم أنه طريق مستقيم يُوصلك إلى منزلك ودارك سالمًا غانمًا، ومعك في سفرك عدو شقي، فحمَله عداوتُك على أن يختار لنفسه طريقا آخر يُخالف طريقك مع أن فيه قطاعَ الطريق وسباع وأفاعي وآفات أخرىٰ، فلا شكّ أنه ألقىٰ نفسه إلى التهلكة، فإن هلك فما كان سبب هلاكه إلا مخالفتك، فتَدبَّرْ واتّق الله ولا تكن إلا مع الصادقين. ولا تؤذ صادقا ولا تُعِنِ الذي أبلىٰ في هيجائه، بل لا تكنْ من الذين هم نَظّارة ذلك الحرب، ورضوا بالطعن والضرب، وأفاضوا في سماع كلمات فيها استخفافه، وتُبْ مع الذي تاب، فإن الصالحين قوم إذا أراد الله نصرهم فيخلُق مِن لدنه الأسباب ويُبدي العُجاب،

اور تجھے یہ معلوم ہی ہے کہ وہ ایسی سیدھی راہ ہے جو تجھے تیری منزل اور تیرے گھر تک صحیح سلامت پہنچا دے گی اور تیرے اس سفر میں ایک ایسا بد بخت دشمن بھی شریک ہو جس کی تیرے ساتھ عداوت اُسے اِس امر پر آمادہ کرے کہ وہ اپنے لئے کوئی دوسری راہ اختیار کرے جو تیری راہ کے برعکس ہے باوجود اس کے کہ اس (راہ) میں ڈاکو، درندے اور سانپ اور دوسری آفات بھی ہوں۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اُس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا۔ پھر اگر وہ ہلاک ہو گیا تو اس کی ہلاکت کا سبب محض تیری مخالفت ہی ہوگی۔ لہٰذا غور کر اور اللہ کا تقویٰ اختیار کر اور صرف اور صرف راستبازوں کے ساتھ ہو جا۔ اور کسی راست باز کو ایذا نہ دے اور نہ ہی اس کی مدد کر جس نے اُس سے لڑائی کرنے کی جسارت کی بلکہ تو اس جنگ کے تماشائیوں میں بھی شامل نہ ہو جو نیزہ اور شمشیر زنی پر راضی ہو گئے اور دلچسپی سے اُن باتوں کو سُننے لگے جن میں اس کا استخفاف تھا۔ اور تُو توبہ کرنے والے کے ساتھ توبہ کر، کیونکہ صالحین وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ ان کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اپنی جناب سے اسباب پیدا فرما دیتا ہے اور عجائب ظاہر کرتا ہے

ويأتي المعادين من حيث لا يعلمون، ولا يُخزي عباده المحبوبين. فأوصيك أن لا تُمارِهم، ولا تخالِفُ قولهم بفهمٍ أنحَلَ وعقلٍ أقحَلَ، ولن تبلغ أفهامَهم وعلومهم، ولو كان عندك جبل من الكتب، فإنهم يُؤتَون علمًا وفهمًا مِن لدن ربهم، وتُنوَّر أفهامهم، وتُصفَّى عقولهم، وتُوسَّع مَداركهم، ويعصمهم يدُ الربّ من كلّ مزلّة، وربما تسمع من أفواههم كلماتٍ هي عندك كلمات الكفر وأقوال الارتداد، وأما إذا فكّرتَ أنت وأمثالك في كلماتهم بقلب سليم ورأى حُرٍّ، ودعوتَ اللّٰه أن يفهّمك، فإذا هي معارف الحكمة ولآلي المعرفة، فإن كنت سعيدًا فتقبَلها بعدما فهمتَها، وإن كنتَ شقيًّا فتبقى علىٰ إنكارك وتجحد وتختار التكذيب لنفسك، ﴿ج﴾

اوروہ دشمنوں کے پاس وہاں سے آتا ہے جہاں سے اُن کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اوروہ اپنے پیارے بندوں کو رسوانہیں کرتا۔ پس میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تو اُن سے مت جھگڑ اور کمزور فہم اور خشک عقل سے اُن کے قول کے خلاف نہ کر کیونکہ تو ان کے علم وفہم کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا خواہ تیرے پاس کتابوں کا پہاڑ بھی ہو کیونکہ انہیں اپنے رب کی جناب سے عِلم وفہم عطا کیا جاتا ہے۔ اُن کے فہم روشن کئے جاتے ہیں اور اُن کی عقلوں کو جلا بخشی جاتی ہے اور ان کے حواس کو وسعت بخشی جاتی ہے اور اللہ کا ہاتھ اُنہیں ہر لغزش سے بچاتا ہے۔ بعض اوقات تو اُن کے مونہوں سے ایسے کلمات سنتا ہے جو تیرے نزدیک کلماتِ کفر اور ارتداد کی باتیں ہوتی ہیں لیکن اگر تو اور تیرے جیسے دوسرے لوگ ان کی باتوں پر قلبِ سلیم اور آزاد رائے سے غور کریں اور تو اللہ سے یہ دعا کرے کہ وہ تجھے فہم عطا فرمادے تو (تجھے یہ معلوم ہوجائے گا کہ) وہ تو حکمت کے معارف اور معرفت کے موتی ہیں۔ پھر اگر تو سعادت مند ہوگا تو تُو انہیں سمجھنے کے بعد قبول کرلے گا اور اگر تو بدبخت ہوگا تو تُو اپنے انکار پر قائم اور مُصر رہے گا اور اپنے لئے تکذیب کو اختیار کرلے گا۔

فتسفِك دمَ إيمانك بيديك، وتلحق بالذين هم ضيّعوا إيمانهم وهم يعلمون وما كانوا مهتدين.

یا مسكين! لا تعجَلْ ولا تُكفِّرْ عبدًا اصطفاه اللّٰه وتراه يصلّي ويصوم ويستقبل القبلة، وتجد فيه سمت الصلحاء واتباع السُنّة، ولا تعجَلْ على ما ادّعى من الكمالات والمعارف، فإن في الإسلام قومًا يُؤتَون حكمةً روحانية من ربهم، لا يفهم أقوالهم كلُّ غبي وبليد. فراستهم قد أوتيت من الإصابة، وعقولهم فاقت عقول العصابة، وفهمُهم يُفصِح عن كلِّ مُعَمَّى، ولا يطيش سهمهم في مرمىٰ، وما يضرّهم شيطان فيتبَعه الشهابُ، وما يصل إليهم سهم وإن تخلو الجِعابُ. يُؤتَون من لطائف العرفان، ولهم يد طولىٰ في البيان،

اور اس طرح تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ایمان کا خون کرے گا اور تو اُن لوگوں میں شامل ہو جائے گا جنہوں نے جانتے بوجھتے اپنے ایمان کو ضائع کر دیا اور ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔

اے مسکین! جلد بازی نہ کر اور ایک ایسے بندہ کو کافر نہ ٹھہرا جسے اللہ نے منتخب فرما لیا ہے، اور تو اسے دیکھتا ہے کہ وہ نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور قبلہ رو ہوتا ہے اور تو اس میں صلحاء اور سنت کی پیروی کرنے والوں کا انداز پائے گا، اور جن کمالات اور معارف کا وہ مدعی ہے ان کے انکار کرنے میں جلد بازی نہ کر کیونکہ اسلام میں ایسے لوگ ہیں جنہیں اپنے ربّ کی طرف سے حکمتِ روحانی عطا کی جاتی ہے۔ ہر غبی اور کند ذہن اُن کی باتوں کو سمجھ نہیں سکتا، اُن کی فراست اصابت سے ودیعت کی گئی ہے اور اُن کی عقلیں پوری جماعت کی عقلوں پر فوقیت رکھتی ہیں اور اُن کا فہم ہر گُتھّی کو سلجھا دیتا ہے اور ان کا تیر نشانے سے خطا نہیں جاتا۔ شیطان اُن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور کوئی تیر اُن تک نہیں پہنچتا خواہ ترکش خالی ہو جائیں۔ انہیں عرفان کے باریک دقائق عطا کئے جاتے ہیں اور انہیں بیان میں یَدِطولیٰ حاصل ہوتا ہے

وتعريضهم أدلُّ من تصريحِ غيرهم، وكلامهم تتجلّى في الألوان، ويسمح خواطرهم للإفاضات، وهم أعمدة الدنيا وعُمَدُ الدّين، وللخَلق وجودُهم كروح الحياة، ومن عاداهم فقد بارزه الله للحرب، فتارةً يأخذه من غير إمهال، وتارة يؤجله أجلًا ويُرخي له طولًا، حتى إذا جاء وقته فيحرق كُثْبَته صاعقةُ العذاب، ويجعله كأن لم يكن من العائشين.

☆

اور اُن کا اشارہ غیروں کی تصریح سے بڑھ کر رہنمائی کرنے والا ہوتا ہے اور ان کا کلام مختلف رنگوں میں جلوہ گر ہوتا ہے اور ان کے دلوں کو فیض رسانی کا ملکہ عطا کیا جاتا ہے اور وہ دنیا اور دین کے ستون ہوتے ہیں اور مخلوقِ خدا کے لئے اُن کا وجود روح حیات کی طرح ہوتا ہے۔ اور جو اُن سے عداوت رکھتا ہے اللہ اس کے مقابلہ کے لئے میدانِ جنگ میں نکل آتا ہے پھر کبھی تو وہ اسے مہلت دیئے بغیر پکڑ لیتا ہے اور کبھی کچھ مدت تک مہلت دے دیتا ہے اور اُس کی رسی دراز کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب اُس کا وقت آن پہنچتا ہے تو عذاب کی بجلی اس کی جمع شدہ پونجی کو جلا ڈالتی ہے اور اُسے ایسا کر دیتی ہے کہ گویا وہ کبھی زندوں میں تھا ہی نہیں۔☆

☆

☆نوٹ:۔ صفحہ ۱ تا ۱۲ کا ترجمہ مکرم محمد سعید صاحب انصاریؒ کا کیا ہوا ہے۔ یہ ابتدائی تیس صفحات میں شائع نہیں ہوا تھا۔

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

الحمد لله الذى علّم بالقلم، علّم الإنسانَ ما لم يعلم، وبلّغه إلى مراتب العرفان واليقين. والصّلاة والسلام على رسوله نبيّ أمّى إمام المعلّمين من الأنبياء والمرسلين، وإمام كل من نطق عن الوحى وكتب علم الحكمة ومعارف الدين؛ الذى ما بَرَى القلمَ قطُّ وما قَطَّ، وما احتجر اللوحِ وما خطَّ، وخلقه الله فى أحسن تقويم ففاق خلق العالمين، وأصحابه الهادين المهتدين، وآله الطيّبين الطّاهرين.

أما بعد فإنه قد وصل إلىَّ مكتوب من مكة.. شرّفها الله وعظّمها.. فلما قرأته علمتُ أنه مكتوب كتبه بعض أحبّائى من المبايعين،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے زندہ اور قیوم خدا۔ تیری رحمت کی میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں

سب تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جس نے قلم سے سکھلایا اور جو کچھ کہ انسان نہ جانتا تھا وہ اس کو بتایا اور معرفت اور یقین کے مرتبہ تک پہنچایا اور اس کے رسول نبی امی پر صلوٰۃ اور سلام ہو جو کہ سب انبیاء اور مرسلین اور معلمین کا امام اور سب وحی سے بولنے والوں اور حکمت اور دین کے معارف کے لکھنے والوں کا پیشوا ہے۔ جس نے کہ نہ کبھی قلم کو بنایا اور نہ اس کو قط لگایا اور نہ تختی کو ہاتھ لگایا اور نہ لکھا۔ خدا نے اس کو اَحسن تقویم میں پیدا کیا پس وہ سب مخلوقات سے فائق ہوا۔ اور اُس کے اصحابوں پر جو ہدایت یافتہ اور سیدھی راہ بتانے والے ہیں اور اس کے آل پاک پر۔

اس کے بعد واضح ہو کہ مکّہ معظّمہ سے (شرّفها الله وعظّمها) میرے پاس ایک خط پہنچا اور پڑھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ کسی میرے مرید کا ہے۔

وعرفت أنه يريد لِأُعَرِّف أهل مكة من بعض حالاتي. فما رضي قلبي بأن أكتب إليهم الأمر المجمل المطويّ، بل أردت أن أُبين بيانا تطمئن به قلوبهم، وتحصل لهم معرفة ويتقوى به رأيهم ووجدانهم وفراستهم، فغلب هذا القصد على قلبي، ونُفث في روعي أسرارٌ لأهل مكة، حتى امتلأت نفسي ونسمتي بها، وكتبتُها في مكتوب وأرسلت إليهم، ثم بدا لي أن أرتبه بصورة رسالة وأشيعه في الناس بعد طبعه لينتفع به خَلق، وليكون كسراج منير للطالبين. فالآن نشرع في المقصود، ونكتب أوّلًا المكتوب الذي جاء من أهل مكة، ثم نكتب مكتوبا أرسلنا إليهم، وما توفيقنا إلا بالله الذي يتولّى عباده، وهو أرحم الرّاحمين.

اور میں نے معلوم کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ مکہ والوں کو میں کچھ اپنے حالات بتاؤں۔ لیکن میرا دل اس پر راضی نہ ہوا کہ میں ان کی طرف مجمل اور پیچیدہ بات لکھوں بلکہ میں نے چاہا کہ ایسا بیان لکھوں کہ جس سے ان کے دل مطمئن ہو جائیں اور ان کو اچھی معرفت حاصل ہو جائے۔ اور اس بیان سے ان کی رائے اور وجدان اور فراست قوی ہو جائے اور یہ ارادہ میرے دل پر غلبہ پاتا رہا اور میرے دل میں اہل مکہ کے لئے کچھ اسرار ڈالے گئے یہاں تک کہ میرا نفس اور روح اُن سے پُر ہو گیا اور میں نے ان کو ایک خط میں لکھ کر بھیج دیا۔ پھر مجھے یہ امر اچھا معلوم ہوا کہ اس کو بصورت رسالہ مرتب کر کے بعد طبع لوگوں میں شائع کیا جائے تا کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں اور سچے طالبوں کے لئے روشن چراغ کا کام دے۔ اب ہم اصل مقصد کو شروع کرتے ہیں پہلے اُس خط کو لکھتے ہیں جو اہلِ مکّہ سے ہمارے پاس آیا تھا پھر ہم اُس خط کو لکھیں گے جو ہم نے ان کی طرف بھیجا اور بجز اللہ کے ہمیں کوئی توفیق دینے والا نہیں جو اپنے بندوں کا متوّلی اور ارحم الراحمین ہے۔

المكتوبُ الّذی جاء من مكة شرّفها الله و أعزّ أَهْلَهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

نحمده و نصلّی علٰی رسوله الكريم.

سلام اللّٰه تعالٰی ورحمته وبركاته وأزكٰی تحيته علی حضرة جناب مولانا وهادينا ومسيح زماننا غلّام أحمد، كان اللّٰه تعالٰی فی عونه، آمين يا رب العالمين.

أما بعد، أُعرّفكم أنی وصلتُ مكة بخير وعافية، وكلما جلست فی مجلس أذكركم وأذكر قولكم، وجميع الذی ادعيتموه من الآيات والأحاديث، فصار الناس يتعجبون، والبعض منهم يُصدّقون ويقولون اللّٰهم أَرِنا وجهه فی خير. ولما فرغنا من شهر الحج وهلَّ علينا شهر عاشوراء، مررت يومًا من الأيّام علی واحد من أصحابنا اسمه "**علی طايع**"، فجلست عنده،

وہ خط جو مکہ (شرّفها الله وأعزّ أَهْلَهَا) سے آیا

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اس کے معزز رسول پر درود بھیجتے ہیں۔

اللہ کے سلام اور رحمتیں اور برکتیں اور پاک تحیات ہمارے ہادی مسیح الزمان مولانا حضرت
﴿۲﴾ غلام احمد پر ہوں اور اللہ ہمیشہ ان کی مدد کرے۔
آمین یا ربّ العالمین۔

اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ میں مکہ میں بخیر وعافیت پہنچ گیا اور جب کبھی میں کسی مجلس میں بیٹھتا ہوں۔ آپ کا اور آپ کے دعاوی کا جو آپ نے آیات واحادیث کی بنا پر کئے ہیں تذکرہ کرتا ہوں۔ کچھ لوگ تعجب کرتے ہیں اور کچھ تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس کا بابرکت چہرہ دکھا اور جب ماہِ ذِی الحجہ گزر چکا اور محرم شروع ہوا تو میں ایک دن اپنے ایک دوست علی طائع نامی سے ملا اور اُس کے پاس بیٹھا

فسألني عن الهند وعن السفر وأحواله، فأخبرته بالذي حصل، وأخبرته عن دعواكم، وفهّمتُه على أحسن ما يكون، ففرح بذلك، وقلت له:هو رجل حليم عظيم إذا رآه المؤمن يُصدّق به. فالكلمات التي فهّمتها إيّاه طفق يذكرها عند كل أحدٍ من الناس، وقال لي: متى يجيء إلى مكة؟ قلت له: إذا أراد اللّٰه سبحانه وتعالىٰ يجيء إلىٰ مكة شرّفها اللّٰه تعالى عن قريب. والآن ألّف كتبا عربية في إثبات دعواه، يريد أن يرسلها إن شاء الله تعالىٰ. هذا ما قلت لعلي طائع. ثم لما أن أردت إرسال هذا الكتاب، قلت له أنا أريد أن أرسل لمولانا كتابا. فقال لي: قل له في الكتاب يُعجل بإرسال الكتب التي ألّفها ويُعجل بالمجيء بنفسه إلى مكة. فقلت له:حتى يأذن اللّٰه. وقلت له لولا مخافة الفتن ما تركتُ الكتب الّتي ألّفها مولانا وجئت بها. فقال لي: لم خفتَ؟ لو جئتَ بها لكان خيرا

تو[اُس نے] مجھ سے حالات سفر اور حالات ہند دریافت کئے تو میں نے سب حالات وواقعات سنا دیئے اور آپ کے دعویٰ کی بھی اُس کو خبر دی اور اچھی طرح اُس کو سمجھایا۔ چنانچہ وہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور میں نے اس کو یہ بھی کہا کہ وہ بڑے حلیم اور عظیم الشان شخص ہیں جب مومن ان کو دیکھتا ہے تو ضرور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ جو باتیں اُس کو سمجھائی تھیں اُس نے ہر ایک کے پاس اُن کا ذکر شروع کر دیا اور مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ وہ مکہ میں کب آئیں گے۔ مَیں نے کہا کہ جب اللہ چاہے گا تو جلد آجائیں گے۔ اور اب حضرت نے کچھ عربی کتابیں اپنے دعویٰ کے اثبات میں لکھی ہیں جو یہاں بھیجنا چاہتے ہیں [ان شاء اللّٰہ تعالیٰ]۔ یہ وہ باتیں ہیں جو علی طائع سے ہوئیں۔ پھر جب میں نے یہ خط روانہ کرنا چاہا تو میں نے کہا کہ میں حضور کی خدمت میں یہ خط بھیجنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا کہ خط میں یہ بھی عرض کر دو کہ اپنی مؤلّفہ کتابیں جلد ارسال فرمائیں اور خود بھی مکہ میں تشریف لانے کی جلدی کریں۔ میں نے اُس کو کہا کہ یہ اللہ کے اذن پر موقوف ہے اور اگر فتنہ کا خوف نہ ہوتا تو میں حضور کی کتابوں کو کبھی نہ چھوڑتا بلکہ ضرور ساتھ لاتا۔ اس نے کہا کہ کیوں ڈر گئے۔ کاش تم اپنے ساتھ لاتے تو بہتر ہوتا۔

ثم قال لی اکتب لمولانا یُرسل الکتب علی اسمی وأنا أقسمها وأُطلع علیها شریفَ مکة والعلماءَ وجمیع الناس ولا أبالی من أحد. وقال: أنا أعرف أن المؤمن إذا سمع ذکر هذا الرجل یفرح، والمنافق یغضب. وهذا الرجل المذکور الذی اسمه علی طائع ساکن فی شعب عامر، وهو رجل طیب من الأغنیاء، وصاحب بیوت وأملاك وتاجر عظیم. فأنتم أرسِلوا الکتب باسمه وبهذا العنوان یصل إن شاء اللّٰہ تعالٰی إلی مکة المشرّفة، ویُسلَّم بید علی طایع تاجر الحشیش☆ فی حارة الشعب، یعنی شعب عامر.

وسلِّمُ منّا علی مولانا نور الدّین، وعلی مولانا السید حکیم حسام الدین، وسلِّمُ منا علی کافة إخواننا، کل واحد منهم باسمه.صغیرهم وکبیرهم، وخصوصًا فضل الدین وولد أخته مولانا عبد الکریم، وإنَّا لهم من الداعین فی بیت اللّٰہ الحرام، وخُصَّ نفسك بألف سلام.

الراقم بذلك:أحقر عباد اللّٰہ الصمد محمد بن أحمد، ساکن شعب عامر

۲۰ شهر عاشورا سنة ۱۳۱۱ھ

پھر اس نے کہا کہ حضور کی خدمت میں لکھ دو کہ کتابیں میرے نام روانہ کردیں۔ میں خود اُن کو تقسیم کروں گا اور شریف مکہ اور علماء اور سب لوگوں کو مطلع کروں گا۔ اور میں کسی کی پروانہیں کرتا۔ اور [اس نے کہا میں جانتا ہوں] مومن جب اس شخص کا ذکر سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور منافق ناراض ہوتا ہے۔ یہ علی طائع جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے شعب عامر کا رہنے والا ہے اور اغنیاء میں سے ایک اچھا شخص ہے اور بہت سے گھروں اور جائیداد والا اور بڑا تاجر ہے۔ پس حضور اُسی کے نام پر کتابیں بھیج دیں اس پتہ پر۔ انشاء اللہ اُسے مل جائیں گی۔ مقام مکہ مشرفہ بخدمت علی طائع تاجر حشیش حارۃ الشعب یعنی شعب عامر۔

اور مولانا نورالدین اور سید حکیم حسام الدین اور سب چھوٹے بڑے بھائیوں پر اور خصوصاً فضل الدین اور اس کے بھانجے مولوی عبدالکریم کی خدمت میں ہماری طرف سے سلام پہنچے اور ہم بیت الحرام میں ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور خاص کر حضور پر ہزاروں سلام ہوں۔

راقم احقر عباد اللہ الصمد۔ محمد بن احمد ساکن شعب عامر۔

۲۰ رمحرم ۱۳۱۱ھ

☆ أی العشب أو العلف للحیوانات. (الناشر)

﴿۳﴾

الجواب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم
نَحمده ونُصَلّی علی رسولہِ الکَرِیم

إلى المحب المخلص.. حبّی
فی الله محمد بن أحمد المكّی
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته
أما بعد، فإنه قد وصلنی مكتوبك وقرأته من أوّله إلى آخره وسرّنی كلّما ذكرته فی مكتوبك وشكرت الله على أنك وصلت وطنك وبيتك بالخير والعافية ولقيت الأحباب وعشيرتك الأقربين. وأمّا ما ذكرتَ طُرفًا من حُسنِ أخلاق السيد الجليل الكريم علی طائع وسيرته الحميدة وآثاره الجميلة ومودّته وحسن توجّهه عند سماع حالاتی، ومِن أنه سُرَّ بذلك، فأنا أشكرك على هٰذا وأشكر ذلك الشريف السعيد الرشيد، وأسأل الله لك وله خيرًا وبركة وفضلًا ورحمةً إلى يوم الدين.

جواب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم
نَحمده ونُصَلّی علی رسولہِ الکَرِیم
بخدمت محبّ ومخلص محمد بن احمد مکی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کے بعد واضح ہو کہ آپ کا خط مجھے ملا اور میں نے اس کو اول سے آخر تک پڑھا اور جو امور کہ آپ نے اپنے خط میں لکھے ہیں ان سے مجھے خوشی ہوئی اور آپ کے بخیر و عافیت اپنے وطن اور گھر پہنچنے پر اور اپنے احباب اور قریبی رشتہ داروں سے ملنے پر میں نے اللہ کا شکر کیا۔ اور جو کچھ کہ آپ نے جلیل القدر اور بزرگ سید علی طائع کے حسن اخلاق اور نیک سیرت اور پسندیدہ اوصاف کا بیان کر کے اور ان کا میرے حالات کے سننے پر محبت اور حُسنِ توجہ کا اظہار فرمانے [اور اس سے اُن کی مسرّت] کا ذکر کیا ہے اس پر بھی میں آپ کا اور اُس سعید رشید سیّد کا شکر بجا لاتا ہوں اور میں آپ کے اور سیّد صاحب کے ہمیشہ تک جناب الٰہی سے خیر و برکت اور فضل اور رحمت کی استدعا کرتا ہوں۔

وقد أُلقِيَ فی قلبی أنه رجل طیب صالح وعسٰی أن ینفعنا فی أمرنا ویُکمل اللّٰه لنا بعض شأننا بتوجهه وحُسن إرادته وعلی یده واللّٰهُ یدبّر أمور دینه کیف یشاء ویجعل من یشاء وسیلة لتکمیل مهمات الإسلام ویجعل من یشاء لدینه من الخادمین. وفطنتُ بفراستی أن ذلك السعید الذی ذکرت محامده فی مکتوبك رجل شجاع فی سبیل اللّٰه لا یخاف لومة لائم عند إظهار الحق وإشاعته وتأییده وتشئیده، وقد جمع اللّٰه فیه سِیَرًا محمودة وأخلاقًا فاضلة مع الفتوة والشجاعة وانشراح الصدر وجود النفس والورع والتقوٰی ومنَّ علیه بتوفیق الإخلاص والاجتهاد فی سبیل اللّٰه کما مَنَّ علیه بإعطاء الثروة والغناء وجعله فی الدنیا والآخرة من المنعَمین.

وکذلك إذا أراد اللّٰه بعبد خیرا فیعطیه من لدنه قوة فی الخیرات، وطاقة فی الحسنات،

میرے دل میں ڈال گیا ہے کہ وہ صالح اور پاک آدمی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے کام میں نافع ثابت ہو۔ اور ہمارے بعض کاموں کو اس کی توجہ اور حسن ارادت سے اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھ پر تکمیل کرے گا۔ اور اللہ جیسا چاہتا ہے اپنے [دین کے] امور کی تدبیر کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسلامی مہمات کی تکمیل کا وسیلہ بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے دین کا سچا خادم بنا دیتا ہے۔ اور میں نے اپنی فراست سے معلوم کرلیا ہے کہ جس سعید آدمی کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے اللہ کی راہ میں ایسا بہادر ہے کہ اظہارِ حق اور [اس کی] اشاعت اور تائید اور تقویت میں کسی ملامت کرنے والے [کی ملامت] سے نہیں ڈرتا اور جوانمردی اور شجاعت اور انشراحِ صدر اور سخاوتِ نفس اور زہد و تقویٰ کے [ساتھ ساتھ] اللہ تعالیٰ نے اُس میں سب صفات محمودہ اور اخلاق فاضلہ جمع کر دیئے ہیں اور اس پر اخلاص کی توفیق اور اجتہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ ویسا ہی احسان کیا ہے جیسا کہ مال اور غنا کے دینے سے اس پر احسان کیا ہے اور اس کو دنیا اور آخرت میں منعم بنا دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی یونہی عادت ہے کہ جب وہ کسی بندہ کے لئے بہتری چاہتا ہے تو اپنی طرف سے اس کو خیرات و حسنات کی طاقت دے دیتا ہے

ویجعل مِن سِیَرِہ القیام بمهمات الدین والفکر لإحیاء الملّة وإشاعة کتبها، وتمزیق دساتیر الشیاطین الملعونین؛ فلا یخاف إلا اللّٰه، وإن یر خیر الدین فی أمرٍ مِن بذلِ روحه وإهراق دمه فیقوم مستبشرا للشهادة، فیعتصم بحبل اللّٰه جمیعًا من قوة بدنه وقلبه وجوارحه وعقله وفهمه، ویُنهِض کل ذراته لطاعة اللّٰه وانقیاد أوامره، ولا یغفل عن ربه طرفة عین، ویقف بالمرصاد فی کل حین. ویُشمّر الذیل لإفشاء أحکام اللّٰه وإعلائها وإن کان فیه خطر عظیم أو عذاب ألیم. ویبارز کالفحول ولا یقربه أثرُ الجبن والحؤول، ولا یتأخّر لخَطْبٍ خَشّی وخوفٍ غَشّی، ویَنُصّ للدّین رِکاب السُّریٰ، ویجُبُّ لتأییده کلَّ وعور وجبالٍ عُلی، لیرضی اللّٰه المولی ویدخل فی المحبوبین.

اور مہمات دین کی خدمت اور احیاءِ ملّتِ اسلام کا فکر اور اُس کی کتابوں کی اشاعت اور ملعون شیطان کے دفتر کا پارہ پارہ کرنا اُس کی عادت میں رکھ دیتا ہے۔ پس وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور اگر دین کی بہتری وہ اپنی جان کے خرچ کرنے میں اور خون بہانے میں دیکھتا ہے تو خوشی سے شہادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور اپنے فہم اور عقل اور قوتِ بدن [اور دل] اور جوارح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رسّی سے بچاؤ حاصل کرتا اور اُس کے عام ذرّات خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اُس کے اوامر کی پابندی میں لگ جاتے ہیں اور ایک پلک کے جھپکنے پر بھی اپنے مولیٰ سے غافل نہیں ہوتا اور ہر وقت گھات میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ احکامِ الٰہی کے پھیلانے اور ان کے اعلاء کے لئے کمرِ ہمت باندھ کر بہادروں کی طرح نکلتا ہے اگرچہ اس میں بھاری خطرہ اور عذاب الیم کیوں نہ ہو۔ اور وہ بہادروں کی طرح میدانِ مقابلہ میں نکل کھڑا ہوتا ہے اور بزدلی اور بھاگنے کا اثر اس کے قریب بھی نہیں ہوتا اور نہ کسی ڈرنے والے امر سے پیچھے ہٹتا ہے اور نہ کسی بیہوش کرنے والے خوف سے۔ اور دین کے لئے اپنی سواری کو تیار کرتا ہے اور سب پست مقاموں اور بلند پہاڑوں کو محض اللہ کی رضا کے لئے طے کرتا ہے تا کہ اُس کا محبوب بن جاوے۔

وَإِنّی أریٰ أن أذکر لهذا الفتی النجیب قلیلا من حالاتی، ومما أنا علیه من هدایة ربی، وأکشف له عمّا منَّ اللّٰه به علیَّ، وأعرّفه من بعض سوانحی، لعله یزید معرفة فی أمری، ولعله یتفکر ویعلم ما أراد اللّٰه ربّ العالمین.

فاعلموا یا إخواننا رحمکم اللّٰه وحماکم وحفظکم أن اللّٰه اطّلع علی الأرض فی هذا الزمان فوجدها مملوّة من الفسق والکفر والشرك والبدعات، وأنواع المعاصی ومکائد المتنصّرین. ورأی أن أرض قلوب الناس قد فسدت، وکلّ قریة عامرة ومزارع صلاحها تعطّلت، وغلبت الضلالة علی کل برّ وبحر، وأفواج الفتن من کل جهة ظهرت، وقلَّ أثر الصالحین. ورأی الناسَ أنهم قد مالوا إلیٰ اعتقادات ردیّة فاسدة، وعزوا أمورا إلی حضرة الوتر سُبحانه یجب تنزیهه عنها. ورأی أن النصاریٰ جعلوا عبدا عاجزا إلٰهًا،

اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اُس شریف جوان کے لئے میں اپنے کچھ حالات بیان کروں اور اُس ہدایت کو بھی جو کہ میں اپنے ربّ سے لایا ہوں۔ اور خدا نے جو کچھ مجھ پر احسان کیا ہے اُس پر کھول دوں اور اپنی سوانح بھی اُس کو کچھ کچھ بتا دوں تا کہ میرے بارہ میں اُس کی معرفت بڑھ جاوے اور سوچنے سے اللہ کے ارادہ کو پالے۔ ﴿۴﴾

اے بھائیو اللہ تم پر رحمت کرے اور تمہاری حفاظت کرے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں زمین کو دیکھا کہ کفر و شرک اور فسق و بدعات اور قسم قسم کے گناہوں اور نصاریٰ کے رنگارنگ فریبوں سے پُر ہے اور دیکھا کہ دلوں کی زمین خراب ہوگئی ہے اور ہر ایک شہر اور گاؤں آباد تو ہیں لیکن ان کی صلاحیت کے کھیت بیکار پڑے ہیں اور بر و بحر پر ضلالت غالب ہوگئی ہے اور فتنوں کی فوجیں ہر طرف غلبہ کر رہی ہیں اور نیکوں کی تاثیرات بہت کم ہوگئی ہیں اور دیکھا کہ لوگ بہت سے ردّی اور فاسد اعتقادوں پر مائل ہیں خدائے یگانہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر رہے ہیں جن سے اس کا پاک اور منزہ ہونا واجب ہے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ نصاریٰ نے ایک عاجز بندہ کو خدا بنا رکھا ہے

وخرقوا لإثبات الألوهية دلائل من التوراة والإنجيل بتأويلات منحوتة من عند أنفسهم، وصاروا فی الأرض أئمة المفسدين. وقد أضلوا خلقا كثيرا، وارتبط بهم كل قلبٍ فاسد ارتباطَ ذراری الشيطان بالشيطان، وجاء وا من لطائف حِيَلِهم بسحر مبين. يستجلبون الناس إلی دينهم بأنواع من التدابير التی لا نهاية لها، فرغب إليهم كثير من عَبَدة الأوثان وجهلاء المسلمين المحجوبين، وأَذْعَن المرتدون لهم وصدّقوا مفترياتِهم، وآمنوا بتمويهاتهم، ودخلوا فی دينهم الباطل، ونزعوا عن أنفسهم ثياب دين الإسلام، وغشِيهم الغیّ كالسيل المنهمر، وأدركهم العطب كالوباء العام، فهلكوا مع الهالكين. وما بقی قوم فی الهند ولا قبيلة فی هذه الديار إلا دخل بعض منهم فی دين التنصّر إلا ما شاء الله وكانت هذه بليّة عظمٰی علٰی دين الإسلام ما سُمِعَ نظيرها من قبل وما وُجِدَ مثلها فی الأوّلين.

اور اُس کی خدائی کے اثبات کے واسطے اپنی خود تراشیدہ تاویلوں کے ساتھ تورات وانجیل سے دلائل بھی گھڑ لئے ہیں اور زمین میں وہ مفسدوں کے سردار بن گئے ہیں اور بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے اور ہر ایک فاسد دل کا ان سے ایسا رابطہ ہو گیا ہے کہ جیسا کہ شیطان سے اُس کی ذرّیت کا اور وہ اپنے باریک در باریک حیلوں سے سحر کا کام لے رہے ہیں۔ قسم قسم کی بے نہایت تدبیروں سے اپنے دین کی طرف لوگوں کو کھینچ رہے ہیں اور بت پرستوں اور محجوب اور جاہل مسلمانوں سے بہت لوگ اُن کی طرف راغب ہو گئے ہیں۔ اور مرتد ان کے گرویدہ ہو کر ان کے افتراؤں کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی ملمع باتوں پر ایمان لائے اور ان کے باطل دین میں داخل ہو گئے ہیں اور اپنے جسم سے اسلام کا پاک جامہ اتار دیا ہے اور کجروی نے سخت سیلاب کی مانند اُن کو گھیرا ہوا ہے اور ہلاکت نے وباءِ عام کی طرح ان کو لے لیا ہے اور مُردوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو گئے ہیں اور ہند میں ایسی کوئی قوم اور قبیلہ نہیں ہے جس میں سے کچھ لوگ اِلَّا مَا شاء اللہ عیسائی نہ بنے ہوں۔ اور اسلام پر یہ ایسی عظیم الشان آفت ہے کہ جس کی کوئی نظیر پہلے زمانہ میں نہیں پائی گئی۔

ولو فصّلنا أنواع فتنتهم وأقسام مكائدهم لرأيتَ أمرًا يهولك الاطلاع عليه، ولَمُلئتَ خوفًا وحزنًا، ولبكيتَ على مصائب المسلمين.

وما كان دليلهم على **أُلوهيّة المسيح** إلا أنهم زعموا أنه خلق الخَلق بقدرته، وَأحيا الأموات بألُوهيته، وهو حيٌّ بجسمه العنصري على السماء، قائم بنفسه مُقوِّمٌ لغيره، وهو عين الربّ والربّ عينه، وحمل أحدهما على الآخر حمل المواطأة، وإنما التفاضل في الأمور الاعتبارية، أزليٌّ أبديّ وما كان من الفانين. ويُجوِّزون لله تنزّلاتٍ في مظاهر الأكوان، ثم يختصونها بجسم المسيح جهلا وحمقا، وليس عندهم على هذا من دليل مبين.

ويسبّون رسول الله صلى الله عليه وسلم ويشتمون وينحتون في شأنه بهتانات، ولا يتكلمون إلا بسبيل التعنيف والتهجين والتوهين.

اور اگر ہم ان کے رنگا رنگ فتنوں اور عجیب در عجیب فریبوں کی تفصیل کریں تو تُو ایسا امر دیکھے گا جس پر اطلاع پا کر تو ڈر جائے اور تُو خوف اور غم سے پُر ہو کر اسلام کے مصائب پر ضرور ہی روئے۔

اور مسیح کی خدائی پر بجز اس کے ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح نے اپنی قدرت سے بہت مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی خدائی طاقت سے مردوں کو زندہ کیا اور وہ آسمان پر مع جسم عنصری حیّ و قائم اور دوسروں کے لئے قیّوم ہے اور وہ بعینہٖ خدا ہے اور خدا بعینہٖ وہ ہے، جیسا کہ جب ایک چیز کے دو نام ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہ ہے اور یہ وہ ہے اور ان دونوں میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف اعتباری ہے اور وہ ازلی ابدی اور غیر فانی ہے اور وہ قائل ہیں کہ خدا مادی جسموں میں اترتا ہے اور پھر جہالت اور بیوقوفی سے کہتے ہیں کہ یہ نزول مسیح سے مختص ہے اور اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ کی عالی شان میں قسم قسم کے بہتان باندھتے ہیں اور آپ کی نسبت جب کوئی بات کریں گے تو تحقیر اور توہین کا طرز اختیار کریں گے

وألّفوا في الردّ على الإسلام وتوهين رسول الله صلى الله عليه وسلم ألوفا من الكتب وطبعوها وأشاعوها في البلاد، وتبعوا آثار الابليس اللعين. فلمّا بلغتْ فتنُهم إلى هذا المبلغ وأضلّوا جِبِلًّا كثيرًا، اقتضتْ رحمة الله الرّحيم الكريم أن يتدارك عبادَه ويُنجّيهم من كيد الكافرين. فبعث عبدا من عباده ليؤيّد دينه، ويجدّد تلقينه، وينير براهينه، ويُنغِرَ بساتينه، ويُنجِز وعده ويُعِزّ حبيبه وأمينه، ويجعل الأعداء من الخاسرين.

﴿۵﴾ وخصّني بعناياته، وأمَرني بإلهاماته، وربّاني بتفضلاته، وأيّدني بتأييدات متعالية عن طور العقل، وآتاني من لدنه العلومَ الإلٰهية والمعارفَ والنِكات، وشفّعها الآيات، ليتعاطى الناس منّي كأس البصيرة واليقين.

فيا حسرة على قومي! إنهم ماعرفوني

اور کئی ہزار کتابیں اسلام کے ردّ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں تصنیف کیں اور چھاپ کر ملکوں میں شائع کیں اور ٹھیک شیطان لعین کے قدم بقدم چلے ہیں۔ اور جب ان کا فتنہ اس حد تک پہنچ گیا اور بہت سی مخلوق کو گمراہ کر چکے تو خدائے رحیم کریم کی رحمت نے چاہا کہ اپنے بندوں کا تدارک کرے اور کافروں کے فریبوں سے ان کو نجات دے۔ تو اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو مبعوث فرمایا تا کہ اُس کے دین کی تائید اور تجدید کرے اور اُس کی براہین کو دوبارہ روشن کر دے اور اس کے باغوں کو پانی دے اور اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ اور اپنے پیارے امین رسول کی عزت ظاہر کرے اور دشمنوں کو خائب و خاسر کر دے۔ اور [اُس نے] اپنی عنایات سے مجھے مخصوص فرمایا اور اپنے الہامات سے مجھے مامور کیا اور بڑے بڑے الطاف سے میری پرورش کی اور فوق العقل تائیدوں سے میری تائید کی اور اپنے پاس سے الٰہی علوم اور معارف اور نکات دئے اور اس سے علاوہ بڑے بڑے معجزات اور نشان دیئے تا کہ لوگ بصیرت اور یقین کا پیالہ مجھ سے پئیں۔

میری قوم پر افسوس کہ انہوں نے مجھے نہ پہچانا

وكذّبوني، وسبّوني وكفّروني، ولعنوني كما يُلعَن الكافِرون. فتصدَّى كل أحد منهم بالغلظة والفظاظة والغيظ والغضب والاستيشاط، ودرأنا بالحسنة السيّئةَ، ولكنهم ما تجافَوا عن الاشتطاط، وما سمعوا قول ناصح، ونسوا وألغوا وعيد الله الذى أُعِدَّ لقوم مجرمين. وصدّوا خَلق الله عن سبيله، وأرادوا أن يُطفئوا نور الحق بأفواههم، وقاموا فى كل طريق عنيت، فلأجل شرورهم سئمتُ التكاليفَ وتعنّيتُ، ومع ذلك خاطبتُهم بألين القول وطريق الرفق والموعظة الحسنة، ومهّلتُهم وعفوت عنهم صبرًا منّى، فإنّهم لا يرون مَجالِيَ الحق وظهوراته، ولا يعرفون المعارف الدقيقة ومآخذها، ولا يقلِبون جنوبهم إلا كالنائمين.

ويُجادلونني فى أسرار قبل أن ينظروا فيها ويُفتّشوا حقيقتها، وقد عجزوا أن يحتجّوا عليَّ بوجه المعقول والمنقول، وسقطوا عليّ كالجهلاء والسفهاء، وأرادوا أن يغلبوا بالسبّ والشتم والتكفير والبهتان،

اور میری تکذیب کی اور مجھے گالیاں دیں اور کافر کہا اور کافروں کی طرح مجھے لعنتی کہا۔ اور ان کا ہر ایک سخت دلی اور یاوہ گوئی اور غیظ وغضب اور حُمق سے کھڑا ہوا۔ اور ہم نے بھلائی سے بُرائی کو دور کیا لیکن وہ احمقانہ حرکت سے باز نہ آئے اور ناصح کی بات نہ مانی اور اللہ کی اس وعید کو بھلا دیا جو مجرموں کے لئے مقرر ہے اور اللہ کے راستہ سے اس کی مخلوق کو روکا اور حق کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھانا چاہا اور جس راستہ کا میں نے قصد کیا اس کی وہ روک بنے اور اُن کی شرارتوں کے سبب سے میں تکالیف سے تھک گیا اور باوجود اس کے میں دوستانہ طور پر ان کو نرم بات کہتا اور عمدہ وعظ کرتا رہا اور اُن کو مہلت دیتا اور صبر کے ساتھ اُن سے درگزر کرتا رہا کیونکہ وہ حق کی چمکاروں اور دقیق معارف اور اُن کے ماخذوں کو نہیں جانتے اور بجز سوئے ہوئے کی طرح اپنی کروٹ نہیں بدلتے۔

اور اسرار میں نظر کرنے اور ان کی حقیقت کی تفتیش سے پہلے ہی مجھ سے جھگڑتے ہیں اور عقلی اور نقلی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں اور جاہل بے عقلوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ گالی گلوچ اور تکفیر اور بہتان سے غالب ہو جاویں۔

وقَفَوا ما لم يكن لهم به علم، وتركوا سبيل المتقين. وما تركوا شيئا من سوء الظنّ وترك الأدب والافتراء والقيام بمخالفة الحق، وما شهدوا إلا بزُورٍ، وما جادلوا إلا بمكائد الشياطين. فلمّا اضطرمتْ نار الفساد بأيديهم، وانطلقتْ إلى دُخان الفتن أرجلُهم، سألتُ اللّٰه ربّي أن يُعينني من لدنه ويؤيّدني من عنده، وقلتُ ربّنا افتَحْ بيننا وبين قومنا بالحقّ وأنت خير الفاتحين.

فأيّدني ربّي بآيات، وأنار أمري ببركات، وأتمّ حُجّتي على الطالبين، ولكنهم ما خلّوا سبيلي وما كانوا مُنتهين. وجحدوا وقد تبيّن الرشد من الغيّ وحصحص الحق. فأعجبَني إنكارُهم وقساوة قلوبهم، إنهم رأوا علامات صدقي وآيات قبوليتي، وما رجعوا إلى الحق وما كانوا راجعين. يا حسرة عليهم! إنهم لا يفهمون حقيقة الواقعات، ولا يقبلون الآيات،

جس بات کی حقیقت کو نہیں جانتے اُس کی پیروی کرتے اور متقیوں کی راہ ترک کرتے ہیں اور انہوں نے حق کی مخالفت میں بدظنی اور بے ادبی اور افترا کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور سوا جھوٹ کے نہ کوئی شہادت دی ہے اور نہ شیطانی فریبوں کے سوا کسی اور بات کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جبکہ اُن کے فساد کی آگ خوب شعلہ زن ہوگئی اور فتنوں کے دھوئیں کی طرف چل پڑے تو پھر میں نے اپنے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب تو اپنے پاس سے میری مدد کر [اور میری تائید فرما] اور ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچا فیصلہ کر اور تو ہی اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

پھر تو خدا نے بڑے بڑے نشانوں سے میری تائید کی اور بہت سی برکات کے ساتھ میری شان کو روشن کر دیا اور طالبوں کے لئے اتمام حجت کر دیا لیکن مخالفوں نے میرے راستہ کو خالی نہ کیا اور نہ شرارت سے باز آئے۔ اور ہدایت اور ضلالت میں امتیاز ہونے اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی انہوں نے ہدایت سے انکار کیا اور ان کے انکار اور اس سخت دلی سے میں سخت متعجب ہوا کہ انہوں نے میرے صدق اور قبولیت کے نشانات دیکھ بھی لئے اور پھر بھی نہ تو حق کی طرف رجوع کیا اور نہ رجوع کی امید دلائی۔ ان پر افسوس کہ نہ تو وہ واقعات کی حقیقت سمجھتے ہیں اور نہ نشانوں کو قبول کرتے ہیں

بـل يـحتالون عند رؤيتها ويتعامَون مـع وجـود الأبصار، ويفترون عليّ أشيـاء ويـريـدون أن يُطفئوا نور الإسلام، وصاروا ظهيرا للكافرين. وكان الحق واضحًا صريحًا مشرقا كـالشـمـس، ولـكن أخذتُهم العزة والـحسـد والبـخل، فطبَع الله على قـلـوبهـم، وجـعـل عـلى أبصـارهـم غشـاوة، فـمـا استـطـاعوا أن يروا الحقيقة كالمبصرين. إنهم شابهوا اليهـود ونـزلـوا مـنـازلهـم بتـوارد الأعـمـال والأفـعـال والـنيـات والـخواطر، ووقع هذا التوارد كما يـقع الحافر على الحافر، وما انتهوا بل يزيدون في كلّ حين.

والـذيـن مَنَّ الله عليهم بالهداية، وأراهـم نهـج الـصـدق والصواب، فأولئك الذين ينظرون إليَّ بحسن الـظـن، ويـفـكّـرون في أمري بنور الـقـلـب، فـيـنبّئـهـم نورُهم بحقائق صـدقي، ويقبَلون ما أقول لهم، ولا يشابهون تلك السفهاءَ الجهلاء، ويسـلـكـون مسـلك الأتـقـيـاء،

بلکہ ان کو دیکھ کر حیلہ بازی کرتے ہیں اور باوجود آنکھیں رکھنے کے اندھے بنتے ہیں اور مجھ پر قسم قسم کے افترا کرتے ہیں اور نور اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں اور کفار کے مددگار بن گئے ہیں۔ اور حق تو آفتاب کی مانند چمک رہا تھا لیکن ان کو عزت کے خیال اور حسد اور بخل نے پکڑ لیا پس اللہ نے (اس کی سزا میں) ان کے دلوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا پس بیناؤں کی طرح حق کے دیکھنے کی طاقت ان سے چھن گئی۔ وہ یہود کی مانند ہو گئے اور اعمال و افعال کی اور نیتوں کی مشابہت ہے ان کے مرتبہ پر جا ٹھہرے اور یہ ایسی مشابہت ہے جیسے کہ ایک قدم دوسرے قدم پر واقع ہوتا ہے اور ہرگز باز نہ آئے بلکہ وقتاً فوقتاً بڑھتے گئے۔

اور جن لوگوں کو خدا نے ہدایت کی اور صدق و صواب کا راستہ بتایا وہ حسن ظن سے مجھے دیکھتے ہیں اور نور قلب سے میرے بارہ میں فکر کرتے ہیں تو اُن کا نور میرے صدق کے حقائق کی ان کو خبر دیتا ہے اور جو میں اُن کو کہتا ہوں وہ قبول کرتے ہیں اور اُن بیوقوف جاہلوں سے مشابہ نہیں ہیں اور وہ متقیوں کی راہ چلتے ہیں

ويتبعون سبل السعداء ، ويأخذون أدب الصلحاء ، وقد أنزل اللّٰه عليهم سكينة من عنده وجعلهم من المستيقنين. يتّقون اللّٰه ويخافون مقامه وليسوا كالذى يذَر الآخرةَ ويُلغيها، ويحب العاجلةَ ويبتغيها، ويظلم الفئةَ الصالحة ويؤذيها، ويسعٰى فى الأرض ليفسد فيها، ويُضل أهلها ويُكفّر قومًا مؤمنين.

وإن أحبائى لَمتّقون جميعهم، ولكن أقواهم بصيرةً وأكثرهم علمًا، وأفضَلهم رفقًا وحلمًا، وأكمَلُهم إيمانًا وسِلمًا، وأشدّهم حبًّا ومعرفةً وخشيةً ويقينًا وثباتًا، رجلٌ مبارك كريم تقيّ، عالم صالح فقيه محدّث جليل القدر حكيم حاذق عظيم الشأن، حاجّ الحرمين حافظ القرآن، القرشى قومًا والفاروقى نسبًا، واسمه الشريف مع لقبه اللطيف: المولوى الحكيم **نور الدين البهيروى**، أجزلَ اللّٰه مثوبته فى الدنيا والدين. وهو أول رجال بايعونى صدقًا وصفاءً وإخلاصا ومحبة ووفاءً ،

اورسعیدوں کا اتباع کرتے ہیں اور صلحاء کا طریق اختیار کرتے ہیں اور خدا نے اپنے پاس سے اُن پر سکینت نازل فرما کر ان کو یقین والوں سے بنا دیا ہے وہ تقویٰ کرتے اور خدا کے حضور سے ڈرتے ہیں اور اُن کی طرح نہیں ہیں جو آخرت کو چھوڑتے اور دنیا کو پسند کرتے اور چاہتے ہیں۔ اور صلحاء کے گروہ پر ظلم کرتے اور ان کو ایذا دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے اور مومنوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

اور میرے سب دوست متقی ہیں اور لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان والاسلام اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص بزرگ متقی عالم صالح فقیہ اور جلیل القدر محدّث اور عظیم الشان حاذق حکیم حاجی الحرمین حافظ القرآن قوم کا قریشی اور فاروقی نسب کا ہے جس کا نام نامی مع لقبِ گرامی مولوی حکیم نور الدین بھیروی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا میں بڑا اجر دے۔ اور صدق و صفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے

وهو رجل عجيب في الانقطاع والإيثار وخدمات الدين. أنفق مالًا كثيرا لإعلاء كلمة الإسلام بوجوه شتّى، وإني وجدتُه من المخلصين الذين يؤثرون رضى الله سبحانه على كل رضاء ونساء وبنات وبنين. ووجدته من قوم يبتغون مرضاة اللّٰه ويجتهدون لرضوانه ببذل أموالهم وأنفسهم، ويعيشون في كل حال شاكرين. وإنه رجل رقيق القلب نقيُّ الطبع حليم كريم جامعٌ لمآثر الخير، كثيرُ الانسلاخ عن البدن ولذّاته. لا يفوته موقع من مواقع البر، ولا موضع من مواضع الحسنات، ويُحبّ أن يَسكُب دمه كماء في إعلاء دين رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويتمنّى أن تذهب نفسه في تأييد سبيل خاتم النبيين، ويقفو اِثْرَ كل خير، وينغمس في كل بحر لإجاحة فتن المتمرّدين.

فأشكر اللّٰه على ما أعطاني كمثل هذا الصديق الصدوق، الفاضل الجليل الباقر، دقيق النظر عميق الفكر، المجاهد للّٰه

اور غیر اللہ سے انقطاع میں اور ایثار وخدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے اس نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے اور میں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے جو ہر ایک رضا پر اور ازواج اور اولاد پر اللہ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور ہمیشہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور اُس کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے مال اور جانیں صرف کرتے ہیں اور ہر حال میں شکر گزاری سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور وہ شخص رقیق القلب صاف طبع حلیم کریم اور جامع الخیرات بدن کے تعہد اور اُس کی لذّات سے بہت دور ہے بھلائی اور نیکی کا موقع اس کے ہاتھ سے کبھی فوت نہیں ہوتا اور وہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعلا اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہا دے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبیین کی راہ میں صرف کرے۔ اور ہر ایک بھلائی کے پیچھے چلتے ہیں اور مفسدوں کی بیخ کنی کے واسطے ہر ایک سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔

میں اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راست باز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس، اللہ کے لئے مجاہدہ کرنے والا

والمحب في الله بكمالِ إخلاص ما سبقه أحد من المحبّين. وأشكر اللّٰه على ما أعطاني جماعة أخرى من الأصدقاء الأتقياء من العلماء والصلحاء العرفاء، الذين رُفعت الأستار عن عيونهم، ومُلئت الصدق في قلوبهم. ينظرون الحق ويعرفونه، ويسعون في سبيل الله ولا يمشون كالعمين. وقد خُصُّوا بإفاضة تَهْتان الحق ووابل العرفان، ورضعوا ثدى لبانه، وأُشرِبوا في قلوبهم وجه اللّٰه وطرق غفرانه، وشرَح اللّٰه صدورهم وفتح أعينهم وآذانهم، وسقاهم كأس العارفين.

فمنهم الأخ المكرم العالم المحدّث الفقيه الجليل السيّد المولوى محمّد أحْسَن، كان الله معه في كل موطن، ونصره في الميادين. إنه رجل صالح تقىّ غيور للإسلام، هدَم هيكلَ جهالة العلماء المخالفين بتأليفات لطيفة،

اور کمال اخلاص سے اُس کے لئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ اُس سے سبقت نہیں لے گیا۔ اور میں اللہ کا اِس پر بھی شکر کرتا ہوں کہ اُس نے اور راستبازوں اور متقیوں کی بھی مجھے جماعت دی ہے جو عالم، صالح اور عارف ہیں کہ اُن کی آنکھوں سے حجاب اٹھائے گئے اور ان کے دلوں میں سچائی بھر دی گئی ہے، حق کو دیکھنے اور پہچاننے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں کوشش کرتے ہیں اور اندھوں کی طرح نہیں چلتے اور حق کے افاضہ سے معرفت کی بارش کے ساتھ مخصوص کئے گئے ہیں اور اُن کو معرفت کا دودھ پلایا گیا ہے اور اُن کے دلوں میں اللہ کی رضا اور اس کی مغفرت کی راہوں کی محبت پلائی گئی ہے اور ان کا شرح صدر کیا گیا ہے اور ان کی آنکھیں اور کان کھولے گئے ہیں اور ان کو وہ پیالہ پلایا گیا ہے جو عارفوں کو پلایا جاتا ہے۔

اور انہیں میں میرا ایک مکرم بھائی ہے جو بڑا عالم محدّث فقیہ ہے جن کا نام نامی سید مولوی محمد احسن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مقام میں اس کے ساتھ ہو اور ہر میدان میں اُس کی نصرت کرے۔ وہ مرد صالح متقی اسلام کے لئے غیور ہے۔ اس نے اپنی تصانیف سے مخالف علماء کی جہالت کی عمارت کو گرا دیا ہے

وأطفأ نارهم وجاء بنور مبين، وأطفأ الفتن المتطائرة بماء مَعين. ورزقه الله ذخيرة كثيرة من علوم الدين والآثار النبوية، وله بسطة عجيبة فى فن الأحاديث وتنقيدها وتمييز بعضها من بعض، والمخالفُ لا يمكث في ميدانه طرفة عين، وهُم مع تحريكات غيظهم وغضبهم وكثرة إمعانهم وخوضهم وشدة حرصهم على المناضلة يفرّون منه كفرار الحمير من الأسد، وإنْ هذا إلّا تأييد الله الذى هو مؤيد الصادقين. ومع ذلك إنه زاهد متّق، كثير البكاء من خوف الله، يخاف مقام ربه ويعيش كالمساكين.

هذا ما أردت أن أقصّ عليك قليلا من شمائل أحبّائى، وما هذا إلا فضل ربى ورحمته. إنه كان بى حَفِيًّا مذ كنتُ صغيرا ومُذ أيفعتُ، وتولانى وكفلنى فى كل أمرى. وكذلك صرَف إلىَّ نفرًا من العرب العرباء،

اوران کی آگ کو بجھا دیا ہے اور کھلا نور لایا ہے۔ اور فتنوں کے اڑتے ہوئے شعلوں کو صاف چشمہ کے پانی سے بجھا دیا ہے۔ اور خدا نے علوم دین اور احادیث نبویہ کا اس کو بڑا خزانہ دیا ہے اور احادیث کے کھرا کرنے، پرکھنے اور بعض کو بعض سے امتیاز دینے میں ان کو عجیب مہارت ہے۔ اور میدان مقابلہ میں چشم زدن میں دشمن اُس سے بھاگ جاتا ہے اور باوجودیکہ مخالفوں کے غیظ وغضب کی تحریکات بھی بہت ہوتی ہیں اور مقابلہ پر سخت جھکے ہوئے اور حریص ہوتے ہیں لیکن پھر اس سے ایسے بھاگتے ہیں جیسا کہ شیر سے گدھا اور یہ بجز الٰہی تائید کے نہیں جو ہمیشہ صادقوں کے شامل حال ہوتی ہے، اور باوجود ان صفات کے وہ زاہد متقی اور اللہ کے خوف سے بہت رونے والا ہے اور خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور مسکینوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔

یہ وہ ہے جو میں نے اپنے احباب کے اخلاق کا کچھ حصہ آپ کے آگے بیان کرنا چاہا ہے اور یہ محض میرے ربّ کا فضل اور اُس کی رحمت ہے وہ بچپن اور جوانی میں مجھ پر مہربان رہا اور ہمیشہ میرا متولی رہا اور ہر ایک کام میں متکفل ہوا ہے اور اِسی طرح اُس نے خالص عربوں سے چند اشخاص میرے پاس بھیج دیئے

﴿۷﴾

فبايَعوني بالصدق والصفاء. ورأيت فيهم نور الإخلاص، وسمة الصدق، وحقيقة جامعة لأنواع السعادة، وكانوا مُتّصفين بحسن المعرفة، بل بعضهم كانوا فائضين في العلم والأدب، وفي القوم من المشهورين. وألّف بعضهم رسالة☆ في تصديقي وتأييدي، ورَدَّ على الذين كانوا من المنكرين. ورأيت أنهم يميلون إليَّ بالتودد والتحبب ولا يُشابهون بعض علماء الهند، ولا يُصرّون على الإنكار بعدما فهموا، فهذا هو السبب الذي حملني على تأليف بعض الرسائل العربية، وحثني على دعوة تلك الشرفاء والمسعودين.

وكنت أريد أن أرسل إليكم تلك الرسائل، ولكني سمعت أن بعض عَمَلة **السلطان** يفتشون في الطريق ويقرأون الكتب، ويحرّفونها بأدنٰى ظن.

جنہوں نے راستی اور صفائی سے میری بیعت کی اور میں اُن میں اخلاص کا نور اور سچائی کے نشان اور سعادت کی اقسام کے لئے ایک حقیقت جامعہ ملاحظہ کرتا ہوں اور وہ حسن معرفت سے موصوف تھے بلکہ بعض اُن میں سے علم و ادب میں فاضل اور قوم میں مشہور تھے۔ اور بعض نے میری تصدیق و تائید میں رسالہ لکھا اور میرے منکروں کی تردید کی اور میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے محبت اور پیار رکھتے ہیں اور وہ [بعض] ہندی علماء کی طرح نہیں ہیں اور سمجھنے کے بعد انکار پر اصرار نہیں کرتے۔ پس یہی سبب ہے کہ جس نے عربی رسالوں کی تالیف پر مجھے آمادہ کیا اور ان سعید شریفوں کی دعوت کرنے پر مجھے آمادہ کیا۔

اور میں چاہتا ہوں کہ یہ رسالے آپ لوگوں کے پاس بھیجوں لیکن میں نے سنا ہے کہ سلطان کے بعض ملازم راہ میں تفتیش کرتے اور کتابوں کو پڑھتے ہیں اور ادنیٰ گمان سے واپس کرتے ہیں۔

☆ تلك رسالة المسماة "إيقاظ الناس" ألّفها حبي في الله أول المبايعين إخلاصا وصدقا من بلاد الشام. السيد العالم التقي. محمد سعيدی الطرابلسي الشامي النشّار الحميداني، وقد ألحقتُها بمكتوبي هذا لينتفع بها كل فهيم من الناظرين. منه

☆ وہ "إيقاظ الناس" نامی ایک رسالہ ہے، جس کو میرے فی سبیل اللہ دوست نے تصنیف کیا ہے جو اخلاص اور صدق میں بلاد شام سے پہلا بیعت کرنے والا ہے اور وہ مولوی سید محمد سعیدی الطرابلسی الشامی النشار الحمیدانی ہے میں نے اس رسالہ کو اپنے اس خط سے ملحق کر دیا ہے تا کہ ہر ایک فہیم ناظر اس سے نفع اُٹھائے۔ منہ

فأيها الأعزة! أنبئوني كيف أرسل، وبأى تدبير تصل إليكم، وأنا أجتهد في مكاني لهذا المقصد وأشاور المجربين. وإني معكم يا نُجباء العرب بالقلب والروح، وإن ربي قد بشّرني في العرب، وألهمني أن أمونهم وأُريهم طريقهم وأُصلح لهم شؤونهم، وستجدوني في هذا الأمر إن شاء الله من الفائزين.

أيها الأعزة! إن الربّ تبارك وتعالىٰ قد تجلّى عليّ لتأييد الإسلام وتجديده بأخصّ التجلّيات، ومنح عليّ وابلَ البركات، وأنعَم عليّ بأنواع الإنعامات، وبشّرني في وقتٍ عبوسٍ للإسلام، وعَيْشِ بؤسٍ لأُمّة خير الأنام، بالتفضلات والفتوحات والتأييدات، فصبوتُ إلى إشراككم. يا مشعرَ العرب في هذه النِّعَم، وكنتُ لهذا اليوم من المتشوقين. فهل ترغبون أن تلحقوا بي للّٰه ربّ العالمين؟

اب آپ بتائیں کہ کس طور سے روانہ کروں اور کس تدبیر سے تمہارے پاس پہنچ سکتی ہیں اور میں یہاں بہت کوشش کرتا ہوں اور تجربہ والوں سے مشورہ کرتا رہتا ہوں اور اے عرب کے شریفو! میں دل و جان سے تمہارے ساتھ ہوں اور میرے رب نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں اور انشاء اللہ تم مجھے اس بارہ میں کامیاب پاؤ گے۔

اے میرے پیارے دوستو تائید اسلام [اور اس کی تجدید] کے لئے خداتعالیٰ مجھ پر خاص تجلّی سے چمکا ہے اور برکات کی بارشیں مجھ پر برسائیں اور رنگارنگ کے انعام مجھ پر کئے ہیں اور اسلام کی تنگی کے وقت اور امت خیر الانام کے تنگ عیش کے زمانہ میں خدا نے مجھے بہت سے فضلوں اور فتوحات اور تائیدات کی بشارتیں دی ہیں۔ پس آپ لوگوں کو ان نعمتوں میں شریک کرنے کا مجھے بہت شوق پیدا ہوا اور اب تک مجھے یہی شوق ہے۔ تو کیا تمہیں بھی خواہش ہے کہ اللہ کے لئے میرے ساتھ مل جاؤ۔

وإن بعض علماء هذه الديار لم يزالوا يبتغون بی الغوائل،ويريدون بی السوء ويتربصون علیّ الدوائر، ويتطلبون لی العثرات، ويكتبون فتاوى التكفيرات. وكنت أقول فی نفسی: اللّٰهم فاطر السماوات والأرض، عالم الغيب والشهادة، أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون. **فألهمنی** ربی مبشّرًا بفضلٍ من عنده وقال: " إنك من المنصورين. " وقال:" يَا أَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ، مَا رَمَيتَ إذْ رميتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَی، لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ المجرِمِينَ." **وقال**:"قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَیَّ إِجْرَامِي.هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَی وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَی الدِّينِ كُلِّهِ. لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِين." وقال: " أَنْتَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ وَمَا أَنْتَ بِفَضْلِهِ مِنْ مَجَانِينَ. ﴿۸﴾

اور اس ملک کے کچھ علماء ہمیشہ میری آفتوں کے طالب اور ایذا رسانی کے درپے ہیں اور میرے لئے گردش ایام کے منتظر اور میری لغزشوں کے طلبگار رہیں اور تکفیر کے فتوے تیار کرتے رہتے ہیں اور میں اپنے دل میں کہتا تھا اے اللہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے غیب اور ظاہر کے جاننے والے اپنے بندوں کے اختلافوں کا تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔اس پر خدا نے بشارت دیتے ہوئے اپنے فضل سے مجھے الہام سے فرمایا کہ یقیناً تو منصور ہے اور یہ بھی فرمایا اے احمد اللہ نے تجھ میں برکت بھر دی ہے جب تو نے پھینکا تھا تو تُو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا تا کہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے بڑوں کو نہیں ڈرایا[گیا] اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جاوے۔اور فرمایا کہہ دے کہ اگر یہ میرا افترا ہے تو اس کا بُرا بدلہ مجھے دیا جائے گا۔خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا تا کہ سب دینوں پر غالب کردے اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تیری طرف سے ہم خود ٹھٹھا کرنے والوں کے لئے کافی ہیں اور فرمایا تو اپنے ربّ کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی شہادت کے ساتھ ہے [اس کی طرف سے رحمت کے طور پر] اور تو اس کے فضل سے مجنون نہیں ہے۔

وَيُخَوِّفُونَكَ مِنْ دُونِهِ. إِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا. سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، يَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهِ. وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى، وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ واللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ." فأدخل الله سبحانه فی لفظ الیهود معشرَ علماء الإسلام الذين تَشابَهَ الأمر عليهم كاليهود، وتشابهت القلوب والعادات والجذبات والكلمات من نوع المكائد والبهتانات والافتراءات، وإن تلك العلماء قد أثبتوا هذا التشابه على النظّارة بأقوالهم وأعمالهم، وانصرافهم واعتسافهم، وفرارهم من ديانة الإسلام، ووصية خير الأنام صلى الله عليه و سلم وكونهم من المسرفين العادين.

وكنت أظن بعد هذه التسمية أن المسيح الموعود خارج، وما كنتُ أظن أنه أنا، حتى ظهر السرّ المخفيّ الذی أخفاه الله على كثير من عباده ابتلاءً مِن عنده، وسمّانی ربی عيسى ابن مريم فی إلهام من عنده،

اور اللہ کے سوا تجھے اوروں سے ڈراتے ہیں ہم خود تیری نگرانی کرنے والے ہیں میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے اللہ اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ اور یہود ونصاریٰ تجھ سے کبھی راضی نہ ہوں گے اور تدبیریں کرتے رہیں گے اور اللہ بھی تدبیر کرے گا اور تدبیر کرنے میں اللہ سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پس خدا نے یہود کے لفظ میں اُن علماء اسلام کو داخل فرمایا ہے کہ جن پر یہود کی طرح یہ امر مشتبہ ہوگیا ہے اور جن کے دل اور عادات وجذبات اور فریب و بہتان اور افترا یہود سے مشابہ ہوگئے ہیں اور ان علماء نے دیکھنے والوں پر اپنی مشابہت اپنی باتوں سے ثابت کی اور اعمال سے اور حق سے روگردانی کرنے سے اور تعصب اور بددیانتی سے اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے فرار کرنے سے اور حدود سے تجاوز کرنے سے۔

اور میں اس نام کے رکھنے کے بعد بھی یہی خیال کرتا تھا کہ مسیح موعود آنے والا ہے اور کبھی یہ گمان نہ کرتا تھا کہ وہ میں ہوں یہاں تک کہ خدا نے پوشیدہ بھید کو ظاہر کردیا جس کو ابتلا کے طور پر بہتوں پر پوشیدہ کردیا تھا اور میرا نام اپنے الہام میں عیسی بن مریم رکھ دیا

وقال: "يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِنَّا جَعَلْنَاكَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَم، وأَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةٍ لا يَعْلَمُهَا الْخَلْقُ. وَأَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِي وَتَفْرِيدِي، وَإِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ."

فهذا هو الدعوى الذي يجادلني قومي فيه ويحسبونني من المرتدين. وتكلّموا جِهارًا، وما رجَوا لِمُلهِمِ الحقّ وقارًا، وقالوا إنه كافر كذّاب دجّال، وكادوا يقتلونني لولا خوف سيف الحكام، وحثّوا كل صغير وكبير على إيذائي وإيذاء أصدقائي، واللّٰه يعلم تطاول المعتدين. وبعزّة اللّٰه وجلاله، إني مؤمن مسلم، وأؤمن باللّٰه وكتبه ورُسله وملائكته والبعث بعد الموت، وبأن رسولنا محمدن المُصطفٰى صلى اللّٰه عليه وسلم أفضل الرسل وخاتم النبيّين.

اور فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور منکروں کے بہتانوں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں۔ ہم نے تجھ کو عیسیٰ بن مریم بنا دیا تو مجھ سے اُس مرتبہ پر ہے جس کو لوگ نہیں جانتے اور تو مجھ سے میری توحید اور یگانگی کی مانند ہے اور اب تو ہمارے پاس مکین و امین ہے۔

پس یہ وہ دعویٰ ہے کہ جس میں میری قوم مجھ سے جھگڑ رہی ہے اور مجھے مرتد جانتی ہے۔ اور پکار کر باتیں کرنے لگے اور حق کے ملہم کی کچھ عزت نہ کی اور کہنے لگے کہ وہ کافر اور کذّاب دجال ہے اور اگر حکام کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو مجھے قتل کر دیتے اور ہر ایک چھوٹے بڑے کو میری اور میرے احباب کی ایذا پر آمادہ کرتے ہیں اور ظالموں کی دست درازی کو خدا خوب جانتا ہے۔ اور اللہ کی عزت و جلال کی مجھے قسم ہے کہ میں مومن مسلمان ہوں اللہ پر اور اُس کی کتابوں اور رسولوں اور ملائکہ پر اور موت کے بعد مبعوث ہونے پر ایمان لاتا ہوں اور اس پر بھی ایمان لاتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور خاتم النبیّین ہیں۔

وإن هؤلاء قد افتروا عليَّ، وقالوا إن هذا الرجلِ يدّعى أنه نبيٌّ ويقول فى شأن عيسىؑ☆ ابن مريم كلمات الاستخفاف، ويقول إنه تُوُفِّيَ ودُفن فى أرض الشام، ولا يؤمن بمعجزاته، ولا يؤمن بأنه خالق الطيور ومحيى الأموات وعالم الغيب وحيٌّ قائم إلى الآن فى السماء، ولا يؤمن بأن اللّٰه قد خصّه وأُمَّه بالمعصومية التامّة من مَسِّ الشيطان ومن كل ما هو من لوازم المسّ، ولا يُقرّ بأنهما مخصوصان متفردان فى العصمة المذكورة لا شريك لهما فيها أحد من الرسل والنبيين.

اور یہ لوگ افترا سے کہتے ہیں کہ میں نبوت کا مدعی ہوں اور ابن مریم☆ کے حق میں حقارت و استخفاف کے کلمات بولتا ہوں اور یہ بھی کہ میں کہتا ہوں کہ ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور زمین شام میں مدفون ہے اور یہ کہ میں اُس کے معجزات پر اور خالقِ طیور اور مُردوں کو زندہ کرنے والا ہونے پر اور عالم الغیب اور آسمان میں اب تک حیّ و قائم ہونے پر ایمان نہیں رکھتا اور یہ بھی کہ میں اس پر ایمان نہیں لاتا کہ خاص مسیح اور اُس کی والدہ ہی کو مسِ شیطان اور اُس کے لوازم سے معصومیتِ تامہ خدا نے دی ہے اور میں اس کا اقرار نہیں کرتا کہ وہ دونوں اس معصومیت میں متفرد ہیں اور دوسرا کوئی رسول یا نبی اس میں ان کا شریک نہیں ہے۔ ﴿۹﴾

☆حاشية وقالوا إن فى حديث مسلم وغيره من الصحاح. قد جاء ذكر عيسى عليه السلام وذكر الدجّال المعهود بنحو يظهر منه أن عيسى بن مريم ينزل لقتل الدجّال، والدجّالُ المعهود رجل أعورُ عينِ اليمنى كأن عينه عنبة طافية، ومكتوب بين عينيه ك ف ر، وإنه يجيء معه بمثل الجنة والنار، فالتى يقول إنها الجنة هى النار، وهو ممسوح العين عليها ظفرة غليظة،

☆ اور کہتے ہیں کہ مسلم وغیرہ صحاح کی حدیث میں عیسیٰ اور دجال معہود کا کچھ ذکر ایسے طور پر ہوا ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم قتل دجال کے واسطے اترے گا اور دجال معہود ایک شخص یک چشم ہے جس کی دہنی آنکھ پھولے ہوئے انگور کے دانہ کی طرح ہے اور اس کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوں گی۔ پس جس کو وہ جنت کہے گا فی الحقیقت وہ دوزخ ہوگی اور وہ مٹی ہوئی آنکھ والا ہے اس پر موٹا سا ناخُنہ۞ ہوگا ﴿۸﴾

۞ ناخُنہ:۔ آنکھ کی ایک بیماری جس میں سفیدی مائل گوشت آنکھ کے کوئے میں پیدا ہو جاتا ہے۔ (جامع اللغات شائع کردہ اردو سائنس بورڈ لاہور)

ویقولون إن هذا الرجل لا یؤمن بالملائکة ونزولهم وصعودهم، ویحسب الشمس والقمر والنجوم أجسامَ الملائکة، ولا یعتقد بأن محمدًا صلی اللّٰه علیه وسلم خاتم الأنبیاء ومنتهی المرسلین، لا نبیّ بعده وهو خاتم النبیین. فهذه کلها **مفتریات** وتحریفات، سبحان ربّی ما تکلمتُ مثل هذا، إنْ هو إلا کذبٌ واللّٰهُ یعلم أنهم من **الدجّالین**.

اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نہ ملائکہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ ان کے نزول وصعود پر اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ شمس وقمر اور ستارے ملائکہ کے اجسام ہیں اور نہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں کے منتہیٰ اور خاتم ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس یہ سب کچھ ان کے افترا اور تحریفات ہیں۔ میرا خدا پاک ہے۔ میں نے کبھی ایسی بات نہیں کہی [یہ محض جھوٹ ہے]۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ دجال ہیں

بقیة الحاشیة ۔ وإنّه شابٌ قَطَطٌ خارِجٌ خَلّةً بین الشام والعراق، فعاث یمینا وعاث شمالا، ولَبْثُه فی الأرض أربعون یوما.. یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة، وسائر أیامه کأیام أهلِ الأرض، وإسراعه فی الأرض کغیث استدبرتْه الریحُ، ویأْمُرُ السّماءَ فَتُمطِرَ وَالأرْضَ فَتُنبِت، وتتبعُه کنوزُ الأرض کیَعاسِیبِ النحلِ، ویَدْعُو رَجلا مُمتلِئًا شَبابًا، فَیَضْرِبُهُ بالسّیفِ فَیَقْطَعُهُ جزْلَتَینِ رمیةَ الغرض، ثُمّ یَدْعُوهُ فیُقبلُ ویَتهلّلُ وَجْهُهُ یَضحکُ. فَبَیْنَما هُوَ کَذَالِکَ إِذْ بعث اللّٰه المسیح ابن مَرْیَمَ، فینزل عِنْدَ المَنَارَةِ البَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَهْرُودَتَیْنِ وَاضِعًا کفّیه عَلَی أَجْنِحَةِ مَلَکَیْنِ، ﴿۹﴾

بقیہ حاشیہ ۔ اور وہ جوان اور گھونگریالے بالوں والا ہے وہ ریت کے ٹیلہ سے نکلے گا جو شام وعراق کے درمیان ہے اور دائیں بائیں پھرے گا اور وہ زمین میں چالیس دن ٹھہرے گا ایک دن سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن جمعہ[1] کے اور باقی دن معمولی دنوں کے برابر ہوں گے۔ اور زمین کے اندر وہ ایسا تیز پھرے گا جیسا بادل کہ تیز ہوا اُس کو چلاتی ہے اور آسمان اُس کے حکم سے مینہ برسائے گا اور زمین بھی اُس کے حکم سے اگائے گی اور شہد کی مکھیوں کی طرح زمین کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے اور وہ ایک پورے جوان کو بلائے گا اور تلوار سے اُس کے دو ٹکڑے کر کے اُن کو تیر کی مار پر پھینک دے گا پھر اُس کو بلائے گا اور وہ خوش خوش ہنستا ہوا آجائے گا۔ اسی اثنا میں مسیح ابن مریم مبعوث ہو کر دمشق کے شرقی سفید منارہ کے قریب اترے گا اور اُس نے دو زرد چادریں اوڑھی ہوں گی اور اپنی دونوں ہتھیلیاں دو ملائکہ کے بازوؤں پر رکھی ہوں گی

[1] سہوًا **جمعه** کو جمعہ کے معنوں میں لیا گیا ہے، جبکہ یہاں ''**یوم کجمعة**'' ''ایک دن ہفتہ کے برابر ہے'' صحیح ترجمہ ہے۔ لغت عرب میں **جُمُعَةٌ** : **اُسْبُوْعٌ** یعنی ہفتہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (ناشر)

وقد سقطوا علیَّ وما أحاطوا معارف أقوالی، وما فهموا حقائق مقالی، وما بلغوا مِعْشارَ ما قلنا، وخانوا وحرّفوا البیان، ونحتوا البهتان،ووقعوا فی حیص بیص، وظنّوا ظنَّ السوء ، فتعسًا لتلك الظانّین.

اور وہ ایسے ہی مجھ پر ٹوٹ پڑے ہیں حالانکہ میری باتوں کے معارف وحقائق کو نہیں سمجھا اور نہ اُن کے مطلب تک پہنچے ہیں۔اور انہوں نے خیانت کی ہے اور بیان کو بدل کر بہتان لگائے ہیں اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں پڑ گئے ہیں اور بدگمانی کرتے ہیں پس ہلاکت ہو ان بدظنوں کے لئے۔

بقیة الحاشیة ۔إذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وإذَا رَفَعَهُ تَحَدّرَ مِنهُ مثلُ جُمانٍ كاللُّؤْلُؤ، فلا یحلّ لكافر یَجِدُ من ریح نَفَسِهِ إلّا مَاتَ، ونَفَسُه ینتهی حیث ینتهی طرفُه، فَیَطْلُبُهُ حتّی یُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدّ، فَیَقْتُلَهُ.ثم یأتی الٰی عیسٰی قوم قد عصمهم الله منه، فیمسح عن وجوههم، ویحدّثهم بدرجاتهم فی الجنة. فبینما هو كذلك إذ أوحی الله [إلٰی] عیسٰی أنی قد أخرجتُ عبادًا لی لا یَدانِ لأحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فحَرِّزْ عبادی إلی الطور.وَ یَبْعَثُ اللّٰه یَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُون، فیَمُرّ أوائلهم علٰی بُحَیْرَةِ طَبَرِیّة، فَیَشْرَبُون مَا فِیهَا، ویمرّ آخِرُهُمْ فیَقُولُ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرّةً مَاءٌ ، ثُمّ یَسِیرُونَ حَتّی یَنْتَهُوا إِلَی جَبَلِ الخمر، وهو جبل بَیْتِ المَقْدِسِ، فَیَقُولُونَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِی السّمَاءِ.

بقیہ حاشیہ۔ جب سر جھکائے گا تو قطرے گریں گے اور جب اٹھائے گا تو موتیوں کی مانند قطرے نیچے گرتے ہوئے معلوم ہوں گے پس جس کافر کو اس کا سانس پہنچے گا وہ مر جائے گا اور اس کا سانس حد بصر تک پہنچے گا پھر وہ دجال کی تلاش کرتا ہوا اس کو باب لُد میں جا قتل کرے گا۔ پھر عیسٰی کے پاس وہ لوگ آئیں گے کہ جن کو خدا نے بچایا ہو گا اور وہ اُن کے منہ پونچھیں گے اور اُن کو جنت کے درجات کی خبر دیں گے پھر اسی اثنا میں خدا تعالیٰ عیسٰی پر وحی بھیجے گا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں میرے بندوں کو طور پر لیجا کر محفوظ رکھ اور خدا یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ایک بلندی سے اتریں گے پھر اُن کی پہلی جماعت بحیرۂ طبریہ کے پاس سے گزرے گی تو سب پانی پی جائے گی اور جب پچھلی جماعت وہاں [سے] گزرے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا پھر وہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے اور وہ بیت المقدس میں ایک پہاڑ ہے پھر وہ کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم نے مار دیا ہے آؤ اب ہم آسمان والوں کو ماریں

والله يعلم أني ما قلتُ إلا ما قال الله تعالى، ولـم أقلْ كـلـمةً قـطُّ يخالفه وما مَسَّها قلمي في عمري. وأما قولهم إن المسيح كـان خـالـق الـطيور وكان خَلْقه كخَلق الله تعالى بعينه وكان إحياؤه كإحياء الله تـعـالى بعينه بلا تفاوُت، وكان معصومًا تـامًّـا ومـحفوظا من مسّ الشيطان،

اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عمر بھر میں ایسا کلمہ نہ بولا ہے اور نہ لکھا ہے جو قال اللہ کے برخلاف ہو لیکن ان کا یہ کہنا کہ مسیح نے اللہ کی طرح پرندوں کو پیدا کیا ہے اور بعینہٖ اس کے احیا کی مانند مُردوں کو زندہ کیا ہے بغیر کسی فرق کے اور وہ مسِ شیطان سے اتم طور پر معصوم اور محفوظ تھا

بقية الحاشية ۔ فَيَـرْمُونَ بِنُشّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، فَيَـرُدُّ الـلّـٰـهُ عَـلَيْهِـمْ نُشّـابَهُـمْ مخضوبةً دَمًـا. وَيُحْصَرُ نبيُّ الله وَأَصْحَابُهُ حتى يكونَ رَأْسُ الثورِ لأحـدهـم خَيْـرًا مِـنْ مِائَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ اليَوْمَ فَيَـرْغَـبُ نبـيُّ الـلّـٰـه عيسَى وَأَصْحَابُهُ إلى الله، فيُـرْسِـلُ عَـلَيْهِـم النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ. ثم يَهْبِطُ نبي الله عِيسَى وَأَصْحـابُهُ إلى الأرض، فلا يَجِدُون في الأرض مَـوْضِـعَ شِبْـرٍ إلا مَلأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُم. فَيَـرْغَـبُ نبـي الـلّـٰـه عيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الله، فيُـرْسِـلُ الـلّـٰـهُ طَيْـرًا كأعْنَاقِ البُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَـطْـرَحُهُمْ حيث شاء الله. وَيَسْتَوقِدُ المسْلِمُونَ مِـنْ قِسيّهِـمْ وَنُشّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِينَ. ثم يُرْسِلُ الله مَطَرًا لا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ حتى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ. ثمّ يُقَالُ لِلأَرْضِ أنبتـي ثَـمَـرَتَـكِ وَرُدّي بَـرَكَـتَـكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَـأْكُـلُ الـعِـصَـابَةُ مـن الرُّمَّـانَة، وَيَسْتَظِلّونَ بِقـحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّى إنّ اللِّقْحَة مِـنَ الإبِـل لتـكـفـي الـفِـئَـامَ مِـنَ الـنّـاسِ، ﴿۱۰﴾

بقیہ حاشیہ۔ چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور خدا ان کے تیروں کو خون آلودہ کر کے واپس کرے گا اور عیسیٰ نبی اللہ اور اس کے اصحاب گھر جائیں گے یہاں تک کہ ہر ایک ایک بیل کا سر سو اشرفی سے زیادہ پسند کرے گا پھر نبی اللہ عیسیٰ اور اس کے اصحاب خدا سے دعا کریں گے تو خدا اُن پر طاعون بھیجے گا کہ ان کی گردنوں میں گلٹی نکلے گی اور نفس واحد کی طرح مرے پڑے ہوں گے پھر نبی اللہ عیسیٰ اور اُس کے اصحاب زمین پر اتر آویں گے لیکن ان کی بدبو اور گندگی سے بالشت بھر بھی کوئی جگہ خالی نہ ہوگی پھر نبی اللہ عیسیٰ اور اس کے اصحاب مل کر دعا کریں گے تو خدا اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرند بھیجے گا جو اُن کو اٹھا کر جہاں خدا چاہے گا پھینک دیں گے اور سات سال تک مسلمان ان کے تیر و کمان اور ترکش جلاتے رہیں گے پھر خدا ایسی بارش برساوے گا جس کے آگے کوئی خیمہ اور مٹی کا مکان نہ ٹھہر سکے گا یہاں تک کہ زمین ایک حوض یا مصفا پتھر کی مانند ہو جائے گی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اب تو اپنے پھل نکال اور برکت والی ہو جا تو پھر اُن دنوں میں ایک انار کو بڑی جماعت کھاوے گی اور اس کے چھلکے کے سایہ کے نیچے آرام کرے گی اور مویشی میں ایسی برکت ڈالی جائے گی کہ ایک دودھیل اونٹنی ایک بڑی قوم کے لئے کافی ہوگی

ولیس کمثله فی هذه العصمة نبیُّنا صلی اللّٰه علیه وسلم، فهذا عندی ظلمٌ و زُور، کَبُرتْ کلمةً تخرُج من أفواههم، وإنهم فی هذه الکلمات من الکاذبین.

﴿۱۰﴾ اور اس معصومیت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے مثل نہیں سو یہ تو میرے نزدیک ظلم اور جھوٹ ہے ان کے منہ سے یہ کلمہ سخت مکروہ نکلا ہے اور یقیناً وہ ان باتوں میں جھوٹے ہیں۔

بقیة الحاشیة۔ واللِّقحة مِنَ البَقَرِ لتکفی القبیلةَ من الناس، واللِّقحة مِنَ الغَنَمِ لتکفی الفَخِذَ من الناس. فَبَیْنَما هُم کَذٰلِکَ إِذْ بَعَثَ اللّٰه رِیحًا طیبة، فتأخذهم تحت اباطهم، فتقبض رُوحَ کُلِّ مُؤمِنٍ وکل مسلم، وَیَبْقَی شِرارُ النّاسِ یَتَهارَجُونَ فیها تَهارُجَ الْحُمر، فَعَلَیْهِمْ تَقُومُ السّاعَةُ. وجاء فی حدیث آخر أن المسیح الدجّال یأتی من قِبَلِ المشرقِ وهِمَّتُهُ☆ المدینةُ حتی ینزلَ دُبُرَ أُحُدٍ، ثم تَصرِف الملائکةُ وجهَه قِبَلَ الشّامِ، وهنالك یَهْلِكُ ولا یدخل المدینة رعبُه، لها یومئذٍ سبعةُ أبوابٍ علی کل باب ملَکانِ، ویمکث فی الأرض أربعین سنة، ویخرج علی حمار أقمر ما بین أُذنَیه سبعون باعًا. وینزل عیسٰی حَکَمًا عَدْلًا، فلیکسرنّ الصلیب ویقتلنّ الخنزیر ویضع الحرب. ولیُترَکُنَّ القِلاصُ فلا یُسعَی علیها. ولا تزال طائفة من المسلمین یُقاتلون علی الحق ظاهرین إلی یوم القیامة. فینزل عیسٰی فیتزوج ویولد له. وجاء فی أحادیث أخری أن الدجّال کان موجودًا حیًّا فی زمان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وقد رآه تمیم الداری.

بقیہ حاشیہ۔ اور دودھیل گائے متوسط خاندان کے لئے اور دودھیل بکری ایک چھوٹے گھرانے کے لئے۔ پھر اسی اثنا میں خداتعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو اُن کی بغلوں میں لگتے ہی سب مسلمانوں کی روحوں کو قبض کرلے گی اور شریر لوگ گدھوں کی مانند آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے پھر انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور مدینہ میں آنا چاہے گا یہاں تک کہ وہ اُحد کے پیچھے جا اترے گا لیکن ملائکہ شام کی طرف اُس کا منہ پھیر دیں گے اور وہاں ہی ہلاک ہو جائے گا اور مدینہ میں اس کا رعب نہ پڑے گا۔ اور اُن دنوں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر ایک پر دو فرشتے ہوں گے اور زمین میں چالیس سال ٹھہرے گا اور وہ ایسے ابلق گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع (۱۴۰ گز) کا فاصلہ ہوگا اور عیسیٰ حَکم عَدل ہوکر اترے گا صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور لڑائی ترک کرے گا اور مضبوط اونٹنیاں ایسی ترک کی جائیں گی کہ ان سے کام نہ لیا جائے گا۔ اور ہمیشہ ایک جماعت مسلمانوں کی حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پھر عیسیٰ نازل ہوگا اور نکاح کرے گا پھر اُس کے
﴿۱۱﴾ اولاد ہوگی اور اور حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال موجود تھا اور تمیم داری نے اسے دیکھا

☆ "همة" سہو کتابت ہے۔ درست لفظ "همته" ہے۔ (ناشر)

وأمـا افتراؤهم عليَّ وظنُّهم كأني لا أؤمن بالملائكة، فما أقول في جواب هذه الظنون الفاسدة التي لا أصل لها ولا أثر، غيـر أنـي أبتهـل في حضرة اللّٰــه سبـحـانـه وأقول رَبِّ الْعَنِّي إنْ كـنـتُ قـلـت مثـل هـذا، وإلّا فـالْعَنِ الـمفترين الذين يفترون عليّ بغير علم،

اور میری نسبت ان کا یہ افترا کرنا کہ میں گویا فرشتوں پر ایمان نہیں رکھتا پس میں ان فاسد بدگمانیوں کی نسبت جن کا کچھ اصل اور اثر نہیں ہے بجز اس کے اور کچھ بھی نہیں کہتا کہ میں اپنے اللہ کے آگے ابتہال سے دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اگر میں نے یہ کہا ہے تو مجھ پر لعنت بھیج ورنہ اِن مفتریوں پر لعنت ہو تو جو بغیر علم کے مجھ پر افترا کرتے ہیں

بقية الحاشية ـوحدّث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه ركب في سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام، فلعب بهم الـمـوج شهـرا في البحر، فأرفأوا إلى جزيرة حيـن تـغـرب الشـمـس، فجلسوا في أقرب السفينـة فـدخـلـوا الـجـزيرة، فلقيتُهم دابّةٌ أهـلَـبُ كثيرُ الشعر لا يدرون ما قُبُله مِن دُبُره مِـن كثرة الشعر. قالوا ويلكِ ما أنتِ؟ قالت أنـا الـجسّاسة. انـطـلِـقـوا إلى هذا الرجل في الـديـر، فـإنـه إلى خبركم بالأشواق. قـال لما سـمّـتْ لـنـا رجلا فَرِقْنا منها أن تكون شيطانةً. قـال فانطلقنا سراعًا حتى دخلنا الدير، فإذا فيه أعـظـمُ إنـسـان رأينـاه قـط خَلْقًا وأشدّه وثاقةً، مجموعة يده إلى عنقه ما بين ركبتيه إلى كعبيه بالحديد. قلنا ويلك ما أنت؟ قال قد قدرتم على خبري، فأخبروني ما أنتم؟ قالوا نحن أناس ركِبنا في سفينة بحرية، فلعب بنا البحر شهرًا،

بقیہ حاشیہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے یوں قصہ بیان کیا کہ میں لخم اور جذام کے قبیلوں کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک جہاز پر سوار ہوا اور برابر ایک ماہ تک موجوں میں چکر کھاتے رہے اس کے بعد مغرب کے قریب ایک جزیرہ میں اترے اور [سفینہ کی چھوٹی کشتیوں] میں ہم سوار ہو کر ایک جزیرہ میں داخل ہوئے تو وہاں ہمیں ایک جانور ملا جو بڑے گنجان اور بہت بالوں والا تھا اس کا آ گا پیچھا بالوں کی کثرت سے ممتاز نہ ہو سکتا تھا ہم نے اُسے کہا کہ تو ہلاک ہو تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جسّاسہ ہوں اس گرجا میں اُس مرد کے پاس جاؤ کہ وہ تمہارا بڑا مشتاق ہے جبکہ اُس نے ہمیں اُس شخص کا پتہ دیا تو ہم ڈرے کہ یہ کوئی شیطانہ عورت نہ ہو۔ پھر ہم جلدی جلدی معبد میں (گرجا) میں گئے تو وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ بڑا جسیم آدمی بندھا پڑا ہے کہ جس کی مثل ہم نے کبھی نہیں دیکھی اور اُس کی مشکیں کس کر دونوں گھٹنوں اور ٹخنوں کے درمیان لوہے کی زنجیر سے جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے اُسے کہا کہ تجھ پر لعنت ہو تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اب تم میری خبر کو تو سن سکتے ہو پہلے تم اپنا پتہ دو۔ ہم نے کہا کہ ہم چند شخص ہیں جو جہاز پر سوار ہوئے تھے اور برابر ایک مہینہ تک گرداب میں پھنسے رہے

ویکفّرون بغیر الحق، ولا یتقون اللّٰہ

اور ناحق مجھے کافر کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے

بقیة الحاشیة۔ فدخلنا الجزیرة، فلقیتُنا دآبّةٌ أهلَبُ فقالت أنا الجسّاسة، اعمدوا إلی هذا فی الدیر، فأقبلنا إلیك سراعًا. فقال أخبِرونی عن نخل بیسان ۞ هل تثمر؟

بقیہ حاشیہ۔ اور جب اس جزیرہ میں اترے تو ہمیں ایک بہت گنجان بالوں والا جانور ملا جو اپنا نام جسّاسہ بتلاتا تھا اُس نے کہا تم دَیر (گرجے) میں اُس شخص کے پاس جاؤ پھر ہم تیرے پاس آئے۔ تو پھر اس نے کہا مجھے بتلاؤ کہ کیا بیسان ۞ کے باغ پھل لاتے ہیں؟

۞: هٰذه الأخبار الغیبیة تدل علی أن هذا الحدیث لیس من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، لأنّها یُعارض القرآن ویُخالف محکماته. وکیف یمکن أن یقدر الدجّال الخبیث علی بیان الأنباء المستقبلة وقال اللّٰه تعالٰی فی کتابه المحکم: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[1]، فکیف أخبر الدجال عن الغیب خبرا واضحًا صحیحًا مطابقا للواقع؟ وکیف قال الدجّال أن الخیر للناس أن یُطیعوا هذا النبی الأمی العربی فإنه صادق، مع أن الدجّال کافر لا یطیع اللّٰه، فکیف یأمر بإطاعة نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم؟ ومع ذٰلك هو لیس بقائل بزعم القوم بإله من دون نفسه، فکیف قال: وإنی یوشك أن یؤذن لی فی الخروج فأخرج، بل إن هذا اللفظ یدل علی أنه لا یخرج من الدیر إلا بإلهام اللّٰه تعالی ووحیه، فیلزم من هذا أن یکون الدجّال أحدًا من الأنبیاء، وقد تقرر عندهم أنه من أکابر المفسدین. فتفکّرْ ولا تکن من الغافلین. منه.

۞: یہ اخبار بچند وجوہ بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کے محکمات کے معارض ہیں اور دجال آئندہ خبروں کو کب بتا سکتا تھا جبکہ خدا نے اپنی محکم کتاب میں فرمادیا تھا کہ ’’خدا اپنے غیب پر بجز چنیدہ برگزیدہ رسول کے اور کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔‘‘ پھر دجال نے کیونکر یہ غیبی خبر صحیح اور واقعی طور پر بتلا دی اور دجال نے یہ کیوں کہا کہ لوگوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اس اُمّی اور عربی نبی کی اتباع کریں کہ وہ صادق ہے۔ حالانکہ دجال کافر اور خدا کا نافرمان ہے پس وہ کیونکر خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دے سکتا ہے اور طُرفہ تر یہ کہ وہ لوگوں کے خیال میں تو بجز اپنی ذات کے اور کسی خدا کا قائل نہیں ہے تو وہ یہ بات کب کہہ سکتا ہے کہ عنقریب مجھے نکلنے کا حکم دیا جائے گا تو پھر میں نکلوں گا بلکہ یہ لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ بجز الہام اور وحی الٰہی کے دَیر (گرجا) سے نہ نکلے گا پس اس سے لازم آتا ہے کہ دجال بھی ایک نبی ہو حالانکہ سب مانتے ہیں کہ وہ بڑا مفسد ہے پس سوچو اور غفلت کو ترک کرو۔ منہ

﴿۱۱﴾

[1] الجن: ۲۷، ۲۸

وما كانوا خائفين. والأمر الحق أني ما قلت قولا يُخالف عقيدةَ أهل السُنّة حقيقة، وما جرى على لساني مثل تلك الألفاظ، وما خطر في قلبي شبيه هذه الافتراءات، ولكنهم ما فهموا كلماتي من قلة التدبر، وسوء الفكر، وفساد القلب، وابتدرَ كل واحد منهم إلى التكفير عَجولًا بادي الرأي، فكيف أهدي قومًا حاسدين؟ نعم.. إني قلت وأقول: إن عيسى ابن مريم عليه السلام قد تُوُفّي كما أخبرنا القرآن العظيم والرسول الكريم، فكيف نرتاب في قول الله ورسوله؟

اور حق تو یہ ہے کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو دراصل اہل سنت کے عقیدہ کے برخلاف ہو اور نہ کبھی ایسے الفاظ زبان پر لایا ہوں اور نہ کبھی ایسا خیال میرے دل میں گزرا ہے بلکہ انہوں نے قلّتِ تدبّر اور سوءِ فہم اور فسادِ قلب سے میری باتوں کو نہیں سمجھا اور سرسری نظر سے میری تکفیر کے لئے ہر ایک جلدی سے آگے بڑھا، تو حاسدوں کو میں کیونکر ہدایت کر سکتا ہوں۔ ہاں میں نے یہ کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام یقیناً فوت ہو گیا ہے جیسا کہ قرآن عظیم اور رسول کریمؐ نے خبر دی ہے پس ہم خدا و رسول کی بات میں کس طرح شک کریں

بقية الحاشية ۔قلنا نعم. قال أما إنها توشك أن لا تثمر. قال أخبِروني ﴿۱۲﴾
عن بحيرة الطبرية.. هل فيها ماءٌ؟ قلنا هي كثيرة الماء، قال إن ماءها يوشك أن يذهب. قال أخبِروني عن عين زغر.. هل في العين ماء، وهل يزرع أهلها بماء العين؟ قلنا نعم هي كثيرة الماء وأهلها يزرعون. قال أخبِروني عن نبيّ الأمّيّين ما فعل؟ قلنا قد خرج من مكة ونزل يثرب.

بقیہ حاشیہ۔ہم نے کہا ہاں۔اُس نے کہا ایک وقت آنے والا ہے کہ وہ نہ پھلیں گے پھر اُس نے بحیرۂ طبریہ کی بابت پوچھا کہ کیا اُس میں پانی ہے تو ہم نے کہا کہ اُس میں بہت پانی ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ عنقریب خشک ہو جائے گا۔ پھر اُس نے چشمہ زغر کی بابت پوچھا کہ اُس میں پانی ہے اور اُس کے اردگرد کے لوگ اُس سے اپنے کھیت سیراب کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں اُس میں پانی بکثرت ہے اور کھیت بھی سیراب ہوتے ہیں۔ پھر اُس نے کہا کہ اُمّیوں کے نبی کا حال سناؤ کہ اُس نے کیا کیا۔ ہم نے کہا کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں چلا گیا۔

وكيف نؤثر عليه أقوالًا أخرىٰ؟
أأختار الضلالة بعدما هداني الله؟
والقرآن حَكَمٌ عَدْلٌ بيني وبين
المخالفين، وبأيّ حديث بعد الله
وآياته يؤمنون؟ ألم يكفِ لهم ما قال
ربّ العالمين؟ ولكنهم ما يقبلون
شهادة القرآن، ويتّكئون على أقاويل
أخرى التي لا يدرون حقيقتها فليتَ
شعري.. إلى أيّ أمر يدعونني؟

اوران کی باتوں پر اور باتوں کو کیسے ترجیح دیں۔ کیا
اللہ کی ہدایت کے بعد بھی میں ضلالت کو اختیار کر سکتا
ہوں۔ اور میرے اور مخالفوں کے درمیان قرآن ہی
فیصلہ کن ہے۔ اور اللہ اور اُس کی آیات کے بعد اور
کس بات پر ایمان لاویں گے۔ کیا قول خداوندی
اُن کے لئے کافی نہیں ہے۔ لیکن وہ قرآن کی
شہادت کو قبول نہیں کرتے اور اور باتوں پر اعتماد
کرتے ہیں کہ جن کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ کاش مجھ ﴿۱۱﴾
کو علم ہوتا کہ وہ مجھے کس بات کی طرف بلاتے ہیں۔

بقية الحاشية۔قال: أقاتلَه العرب؟ قلنا نعم. قال: كيف صنَع بهم؟ فأخبرناه أنه قد ظهر على من يليه من العرب وأطاعوه. قال: أما إن ذلك خير لهم أن يطيعوه. وإني مخبركم عنّي.. إنّي أنا المسيح، وإني يوشك أن يؤذن لي في الخروج، فأخرج فأسير في الأرض، فلا أدَع قرية إلا أهبطها في أربعين ليلة غير مكة وطيبة هما محرمتان عليّ كلتاهما، كلما أردت أن أدخل واحدا منهما استقبلَني ملَكٌ بيده السيف صلتًا يصدّني عنها، وإن على كل نقب منها ملائكة يحرسونها. ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا إنه في بحر الشام أو بحر اليمن لا بل من قبل المشرق ما هو، وأومأ بيده إلى المشرق. رواه مسلم.

بقیہ حاشیہ۔ اِس پر اُس نے پوچھا کہ کیا عرب اُس سے لڑے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ پھر اُس نے کہا تو پھر اُن سے کیا معاملہ ہوا۔ ہم نے کہا کہ وہ عرب پر غالب ہو گئے اور وہ لوگ آپ کی اطاعت میں آ گئے۔ تو پھر اُس نے کہا کہ ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ سب ان کی اطاعت کریں اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ مسیح دجال میں ہوں اور مجھ کو عنقریب باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی اور میں نکل کر روئے زمین پر پھروں گا اور چالیس دن کے اندر اندر بجز مکہ مدینہ کے سب بستیوں میں اتروں گا اور وہ دو مقام مجھ پر حرام ہوں گے اور میں ان میں داخل ہونے کا قصد کروں گا تو فرشتہ تلوار نکال کر اور سامنے آ کر مجھے روک دے گا اور اُن کے ہر ایک سوراخ پر فرشتے نگہبان ہوں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار ہو کر سنو! وہ بحر شام یا بحر یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف سے نکلے گا اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

أيدعونني إلى الجهل والعمٰى بعدما كنت من المتبصّرين؟ والله إني على بصيرة من ربّي، وعندي شهادات من الله وكتابه وإلهامه وكَشْفه، فهل من طالب يأخذ سهم رشده مني، ويأبى دواعيَ البخل والحسد، ويقبل الحق كالمسترشدين؟ ولا أظن أحدا من العاملين العالمين المتقين أن يُقدّم غيرَ القرآن على القرآن، أو يضَع القرآن تحت حديث مع وجود التعارُض بينهما

کیا میرے بصیر ہونے کے بعد مجھے جہالت اور نابینائی کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ کی قسم مَیں اپنے رب کی طرف سے پوری بصیرت پر ہوں اور خدا اور اُس کی کتابوں اور اُس کے الہام و کشف سے بڑی شہادتیں ہیں۔ کیا کوئی طالب حق ہے جو مجھ سے اپنی ہدایت کا حصہ لے اور بخل [اور حسد] سے دور رہے اور سیدھے راہ کے تلاش کرنے والوں کی طرح حق کو قبول کرے۔ اور میں تو کسی عالم باعمل پر بدگمانی نہیں کرسکتا کہ وہ غیر قرآن کو قرآن پر مقدم کرے اور باوجود تعارض کے قرآن کو حدیث کے نیچے ڈال دے

بقية الحاشية ـ أقول هذا ما جاء في الأحاديث مع اختلافات وتناقضات، فذهب وَهَلُ بعض الناس بل أكثرهم إلى أن تلك الأخبار والآثار محمولة على ظواهرها، والحق أنهم قد أخطأوا خطأ كبيرا، وكان هذا ابتلاءً من الله تعالى ليعلم الصابرين المؤمنين منهم والمكذبين المستعجلين. وأنت تعلم أن الله تعالى قد يُوحي إلى أنبيائه ورسله في حُلل المجازات والاستعارات والتمثيلات، ونظائره كثيرة في وحي خير الرسل صلى الله عليه وسلم منها ما جاء في حديث أنسؓ قال قال رسول الله صلعم رأيتُ ذاتَ ليلة فيما يرى النائم كأنّا في دار عقبة ابن رافع، فأُتينا برُطب من رُطب بن طاب. ﴿۱۳﴾

بقیہ حاشیہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہ امور ہیں جو اختلاف اور تناقض کے ساتھ احادیث میں آئے ہیں پس بعض بلکہ اکثر اسی طرف گئے ہیں کہ ان سے ظاہری معنے مراد ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ انہوں نے بڑی خطا کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صابر مومنوں اور جلد باز مکذبوں کے امتیاز کے واسطے ایک ابتلاء تھا۔ اور تجھ کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی اپنے نبیوں اور رسولوں کی طرف مجاز اور استعارہ اور تمثیل کے پیرایہ میں وحی کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں اس کے نظائر بکثرت موجود ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک انس کی حدیث ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہم عقبہ بن رافع کی حویلی میں ہیں اور ابن طاب کی کھجوریں ہمیں دی گئی ہیں

ويرضى له أن يتبع احاد الآثار ويترك بيّنات القرآن، ويؤثر الشك على اليقين، ويختار الجهل بعد ما كان من العارفين.

اور اپنے لئے پسند کرے کہ اُن آثار کا متبع ہو کر جو احاد ہیں قرآن کے بیّنات کو ترک کرے اور شک کو یقین پر ترجیح دے اور عارف ہونے کے بعد جہالت کو اختیار کرے۔

بقية الحاشية۔فأوّلتُ أن الرفعة لنا في الدنيا والعافية في الآخرة، وأن ديننا قد طاب. ومنها ما جاء في حديث **أبي موسىٰ** قال قال رسول الله ﷺ رأيتُ في رؤياى أني هزّزتُ سيفًا فانقطع صدره، فإذا هو ما أُصيبَ من المؤمنين يومَ أُحُد، ثم هزّزته أخرىٰ فعادَ أحسنَ ما كان، فإذا هو ما جاء الله به من الفتح واجتماع المؤمنين. **فانظر** كيف رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم الكيفيات الروحانية في الصور الجسمانية. ولا يخفى عليك أن رؤيا الأنبياء وحيٌ، فثبت من هٰهنا أن وحي الأنبياء قد يكون من نوع المجاز والاستعارة، وقد أوّلَ رسولُ الله ﷺ مثلَ ذلك الوحي، وتأويلاته كثيرة كما في رؤية سِوار الذهب والقميص والبقر وغيرها من الرؤيا التي هي مشهورة في القوم، فلا حاجة إلى أن نقصّ عليك. وقد رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم في رؤيا أخرى الدجّالَ المسيح واضعًا يديه على منكبَي رجلين يطوف بالبيت. فلوحملْنا تلك الوحي على الظاهر لوجب أن يكون الدجّال مسلمًا مؤمنًا لأن الطواف من شعائر المسلمين. ثم إن هذه الأحاديث تدلّ على أنّ الدجّال كان موجودا في زمان النبي صلى الله عليه وسلم وقد رآه تميم الداري،

بقیہ حاشیہ۔تو میں نے تعبیر کی کہ دنیا میں ہمارے لئے رفعت ہے اور آخرت میں عافیت ہے اور ہمارا دین طیّب ہو گیا ہے۔ اور منجملہ اُن کے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ہے اُس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں نے تلوار نکالی ہے اور اس کی دھار ٹوٹ گئی ہے تو اُس کی تعبیر وہ مومن ہیں جو اُحد کے دن شہید ہوئے۔ پھر میں نے دوبارہ نکالی تو پہلے کی بہ نسبت بہت عمدہ ہو گئی تو اس کی تعبیر فتح اور مومنوں کا اجتماع تھا۔ پس دیکھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانی روحانیہ کو کیسا جسمانی صُور میں دیکھا ہے اور تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ انبیاء کی خوابیں وحی ہوتی ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ انبیا کی وحی کبھی مجاز اور استعارہ کی قسم سے ہوتی ہے اور اس وحی کی تاویل کی مانند آنحضرت ؐ کی اور بہت سی تاویلیں ہیں کہ سونے کے کنگنوں اور قمیص اور گائے وغیرہ کو خواب میں دیکھا اور یہ خوابیں قوم میں مشہور ہیں تمہارے آگے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور خواب میں دجال کو دیکھا کہ دو شخصوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتا ہے۔ پس اگر (اس) وحی کو ہم ظاہر پر محمول کریں تو لازم آوے گا کہ دجال مومن مسلمان ہو کیونکہ بیت اللہ کا طواف اہلِ اسلام کے شعار سے ہے۔ پھر یہ احادیث صاف بتاتی ہیں کہ دجال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا اور تمیم داری نے اُس کو دیکھا بھی تھا

وإنّ المُسلمين وعلماء هم الرَّاسخين كانوا قد أمروا أن يتّبعوا البيّنات، ويجتنبوا الشبهات، وكانوا يعلمون أن البيّنات أحقُّ أن تُتَّبَع. وإنما البيّنات هي المعاني التي قد انكشفت وتبينت عند العقل السليم، وتواترت في القرآن العظيم، ووُجدتْ أقربَ من الفهم المستقيم، وأبعدَ عن آفات التناقض وأدخَلَ في سُنّة الله والقانون القديم، وأجلٰى وأظهر من معان أخرىٰ.

اور سب مسلمان اور علماء راسخین یہی حکم کئے گئے تھے کہ بیّنات کی پیروی کریں اور شبہات کو ترک کریں اور وہ جانتے ہیں کہ بیّنات ہی اتباع کے لائق ہیں اور بیّنات ہی وہ معانی ہیں جو عقلِ سلیم کے آگے کھلے اور واضح ہیں اور قرآن میں متواتر طور پر آئے اور فہم [مستقیم] سے نزدیک تر اور تناقض سے بعید تر ہیں اور سنت اللہ اور قدیم قانون قدرت میں داخل اور [دیگر] معانی سے روشن تر ہیں۔

بقية الحاشية ۔وزعم القوم أنه يخرج في آخر الزمان، ولا يدَع قرية إلّا يدخلها، ﴿۱۴﴾
ويتملك ويتسلّط على البلاد كلها، ولا تبقى في زمانه أرض إلا يأخذها غير مكة وطيبة. ولكن الأحاديث الأخرى تعارضها وتكذّب هذه القصص. فانظرْ أوّلا تدبّرًا وإنصافًا في حديث مسلم. عن جابر قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول قبل أن يموت بشهر تَسْأَلُونِي عَنِ السّاعَةِ؟ وَإِنّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ. وَأُقْسِمُ بِاللّهِ مَا عَلَى الأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ يأْتِي عَلَيْهَا مِائة سَنَةٍ وهي حيّةٌ يومئذ.

وعن ابن مسعود لا يأتي مائة سنة وعلى الأرض نفسٌ منفوسة اليوم. رواه مسلم، وهكذا ذكر البخاري في صحيحه، والمضمون واحد لا حاجة إلى الإعادة.

بقیہ حاشیہ۔اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں نکلے گا اور ہر بستی میں داخل ہوگا اور سب بلاد پر غالب ہو جائے گا۔ اور سوائے مکہ مدینہ کے اور سب زمین لے لے گا۔لیکن اور حدیثیں ان قصوں کی تکذیب کرتی ہیں۔ پہلے تو تدبر اور انصاف سے مسلم کی حدیث پر نظر کر جو جابر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے وفات سے ایک مہینے پہلے آنحضرتؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم مجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہو اس کا علم تو اللہ کو ہی ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس وقت روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں صدی کے گزرنے تک ان میں سے ایک جی بھی ہرگز زندہ نہ رہے گا۔

اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ صدی کے گزرنے تک موجودہ لوگوں سے روئے زمین پر کوئی بھی نہ ہو گا اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ایسا ہی ذکر کیا ہے اور چونکہ مضمون واحد ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ثم ذهلت هذه الطائفةُ تلك الضابطةَ المباركة كأنهم لا يعلمون شيئا وكأنهم من الجاهلين. وَإنّی أرَی أنهم لا يعتقدون بأن القرآن كلام حیٌّ، و إمام صادق ومهيمنٌ، و معيارٌ كامل، بل يحقرونه ويضعونه تحت أقدام الأحاديث، ويجعلون الأحاديث قاضية عليها من قبل أن يُفتّشوا الآثار حق تفتيشها، ويُثبِتوا موازنة القطعيات بالقطعيات.

پھر یہ گروہ اس مبارک ضابطہ کو ایسے بھولے گویا وہ اس سے بےعلم اور جاہل تھے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ قرآن کو زندہ کلام اور سچا امام اور حق کا نگہبان اور معیار کامل نہیں جانتے بلکہ اس کی حقارت کرتے ہیں اور حدیثوں کے قدموں کے نیچے ڈالتے ہیں اور احادیث کو قرآن پر قاضی مقرر کرتے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اس کی تفتیش کر لیتے [جیسا کہ تفتیش کا حق تھا] اور قطعیات کا قطعیات سے موازنہ کر لیتے ﴿۱۲﴾

بقية الحاشية ـ فوجب من هذا على كل مؤمن أن يؤمن بموت الدجّال بعد المائة من زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإلا فكيف يمكن التخلف فيما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بوحی من الله تعالى مؤكّدًا بقَسمه؟ والقَسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء، وإلا فأی فائدة كانت فی ذكر القَسم؟ فتدبَّرْ كالمفتّشين المحقّقين. وأما تطبيق هٰذين الحديثين فلا يمكن إلّا بعد تأويل حديث الدجّال وجعلِه من قبيل الاستعارات، فنقول إن حديث خروج الدجّال يدلّ على خروج طائفة الكذّابين فی آخر الزمان من قوم النصاریٰ، وفی الحديث إشارة إلى أنهم يُشابهون آباءهم المتقدمين فی مكرهم وخديعتهم وأنواع فتنهم وحرصهم على إضلال الناس كأنهم هم، إلّا أن آباءهم كانوا مقيَّدين بالسلاسل والأغلال،

بقیہ حاشیہ ۔ پس اس سے ہر ایک مومن پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان لاوے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ کے بعد صدی کے اندر اندر دجال ضرور مر گیا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے ایسے ارشاد کا کب خلاف ہوسکتا ہے جو وحی الٰہی سے اور مؤکد بہ حلف ہو۔ اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء ہے ورنہ قسم میں کون سا فائدہ ہے۔ پس محققوں اور تفتیش کرنے والوں کی طرح خوب سوچ سمجھ لے اور ان دو حدیثوں میں بجز اس کے تطبیق ممکن ہی نہیں کہ دجال والی حدیث کو از قسم استعارات قرار دے کر اس میں تاویل کی جاوے [پس ہم کہتے ہیں] کہ خروج دجال کی حدیث نصاریٰ کے ایک کذاب گروہ کے اخیر زمانہ میں نکلنے پر دلالت کرتی ہے اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دھوکوں اور فریبوں اور قسم قسم کے فتنوں اور لوگوں کے گمراہ کرنے کی حرص میں وہ اپنے آباء و اجداد کے ایسے مشابہ ہوں گے کہ گویا یہ اب وہی ہیں جو طوقوں اور زنجیروں میں مقید تھے

بل هم يأمرون تحكُّمًا ويقولون ظلمًا ان الأحاديث بجميع صورها الظنّية والشكّية أحقُّ قبولًا من القرآن وحاكمةٌ عليه. وإن هو إلا ظلم وزور تكاد السماوات يتفطرن منه. ولا يوجد فی القرآن وحديث رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إيماض إلٰی ذٰلك، ولا إيماء إلٰی هذه البهتانات، بل الصحابة كانوا يقدّمون القرآن فی كل حال ولا يتركونه لأثر من الاحاد.☆

بلکہ وہ تو جبر اور ظلم سے حکم دیتے ہیں کہ احادیث اپنی سب ظنّی اور شکّی صورتوں کے ساتھ قرآن کی نسبت قبول کرنے کے زیادہ لائق ہیں اور وہ قرآن پر حاکم ہیں اور یہ ایسا ظلم اور جھوٹ ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں اور قرآن اور حدیث میں ان بہتانوں کی طرف کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ صحابہ ہر حالت میں قرآن کو مقدم کرتے تھے اور کسی ایسی حدیث سے اس کو ترک نہ کرتے تھے جو احاد☆ کی قسم سے ہے۔

﴿۱۵﴾ **بقية الحاشية**۔ ولٰكن هؤلاء يخرجون من ذلك السجن، ويضع اللّٰه عنهم أغلالهم، فيعيثون يمينًا وشمالا ويفسدون فی الأرض، وكان خروجهم بلاءً عظيما لأهل الأرضين. فكما أن تميمًا رأى الدجّال فی زمان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم بالرؤية الكشفية الصادقة التی كانت من قبيل عالم المثال.. مجموعة يده إلٰی عنقه ما بين ركبتيه إلٰی كعبيه بالحديد فی الدير، فكذلك كانت النصارىٰ فی زمن إقبال الإسلام مقهورين مغلوبين غُلّت أيديهم قاعدين فی الدير، ثم أُخرجوا بعد المائتين والألف ووضع اللّٰه عنهم الأغلال والسلاسل،

بقیہ حاشیہ۔ لیکن قیدوں سے نکل آئے ہیں اور خدا نے ان کے طوقوں کو دور کر دیا ہے اور وہ نکلنے کے بعد دائیں بائیں پھریں گے اور زمین میں فساد کریں گے اور ان کا خروج مخلوق کے لئے بلاءِ عظیم ہوگا۔ پس جس طرح کہ تمیم داری نے آنحضرتؐ کے زمانہ میں سچی اور کشفی رؤیا میں دجال کو دیکھا تھا جو عالم مثال کی قسم سے تھا کہ اس کے ہاتھ شانوں تک باندھے ہوئے دونوں گھٹنوں اور ٹخنوں کے درمیان زنجیر سے جکڑا ہوا معبد میں پڑا ہوا ہے نصاریٰ کی حالت بھی اسلام کے اقبال کے زمانہ میں ایسی تھی کہ وہ مغلوب اور مقہور اور دست و پابستہ اپنے گرجاؤں میں بیٹھے ہوئے تھے پھر بارھویں صدی کے بعد وہ نکالے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی زنجیریں اور طوق اتار دیئے

☆ انظروا حديث معاذ الذی فيه وصيّة رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لمعاذ. منه

☆ معاذ کی اس حدیث پر بھی غور کرو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت ہے۔ منه

ألا تـرى إلى الصدّيقة أُمّ الـمؤمنين رضـى الـلّٰـه عنهـا كيف أوّل الأحـاديث للقرآن وما أوّل القرآن للأحـاديث، وما التفتتْ إلى حديث بـعـد وجـود الـمـعـارضة بينـه وبيـن الـقـرآن. وكـانـت فـقيهة فاضلة موفَّقة، حبيبةَ نبينا صلى الله عليه و سلم وكانوا يرجعون إليها في كل مسـألة دقّـتْ مـآخذهـا.

کیا اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تو نہیں دیکھتا کہ اس نے قرآن کی وجہ سے احادیث کی کیسی تاویلیں کی ہیں اور احادیث کی وجہ سے قرآن کی تاویل نہیں کی اور جب کوئی حدیث قرآن کی معارض ہوتی ہے تو اس حدیث کی طرف التفات نہیں کی اور وہ بڑی فقیہ فاضلہ اور توفیق یافتہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری تھیں اور ہر ایک دقیق مسئلہ اصحاب اُن سے دریافت کیا کرتے تھے

بقية الحاشية۔ وخلع عليهم خلعة العلوم الأرضية ابتلاءً من عنده، فأشاعوا الفتن في الأرض بأيدى مبسوطة، وكان قدرًا مقدورًا من ربّ العالمين. وإلى خروجهم إشارة فى حديث الآيات بعد المائتين، يعنى بعد المائة والألف، وإشارة إلى نزول المسيح الذى هو مفحِمُ المفسدين. ثم بعد ذلك إذا نظرنا إلى كلام الله تعالىٰ فوجدناه أيضًا مخالفًا لظواهرِ أحاديثِ خروج الدجّال، وما وجدنا فيه احتمالا ضعيفًا وإشارةً وهميةً إلى ذلك، بل هو يجوح هذه الخيالاتِ بالاستيصال التام. ألم يكفِ لطالب قولُه تعالىٰ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[1]

بقیہ حاشیہ۔ اور ان کو سفلی علوم کے خلعت پہنا دیئے اور یہ اللہ کی طرف سے آزمائش تھی پھر تو انہوں نے دل کھول کر دنیا میں فتنے پھیلائے اور یہ خدا کی طرف سے مقدر تھا اور انہیں کے خروج کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ نشان دوصدیوں یعنی بارہ سو برس کے گزرنے کے بعد ہوں گے اور اسی میں نزول مسیح کی طرف اشارہ ہے جو مفسدوں کو ساکت کرنے والا ہے۔ پھر جب ہم کلام الٰہی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کو بھی احادیث دجال کے ظاہری معنوں کے مخالف پاتے ہیں اور اس میں کوئی ضعیف سا اشارہ یا وہمی سا احتمال بھی ان معنوں کا نہیں پاتے بلکہ وہ تو ان خیالات کی پوری پوری بیخ کنی کرتا ہے۔ کیا طالب حق کے لئے خدا کا یہ قول کافی نہیں ہے کہ میں تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا

[1] آل عمران: ۵۶

وإن كنت فی شك فاقرأ **البخاری** تـدبـرًا، فستـجـد تلك القصص فی أكثر مقاماته. فما حال هؤلاء أنهم لا يـقـرأون الـقـرآن إلا كـالـغـافلين الـنائمين، ولا يفهمونه حق فهمه، بل الـقـرآن لا يـجـاوز حنـاجرهم، ولا يتبعونه ولا يبتغون نوره، بل يحملونه عـلـى هيئة الـجـنـائز، ولا ينظرون إليـه بـنية الاستفادة و أخـذِ العلوم والـمعارف، كأنهم فی شك عظيم. ﴿۱۳﴾

اور اگر تجھے شک ہے تو تدبر سے بخاری کو پڑھ تو جابجا ان قصوں کو پائے گا۔ پس ان علماء کو کیا ہوا کہ وہ قرآن کو بجز سوئے ہوئے غافلوں کی طرز کے نہیں پڑھتے اور اس کو پورے طور پر نہیں سمجھتے بلکہ قرآن تو اُن کے حلقوں سے نہیں اترتا اور نہ وہ اس کی اتباع کرتے ہیں اور نہ اس کے نور کو چاہتے ہیں بلکہ جنازہ کی شکل پر اس کو اٹھاتے ہیں اور استفادہ اور علوم اور معارف حاصل کرنے کی نیت سے اس پر نظر نہیں ڈالتے گویا کہ ان کو اس میں بڑا شک ہے

بـقية الحاشية ـ ولا يـخـفـى على المتدبر أن هـذه الآية دليـل قـطـعـى عـلـى أن الـمسلمين والـنصارىٰ يرثون الأرض ويتملكون أهلها إلى يوم الـقيـامة، لأن الـمسـلمين اتبعوا المسيح اتّبـاعًـا حـقـيـقـيـا، والنصـارى اتبعوه اتّبـاعًـا ادّعـائيا. وقـد وقـع فـی الـخارج كما قال الله تـعـالىٰ، وكـانت الكَرّة الأولىٰ للمسلمين فی غـلبتهم على الأرض، ثم فی زماننا هذا غلبت الـنصّارى ونسلوا من كل حدب. فـوقع كما أُخبـر عـنـه فـی الآية الكريمة، فالآية تحكم أن التـمـلّك والـغـلبة مـحـدود فـی الـمسلمين والـنـصارىٰ إلىٰ يوم القيامة، والدجّال المعهود الـمتـصـوَّر فی أذهان المسلمين لا يكون علىٰ عـقـيدة النصارىٰ ولا علىٰ عقيدة أهل الإسلام، ﴿۱۶﴾

بقیہ حاشیہ ۔ اور سوچنے والے پر مخفی نہیں ہے کہ یہ آیت اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ مسلمان اور نصاریٰ قیامت تک زمین کے وارث رہیں گے کیونکہ مسلمان تو مسیح کے حقیقی متبع ہیں اور نصاریٰ اِدّعائی رنگ میں متبع ہیں اور واقعہ میں بھی خدا کے ارشاد کے مطابق پایا گیا ہے کیونکہ زمین پر غالب ہونے کی نوبت پہلے مسلمانوں کو ملی اور اس زمانہ میں اب نصاریٰ غالب ہو گئے ہیں اور ہر ایک بلندی سے اُترتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں صاف پایا جاتا ہے کہ قیامت تک اب غلبہ مسلمانوں اور نصاریٰ میں محدود ہے اور مسلمانوں کا خیالی دجال نہ تو نصاریٰ کے عقیدہ پر ہوگا اور نہ اہلِ اسلام کے مذہب پر۔

ولا یرون حیاته وبرکاته وإشراقاته، ولا یقدرونه حق قدره، ولا یدرون ما شأنه وما برهانه، وینبذون صحف اللّٰه وراء ظهورهم، ویُکبّون علی حدیث ضعیف ولو یُعارض القرآن، وما کانوا من المنتهین.

اور اس کی زندگی اور برکات کی چمکاروں کو نہیں دیکھتے اور نہ اس کی پوری قدر کرتے ہیں اور نہ اس کی شان کو جانتے ہیں اور نہ اس کے برہان کو اور اللہ کی کتاب کو پیٹھ کے پیچھے پھینکتے ہیں اور حدیث ضعیف پر گرتے ہیں اگرچہ وہ قرآن کے معارض ہی کیوں نہ ہو اور رکنے سے باز نہیں آتے۔

بقیة الحاشیة ۔بل هو بزعمهم یخرج بادّعاء الألوهیة ویقول إنی إله من دون اللّٰه، ویغلب أمره علی الأرض کلها غیر مکة وطیبة، فهذا یُخالف نص القرآن الکریم لأن القرآن، کما ذکرت آنفًا، قد وعد لمتّبعی عیسی ابن مریم علیه السلام وعدًا مؤکّدًا بالدوام وقال وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [1]. ومعلوم أن الدجّال الذی ینتظره قومُنا هو بزعمهم لیس مِن متّبعی عیسی علیه السلام ولا یؤمن بالمسیح ولا بإنجیله، وما ذهب أحد من علماء المسلمین إلی أنه یؤمن بعیسی ابن مریم، بل یقولون إنه یقول إنی أنا اللّٰه، ولا یؤمن باللّٰه ولا بأحد من الأنبیاء ، فالقرآن لا یجوّز له موضعَ قدم فی زمان من الأزمنة، بل یخبر عن غلبة المسلمین أو غلبة النصاری إلی یوم القیامة.

بقیہ حاشیہ۔ بلکہ وہ تو ان کے خیال میں خدائی کا مدعی ہوگا اور کہے گا کہ میں ہی خدا ہوں اور سوائے مکہ مدینہ کے سب روئے زمین پر غالب ہو جائے گا۔ پس یہ نصِ قرآنی کے صریح مخالف ہے کیونکہ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین سے پختہ اور دائمی عہد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ''تیرے اَتباع کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا'' اور ظاہر ہے کہ ہماری قوم کا منتظر دجال تو ان کے خیال میں بھی نہ عیسیٰ علیہ السلام کا متبع ہوگا اور نہ اُن پر اور نہ اُن کی انجیل پر ایمان لاوے گا اور کوئی [مسلمانوں کا] عالم اس طرف نہیں گیا کہ وہ مسیح پر ایمان لاوے گا بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ وہ کہے گا کہ میں خود خدا ہوں اور نہ خدا پر ایمان لاوے گا اور نہ کسی نبی پر۔ پس قرآن مجید تو اس کے لئے کسی زمانہ میں بھی قدم رکھنے کی جگہ نہیں دیتا بلکہ یہی بتاتا ہے کہ قیامت تک یا مسلمان غالب ہوں گے یا نصاریٰ۔

[1] آل عمران:۵۶

وو اللّٰہ ما قلتُ قولًا فی وفاۃ المسیح وَعَدمِ نُزُولِہٖ وقیامی مقامہ إلا بعد الإلھام المتواتر المتتابع النازل کالوابل، وبعدَ مکاشفات صریحۃ بیّنۃ منیرۃ کفلق الصبح، وبعد عرضِ الإلھام علی القرآن الکریم والأحادیث الصحیحۃ النبویۃ، وبعد استخارات وتضرعات وابتھالات فی حضرۃ رب العالمین.

اور بخدا میں نے مسیح کی وفات اور عدم نزول اور اپنے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں کبھی کوئی بات نہیں کی مگر جبکہ بارش کی طرح متواتر الہامات ہوئے اور طلوع صبح کی مانند کھلے کھلے مکاشفات دکھلائے گئے اور الہاموں کو قرآن اور احادیث [نبویہ] صحیحہ سے ملا کر دیکھا گیا اور استخارے کئے گئے اور عاجزی سے ربّ العالمین کی بارگاہ میں دعائیں کی گئیں۔

بقیۃ الحاشیۃ ۔فأیُّ دلیل یکون أوضح من ھذا علی إبطال وجود الدجّال المفروض، وعلی ثبوت کذب قول القائلین؟ وأنت تعلم أن القرآن یقینی قطعی ولیس کمثلہ حدیث فی التواتر وحفظِ الحق وعصمتِہ، فافھَمْ إن کنت من الطالبین.

وأما قول بعض العلماء أن الدجّال یکون من قوم الیھود.. فھذا القول أعجب من القول الأوّل ، لا یقرأون فی القرآن آیۃ ﴿۱۷﴾
ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ[1] فالذین ضرب اللّٰہ علیھم إلی یوم القیامۃ کل ذلۃ، وأخبر فی کتابہ الکامل المحکم أن الیھود یعیشون دائمًا تحت ملِکٍ من الملوك صاغرین مقھورین ولا یکون لھم مُلك إلی الأبد، کیف یخرج منھم الدجّال ویملك الأرض کلّھا؟

بقیہ حاشیہ۔پس فرضی دجال کے ابطال اور اس کے قائلوں کے کذب کے اثبات کے لئے اس سے بڑھ کر اور کون سی واضح دلیل چاہیے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ قرآن ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ تواتر اور حفظ و عصمت میں ہرگز حدیث اس کے مشابہ نہیں ہوسکتی اگر تو طالب حق ہے تو سمجھ لے۔

اور بعض علماء کا یہ کہنا کہ دجال یہودی ہوگا یہ پہلی بات سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔ کیا وہ قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھتے کہ ان پر ذلت اور خواری کا سکّہ لگایا گیا ہے۔ پس جن یہود پر کہ خدا نے قیامت تک کامل ذلّت مسلط کر دی ہے اور اپنی کامل اور محکم کتاب میں بتا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ کسی اور بادشاہ کے نیچے ذلیل اور خوار رہیں گے اور کبھی اُن کا ملک نہ ہوگا ان سے وہ دجال کہاں پیدا ہوسکتا ہے جو سب روئے زمین کا مالک ہو جاوے۔

[1] البقرۃ:۶۲

ثم ما استعجلتُ في أمري هذا، بل أخّرتُه إلى عشر سنة، بل زدتُ عليها و كنت لِحُكمٍ واضحٍ وأمرٍ صريحٍ من المنتظرين. وكنت صنّفتُ كتابًا في تلك الأيام التي مضت عليها عشر سنة، وسميتُها اَلْبَراهِين، وكتبت فيها بعض إلهاماتي الّتي أُلهمت من ربي من قبل تأليف ذٰلك الكتاب، وكانت من جملتها هذا الإلهام، أعني: "يَا عِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيامَةِ." وإن اللّٰه قد سمّاني في هذا عيسٰى،

پھر بھی میں نے جلدی نہیں کی بلکہ دس سال سے بھی زیادہ تاخیر کی اور خدا کے کھلے کھلے حکم کا منتظر رہا اور اس زمانہ میں مَیں نے براہین احمدیہ نام [سے] ایک کتاب تصنیف کی جس کو اب دس سال ہو گئے اور اس میں مَیں نے اپنے وہ الہام بھی درج کئے ہیں جو اس کی تصنیف سے پہلے ہو چکے تھے اور منجملہ اُن کے یہ الہام بھی درج ہے کہ ''اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور منکروں کے اتہاموں سے تجھے پاک کروں گا اور تیرے تابعداروں کو مخالفوں پر قیامت تک غالب کروں گا'' اور اللہ نے اس میں میرا نام عیسیٰ رکھا ہے۔ ﴿۱۴﴾

بقية الحاشية ۔ ألا إن كلمات الله صادقة لا تبديل لها، ولكن القوم ما علموا معاني الأحاديث وما فهموها حق فهمها، والله يمنّ على من يشاء من عباده فيُفهّمه ما لم يُفهِّم أحدًا من العالمين.

وسمعتُ أن بعضهم ينظرون لفظ النزول في قصة نزول المسيح، ويعجز عن درك هذه النكتة فَهْمُهم، وتضمحلّ طبائعهم وتلغب أفكارهم، فيحسبون بآرائهم السطحية أن عيسى ابن مريم ينزل من السماء،

بقیہ حاشیہ۔ اصل بات تو یہ ہے کہ خدا کی باتیں سچی اور اٹل ہیں لیکن ہماری قوم نے احادیث کے معنے پورے طور پر نہیں سمجھے اور خدا جس پر اپنا فضل کرتا ہے اس کو وہ باتیں جتا دیتا ہے جو اوروں پر پوشیدہ رکھتا ہے۔

اور میں نے سنا ہے کہ بعضے جب قصہ نزول مسیح میں نزول کا لفظ دیکھتے ہیں اور اس نکتہ کے سمجھنے سے ان کے فہم عاجز آ جاتے ہیں اور اس سے ان کی طبیعتیں پژمردہ ہو جاتی ہیں اور ان کی فکریں بہک جاتی ہیں تو اپنی سطحی رائے سے خیال کر لیتے ہیں کہ مسیح آسمان سے اترے گا

ومِن جملتها إلهام آخر خاطبني ربي فيه وقال: إني خلقتُك من جوهر عيسىٰ، وإنك وعيسى من جوهر واحد، وكشيء واحد ومِن جملتها إلهام سمّى فيه كلَّ من خالفني من العلماء " اليهود والنصارى".

اور منجملہ ان کے ایک اور الہام بھی درج ہے جس میں مجھے اللہ مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو عیسیٰ کے جوہر سے پیدا کیا ہے اور تو اور عیسیٰ ایک ہی جوہر سے اور ایک ہی شے کی مانند ہو۔ اور ایک اور الہام درج ہے جس میں میرے مخالفین علماء کو یہود اور نصاریٰ کہا گیا ہے۔

بقية الحاشية ۔ولا يرون أن القرآن قد اختار لفظ النزول في مقامات شتّى وقال أَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ [1] ۔ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ [2] ۔ و أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا [3] ۔ ومعلوم أن الحديد لا ينزل من السماء بل يتكوّن في المعادن، وكذلك يتولد الحمير من الحمير والخيل من الخيل، وما رأى أحد من الناس أن هذه الحيوانات تنزل من السماء، وكذلك الألبسة تُتّخذ من القطن والصوف والجلود والحرير، وهذه الأشياء كلها تكون في الأرض ولكن بحكم ربّ السماوات، ولو اجتمع أهل الأرض جميعا على أن يخلقوا هذه الأشياء بقوتهم وتدبيرهم لم يستطيعوا أبدًا، فكأنها نزلت من السماء. وقد قال الله تعالى اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ [4] ﴿۱۸﴾

بقیہ حاشیہ ۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن نے مختلف مقامات پر نزول کا لفظ اختیار کیا ہے مثلاً فرمایا ہے کہ ''ہم نے لوہا نازل کیا۔'' ''اور ہم نے تمہارے لئے چار پائے نازل کئے۔'' اور ''ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا۔'' اور ظاہر ہے کہ لوہا آسمان سے نہیں اترتا بلکہ کانوں سے نکلتا ہے اور گدھا گدھی سے اور گھوڑا گھوڑی سے پیدا ہوتا ہے اور کسی نے نہیں دیکھا کہ یہ حیوانات آسمان سے اُترتے ہوں۔ اور لباس روئی، اُون اور چمڑوں اور ریشم وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں اور یہ سب اشیاء ہوتی تو زمین میں ہیں لیکن [ربّ السماوات] خدا کے حکم سے۔ اور اگر سب مخلوقات چاہے کہ اپنی قوت اور تدبیر سے یہ اشیاء پیدا کرے تو کبھی نہیں کر سکتے پس گویا کہ سب آسمان سے اُترے ہیں اور پھر خدا نے فرما دیا ہے کہ سب اشیاء کا ہمارے ہی پاس خزانہ ہے اور ہم ان کو ایک خاص اندازہ سے اُتارتے ہیں

[1] الحدید:۲۶ [2] الزمر:۷ [3] الاعراف:۲۷ [4] الحجر:۲۲

ثم ما أُلهمتُ إلى عشر سنة بمثل هذه الإلهامات، وما كنت أدرى أنى أُؤمر بعد هذه المدة الطويلة وأُسمَّى **مسيحا موعودًا** من الله تعالٰى، بل كنتُ خِلْتُ أن المسيح نازل من السماء كما هو مركوز فى مدارك القوم، ولكنى كنت أقول فى نفسى تعجبا: إن الله لِم سمّانى عيسى ابن مريم فى إلهامه المتواتر المتتابع، ولِم قال إنك وإنه من جوهر واحد، ولِم سمَّى المخالفين "اليهود والنصارىٰ"؟ فظهرت علىَّ معانى تلك الإلهامات والإشارات بعد عشر سنة، وبعد إشاعة "البراهين" فى ألوف من الناس،وبعد إشاعة هذه الإلهامات فى خَلق كثير من المسلمين والمشركين.

پھر دس سال تک ایسا کوئی الہام نہ ہوا اور مجھے ہرگز معلوم نہ تھا کہ اس قدر لمبی مدت کے بعد میں ماموُر کیا جاؤں گا۔ اور خدا کی طرف سے میرا نام مسیح موعود رکھا جاوے گا بلکہ جیسا کہ قوم کے خیال میں گڑا ہوا ہے میں بھی خیال کرتا تھا کہ مسیح آسمان سے اترے گا۔ ہاں میں متعجب ہوکر اپنے دل میں کہتا تھا کہ خدا نے اپنے متواتر الہاموں میں میرا نام عیسٰی بن مریم کیوں رکھا ہے اور کیوں کہا ہے کہ تو اور وہ ایک ہی جوہر سے ہو اور میرے مخالفوں کو یہود اور نصاریٰ سے نامزد کیا ہے پھر دس سال کے بعد ان الہاموں کے معنے مجھ پر کھلے جبکہ یہ الہام بہت سے اہلِ اسلام اور مشرکوں میں شائع کئے گئے اور براہین میں بھی چھپ کر ہزارہا لوگوں میں پھیلائے گئے۔

بقية الحاشية۔فكل شيء منزَّل من السماء بقدر معلوم بتوسُّط علل وأسباب أرضية وسماوية اقتضتها حكمة الله تعالٰى، فتبارك الله أحسن الخالقين.

وللنزول معنى آخر وهو الارتحال من مكان والنزول فى مكان آخر كما جاء فى حديث مسلم أن المسيح الدجّال ينزل دُبُرَ أُحد، وعيسٰى ينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق.

بقیہ حاشیہ۔پس سب اشیاء ایک خاص انداز سے بذریعہ ارضی اور سماوی علل واسباب کے آسمان سے اُترتی ہیں جیسا کہ اس کی حکمت چاہتی ہے پس بڑی برکتوں والا ہے اللہ جو بہترین خالق ہے۔

اور نزول کے ایک اور معنی بھی ہیں یعنی ایک جگہ سے سفر کر کے دوسرے مقام میں اُترنا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ دجال اُحد پہاڑ کے پیچھے اُترے گا اور عیسٰی سفید منارہ کے پاس اُترے گا جو دمشق کے شرقی طرف ہوگا

فاسألوا الذين يظنون أنه افتراء منحوت أهذه علامات المفترين؟ وكانوا يقرأون من قبل كتابي "البراهين" ويجدون فيه مجملا كلَّ ما قلتُ في هذه الأيام مفصلا، وكانوا يحبّون ذلك الكتاب ويصدّقون إلهاماتٍ مذكورة ولا يُعرضون كالمنكرين.

پس جو لوگ بدظنی سے کہتے ہیں کہ یہ خودساختہ افترا ہے اُن سے یہ تو پوچھو کہ یہ مفتریوں کی علامتیں ہیں۔ اور جو باتیں اب میں نے مفصل کہی ہیں ان کو مجمل طور پر پہلے سے میری کتاب براہین میں پڑھتے تھے اور اس کتاب سے پیار کرتے تھے اور مذکورہ الہاموں کی تصدیق کرتے تھے اور منکرین کی طرح اعراض نہ کرتے تھے

بقية الحاشية ۔ والعجب من القوم أنهم يفهمون من نزول عيسٰى نزوله من السماء ويزيدون لفظ "السماء" من عندهم، ولا تجد أثرا منه في حديث. وأما ما ذُكر في قصة نزول عيسٰى أنه ينـزل واضعًا كَفَّيْه على جناحي الملائكة، فليس هذا اللفظ دليلا على نزوله من السماء، وقد جاء مثل هذا اللفظ في فضائل الذي يخرج مِن بيته لطلبِ علم الدين، وكذلك نظائره كثيرة في الأحاديث، ولو لم يكن خوفُ طول المكتوب لذكرتُ كلها بل الحق الذي كشف الله علىّ أمرٌ يقبَله كل مؤمن طالب الحق، ولا يأبى إلا الذي لا يتخذ سبيل المهتدين، وهو أن نزول المسيح عند المنارة البيضاء شرقيَّ دمشق واضعًا كَفَّيْه على أجنحة ملَكينِ إشارةٌ إلى شيوع أمره في بلاد الشام خالصًا من العلل السماوية، منزّهًا عن دخل الأسباب الأرضية، وعن دخل سلطانها ودولتها وعساكرها وأفواجها ومسّ تدابيرها،

بقیہ حاشیہ ۔ اور پھر اس قوم پر سخت تعجب ہے کہ نزول مسیح سے یہی خیال کرتی ہے کہ وہ آسمان سے اترے گا اور آسمان کا لفظ اپنی طرف سے ایزاد دیتے ہیں اور کسی صحیح حدیث میں اس کا کوئی اثر و نشان نہیں اور نزول مسیح کے قصہ میں جو یہ آیا ہے کہ وہ ملائکہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا تو اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ آسمان سے اترے گا کیونکہ طالب علموں کے فضائل کے بارہ میں بھی حدیث میں ایسا ہی آیا ہے جبکہ وہ علم دین کی طلب میں گھر سے نکلتے ہیں اور اس کی حدیثوں میں بہت نظیریں ہیں اور اگر خط لمبے ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں سب کو تحریر کرتا بلکہ حق وہ ہے جو خدا نے مجھ پر منکشف فرمایا ہے اور ہر ایک طالب حق مومن اس کو قبول کر سکتا ہے ہاں جو ہدایت کی راہ سے منکر ہو۔ وہ اس سے بھی انکار کر سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ملائکہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے سپید منارہ کے پاس دمشق کے شرقی جانب میں مسیح کے اترنے سے یہ مراد ہے کہ اُس کی بات محض سماوی اسباب سے ملک شام میں پھیل جاوے گی اور اُس میں زمینی اسباب اور بادشاہت اور لشکر اور فوج اور تدابیر کا کچھ بھی دخل نہیں ہوگا۔

فلما جاء ميقات ربی، وأُمرتُ لأصدع بما سُمّيتُ فی الكتاب المذكور انقلبوا منكرين مكفّرين، كأنهم سمعوا كلمة غريبة أو جاءهم ذكرٌ مُحدَث وكأنهم ما كانوا مُطّلعين على ما كتبت فی "البراهين". ولو كانوا عاقلين منصفين طالبين للحق مفتّشين للحقيقة لَتَفكّروا فی قول قد كُتِبَ من قبل وطُبع وأُشيع فی زمان ما كان أثرُ هذه الدعاوى فيه،

﴿۱۵﴾ اور جبکہ خدا کا مقرر شدہ وقت آ گیا اور جس نام سے کہ کتاب مذکور میں مَیں نامزد کیا گیا تھا اس کے ساتھ کھڑا ہونے کا مجھے حکم دیا گیا تو منکر و مکفر بن کر اعراض کر گئے گویا کہ انہوں نے عجیب بات سنی ہے [یا اُن کے پاس نئی بات آئی ہے۔] اور جو کچھ براہین میں مَیں نے لکھا تھا گویا اس پر ان کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی۔ اور اگر وہ عقلمند اور منصف اور حق کے طالب اور حقیقت کے تفتیش کرنے والے ہوتے تو ضرور اس بات میں فکر کرتے جو پہلے سے براہین میں مکتوب و مطبوع ہو کر اس زمانہ میں شائع ہو چکی تھی کہ جس میں ان دعاوی کا کچھ اثر اور نشان نہ تھا

بقية الحاشية۔ بل يعلو أمره بحماية الله وجنده السماوية، كأنه نزل على أجنحة الملائكة وأمّا الدجّال فيخرج بالحِيَل الأرضية والتدابير المنحوتة من عند نفسه، والتلبيسات التی تجدّد فی كل حين.

وإنّی سمعت أن بعض علماء هذه الديار يقولون إن جملة: يَا عِيسَى إِنِّی مُتَوَفِّيكَ مؤخّرة من جملة وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ومقدّمة من جملة "وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا" ومن جملة "وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" ولكن أنت تعلم يا أخی أن هذا التأويل باطل بالبداهة ومستنكر جدًّا، لأنّ الأمر لو كان كذلك لوجب أن يموت المسيح بعد الرفع وقبل هذه الواقعات التی ذكرها القرآن بعد ذكر الرفع

بقیہ حاشیہ۔ بلکہ وہ اللہ کی حمایت اور آسمانی لشکر کے ساتھ غالب ہو جاوے گا گویا کہ وہ ملائکہ کے پروں پر اترا ہے اور دجال زمینی حیلوں اور من گھڑت تدبیروں اور ان فریبوں کے ساتھ نکلے گا جو وقتاً فوقتاً تجدید کی جاتی ہیں۔

﴿۱۶﴾ اور میں نے سنا ہے کہ اس ملک کے بعض علماء کہتے ہیں کہ جملہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ جملہ رَافِعُکَ اِلَیَّ سے مؤخر ہے اور وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ سے پہلے ہے لیکن اے میرے بھائی تم جانتے ہو کہ یہ تاویل بالبداہت باطل ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ مسیح رفع کے بعد اور ان واقعات سے پہلے مرتا جو رفع کے بعد قرآن نے ذکر کئے ہیں۔

ولتفكّروا في سوانح عمري، ولقد لبثتُ فيهم عُمُرًا من قبل،

اور میری سوانح میں بھی فکر کرتے کہ میں اس سے پہلے بہت سی عمر اُن میں گزار چکا ہوں

بقية الحاشية ۔یعنی قبل تطهير ذيله من بهتانات اليهود وقبل جعلِ متّبعيه الغالبين على الذين كفروا، وهم يعتقدون بأن المسيح ما مات إلى هذا الزمان، وقد تمت هذه المواعيد كلها ووقعت بأسرها. فالعجب من عقلهم لِمَ يقولون على خلاف ما يعتقدون، وقد اتفقوا على أن المسيح لا يموت بعد الرفع فقط بل بعد الرفع وبعد تطهير ذيله من بهتانات اليهود ببعث خاتم النبيين وبعد غلبة متّبعيه على الذين كفروا، فعلى هذا يلزمهم أن يعتقدوا بأن جملة يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ مؤخرة من جملة وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فلزمهم أن يقولوا إن ترتيب الآيات كان في الأصل هكذا.. أعني يا عيسى إني رافعك إليّ ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، ثم بعد القيامة منزّلك من السماء ثم متوفيك. فلا سبيل لهم إلى تحريف هذه الآيات وتقديمها وتأخيرها من عند أنفسهم إلا أن يقولوا إن المسيح لا ينزل ولا يموت إلا بعد يوم القيامة وهذا خُلْف. فيا حسرة عليهم! لِمَ يحرّفون كلم الله عن مواضعها مع عجزهم عن وضعها
في موضع آخر؟ وذلك من إعجازات القرآن ﴿۲۰﴾
أن مُحرّف آياته لا يستطيع أن يُحرّف ويُبدّل ترتيبَه المحكم المرصّع الأبلغ، فينكشف كذبُه على النساء والصبيان فضلًا عن العلماء الراسخين، فسبحان من أنزل القرآن بإعجاز مبين.

بقیہ حاشیہ ۔یعنی یہود کے بہتانوں سے ان کو پاکدامن کرنے اور تابعداروں کو مخالفوں پر غالب کرنے سے پہلے مرتے اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح اب تک نہیں مرا اور یہ سب وعدے پورے ہو چکے ہیں پس ان کی عقلوں پر تعجب ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کے خلاف کیوں کہتے ہیں حالانکہ وہ سب متفق ہیں کہ مسیح فقط رفع کے بعد نہ مرے گا بلکہ خاتم النبیینؐ کی بعثت کے ساتھ جب یہود کے بہتانوں سے وہ پاک کیا جائے گا اور اُس کے متبع اُس کے منکروں پر غالب ہو جاویں گے پھر وہ مرے گا۔ پس اس بنا پر ان پر لازم آتا ہے کہ وہ یہ اعتقاد کریں کہ یَاعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ کا جملہ وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة سے مؤخر ہے پس ان پر لازم آتا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ آیت کی ترتیب اصل میں یوں تھی کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور یہود کے بہتانوں سے پاک کرنے والا ہوں اور پھر تیرے تابعداروں کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب کرنے والا ہوں۔ پھر قیامت کے بعد آسمان سے تجھ کو اُتارنے والا ہوں اور اس کے بعد پھر تجھے مارنے والا ہوں۔ پس اپنی من گھڑت سے آیات کی تحریف کرنے اور تقدیم وتاخیر کرنے سے ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ یہ تسلیم نہ کریں کہ مسیح قیامت کے بعد آسمان سے اتریں گے اور قیامت ہی کے بعد مریں گے اور یہ صریح باطل ہے۔ پس ان پر افسوس کہ جب کلمات الٰہی کو دوسری جگہ پر رکھنے سے عاجز ہیں تو ان کو اپنے محل سے کیوں بدلتے ہیں۔ پس قرآن کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی محرّف اس کی تحریف نہیں کرسکتا کیونکہ جب وہ اس کی محکم مرصّع اور بلیغ ترتیب کو بدلے گا تو علماء راسخین تو در کنار عورتوں اور بچوں پر بھی اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاوے گا۔ پس پاک ہے وہ خدا کہ جس نے قرآن کو بیّن اعجاز کے ساتھ اتارا ہے

ولتفكّروا في رأس المأة وضرورة المجدد بما وعد الله ورسوله،

اور صدی کے سر اور اللہ و رسول کے وعدہ کے مطابق مجدّد کی ضرورت میں بھی فکر کرتے

بقية الحاشية ـ والعجب من قومنا أنهم كانوا يقرأون في البخاري وغيره من الصحاح أن المسيح الموعود من هذه الأمة وإمامهم منهم، ولا يجيء نبي بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو خاتم النبيين، وما كان لأحد أن ينسخ القرآن بعد تكميله، ثم نسوا كل ما علموا وعرفوا واعتقدوا وضلّوا وأضلّوا كثيرًا من الجاهلين.

وأما الاختلافات التي توجد في هذه الأحاديث فلا يخفى على مَهَرَةِ الفنّ تفصيلها، وقد ذكرنا شطرًا منها في رسالتنا "الإزالة"، فليرجع الطالب إليها. وقد جاء في حديث أن **المسيح والمهدي** يجيئان في زمن واحد، وجاء في حديث آخر **أنه لا مهدي** إلا عيسٰى، وجاء في حديث أن المسيح والمهدي يتلاقيان ويُشاور المهدي المسيح في مهمات الخلافة، ويكون زمانهما زمانًا واحدًا. وفي حديث آخر أن المهدي يُبعث في وسط قرون هذه الأمة والمسيح ينزل في آخرها، وفي حديث من البخاري أن المسيح يجيء حكمًا عدلًا فيكسر الصليب.. يعني يجيء في وقت غلبة عبدة الصليب فيكسر شوكة الصليب ويقتل خنازير النصارى. وفي حديث آخر أنه يجيء في وقت غلبة الدجّال على وجه الأرض فيقتله بحربته.

بقیہ حاشیہ ۔ اور ہماری قوم پر تعجب ہے کہ وہ بخاری وغیرہ میں پڑھتے تھے کہ مسیح موعود اِسی اُمّت میں سے ہوگا اور انہیں میں سے ان کا امام ہوگا پھر طُرفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول بھی نہیں آ سکتا کیونکہ وہ خاتم النبیّین ہیں اور قرآن کی تکمیل کے بعد اس کو کوئی منسوخ بھی نہیں کرسکتا۔ لیکن انہوں نے جو کچھ پڑھا سیکھا اور مانا ہوا تھا سب بھلا دیا اور خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے جاہلوں کو بھی گمراہ کیا۔

اور ان احادیث میں جو اختلاف ہے اس کی تفصیل اس فن کے ماہروں پر پوشیدہ نہیں ہے اور ہم نے کچھ کچھ اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں بیان کیا ہے۔ طالب حق کو چاہئے کہ اُس کا مطالعہ کرے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی زمانہ میں آویں گے اور بعض میں ہے کہ عیسیٰ کے سوا اور کوئی مہدی نہیں ہے اور بعض میں آیا ہے کہ مسیح اور مہدی ملاقات کریں گے اور خلافت کے بارہ میں مہدی مسیح سے مشورہ لیں گے اور ان دونوں کا ایک ہی زمانہ ہوگا اور بعض میں یوں آیا ہے کہ مہدی تو اس اُمّت کے درمیانی زمانہ میں آوے گا اور مسیح اس کے آخر میں آئے گا اور حدیث بخاری میں آیا ہے کہ مسیح حکم عدل ہوکر آئے گا اور صلیب کو توڑے گا یعنی صلیب پرستوں کے غلبہ کے وقت آئے گا اور صلیب کی شوکت کو توڑے گا۔ اور نصاریٰ کے خنزیروں کو قتل کرے گا۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب دجال روئے زمین پر غالب ہو جاوے گا تو تب آوے گا، اور اُس کو اپنے حربہ کے ساتھ قتل کرے گا۔

ولتفكّروا في مفاسد الزمان وبدعاتها، ونسلِ النصارى مِن كل حدب.

اور پھر زمانہ کے مفاسد اور بدعات کو اور ہر ایک بلندی سے نصاریٰ (کی ذریّت) کے اترنے کو سوچتے

بقية الحاشية ۔فاعلم أن هذا المقام مقام حيرة وتعجُّب للناظرين. وتفصيله أن مجيء المسيح لكسر صليب النصارى وقتلِ خنازيرهم يشهد بصوت عال على أن المسيح الموعود لا يجيء إلا في وقت غلبة النصارى على وجه الأرض وتسلُّطهم عليها وشيوع المذهب الصليبي في جميع أقطار العالم بالشوكة التامة والقوة الكاملة وحماية السلطنة والدولة. ثم إذا نظرنا إلى أحاديث خروج الدجّال فنجد فيها كأن المسيح لا ينزل إلا في وقت غلبة الدجّال على وجه الأرض، وإنّا إذا صدّقنا حديث مجيء المسيح عند تسلُّط النصارىٰ على وجه الأرض واعتقدنا بأنه يجيء لكسر صليب النصارىٰ واستيصال شوكة مذهبهم، فيلزم من ذلك أن نكذّب حديثًا آخر الذي يدلّ على أن المسيح يأتي لقتل الدجّال عند غلبته على وجه الأرض كلها غير مكة وطيبة، فإن تسلُّط الدجّال على وجه الأرض كلها وتسلُّط النصارى على وجه الأرض كلها في زمان واحد نقيضانِ متخالفان، ومعلوم أن النقيضين لا يجتمعان في وقت واحد ولا يرتفعان،فثبت بالضرورة أن من هذين الخبرين خبر حق وخبر باطل ثم إذا نظرنا إلى الواقعات الموجودة فوجدنا حكومة النصارى قد أحاطت كالدائرة على أهل الأرضين،

بقیہ حاشیہ ۔پس جان لے کہ ناظرین کے لئے حیرت اور تعجب کا مقام ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ صلیب نصاریٰ
﴿۲۱﴾ کی توڑنی اور ان کے خنزیروں کے قتل کرنے کے واسطے مسیح کا آنا آواز بلند شہادت دیتا ہے کہ مسیح موعود اُس وقت آوے گا کہ جب نصاریٰ روئے زمین پر غالب اور مسلّط ہو جاویں گے اور صلیبی مذہب اپنی پوری شوکت اور کامل قوت اور سلطنت اور دولت کی حمایت کے ساتھ اقطارِ عالم میں پھیل جاوے گا۔ پھر جب ہم خروج دجال کی حدیثوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اُس وقت نازل ہوگا کہ دجال روئے زمین پر غالب ہو اور اگر ہم تسلیم کر لیویں کہ [روئے زمین پر] غلبہ نصاریٰ کے وقت مسیح کے آنے کی حدیث صحیح ہے اور ہم مان لیویں کہ صلیب کے توڑنے اور ان کے [مذہب کی] شوکت کے استیصال کے واسطے آوے گا تو اس سے ضرور لازم آتا ہے کہ ہم اُس حدیث کی تکذیب کریں جو بتاتی ہے کہ وہ دجال کے قتل کے لئے آوے گا جبکہ وہ سوائے مکّہ مدینہ کے سب روئے زمین پر غالب ہو جاوے گا کیونکہ دجال کا سب روئے زمین پر مسلّط ہونا اور اُسی زمانہ میں نصاریٰ کا بھی سب روئے زمین پر مسلّط ہونا یہ دونوں متخالف اور نقیض ہیں اور ظاہر ہے کہ دونوں نقیض نہ تو ایک وقت میں جمع ہو سکتی ہیں اور نہ دونوں رفع ہو سکتی ہیں۔ پس بالبداہت ثابت ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں سے ایک حق ہے اور ایک باطل ہے۔ پھر جب ہم موجودہ واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دائرہ کی مانند نصاریٰ کی حکومت اہلِ زمین پر محیط ہوگئی ہے

فيـا حسـرة عليهم ! إنهـم ظنوا ظن السـوء بـغير فكر وتحقيق وإمعان،

پس اُن پر افسوس ہے کہ انہوں نے بغیر سوچنے اور تحقیق کرنے اور باریک بینی کے بدظنّی کی

بـقية الحاشية ـ ونـرى أن السـلاطين كلهم يـرتعدون من هولهم، وقد ظهرت على قلوبهم خـوف وانحجام واعتقدوا بأنهم عليهم غالبون. ولـكنا لا نرى من الدجّال الموهوم المتصوَّر فى خيـالات الـقـوم أثرا ولا علامة، ونرىٰ أن فتن الـنـصـارىٰ قـد تـكاثرت وامتلأت الأرض من مـكـائدهم، فهذا دليل واضح علىٰ أنّ الـمعنى الـصحيح نزول المسيح عند غلبة النصارىٰ على أهل الأرض، ولا سبيل إلىٰ تطبيق هذه الأحاديث المتعارضة إلا أن نقول أن قسّيسى النصارى هم الـدجّـال الـمعهـود، ووجـب عـلينا أن نفسر الأحاديث بنحوٍ ظهرت معانيها فى الخارج، فإن الأحـاديث التى ذكرناها آنفًا كان بعضها قائدًا إلـى أن الـمسيـح يـنـزل عند شوكة النصارىٰ وشـوكة صليبهم وتسلُّطهم فى الأرض، وكان بعضها قائدًا إلى أنه لا ينـزل إلا فى وقت خروج الدجّال وتسلُّطه على وجه الأرض كلها، فرأينا آثـار الـقـائد الأول ووجدناها واقعة فى زماننا، ونرىٰ أن أخبـار شـوكة الـصليب قد تمت ووقع كلها كما أخبر عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رأيناها بأعيننا، وأما القائد الذى كان مـخالفًا لها ومعارضًا لمعانيها، أعني حديث خروج الـدجّـال فـمـا ظهـر أثـر مـنه، فالذى ظهر من المعنيين هو الحق، والذى ما ظهر من المعنيين هو الباطل الذى أخطأ فيه نظر المتفكرين. ﴿۲۲﴾

بقیہ حاشیہ ۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ سب بادشاہ ان کے خوف سے کانپتے ہیں اور خوف سے ان کے دلوں پر سکتہ کا سا عالم ہوگیا ہے اور ان کو یقین ہوگیا ہے کہ یہ لوگ ہم پر غالب ہیں لیکن قوم کے وہمی اور خیالی دجال سے ہم کوئی علامت اور نشان نہیں پاتے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نصاریٰ کے فتنے بہت ہوگئے ہیں اور زمین ان کے فریبوں سے پُر ہوگئی ہے تو یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ مسیح کا نزول نصاریٰ کے غلبہ کے وقت ہوگا اور ان متعارض حدیثوں کی تطبیق کا بجز اس کے اور کوئی سبیل ہی نہیں کہ نصاریٰ کے علماء ہی بے شک دجال معہود ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ ہم حدیثوں کی تفسیر ایسی کریں جیسے کہ وہ واقعہ میں ظاہر ہوئے ہیں کیونکہ جن احادیث کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے ان میں سے بعض تو اس طرف کھینچتی ہیں کہ نصاریٰ کے تسلّط اور ان کی صلیب کی شوکت کے وقت مسیح اترے گا اور بعض اس طرف کھینچتی ہیں کہ خروج دجال اور اس کے تمام زمین پر مسلّط ہونے کے وقت اترے گا۔ پس ہم نے پہلی قسم کی حدیثوں کے آثار تو دیکھ لئے اور ان کو اس زمانہ میں صادق پایا ہے اور ہم نے صلیبی شوکتوں کی خبروں کو واقع ہوتے دیکھ لیا جیسا کہ آنحضرتؐ نے خبر دی تھی یہاں تک کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور خروج دجال کی حدیثیں جو ان کے مخالف اور معارض ہیں ان کا کچھ اثر اب تک ظاہر نہیں ہوا پس دومعنوں میں سے جو ظاہر ہوگئی ہیں وہی حق ہیں اور جو ان میں سے ظاہر نہیں ہوئی وہ باطل ہیں کہ جن میں سمجھنے والوں کی نظر نے خطا کھائی ہے۔

وما كان لهم أن يتكلموا في المؤمن إلا بحُسن الظن، وما كان لهم أن يُسارعوا عليَّ مجترئين. وما حمَلهم على الإنكار إلا استعجالُهم وسوء ظنهم وبخلهم وعنادهم وقلّة تدبّرهم، فيا حسرةً على الحاسدين والمعاندين والظانين ظن السوء والسالقين!

اوران کے لئے جائز نہ تھا کہ ایک مومن میں بجز حسن ظن کے بات کرتے اور مجھ پر ظلم کرنے میں جلد بازی کرتے۔ پس یہی جلد بازی اور بدظنی اور بخل اور عناد اور قلّت تدبر ان کے انکار کے سبب ہیں۔ پس افسوس ہے ان حاسدوں اور معاندوں اور بدظنوں اور بدگوؤں پر۔

بقية الحاشية ـ ومن الاختلافات العظيمة في أحاديث هذا الباب أن بعض الأحاديث يدل على أن المسيح لا يأتي إلا تابعا ومطيعا للمهدي، فإن الأئمة من قريش والمسيح ليس من قريش، فلا يجوز أن يستخلفه الله لهذه الأمة، وبعضها يدل على أن المسيح يأتي حَكَمًا عَدْلًا وإمامًا وخليفةً من الله تعالى، وكل الأمر يكون في يديه، ولا يتبع أحدا إلا وحيَ الله الذي ينزل عليه إلى أربعين سنة، فينسِخ بوحيه بعضَ أحكام الفرقان ويزيدّ بعضًا ويختم الله به النبوة والوحي ويجعله خاتم النبيين. ومع هذا يقولون إن وحيه لا يُعارِض وحيَ القرآن، ويصلّي المسيحُ كما يصلّي المسلمون، ويصوم كما يصومون، ولكنهم عند هذا القول ينسون قولهم الأول الذي قد صُرِّحَ فيه أن المسيح ينسخ بعض أحكام الفرقان، فيضع الجزيةَ، وما وضَع القرآن الجزية قط حتى تم وكمل

بقیہ حاشیہ۔ اور [اس سلسلہ میں آنے والی] حدیثوں میں ایک بھاری اختلاف یہ بھی ہے کہ بعض تو بتاتی ہیں کہ مسیح مہدی کا تابع اور مطیع ہو کر آوے گا کیونکہ سب امام قریش ہونے چاہئیں اور مسیح قریشی نہیں ہے۔ پس یہ جائز نہیں کہ خدا اس کو خلیفہ اِس اُمّت کا بنائے اور بعض (احادیث) بتاتی ہیں کہ مسیح حکم عدل امام اور خلیفۃ اللہ ہو کر آوے گا اور سب معاملہ اس کے اختیار میں ہوگا اور بجز اس وحی کی جو چالیس برس تک اس پر نازل ہوتی رہے گی اور کسی کا اتباع نہ کرے گا اور اس وحی سے قرآن کے بعض احکام منسوخ کر دے گا اور کچھ زیادہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ نبوت اور وحی اس پر ختم کرے گا اور اس کو خاتم النّبیّین بناوے گا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی وحی قرآن کی وحی کے معارض نہ ہوگی اور وہ مسلمانوں کی طرح صلوٰۃ وصوم ادا کرے گا۔ لیکن وہ یہ کہتے ہوئے اپنی پہلی بات کو بھول جاتے ہیں جس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ وہ قرآن کے کچھ احکام منسوخ کر دے گا چنانچہ جزیہ موقوف کر دے گا جس کو قرآن نے موقوف نہیں کیا یہاں تک کہ وہ کامل ہو گیا

﴿۲۳﴾

وأما ما قلتُ في وفاة المسيح فما كان لي أن أقول من عند نفسي، بل اتبعتُ قول الله تعالى وآمنت بما قال الله تعالى عزّ وجلّ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[1]

اور جو کچھ میں نے وفات مسیح کی بابت کہا ہے وہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ میں نے اللہ کے قول کا اتباع کیا ہے اور اس کے اُس فرمودہ پر ایمان لایا ہوں کہ اے عیسیٰ میں تجھے ماروں گا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور منکروں کے بہتانوں سے تجھے پاک کروں گا اور تیرے تابعین کو مخالفین پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔

بقية الحاشية۔ونزل آية اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[2] وكذلك قالوا إن المسيح يقتل الخنزير، وما نرى في القرآن حُكمًا لقتل خنازيرِ أهل الأرض، بل منَع من تضييع أموال الذّميين ونهبِ أملاكهم بعد أن أعطوا الجزية صاغرين.

بقیہ حاشیہ۔اور یہ آیت بھی نازل ہوگئی کہ ’’آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا‘‘ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح خنزیر کو قتل کرے گا حالانکہ قرآن میں لوگوں کے خنزیروں کے قتل کرنے کا کہیں حکم نہیں بلکہ قرآن میں ذمّیوں کے اموال کو ضائع کرنے اور ان کی املاک چھیننے کی ممانعت آئی ہے جبکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کریں۔

والعجب أن هذه العلماء آمنوا بأن الله تعالى يُوحي إلى المسيح إلى أربعين سنة، وكانوا يعتقدون من قبل بأن وحي النبوة قد انقطع فيا حسرة عليهم! إنهم يعلمون مَضارَّ عقائدهم ثم لا يتركونها وأراهم كالنائمين. وأعجبني أنهم يجمعون في عقائدهم اختلافات عجيبة ولا ينظر أحد منهم إلى هذه التناقضات. يؤمنون بعقيدة ثم يرجعون ويؤمنون بعقيدة أخرىٰ تخالف الأولىٰ وتعارضها،

اور ان علماء پر سخت تعجب ہے کہ یہ ایمان لاتے ہیں کہ مسیح پر چالیس برس تک اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتا رہے گا حالانکہ پہلے اس بات کے معتقد تھے کہ وحی نبوت ختم ہو چکی ہے پس ان پر افسوس کہ اپنے عقائد کے ضرروں کو خوب جانتے ہیں اور پھر بھی ان کو ترک نہیں کرتے اور میں ان کو سویا ہوا خیال کرتا ہوں اور اس بات نے مجھے سخت تعجب میں ڈال رکھا ہے کہ انہوں نے اپنے عقائد میں عجیب اختلاف جمع کر رکھے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ان تناقضوں پر نظر نہیں کرتا کبھی ایک عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں پھر اس کے مخالف و معارض ایک اور عقیدہ تسلیم کر لیتے ہیں

[1] آل عمران:٥٦ [2] المائدة:٤

فانظرْ كيف شهد الله على وفاته في كتابه المبين! ومعلوم أن الرفع وتطهير ذيل المسيح من إلزامات اليهود وبهتاناتهم، وغلبةَ أهل الحق وضربِ الذلة على اليهود، وجعلهم مغلوبين مقهورين تحت النصارى والمسلمين

دیکھ خدا نے اپنی روشن کتاب میں اس کی وفات پر کیسی شہادت دی ہے اور ظاہر ہے کہ مسیح کا رفع اور اس کے دامن کا یہود کے ﴿١٦﴾
الزاموں اور بہتانوں سے پاک کرنا اور اہلِ حق کا غلبہ اور یہود پر ذلت کا چھا جانا اور نصاریٰ اور مسلمانوں کے نیچے مغلوب و مقہور ہونا

بقية الحاشية ۔مثلًا.. إنهم يؤمنون باليقين التام أن المسيح يأتي حَكَمًا عَدْلا، والناسُ يحكّمونه ويرفعون إليه مشاجراتهم، ويجعله اللّٰه خليفة في الأرض، ثم يقولون إن عيسى ينـزل تابعًا للمهدى، والحَكَمُ العَدْلُ هو المهدى لا عيسَى الذى ليس من قريشٍ. ويقولون إن هذا الأمر من الواقعات الحقّة .. أن عيسٰى ينـزل عند غلبة النصارى واستيلائهم علٰى وجه الأرض، ونسلهم من كلّ حدب، فيكسر صليبهم ويقتل خنازيرهم، ثم يرجعون ويقولون إن المسيح لا ينـزل إلا عند خروج الدجّال، ويقولون إن الدجّال ليس من الذين اتبعوا أناجيل النصارى وآمنوا بأنبيائهم وكتبهم وديانتهم، بل هو رجل لا يتبع عيسٰى ولا يؤمن بنبى من الأنبياء، بل يخرج بادّعاء الألوهية، ويملك الأرض كلها غير مكة وطيبة، ويقول إنى أنا الله رب العالمين. فانظرْ كيف يسلكون مسلك السكارى، ولا يثبتون على قول، وما لهم على عقيدة من قرار، ولا يتدبّرون كالعاقلين.

بقیہ حاشیہ ۔مثلاً وہ کامل یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح حکم اور عدل ہوکر آوے گا اور لوگ اس کو اپنا حکم بناویں گے اور اپنے مقدمات ان کے پاس لے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں خلیفہ بناوے گا پھر کہتے ہیں کہ عیسٰی مہدی کا تابع ہوگا اور حکم وعدل مہدی ہوگا نہ عیسٰی جو قریشی نہیں ہے۔اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ واقعی اور حق بات ہے کہ مسیح ﴿٢٤﴾ نصاریٰ کے غلبہ اور استیلاء اور ہر ایک بلندی سے ان کے اترنے کے وقت نازل ہوگا اور ان کی صلیب کو توڑے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کرے گا اور پھر خود ہی کہتے ہیں کہ مسیح خروج دجال کے وقت آوے گا اور کہتے ہیں کہ نہ تو دجال نصاریٰ کی انجیلوں پر ایمان رکھے گا اور نہ ان کے انبیاء اور ان کی کتابوں اور [ان کے] مذہب پر ایمان رکھے گا بلکہ وہ نہ عیسٰی کا اتباع کرے گا اور نہ کسی اور نبی کا متبع ہوگا اور خدائی کے دعویٰ کے ساتھ نکلے گا اور سوائے مکہ مدینہ کے تمام روئے زمین کا مالک بن جائے گا اور وہ کہے گا کہ میں ہی خدا اور رب العالمین ہوں۔پس دیکھ کہ کیونکر نشیئوں کی طرح چلتے ہیں اور نہ کسی بات پر اور نہ کسی عقیدہ پر ثابت رہتے ہیں اور عقلمندوں کی طرح تدبر نہیں کرتے

لقد وقعتْ هذه الأنباء والمواعيد كلها وتـمـت وظهرت، وما وقعت إلا على صـورتها وترتيبها، وقد انقضت مدة طويلة عـلى ظهورها ووقوعها، فكيف يعتقد عاقل بالغ ذو عقل سليم وفهم مستقيم بـأن خبـر التوفّي الذي قُدِّمَ على هذه الأخبار في ترتيب الآية الموصوفة هو غير واقع إلى وقتنا هذا، وما مات عيسى ابـن مـريـم إلى هذا الزمان الذي فسد بضلالات أُمّته، بل يموت بعد نزوله في وقت غير معلوم ولا يخفى سخافة هذا الرأى على المتفكرين.

یہ سب وعدے اپنی ترتیب اور صورت پر پورے اور ظاہر ہو چکے ہیں۔اور ان کے ظہور پر لمبا زمانہ گزر چکا ہے۔پس کوئی عاقل بالغ جو عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھتا ہو کب باور کرسکتا ہے کہ توفّی کا وعدہ جو آیت موصوفہ کی ترتیب میں سب وعدوں سے اول ہے وہ اب تک واقع نہ ہو اور عیسیٰ بن مریم اس زمانہ تک بھی نہ مرے جو اس کی امت کی ضلالتوں سے فاسد ہو چکا ہے بلکہ کسی غیر معلوم وقت میں نازل ہونے کے بعد مرے گا اور سوچنے والوں پر اس رائے کا ضعف اور فساد پوشیدہ نہیں۔

بـقية الحاشية ۔وإني أرى أن الـلّـه سلَب عـنهـم قوة الفيصلة، ونزَع منهم طاقة الآراء الـصـحيـحة، وتـركهـم في ظـلـمـات الغيّ هائمين. والسر في ذلك أنه ما رآهم حرِيًّا بـالأسـرار الإلٰهية، ورأى رؤوسهم خالية من الـقـوى الـمدرِكة الفاطنة، فنـزَع منهم حُلل الإنسانية، وردَّهم إلى صور البهائم والسباع والأفاعي، وألحقَهم بالسافلين.

والـذيـن أُوتـوا أُكُلَ المعارف غضًّا طريًّا، ورُزقوا من العلوم الصادقة حظًّا وافرًا، فما جهلوا الطريق، وما نسوا المشرب، وأصابوا في فهم آيـات الله، وما ضاع من أيديهم علم الروحانيين.

بقیہ حاشیہ۔اور میں یقین کرتا ہوں کہ ان کی قوت فیصلہ اور صحیح رائے کی طاقت خدا نے چھین لی ہے اور کج روی کی ظلمت میں حیران چھوڑ دیا ہے اور اس کا یہ بھید ہے کہ خدا نے دیکھا کہ یہ الٰہی اسرار کے لائق نہیں رہے اور ان کے سر ادراک اور سمجھ کی قوت سے خالی ہو گئے ہیں تو ان سے انسانیت کا لباس اتار لیا اور چار پایوں اور درندوں اور سانپوں کی شکل میں بدل دیا اور سفلی مخلوقات سے ملا دیا۔

اور جو لوگ معارف کی تازہ غذا دیئے جاتے ہیں اور سچے علوم سے وافر حصہ دیئے گئے ہیں تو وہ سیدھے راہ اور پاک مشرب کو نہیں بھولے اور وہ آیات کے فہم میں مصیب رہے اور روحانیوں کے علم اُن کے ہاتھوں سے ضائع نہیں ہوئے

والقائلون بحياة المسيح لما رأوا أن الآية الموصوفة تُبيّن وفاته بتصريح لا يُمكن إخفاءه، جعلوا يؤوّلونها بتأويلات ركيكة واهية، وقالوا إن لفظ التوفّي في آية يَا عِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ كان مؤخَّرًا في الحقيقة من كل هذه الواقعات، يعني مِن رفع عيسٰى وتطهيره من البهتانات ببعث النبي المصدّق وغلبةِ المسلمين على اليهود وجعلِ اليهود من السافلين،

اور مسیح کی حیات کے قائلوں نے جب دیکھا کہ آیت موصوفہ اس کی وفات کو بتصریح بیان کرتی ہے کہ جس کا اخفا ممکن نہیں تو ضعیف اور رکیک تاویلیں کرنے لگے اور کہتے ہیں کہ آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں لفظ توفّی فی الحقیقت ان سب واقعات سے مؤخر تھا یعنی عیسٰی کے رفع اور آنحضرت کی بعثت کے ساتھ بہتانوں سے ان کی تطہیر کرنے اور یہود پر مسلمانوں کے غالب ہونے اور ان کے مغلوب ہونے سے مؤخر ہے

بقية الحاشية ۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، يضل من يشاء ويهدى من يشاء إلى بحر لا ساحل له، والله يعلم حيث يجعل فضله، ولا يخفى عليه قلبٌ ولا شاكلة، وقد خلَق الناس وهو يعلم حقيقة العالمين.

ولنرجعْ إلى ذكر الأحاديث فنقول إنّ الذين حملوا أنباءها المستقبلة على معانيها الظاهرة مع تعارُضها بالقرآن، فقد أخطأوا خطأً كبيرًا، وكان سببُه استغراقَهم في الآثار والذهولَ عن كلام الله تعالىٰ، فصارت أنظارهم مغمورة في الأخبار، وأفكارهم مبذولة في تنقيدها وتمييزها، وأنفدوا أعمارهم فيها، وأضلّوا أنفسهم في سككها، وما التفتوا إلى صحف الله واستنباط مسائلها فبقِي الفرقانُ كالمستتر من أعينهم، وبقيتْ أسراره كالدُّرر المكنونة أو الخزائن المدفونة،

بقیہ حاشیہ ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہے ناپیدا کنار سمندر کی طرف سیدھی راہ بتاتا ہے اور اللہ اپنے فضل کے محل کو بخوبی جانتا ہے اور اس پر کوئی دل اور طبیعت پوشیدہ نہیں اور اسی نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور تمام عالم کی حقیقت بخوبی جانتا ہے۔

﴿۲۵﴾ اور ہم پھر حدیثوں کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ جنہوں نے باوجود قرآن کے معارض ہونے پر بھی پیشگوئیوں کے ظاہری معنے لئے ہیں انہوں نے بھاری خطا کی ہے اور اس کا یہی سبب تھا کہ وہ حدیثوں میں مستغرق ہو گئے اور کلام الٰہی کو بھول گئے پس ان کی نظریں حدیثوں میں دب گئیں اور انہیں کے کھرا کرنے اور امتیاز کرنے میں اپنے ذہن خرچ کر دیئے اور اپنی عمریں انہیں میں ختم کر دیں اور اپنی جانوں کو انہیں کے کوچوں میں گم کر دیا اور خدائی صحیفوں کی طرف التفات بھی نہ کیا اور نہ ان سے استنباط مسائل کیا۔ پس قرآن ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا اور اس کے اسرار دُرّ مکنون اور خزانہ مدفون کی طرح ان سے چھپے رہے

ولكن الله قدّم لفظ "المتوفى" على لفظ "رافعك" وعلى لفظ "مطهّرك" وغيرها مع حذف بعض الفقرات الضرورية رعايةً لصفاء نظم الكلام كالمضطرين. وكان اللفظ المذكور يعني إنّي مُتَوَفِّيكَ في آخر ألفاظ الآية، فوضعه الله في أوّلها اضطرارًا لرعاية النظم المحكم، وكان الله في هذا التأخير والتقديم من المعذورين، فلأجل هذا الاضطرار وضع الألفاظ في غير مواضعها وجعل القرآن عضين. والآية بزعمهم كانت في الأصل على هذه الصورة: يا عيسى إنّي رافعك إليَّ، ﴿۱۷﴾

لیکن خدا نے نظمِ کلام کے واسطے مضطر ہو کر اس کو مقدم کر دیا ہے اور باوجود اس کے کچھ ضروری فقرے حذف کر دیئے ہیں اور چونکہ رعایتِ نظم کے لئے مضطر ہو کر خدا نے لفظ توفّی کو مقدم کیا ہے جو دراصل مؤخر تھا لہٰذا اس تقدیم و تاخیر میں خدا معذور ہے۔ کیونکہ اضطرار کی وجہ سے الفاظ غیر محل میں رکھے ہیں اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور یہ آیت کریمہ اُن کے خیال میں درحقیقت یوں تھی اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا

بقية الحاشية ـ ما عرفوها وما رعوها حق رعايتها، وأكبّوا على كتب أخرى كالمعرضين. ولو أنهم توجّهوا إلى القرآن لكشف الله عليهم سِرَّ كل حقيقة ونجّاهم من براري الشبهات، ولكنهم ما شاؤوا أن يُنوَّروا واختاروا العمى وعادَوا قومًا مُنوَّرين. فمِن أعظم خطيّاتهم أنهم لم يفهموا حقيقة المسيح الموعود الذي أُخبِروا عنه، وقالوا إن عيسى بن مريم عليه السلام ينزل من السماء، وقد كانوا يقرأون في القرآن أنه تُوُفّيَ ولحِق بإخوانه الذين خلوا من قبله، فنسوا ما كانوا يعلمون واتبعوا ما قيل بعد المِئتين،

بقیہ حاشیہ۔ اور نہ ان کو جانا اور نہ ان کی پوری رعایت کی اور اَور کتابوں پر اعراض کرنے والوں کی طرح جھکے رہے اور اگر اس کی طرف متوجہ ہوتے تو اللہ کریم ان پر ہر ایک حقیقت کا سِرّ کھول دیتا اور شبہات کے جنگل بیابان سے ان کو نجات دیتا لیکن انہوں نے نورانی بننا نہ چاہا اور اندھے پن کو پسند کر لیا اور نورانی لوگوں کے دشمن بن گئے پس ان کی بڑی خطاؤں سے یہ ہے کہ انہوں نے مسیح موعود کی حقیقت نہ سمجھی کہ جس کی ان کو خبر دی گئی تھی اور کہنے لگے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے حالانکہ وہ قرآن میں پڑھتے تھے کہ وہ مر کر اپنے اُن بھائیوں سے جا ملا ہے کہ جو اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ پس وہ جو کچھ جانتے تھے اسے بھول بیٹھے اور جو دو صدیوں کے بعد باتیں کہی گئیں تھیں ان کے متبع بنے

ومطهّرك من الذين كفروا،

اور تجھ کو منکروں کے بہتانوں سے پاک کروں گا

بقية الحاشية ۔ونبذوا آياتِ اللّٰه وراء ظهورهم كأنهم ما وجدوا في القرآن أثرا من أخبار وفاة المسيح وكأنهم كانوا من الغافلين. وإذا قيل لهم أن اللّٰه قد أخبر عن وفاة المسيح في آياته المحكمات وقال: يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ[1] وقال حكاية عنه فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[2] وقال وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[3]۔ قالوا نؤمن بقصص القرآن والأحاديث قاضيةٌ عليه وعلى قصصه. فانظر كيف يتركون القرآن مع كونهم من المسلمين.

والعجب منهم أنهم يظنون أن الأحاديث تشهد على نزول المسيح من السماء مع أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخبر غير مرة عن وفاة المسيح، فقال في حديث كما جاء في الطبراني والمستدرك عن عائشة قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في مرضه الذي تُوُفّيَ فيه لفاطمة إن جبرائيل كان يُعارضني القرآن كل عام مرة، وإنه عارَضني بالقرآن العامَ مرتين، وأخبرَني أنه لم يكن نبي إلّا عاش نصفَ الذي قبله، وأخبرني أن عيسى ابن مريم عاش عشرين ومائة سنة، فلا أراني إلّا ذاهبا على رأس الستين.

﴿۲۶﴾

بقیہ حاشیہ ۔اور اللہ کی آیتوں کو ایسا پس پُشت ڈال دیا گویا قرآن میں مسیح کی وفات کا کچھ پتہ ونشان نہیں پایا گویا کہ وہ اُس سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ خداتعالیٰ نے اپنی آیات محکمات میں مسیح کی وفات کی خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ”اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں“ اور پھر عیسیٰ سے بطور حکایت بیان کیا ہے کہ ”اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی اُن کا نگہبان تھا“ اور فرمایا ”محمد تو ایک رسول ہے اور اس سے پہلے سب رسول گزر گئے ہیں۔“ تو کہتے ہیں کہ ہم قرآن کے قصوں پر ایمان تو لاتے ہیں لیکن قرآن پر اور اس کے قصوں پر حدیث قاضی اور حاکم ہے۔ دیکھو تو سہی مسلمان کہلا کر قرآن کو کیسا ترک کرتے ہیں۔

ان پر تعجب ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ حدیثیں شہادت دیتی ہیں کہ مسیح آسمان سے اترے گا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا مسیح کی وفات کی خبر دی ہے۔ چنانچہ طبرانی اور مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے اپنے مرض موت میں فاطمہ کو فرمایا کہ جبرئیل ہر سال میں ایک دفعہ میرے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتا تھا اور اس سال میں دو دفعہ کیا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر ایک نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور اُس نے مجھے بتایا ہے کہ عیسیٰ ایک سو بیس سال زندہ رہا ہے پس میں خیال کرتا ہوں کہ ساٹھ سال کے سر پر میں اس جہان سے رحلت کر جاؤں گا۔

[1] ال عمران: ۵۶ [2] المائدة: ۱۱۸ [3] ال عمران: ۱۴۵

وجاعلُ الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، ثم مُنزلك من السماء ثم متوفّيك. فانظرْ كيف يبدّلون كلام الله ويحرّفون الكلم عن مواضعها، وليس عندهم من برهانٍ علٰى هٰذا إن يتّبعون إلا أهواء هم،

اور تیرے متبعین کو مخالفوں پر قیامت تک غلبہ دوں گا پھر آسمان سے تجھے اتاروں گا پھر اس کے بعد تجھے وفات دوں گا۔ پس دیکھو کہ کس طرح کلامِ الٰہی کو بدلتے ہیں اور اس کے کلمات کو اپنی اپنی جگہ سے ہٹاتے ہیں اور اِس پر اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں

بقية الحاشية۔ واعلموا أيها الإخوان أن هذا الحديث صحيح ورجاله ثقات وله طرق، وهو يدل بدلالة صريحة على موت المسيح. ولا يُقال إن الرفع هو الموت، فإنّ الموت عبارة عن خروج الروح عن الجسم العنصري، فإن كان المسيح رُفع بجسمه العنصري فهو حيٌّ إلى الآن، فلو فُرض حياة المسيح إلى هذه الأيام للزم أن يكون نبيّنا حيًّا إلى نصف هذه المدّة، وهذا باطل فاسألِ العادّين. وكذلك أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن موت عيسٰى عليه السلام في حديث آخر وقال إذا سألني ربي عن فساد أُمّتي فأقول في جوابه فلما توَفّيتني كنتَ أنت الرقيبَ عليهم، كما قال العبدُ الصالح مِن قبلي يعني عيسٰى عليه السلام. فانظرْ كيف أشار إلى وفاة المسيح بحيث استعمل لنفسه جملة فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كما استعمله المسيح لنفسه. وأنت تعلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد تُوفّي وقبرُه المبارك موجود في المدينة. فانكشف معنى التوفّي بجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم واقعةَ المسيح وواقعةَ نفسه واقعةً واحدة،

بقیہ حاشیہ۔ بھائیو یقین کر لو کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور اس کی بہت سی سندیں ہیں اور یہ صریح طور پر مسیح کی وفات کی شہادت دیتی ہے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ رفع بھی تو موت ہے کیونکہ موت تو یہ ہے کہ جسم عنصری سے روح نکل جاوے۔ پس اگر مسیح جسم عنصری کے ساتھ اٹھایا گیا ہے تو پھر وہ اب تک زندہ ہے اور اگر مسیح کو اس قدر لمبے زمانہ تک زندہ مانا جاوے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرتؐ اس زمانہ طویل کے نصف تک زندہ ہوں اور یہ بالکل باطل ہے پس حساب دانوں سے پوچھ لے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے مسیح کی وفات کی خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ جب میرا خدا میری امت کے فساد کی بابت مجھ سے دریافت فرمائے گا تو میں عرض کروں گا کہ جب تو نے مجھے مار دیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان ﴿۲۷﴾ تھا جیسا کہ عبد صالح یعنی عیسٰیؑ نے مجھ سے پہلے عرض کی تھی۔ دیکھو آنحضرتؐ نے مسیح کی وفات کی طرف کیا ہی عجیب اشارہ کیا ہے کہ اپنی ذات مبارکہ کے واسطے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا جملہ ایسا ہی استعمال فرمایا ہے جیسا کہ مسیح نے اپنے لئے استعمال کیا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ آنحضرتؐ تو وفات پا گئے ہیں اور آپ کی قبر مبارک مدینہ طیبہ میں موجود ہے پس جبکہ آنحضرتؐ نے مسیح کے واقعہ کو اپنے واقعہ سے مشابہ اور متحد کر دیا ہے

وما كان لهم أن يتكلموا في القرآن إلا خائفين. وأنت تعلم أن الله مُنزَّه عن هذه الاضطرارات، وكلامه كله مُرتَّب كالجواهرات، والتكلُّم في شأنه بمثل ذلك جهالةٌ عظيمة، وسفاهة شنيعة، وما يقع في هذه الوساوس إلا الذي نسي قدرة اللّٰه تعالٰى وقُوّته وحوله، واحتقره وما قدَره حقّ قدره، وما عرَف شأن كلامه، بل اجترأ وألحقَ كلام الله بكلام الشاعرين.

حالانکہ ان کے لئے مناسب نہ تھا کہ قرآن میں کلام کرتے لیکن ڈرتے ڈرتے۔ اور تم جانتے ہو کہ اللہ ایسے اضطراروں سے پاک ہے اور اس کے سب کلام جواہرات کی طرح مرتب ہیں۔ اور اُس کی شان میں ایسی بات کہنی بڑی جہالت اور بیوقوفی ہے اور ایسے وسوسوں میں بجز ایسے شخص کے کوئی بھی نہیں پڑتا کہ جو اُس کی قدرت اور طاقت اور حفظ کو بھلا دے اور حقیر خیال کرے اور اس کی پوری قدر نہ کرے اور اس کی کلام کی شان سے جاہل ہو اور اس کو شاعروں کے کلام سے ملا دے۔

بقية الحاشية۔ وظهر أن معنى التوفي في آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي الإماتةُ لا غيرها من المعاني المنحوتة التي لا أصل لها في لغة العرب، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مات، ولو كان معناه الرفع إلى السماء حيًّا مع الجسم العنصري كما هو زعم القوم لرُفِعَ إذًا نبيُّنا ﷺ إلى السماء حيًّا مع الجسم العنصري، فإنه جعَل نفسه شريكَ عيسٰى عليه السلام في لفظ التوفي الذي يوجد في آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كما جاء في حديث البخاري. ولو جعلنا من عند أنفسنا للمسيح معنًى خاصًا في هذه الآية وقلنا إن التوفي في حق رسولنا ﷺ هو الوفاة، ولكن في حق عيسٰى عليه السلام أُرِيدَ منه الرفع مع الجسم العنصري لا شريك له في هذا المعنى، فهذا ظلمٌ وزورٌ وخيانة شنيعة، وترجيح بلا مرجّح، واستخفاف في شأن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وادّعاء بلا دليل واضح وحجة ساطعة وبرهان مبين.

بقیہ حاشیہ۔ تو اس سے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں توفی کے معنے بخوبی کھل گئے کہ بجز موت کے اور معنے نہیں اور جو معنی من گھڑت بنائے جاتے ہیں لغت عرب میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے [پس رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں] اور اگر جسم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اس کے معنے ہوتے [تو جیسا قوم نے سمجھا ہے] تو اس سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی مع جسم عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے جاتے کیونکہ آپؐ نے اپنی ذات مبارک کو عیسٰی کے ساتھ لفظ توفی میں شریک کیا ہے جو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اگر ہم اپنی طرف سے مسیح کے لئے آیت میں کوئی خاص معنے لے لیویں اور کہیں کہ آنحضرتؐ کے حق میں توفی کے معنے وفات ہیں اور عیسٰی کے حق میں اس کے معنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں اور یہ معنی عیسٰی سے مختص ہیں اور دوسرا کوئی ان میں شریک نہیں ہے تو یہ سخت ظلم اور جھوٹ اور [انتہائی بدنما] خیانت اور ترجیح بلا مرجح ہے اور آنحضرت ﷺ کی شان عالی کا استخفاف ہے اور یہ ایک دعویٰ ہے جس پر نہ کوئی روشن دلیل ہے اور نہ کوئی چمکتی ہوئی حجت ہے۔ اور نہ کوئی بین شہادت ہے۔

و کیف یجوز لأحدٍ من المسلمین أن یتکلم بمثلِ هذا، ویبدّل کلام اللّٰه مِن تلقاء نفسه، ویُحرّفه عن موضعه من غیر سند من اللّٰه ورسوله؟ ألیست لعنة اللّٰه علی المحرّفین؟ ولو کانوا علی الحق فلِمَ لا یأتون ببرهان علی هذا التحریف من آیة أو حدیث أو قول صحابی أو رأی إمام مجتهد إن کانوا من الصادقین وکیف نقبل تحریفاتهم التی لا دلیل علیها من الکتاب والسُّنّة ولا نجدها إلا کتحریف الیهود من تلبیس الشیاطین. وأما السلف الصالح فما تکلموا فی هذه المسألة تفصیلا

﴿۱۸﴾ اور کسی مسلمان کے لئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی بات منہ پر لاوے اور اللہ کے کلام کو اپنی طرف سے بدلے اور خدا اور رسول سے اُس کے پاس کوئی سند نہ ہو اور کلمات الٰہیہ کو ان کے محل سے اِدھر اُدھر کرے؟ کیا تحریف کرنے والوں پر خدا کی لعنت نہیں ہے اور اگر وہ حق پر ہیں تو کیوں اس تحریف پر کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابی یا قول امام دلیل کے طور پر پیش نہیں کرتے۔ اگر سچے ہوتے تو ضرور پیش کرتے۔ اور ہم کیونکر ایسی تحریفوں کو قبول کر لیں جن پر قرآن اور حدیث سے کوئی دلیل نہیں اور ہم ان کو بعینہا ان تحریفوں کی مانند پاتے ہیں جو شیطان کے دھوکے سے یہود نے کی تھیں۔ اور سلف صالحین نے اس مسئلہ میں مفصل کچھ نہیں کہا

بقیة الحاشیة ـ ویقولون إن یأجوج ومأجوج یخرجون فی زمن المسیح، وینسِلون مِن کل حَدَبٍ، ویملکون الأرض کلها کما ورد فی القرآن العظیم، فهذا حق لا نُجادِلهم فیه. ویقولون إن المسیح لا یُحاربهم بل یدعو علیهم، فیموتون کلهم بدعائه بدُودٍ تتولّد فی رقابهم، وهذا أیضًا حقّ ولیس عندنا إلا التسلیم. ولکنهم أخطأوا فیما قالوا إن یأجوج ومأجوج یموتون فی زمن عیسٰی کلهم،

بقیہ حاشیہ۔ اور جو کہتے ہیں کہ مسیح کے زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے اور ہر ایک بلندی سے اتریں گے اور تمام زمین کے مالک ہو جاویں گے جیسا کہ قرآنِ عظیم ﴿۲۸﴾ میں آیا ہے۔ پس یہ حق ہے ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ مسیح ان سے لڑے گا نہیں بلکہ ان پر بددعا کرے گا اور اس سے ان کے گلے میں کیڑا پیدا ہو گا جس سے وہ سب مرجائیں گے یہ بھی حق ہے ہم اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن انہوں نے اس میں غلطی کی ہے کہ یاجوج ماجوج سب کے سب [عیسٰی کے زمانہ میں] مرجاویں گے

بل آمنوا مجملا بأن المسيح عيسى بـن مريم قد تُوفّي كما ورد في القرآن، وآمـنـوا بمجدّد يأتي من هذه الأمة في آخـر الـزمـان عند غلبة النصارى على وجـه الأرض اسـمـه عيسـى بن مريم،

بلکہ اجمالی رنگ میں ایمان لاتے تھے کہ مسیح مر گیا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے اور اس پر کہ آخری زمانہ میں جبکہ نصاریٰ روئے زمین پر غالب ہو جاویں گے تو اِسی اُمّت میں سے ایک مجدّد آئے گا جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہو گا

بـقية الحاشية ـ فإن يـأجـوج ومأجوج هم النصارىٰ من الروس والأقوام☆ البرطانية وقد أخبر الله تعالى عن وجود النصارىٰ واليهود إلى يـوم القيامةوقال: فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[1] فكيف يموتون كـلـهـم قبل يوم القيامة؟ فلو أردنا من الإماتة الإمـاتـةَ الـجـسـمانية لخالفَ الحديث القرآنَ وعـارَضَـه، فـإن الـقـرآن يـخبـرنـا عـن بـقـائهـم وبـقـاء نسلهم إلـى يوم القيامة،

بقیہ حاشیہ ۔ کیونکہ یاجوج ماجوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ قوموں سے ہیں اور خدا نے خبر دے دی ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے چنانچہ فرمایا ہے کہ ''ہم نے قیامت تک ان میں مخالفت ڈال دی ہے۔'' پس قیامت سے پہلے وہ سب کے سب کس طرح مر سکتے ہیں۔ پس اگر موت سے جسمانی موت مراد ہو تو حدیث قرآن کے معارض ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن تو بتاتا ہے کہ وہ [اور ان دونوں کی نسلیں] قیامت تک باقی رہیں گے

☆**حاشية:**ـ لا يُقال إن هذا التفسير خلاف الإجـمـاع وأن القوم قد اتفقوا على أنهم قوم لا يُشـابـهـون خَـلْـقَ الإنسـان، ولهم آذان طويلة، لأنهم قـد اتفقوا على أن يأجوج ومأجوج قوم محصورون في الإقليم الرابع، وهم أزيَدُ نسلا وعـددًا مـن كل قوم، وهذا باطل بالبداهة، لأنّا لا نـرىٰ فـي الإقـلـيـم الـرابـع أثرًا منهم ولا من بـلادهـم ومُـدنهم وعساكرهم مع أن عمارات الأرض قـد ظـهـرت كـلـهـا. فالروايات في هذا البـاب بـاطلة كلها، فقِسْ عليها رواياتٍ مثلها، وكُنْ من المحققين. منه

☆ **حاشیہ:**۔ یہ نہ کہا جاوے کہ یہ تفسیر اجماع کے خلاف ہے قوم نے اس پر اتفاق کیا ہوا ہے کہ یاجوج ماجوج انسانوں کے مشابہ نہیں ہیں اور اُن کے لمبے لمبے کان ہیں اس لئے کہ قوم نے اس پر اتفاق کیا ہوا ہے کہ وہ چوتھی اقلیم میں محصور ہیں اور ہر ایک قوم سے وہ تعداد اور نسل میں زیادہ ہیں اور یہ بالبداہت باطل ہے کیونکہ ہم چوتھی اقلیم میں ان کا اور ان کے شہروں اور لشکروں کا کچھ نام و نشان نہیں پاتے حالانکہ زمین کی کُل آبادیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ پس اس باب میں سب روایتیں باطل ہیں۔ پس اُن پر اُن کی مثل اور روایتوں کو بھی قیاس کر لے اور محقق بن جا۔ منه

[1] المآئدة: ۱۵

وفوّضوا تفصيل هذه الحقيقة إلى الله تعالىٰ، وما دخلوا في تفاصيله قبل الوقوع، وكذلك كانت سيرتهم في الأنباء المستقبلة كما هي سُنّة الصالحين. فخلَف مِن بعدهم خَلْفٌ أضاعوا سُنّتهم وتركوا سيرتهم،

اور اس کی تفصیل کو انہوں نے خدا تعالیٰ کے سپرد کیا اور واقع ہونے سے پہلے اس کی تفصیل کے پیچھے نہیں پڑے جیسا کہ آئندہ زمانہ کی پیشگوئیوں میں اُن کی عادت تھی اور سب صالحین کی یہی عادت ہے۔ پھر ان کے بعد ایسی ذرّیّت آئی جنہوں نے ان کی عادت اور سیرت کو ضائع کر دیا

بقية الحاشية ـبل يشير إلى أن السماوات يتفطرن عليهم وتقوم القيامة على أشرارهم الباقين. ومن هٰهنا ظهر أن الجملة "يضع الجزيةَ" التي جاء في بعض نسَخ البخاري ليست بصحيحة، والصحيح أن المسيح يضع الحربَ ولا يحارب النصارىٰ كما جاء في نسخ أخرىٰ. ووجهُ عدمِ صحتها ظاهرٌ، وهو انّا لو فرضنا أن المسيح يحارب النصارىٰ على شرط قبول الإسلام ولا يقبل الجزية أصلًا بل يدعو إلى الإسلام، وإن قبلوا وإلا فيقتلهم، فلزم على تقدير صحة هذا المعنى استيصالُ النصارىٰ بالكلية من وجه الأرض.. إما مِن سبب إسلامهم وإما من سبب قتلهم، وهذا المعنى يُعارض القرآن الكريم، فإنه أخبر عن بقاء وجودهم إلى يوم القيامة، فثبت من هذا التحقيق أن جملة "يضع الجزية" التي توجد في بعض نسَخ البخاري ليست بصحيحة، وقد فسدت وحُرّفت مِن نَسْخِ الناسخين.

بقیہ حاشیہ۔ بلکہ قرآن تو اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ آسمان انہیں پر ٹوٹیں گے اور قیامت انہیں شریروں پر قائم ہوگی اور یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ بخاری کے بعض نُسخوں میں جو یہ جملہ پایا جاتا ہے کہ وہ جزیہ ترک کر دے گا یہ صحیح نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جو اور نسخوں میں آیا ہے کہ مسیح حرب ترک کر دے گا [اور نصاریٰ سے جنگ نہیں کرے گا] اور اس کے عدم صحت کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ مسیح نصاریٰ سے قبول اسلام کی شرط پر لڑے گا اور ہرگز جزیہ قبول نہ کرے گا بلکہ ان کو اسلام کی طرف بلائے گا پس اگر وہ قبول کر لیں گے تو بہتر ورنہ ان کو قتل کر دے گا تو اس سے لازم آئے گا کہ روئے زمین سے نصاریٰ کا بالکل استیصال ہو جاوے کچھ تو مسلمان ہونے سے اور کچھ قتل سے اور یہ قرآن کے معارض ہے کیونکہ اس نے بتا دیا ہے کہ قیامت تک وہ موجود رہیں گے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ بخاری کے بعض نسخوں میں جو آیا ہے کہ وہ جزیہ ترک کر دے گا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کاتبوں کی غلطی سے خراب اور مبدل ہوا ہے۔ ﴿۲۹﴾

وأوّلوا قول اللّٰه ورسوله إلى ما اشتهت أنفسهم، ثم أصرّوا عليه كأنهم عرفوا أسرار اللّٰه يقينا وكأنهم كانوا من المستيقنين.

اورقال اللہ اورقال الرسول کی اپنی خواہشوں کے مطابق تاویلیں کر دیں اور پھر ایسا اصرار کیا گویا کہ خدائی اسرار کو انہوں نے یقیناً جان لیا اور ان کو پورا یقین حاصل ہے۔

بقية الحاشية ۔ومع ذٰلك ظهر من هذا التحقيق بطلان أحاديث يوجد فيها ذكرٌ كمثله من المحاربات والغزوات، فإن القرآن محفوظ بحفاظة الله وعصمته، فالحديث الذي يُعارض قصصَه لا يُقبَل أبدًا ولو كان ألفٌ كمثل تلك الأحاديث في البخاري أو غيره من كتب المحدّثين. وأمّا قولنا إن يأجوج ومأجوج من النصاریٰ لا قوم آخرون فثابتٌ بالنصوص القرآنية، لأن القرآن الكريم قد ذكر غلبتهم على وجه الأرض وقال مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ[1] يعني يملكون كلَّ رفعةٍ في الأرض، ويجعلون أعزّةَ أهلها أذلّةً، ويبتلعون كلَّ حكومة ورياسة وسلطنة ودولة ابتلاعَ الحوت العظيم الصغارَ. وإنّا نرى بأعيننا أنهم كذلك يفعلون، واضمحلّت رياسات المسلمين، وتطرّق الضعف في دولتهم وقوتهم وشوكتهم، ويرون سلاطينَ النصارى كالسباع حولهم، ولا يبيتون إلا خائفين. وقد ثبت من النصوص القويّة القطعية القرآنية أن كأس السلطنة والغلبة على وجه الأرض تدور بين النصارىٰ والمسلمين،

بقیہ حاشیہ۔اس تحقیق سے ان حدیثوں کا بُطلان بھی ثابت ہوگیا کہ جن میں ایسی جنگوں کا ذکر ہے اور چونکہ قرآن اللہ کی حفاظت اور عصمت سے محفوظ ہے لہٰذا جو حدیث اس کے قصوں کے معارض ہو وہ ہرگز قبولیت کے لائق نہیں اگرچہ بخاری وغیرہ کتابوں میں ایسی ہزاروں حدیثیں کیوں نہ ہوں۔اور ہمارا یہ قول کہ یاجوج ماجوج نصاریٰ سے ہیں اور کوئی اور قوم نہیں تو یہ بھی نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔اس لئے کہ قرآن کریم نے بتا دیا ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر غالب ہوں گی'' اور ہر ایک بلندی سے اُتریں گی۔''یعنی زمین میں ہر ایک رفعت کو حاصل کریں گے اور معززوں کو ذلیل کر دیں گے اور سب حکومتوں اور ریاستوں اور سلطنتوں اور دولتوں کو اس بڑی مچھلی کی مانند نگل جاویں گے جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہے اور ہمارا چشم دید ہے کہ وہ ایسا ہی کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی ریاستیں پژمردہ ہوگئی ہیں اور ان کی دولت وشوکت میں ضعف آ گیا ہے اور عیسائی سلاطین کو اپنے اردگرد درندوں کی مانند دیکھتے ہیں اور ڈرتے ڈرتے رات کاٹتے ہیں اور قرآن کے قوی اور قطعی نصوص سے ثابت ہوگیا ہے کہ سلطنت اور غلبہ کا پیالہ قیامت تک نصاریٰ اور مسلمانوں ہی کے درمیان چلتا رہے گا

[1] الانبیاء: ٩٧

ألم يعلموا أن الله صرّح في القرآن العظيم بأن المتنصرين ما أشركوا وما ضلّوا إلا بعد وفاة المسيح كما يُفهَم من آية ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾[1]؟ فلو لم يُتوَفَّ المسيحُ إلى هذا الزمان للزم من هذا أن يكون المتنصّرون على الحق إلى هذا الوقت ويكونوا مؤمنين موحِّدين. ﴿۱۹﴾

کیا وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں تصریح کر دی ہے کہ نصاریٰ مسیح کی وفات کے بعد ہی مشرک بنے ہیں جیسا کہ اس آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي...﴾ سے سمجھا جاتا ہے۔ پس جبکہ تو نے مجھے مار دیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ پس اگر مسیح نے اب تک وفات نہیں پائی تو لازم آئے گا کہ نصاریٰ اب تک حق پر ہیں اور مومن اور موحد بھی ہیں۔

بقية الحاشية۔ ولا تتجاوزهم أبدا إلى يوم القيامة، كما قال الله تعالى وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[2] ومعلوم أن المتبعين للمسيح في الحقيقة المسلمون، والمتبعين بالادعاء النصارىٰ، والآية تشير إلى الاتّباع فقط حقيقيًّا كان أو ادّعائيًّا. والحق أن الاتّباع الحقيقي عسير جدا ولو كان مدّعي الاتّباع ملِكًا من المسلمين المؤمنين، فإن اتّباع الأنبياء على وجه الحقيقة والكمال ليس بهيّنٍ، فكلٌّ من الملوك يتّبع عيسى عليه السلام باتّباعٍ ادّعائي وإن كانت فيه رائحة من الحقيقة إلا ما شاء الله. نعم قد سبق المسلمون في الاتّباع الاعتقادي وفهِموا تعليم المسيح كما هو هو، ﴿۳۰﴾

بقیہ حاشیہ۔ اور کبھی ان سے باہر نہ جاوے گا جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ ’’میں تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔‘‘ اور ظاہر ہے کہ مسیح کے حقیقی متبع مسلمان ہیں اور ادّعائی اور مجازی نصاریٰ ہیں اور آیت نفس اتباع کی طرف اشارہ کرتی ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا ادّعائی۔ اور حق یہ ہے کہ حقیقی اتباع بہت مشکل ہے خواہ اتباع کا مدعی مسلمان بادشاہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ انبیاء کی حقیقی اور کامل اتباع کچھ آسان امر نہیں ہے۔ پس یہ سب بادشاہ حضرت عیسیٰ کے صرف دعویٰ کی حد تک متبع ہیں اگرچہ اس میں حقیقت کی بھی کچھ بو ہو، اِلّا ماشاء اللہ۔ ہاں مسلمان اعتقادی اتباع میں اوروں پر سبقت لے گئے ہیں اور انہوں نے ٹھیک ٹھیک مسیح کی تعلیم کو سمجھا ہے

[1] المائدة:۱۱۸ [2] آل عمران:۵۶

يا حسرة عليهم! لِم لا يتفكرون في هذه الآيات؟ أليس فيهم رجل رشيد وفهيم وأمين؟ وأنت تعلم أن آية ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ قد دلّت بدلالة صريحة واضحة بيّنة على أن ضلالة النصارىٰ واتخاذهم العبد إلٰـهًا مشروطةٌ بوفاة عيسىٰ عليه السلام،

ان پر افسوس یہ کیوں ان آیتوں میں فکر نہیں کرتے کیا ان میں کوئی بھی رشید اور فہیم اور امین نہیں ہے۔ اور تم بخوبی جانتے ہو کہ بڑی وضاحت سے یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نصاریٰ کا گمراہ ہونا اور ایک بندہ کو خدا بنانا مسیح کی وفات سے مشروط ہے

بقية الحاشية ـ وهُمْ ورثائه في عقائد التوحيد بعد وفاته، وأما النصارى فضلّوا ضلالًا كبيرًا، وليس في يدهم إلا ادّعاء فقط. انظرْ إلى ضلالتهم وفسادهم.. أنهم قد آمنوا بأن عيسى عليه السلام كان يأكل الطعام ويشرب الماء، وربما ابتُلِيَ بأمراض وأوجاع، وربما غلَب عليه الهمُّ والخوف والقلق والكرب والجوع والعطش، وكان لا يعلم الغيب، وكان يقول إني عبد ليس في نفسي خير إلا بتوفيق الله، وأنه أُخِذ وَصُلِبَ ومات، وهو مع ذالك في زعمهم إلٰهٌ وابنُ إلٰـهٍ. قاتلَهم الله! إنهم يعتقدون بأنه إنسان ونبي، فيه سهوٌ وخطأ وضعف وجهل، وأخذه الموت، ولا يبرّئونه من ضعف وذهول ونسيان، ثم يقولون إنه هو الله، فتعسًا لقوم كافرين. ولٰكنهم ما قالوا إنّا نحن بريئون من عيسىٰ ولا نتبعه، بل آمنوا بنبوته وكتابه، وآمنوا بأنبياء بني إسرائيل وكتبهم، وآمنوا بالملائكة والجنّة والنّار،

بقیہ حاشیہ۔ اور مسیح کی وفات کے بعد بھی وہ ان کے عقائد توحید کے وارث ٹھہرے ہیں اور نصاریٰ تو بہت بڑی گمراہی میں پڑ گئے ہیں اور بجز اِدّعا کے ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ ان کی گمراہی اور خرابی کو دیکھو تو سہی کہ وہ مانتے ہیں کہ عیسیٰ کھانا کھاتا اور پانی پیتا تھا اور بہت دفعہ بیماریوں اور دردوں میں مبتلا ہوا تھا اور اس پر ہم اور غم اور خوف اور قلق اور کرب اور بھوک اور پیاس غالب آتی تھی اور وہ غیب دان نہ تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں ایک بندہ ہوں بجز توفیق الٰہی کے مجھ میں کوئی چیز نہیں ہے اور وہ پکڑا گیا اور صلیب دیا گیا اور مر گیا اور باوجود اس کے پھر بھی وہ اپنے زعم میں اُس کو خدا اور ابن خدا جانتے ہیں۔ ان کو خدا کی مار! وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ایک انسان اور نبی تھا اس میں سہو اور خطا اور ضعف اور جہل تھا اور موت نے اس کو پکڑا اور وہ اس کو ضعف اور بھول چوک اور نسیان سے بَری نہیں مانتے اور پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ خدا تھا پس حیف ہے ان کافروں پر۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم عیسیٰ سے بَری ہیں اور ہم اس کا اتباع نہیں کرتے بلکہ وہ اُن کی نبوت اور کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور بنی اسرائیل کے نبیوں اور اُن کی کتابوں اور ملائکہ اور جنت و دوزخ پر ایمان لاتے ہیں

ولا يُنكره إلا من عانَدَ الحق بسوء تميُّزه واستعمل المكابرةَ والتحكم بجهله وحُمقه، وأبى متعمدا مِن أن يكون من المهتدين. وإذا قيل لهم آمِنوا بما صرّح الله في كتابه من وفاة المسيح وضلالة النصارى بعد وفاته لا في زمن حياته،

اور اس سے وہی انکار کرسکتا ہے جو اپنی بے تمیزی سے حق کا دشمن ہو اور [اپنی جہالت اور ناسمجھی سے] مکابرہ اور تحکّم کو استعمال میں لائے اور دیدہ دانستہ ہدایت یاب ہونے سے انکار کرے۔ اور جب ان کو کہا جاتا ہے جس طرح کہ خدا نے اپنی کتاب میں کھلے طور پر بیان کیا ہے کہ مسیح فوت ہوگیا اور اُن کی وفات کے بعد نصاریٰ گمراہ ہوئے نہ اُن کی حینِ حیات میں، تم بھی مان لو

بقية الحاشية ۔ فهذا هو السبب الذي أدخلهم اللّٰه في المتّبعين الضالّين، وبشّرهم بغلبةٍ على

بقیہ حاشیہ۔ اسی سبب سے خدا نے ان کو گمراہ متبعین میں داخل کیا ہے اور مسلمانوں کی طرح ان کو بھی غلبہ کی بشارت دی ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت یعنی وَجَاعِلُ الَّذِيْن . . . الخ ۔صریح دلیل ہے [اور واضح برہان ہے] کہ روئے زمین پر غلبہ اور قوت وشوکت اور کامل اور اعلیٰ درجہ کا تسلط قوم نصاریٰ اور مسلمانوں سے باہر نہ جاوے گا اور حکومت تامہ قیامت تک انہیں کے ہاتھوں میں پھرے گی اور کسی اور کو اس سے حصہ نہ ملے گا بلکہ ان کے دشمنوں پر ذلت اور مسکنت مسلط کی جاوے گی اور وہ دن بدن پگھلتے جاویں گے یہاں تک کہ فنا شدہ قوم کی مانند ہو جاویں گے پس جب آیت کا یہ مطلب ہے تو واجب ہے کہ حکومت اور قوت ہمیشہ انہیں دو قوموں میں پھرے اور انہیں سے مختص رہے اور اس بنا پر ضروری ہے کہ یاجوج ماجوج یا تو مسلمانوں سے ہوں یا نصاریٰ سے لیکن یاجوج ماجوج ایک مفسد باطل پرست قوم ہے لہٰذا وہ اہلِ اسلام سے نہیں ہوسکتی۔ ﴿۳۱﴾

[1] ال عمران:۵۶

قالوا أنؤمن بمعاني تخالف الأحاديث؟ وقد كانوا يعلّمون الناسَ أن الخبر الواحد يُرَدُّ بمعارضة كتاب اللّٰه، فنسوا ما ذكّروا الناسَ وانقلبوا إلى الجهل بعد ما كانوا عالمين.

تو کہتے ہیں کیا ہم ایسے معنی مان لیں جو احادیث کے مخالف ہیں اور حال یہ ہے کہ پہلے خودلوگوں کو پڑھایا کرتے تھے کہ خبر واحد جب کتاب اللہ کے معارض ہوتو وہ خبر واحد ردّ کی جاتی ہے۔ جولوگوں کو سناتے تھے اب خود بھول گئے اور عالم ہونے کے بعد جاہل ہو گئے۔

بقية الحاشية ۔ فتقرَّرَ بالقطع أنهم يكونون من النصارىٰ وعلىٰ دين النصارىٰ. وقد جاء في حديث مسلم أن المسيح لا يُحارب يأجوج ومأجوج، وجاء في البخاري أنه يضع الحرب يعني لا يُحارب النصارىٰ. فثبت أن يأجوج ومأجوج هم النصارىٰ، وثبت أن المسيح الموعود لا يُحاربهم، بل يسأل اللّٰهَ نُصرتَه في ساعة العسر وهو خير الناصرين. وثبت من هٰهنا أن المسيح الموعود يأتي عند غلبة النصارىٰ على وجه الأرض،و يدخل مِن باب الرفق للإصلاح كما دخلوها للإفساد، ولا يرفع السيفَ عليهم لأنهم ما رفعوه للدين، ويُجادلهم بالحكمة والموعظة الحسنة، ولا يقتُل الغافلين المعتدين.

وأمّا ما جاء في حديث مسلم أن نُشّاب يأجوج ومأجوج وقسيّهم تُحرَق كالوقود ويستوقدها المسلمون، فهذا تحريف آخر في الحديث، فإن القسيّ والسهام قد انعدمت وذهَب وقتُها وقامت الأسلحة النارية مقامها، فتقبَّلْ إن شئتَ أو أعرِضْ كالمنكرين. منه

بقیہ حاشیہ۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ وہ قوم نصاریٰ سے ہیں اور دین نصاریٰ پر ہیں۔ اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ مسیح یاجوج ماجوج سے نہ لڑے گا اور بخاری میں ہے کہ مسیح جنگ ترک کر دے گا یعنی نصاریٰ سے جنگ نہ کرے گا۔ پس ثابت ہوگیا کہ نصاریٰ ہی یاجوج ماجوج ہیں اور مسیحِ موعود اُن سے نہ لڑے گا بلکہ تنگی کے وقت خدا سے نُصرت مانگے گا جو اچھی مدد کرنے والا ہے۔ اور یہاں سے ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود نصاریٰ کے [روئے زمین پر] غلبہ کے وقت آئے گا اور جس طرح کہ وہ فساد کے لئے نرمی کے دروازہ سے داخل ہوئے ہیں اسی طرح مسیح موعود اصلاح کے لئے نرمی کے دروازہ سے داخل ہوگا اور چونکہ انہوں نے دین کے لئے تلوار نہیں اٹھائی لہٰذا مسیح بھی تلوار نہ اٹھائے گا اور حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ ان سے لڑے گا اور [تلوار سے نہیں بلکہ] حجت سے غافلوں اور ظالموں کو قتل کرے گا۔

اور جو مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان یاجوج ماجوج کے تیروں اور کمانوں کو ایندھن کی طرح جلا دیں گے یہ ایک اور تحریف ہے کیونکہ تیر وکمان تو فنا ہو گئے ہیں اور ان کا وقت گزر گیا اور ان کے بدلے آتشی اسلحہ آ گئے۔ اگر تو چاہے تو قبول کر یا منکروں کی طرح اعراض کر۔ منه

وما نجد فی حدیثٍ ذِکْرَ رفع المسیح حیًّا بجسمه العنصری، بل نجد ذکر وفاة المسیح فی **البخاری** والطبرانی وغیرهما من کتب الحدیث، فلیرجع إلی تلك الکتب من کان من المرتابین.

وأما ذکرُ **نزول عیسی** ابن مریم فما کان لمؤمن أن یحمل هذا الاسم المذکور فی الأحادیث علٰی ظاهر معناه، لأنه یخالف قول الله عزّوجلّ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1] ألا تعلم أن الربّ الرحیم المتفضّل سمّی نبیّنا صلی الله علیه وسلم خاتَمَ الأنبیاء بغیر استثناء، وفسّره نبیُّنا فی قوله لَا نَبِیَّ بَعْدِی ببیان واضح للطالبین؟ ولو جوّزْنا ظهورَ نبی بعد نبیّناﷺ لجوّزْنا انفتاح باب وحی النبوة بعد تغلیقها، وهذا خُلفٌ کما لا یخفی علی المسلمین. وکیف یجیء نبی بعد رسولنا صلعم

اور ہم کسی حدیث میں نہیں پاتے کہ مسیح زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا ہے بلکہ بخاری اور طبرانی وغیرھما میں مسیح کی موت ہی کا ذکر پاتے ہیں۔ اور جس کو شک ہے وہ ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔

اور جو عیسیٰ بن مریم کے نزول کا ذکر ہے پس کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ احادیث میں اس نام کو ظاہر پر محمول کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کے اس قول کے خلاف ہے کہ ''ہم نے محمد کو کسی مرد کا ﴿۲۰﴾
باپ نہیں بنایا ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتَم ہیں۔'' کیا تو نہیں جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرتؐ نے طالبوں کے لئے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اگر ہم آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو یہ لازم آتا ہے کہ وحی نبوت کے دروازہ کا انفتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی کیونکر آوے

[1] الاحزاب:۴۱

وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم اللّٰه به النبيّين. أنعتقد بأن عيسٰى الذی أُنـزِلَ عليه الإنجيل هو خاتم الأنبياء، لا رسولُنا صلی اللّٰه عليه وسلّم أنعتقد أن ابن مريم يأتی وينسخ بعض أحكام القرآن ويزيد بعضا، فلا يقبَل الجزية ولا يضع الحرب، وقد أمَر اللّٰه بأخذها وأمَر بوضع الحرب بعد أخذ الجزية؟ ألا تقرأ آية يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ[1] فكيف ينسخ المسيح محكماتِ الفرقان؟ وكيف يتصرّف فی الكتاب العزيز ويطمِس بعض أحكامه بعد تكميلها؟ فأعجبنی أنهم يجعلون المسيح ناسخَ بعضِ أحكام الفرقان ولا ينظرون إلى آية اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[2] ولا يتفكرون أنه لو كانت لتكميل دين الإسلام حالةٌ منتظَرة يُرجى ظهورها بعد انقضاء ألوف من السنوات، لفسد معنَى إكمال الدين والفراغ من كماله بإنزال القرآن، ﴿۲۱﴾

حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اعتقاد کر لیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء نہیں بلکہ عیسیٰ جو صاحب انجیل ہے وہ خاتم الانبیاء ہے یا ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ ابن مریم آ کر قرآن کے بعض احکام کو منسوخ اور کچھ زیادہ کرے گا اور نہ جزیہ لے گا اور نہ جنگ چھوڑے گا حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جزیہ لے لو اور جزیہ لینے کے بعد جنگ چھوڑ دو۔ کیا تو یہ آیت ﴿یُعْطُوا الْجِزْیَةَ...﴾ نہیں پڑھتا کہ ذلت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیویں۔ پس قرآن کے محکمات کو کیونکر مسیح منسوخ کرے گا اور کتاب عزیز میں کیونکر تصرف کر کے کچھ احکام کو تکمیل کے بعد مٹا دے گا۔ مَیں تعجب کرتا ہوں کہ وہ کیونکر فرقان کے بعض احکام کا مسیح کو ناسخ بناتے ہیں اور اس آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ کو نہیں دیکھتے کہ آج مَیں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا ہے۔ اور وہ فکر نہیں کرتے۔ اگر دین اسلام کی تکمیل کے لئے کوئی حالت منتظرہ ہوتی جو کئی ہزار سال کے گزرنے کے بعد اُس کے ظہور کی امید ہو سکتی تو قرآن کے ساتھ اکمالِ دین ہونا فاسد ہو جاتا

[1] التّوبة:۲۹ [2] المائدة:۴

ولكان قول الله عزّوجل اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[1] مِن نوع الكذب وخلاف الواقعة، بل كان الواجب في هذه الصورة أن يقول الرب تبارك وتعالىٰ إني ما أنزلتُ هذا القرآن كاملًا على محمّد صلى الله عليه و سلم بل سأُنزِلُ بعضَ آياته على عيسى بن مريم في آخر الزمان، فيومئذ يكمل القرآن وما كمل إلى هذا الحين.

وأنت تعلم أن هذا القول فاسد بالبداهة، ولا يظن كمثل هذا إلا الذي هو من أكابر المعتدين. نعمْ، يوجد في بعض الأحاديث لفظ نزول عيسَى بن مريم، ولكن لن تجد في حديثٍ ذِكر نزوله من السماء ، بل ذِكر وفاته موجود في القرآن، وما جاز أن يكون هذا التوفّي بعد النزول، لأن الفتن التي أشير إليها في آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي إنما هاجت وظهرت على وجه الأرض من مدة طويلة، وتمتْ كلمة ربك كما قال،

اور خدا کا یہ کہنا کہ آج میں نے تمہارے دین کوتمہارے لئے کامل کر دیا ہے۔ جھوٹ اور خلاف واقعہ ہو جاتا بلکہ اس صورت میں تو واجب تھا کہ یوں کہتا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کو کامل نہیں اتارا بلکہ آخر زمانہ میں عیسیٰ بن مریم پر اِس کی کچھ آیات اُتاروں گا پس اس دن قرآن کامل ہوگا اور ابھی کامل نہیں۔

اور تم جانتے ہو کہ یہ بات بالبداہت فاسد ہے اور ایسا گمان وہی کر سکتا ہے جو بڑا ظالم ہو۔ ہاں بعض احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نزول کا لفظ پایا جاتا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا بلکہ قرآن میں اس کی وفات کا ذکر موجود ہے اور جائز نہیں کہ یہ وفات نزول کے بعد ہو کیونکہ جن فتنوں کی طرف آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں اشارہ ہے اُن کا روئے زمین پر ظہور اور غلبہ تو ایک لمبے زمانہ سے ہو چکا ہے اور جیسا خدا نے فرمایا ایسا ہی پورا ہو چکا ہے

[1] المآئدة:۴

وتری النصاریٰ ینحتون لهم إلٰها وابن إلٰه، وکذلك تدل آیة یَا عِیسٰی إِنِّی مُتَوَفِّیكَ علی أن عیسٰی قد تُوُفِّی وکان اللّٰه خلیفة له إلی یوم القیامة، فکیف یمکن نزوله بعد الموت وقد قال اللّٰه تعالٰی: فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[1] وقال: وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ[2] ولا یوجد فی حدیثٍ أن عیسٰی یجیء بعد وفاته ویخرُج جسمه من القبر. والجسم الذی دُفن فی القبر کیف ینزل من السماء ؟ فهذه القرائن دالة علی أن للنزول معنی آخر، وإلا فکیف یمکن أن یُخبر اللّٰه أوّلًا بوفاة المسیح ویخبر بأنه خلیفته بعد وفاته، وبأنه متمّمُ أغراضه بعده وجاعلُ أتباعه فوق الذین کفروا إلی یوم القیامة بإرسال رسوله الکریم ﷺ وبإرسال عباد مُحدَّثین مُلهَمین الذین یُصدّقون المسیح، ﴿۲۲﴾

اور تو دیکھ رہا ہے کہ نصاریٰ نے اپنے لئے ایک خدا اور ابن خدا گھڑ لیا ہے اور آیت ''یَا عِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ'' بھی صریح دلالت کر رہی ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا ہے اور قیامت تک اللہ اُس کا خلیفہ ہے۔ پس مرنے کے بعد اُن کا نزول کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ خدا نے فرمادیا ہے کہ ''جس پر اللہ موت کا حکم لگا دے اُس کو روک رکھتا ہے۔'' اور فرمایا ''جس گاؤں کو ہم ہلاک کرتے ہیں اُس پر لوٹنا حرام ہے۔'' اور کسی حدیث میں نہیں آیا کہ عیسیٰ بعد وفات کے آئے گا اور اس کا جسم قبر سے نکلے گا۔ جو جسم کہ قبر میں مدفون ہوا وہ آسمان سے کیا نازل ہوگا۔ پس یہ قرائن صحیح طور پر بتاتے ہیں کہ نزول کے کوئی اور معنی ہیں ورنہ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خدا پہلے تو خبر دے کہ مسیح نے وفات پائی اور اُس کی وفات کے بعد خدا خود اُس کا خلیفہ اور اُس کی اغراض کا پورا کرنے والا اور اُن کے اتباع کو قیامت تک مخالفوں پر غالب رکھنے والا ہے آنحضرتؐ کے مبعوث کرنے اور محدّثوں اور ملہموں کے بھیجنے کے ساتھ کہ مسیح کی تصدیق کرتے رہیں گے۔

[1] الزّمر:۴۳　[2] الانبیاء:۹۶

ثم یرجع فیناقض قولَه الأول ویقول إنه لم یمتْ بل هو نازل من السماء؟ فکأنه نسِی قوله السابق ونسی آیاته. ولٰکنّك لن تجد اختلافًا فی کلامه، فلا تنسب إلیه أقوالا قد وقعت فی غایة الضدّ والتناقض، ووجب علینا أن نصرف مثل هذه الکلمات عن الظاهر، ولو کانت موجودة فی حدیث بالفرض والتقدیر، ونرجع إلی تأویل یوافق القرآن. فانظرْ کیف بیَّن اللّٰه تعالٰی وفاة المسیح فی کتابه، ثم انظرْ هل یکون من البیان والشرح والإیضاح والتصریح أکثر من هذا؟ ثم انظر أنه عزّ اسمه ما قال رافعك إلی السماء، بل قال "رَافِعُكَ إِلَیَّ" وقوله "رَافِعُكَ إِلَیَّ" یُشابه قولَه ارْجِعِیٓ إِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [1] وما معنی هذا إلا الوفاة، فاستیقظْ وکن من المتدبّرین.

پھر اس پہلے قول کے مخالف یہ کہہ دے کہ اُس نے وفات نہیں پائی بلکہ آسمان سے اترنے والا ہے گویا کہ وہ اپنی پہلی بات اور آیات کو بھول گیا لیکن اُس کا کلام تو اختلاف سے پاک ہے پس تم اُس کی طرف ایسے قول ہرگز منسوب نہ کرو جو غایت درجہ کے متناقض اور متضاد ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر ایسے اقوال حدیثوں میں موجود ہوں تو ہم اُن کو ظاہر سے پھیر کر اُن کی ایسی تاویل کریں جو قرآن کے خلاف نہ ہو۔ اب دیکھ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مسیح کی وفات کو کس طرح بیان فرمایا ہے پھر سوچ کہ اس سے بڑھ کر اور کیا شرح اور ایضاح اور تصریح ہو۔ پھر دیکھو خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ میں آسمان کی طرف تجھے اٹھاؤں گا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اپنی طرف اٹھاؤں گا اور یہ خدا کے اس قول کے مشابہ ہے کہ ''اے مطمئنہ نفس اپنے ربّ کی طرف راضی اور پسندیدہ لوٹ آ۔'' اور اس کے معنے بجز موت کے اور کچھ نہیں ہیں۔ پس بیدار ہوکر سوچو۔ ﴿۲۳﴾

[1] الفجر: ۲۹

أيها العزيز! كيف نقبل عقيدة يخالف نصوص القرآن ويعارض بيانه، ولا دليل معه ولا سبيل إليه، ولا يأتون بحجة عليه ولا برهان ساطع، وأظن أنك تفهم إذا أنصفتَ وفكّرت، وقد كتبتُ كل ذلك في كتبي مع الدلائل، وأكره التطويل في مكتوبي هذا فإنه يوجب الملال، فاقتصرتُ على ما كتبت. ومن يدرس كتاب الله حق دراسته فأتيقن أن يصل إلى أعلى مراتب اليقين في هذه الأمر، ويتفق رأيه برأيي ويُكشَف بين يديه كلُّ ما قلتُه. فتدبَّرْ، أنار الله عقلك وجعلك من المستيقنين. وينبغي لك رحمك الله أن تُقدّم القرآن وتعظّم آياته، فإنه يقيني، وكل آية قطعية متواترة، وما مسّتُه أيدي الناس، وما اختلطَ به شيء من أقوال بني آدم،

اے میرے پیارے بتاؤ تو سہی کہ ایسے عقیدہ کو ہم کیونکر قبول کر سکتے ہیں جو نصوص قرآنیہ اور قرآن کے بیان کے مخالف اور معارض ہو اور نہ اس کا کوئی سبیل ہو اور نہ اس کے ساتھ کوئی دلیل ہو اور نہ ہی وہ کوئی حجت روشن پیش کرتے ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ نے انصاف سے سوچا تو سمجھ جاویں گے اور میں نے اپنی کتابوں میں یہ سب کچھ دلائل کے ساتھ درج کیا ہوا ہے اور اس خط میں طول دینا میں پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ ملال کا باعث ہوتا ہے اس لئے اتنے پر ہی کفایت کی گئی اور میں یقین کرتا ہوں کہ جو شخص قرآن کو اچھی طرح پڑھے گا وہ اِس امر میں یقین کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاوے گا اور اُس کی رائے میری رائے کے متفق ہو جاوے گی اور جو کچھ میں نے کہا ہے اُس پر کھل جاوے گا۔ پس تم ضرور سوچو خدا تمہاری عقل کو روشن کرے اور یقین مرحمت فرماوے۔ اللہ آپ پر رحمت کرے، آپ کے لئے مناسب ہے کہ قرآن کی تعظیم کریں اور اس کو مقدم کریں کہ وہ یقینی ہے اور اس کی ہر ایک آیت قطعی اور متواتر ہے اور اس کو انسانی ہاتھوں نے نہیں چھوا اور اس کے ساتھ کوئی انسانی بات نہیں ملی

وإنه كلام ربّاني لا شك فيه، وإنه آيات إلٰهية لا ريب فيها. وأما الأحاديث فأنت تعلم أن كلها احاد إلا القدر القليل الذى هو كالنادر، فتفكَّرْ فى هذا بطهارة النفس وصحة النية وسلامة القلب، وأدعو أن يؤيّدك اللّٰه بإلهامه، ويهَب لك لُطفَ النظر ودقّة الفكر، ويكون معك ويجعلك من العارفين.

وأمّا إيمان قومنا وعلمائنا بالملائكة وغيرها من العقائد فلسنا نجادلهم فيه ولا نخطيهم فى ذلك، وليس فى هذه العقائد عندنا إلا التسليم، وإنما نحن مناظرون فى أمر نزول المسيح من السماء، ولا نُسلّم أنه ثابت من الكتاب والسُّنّة، وإن كان ثابتا فلا ينبغى لنا ولا لأحد أن يأبى ويمتعض من قبوله، فإنه لا يفر من قبول الحق إلا ظالم مُعتد لا يُحب الصداقة، أو ضال جاهل لا يعرف قدرها.

اور وہ یقیناً کلامِ الٰہی ہے اور اس کی آیتیں یقیناً خدائی آیات ہیں۔ اور حدیث کا حال تو جانتا ہے کہ بجز اس قلیل مقدار کے جو نادر کی مانند ہے سب کی سب احاد ہیں۔ پس اس میں پاک نفس اور صحیح نیت اور سلیم دل لے کر سوچ۔ اور میں بھی تیرے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اپنے الہام سے تیری تائید کرے اور تجھے باریک نظر اور دقیقہ رس فکر دے اور تیری تائید میں رہے اور تجھے عارف بناوے۔

﴿۲۴﴾ اور ہماری قوم اور علماء کے جو ملائکہ وغیرہ کی نسبت عقائد ہیں ہم اُن عقائد میں اُن سے نہیں جھگڑتے اور اُن کو خطا پر نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ہم ان عقائد کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں مسیح کے آسمان سے نازل ہونے میں ہم ضرور ان سے مناظرہ کرتے ہیں اور ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور اگر یہ ثابت ہوتا تو نہ ہمارے اور نہ کسی اور کے لئے جائز تھا کہ اس کے قبول کرنے سے انکار کرے کیونکہ حق سے کوئی انکار نہیں کرتا مگر ایسا ظالم جو صداقت کا دشمن ہو یا ایسا گمراہ جاہل جو صداقت کا ناقدر شناس ہو

وأما إن كان غير ثابت فلا ينبغي لصالح أن يختاره لنفسه، فكيف يدعو إليه رجلا يمشي على صراط مستقيم، وكيف يحسبه من الكافرين وإن أمر الدّين أمرٌ جليل الخطب عظيم القدر، لا ينبغي لأحد أن يستعجل فيه، بل اللازم الواجب على كل مسلم مؤمن أن يطرح من بينه البخلَ والشحناء، ويدعو اللّٰه ويسأله بالتضرعات والابتهالات هدايتَه من لدنه، ومن يهدى إلا الله وهو أحسن الهادين؟ ومن نظَر في القرآن، وفكّر في الفرقان بالتدبّر والإمعان، فيظهر عليه كل ما سَوّلتْ للعلماء أنفسهم وقد عتوا عُتوًّا كبيرا، وعاندوا الحق وأشاعوا كذبًا وزورًا، وإن الحق يعلو ولو دفنوه تحت الأرضين.

﴿٢٥﴾ ولنَدَع الآن ذِكر هؤلاء ونأخذ في ذكر ادعائنا مكررًا لينظر المنصفون هل يجب عليهم قبولُ ذلك أو ردُّه،

اور اگر یہ غیر ثابت ہے پھر تو کسی نیک انسان کے واسطے اس قدر بھی جائز نہیں کہ وہ اس کو اپنے لئے اختیار کرے، صراط مستقیم پر چلنے والے کو اس کی طرف بلانا یا اس کو کافر سمجھنا تو درکنار۔ اور دین کا معاملہ جو عظیم الشان چیز ہے اس میں تو کسی کے لئے جلد بازی جائز نہیں بلکہ ہر ایک مومن مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے اندر سے بخل اور تکبر کو دور کر کے عاجزی اور تضرع سے گڑگڑا کے خداتعالیٰ سے ہدایت چاہے کیونکہ اس کے سوا کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور وہ اچھا ہادی ہے۔ اور جو اچھی طرح قرآن میں تدبر اور باریک نظر سے غور کرے گا اس پر بخوبی ظاہر ہو جائے گا کہ یہ سب ان علماء کے نفس کا دھوکا ہے اور وہ تکبر میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور انہوں نے حق کے معاند ہو کر جھوٹ کو شائع کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر حق کو زمینوں کے نیچے دفن کریں تب بھی وہ ضرور بلند ہو جائے گا۔

اب ہم ان کے ذکر کو چھوڑ کر مکرر طور پر اپنے دعوے کا ذکر کرتے ہیں تا کہ منصف سمجھ لیں کہ اس کا قبول کرنا ضروری ہے یا ردّ کرنا۔

فنقول إن دیننا هذا الذی اسمه الإسلام ما أراد الله أن یترکه سُدیٰ، وما أراد أن یُبطله ویخرّبه من أیدی الأعداء، بل قال وهو أصدق الصادقین: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [1] وقال: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. [2] وقال: وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ [3] وقال: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ. [4] فهذه کلها مواعید صادقة لتأیید الإسلام عند ظهور الفتن وغلبة المعاصی والآثام، وأیّ فتن أکبر من هذه الفتن التی ظهرت علی وجه الأرض؟ وإن النصاریٰ قد دخلوا علی الناس من باب لطیف، وسحروا أعین الناس وقلوبهم وآذانهم بالمکائد التی هی دقیقة المآخذ، وأضلّوا خلقًا کثیرًا وجاء وا بسحر مبین.

پس ہم کہتے ہیں کہ خدا نے نہیں چاہا کہ ہمارے دین اسلام کو مہمل چھوڑ دے اور دشمنوں کے ہاتھوں سے اس کو باطل اور خراب کراوے بلکہ اس نے فرمایا اور وہ بات کہنے میں سب سے بڑھ کر سچا ہے کہ اللہ نے تم میں سے اُن پکے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے جو اچھے اعمال بجا لاویں گے کہ ضرور ان کو اسی طرز پر زمین میں خلیفہ بناوے گا کہ جس طرح پہلوں کو بنایا ہے اور فرمایا ”ہم نے ہی قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے“ اور فرمایا ”رسول کے شاگرد اخیر زمانہ کے بھی کچھ لوگ ہیں جو اصحابوں سے ابھی نہیں ملے“ اور فرمایا کہ ”ایک گروہ پہلوں سے اور ایک گروہ پچھلوں سے۔“ پس اسلام کی تائید کے لئے یہ سب کچھ وعدے ہیں فتنوں کے ظہور اور گناہوں کے غلبہ کے وقت اور جو فتنے کہ اس وقت روئے زمین پر ظاہر ہو رہے ہیں ان سے کون سا بڑا فتنہ ہے اور نصاریٰ لطیف دروازہ سے لوگوں پر داخل ہوئے ہیں اور اپنے باریک در باریک فریبوں سے لوگوں کی آنکھوں اور کانوں اور دلوں کو سحر زدہ کر دیا ہے اور بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے اور کھلے سحر کا کام کیا ہے۔

[1] النور:۵۶ [2] الحجر:۱۰ [3] الجمعة:۴ [4] الواقعة:۴۰، ۴۱

ثم اعلم أن للمسيح الموعود كما جاء في الأحاديث ثلاث علامات:

الأوّل: أنّه يجيء عند غلبة النصارى وعند غلبة مكائدهم وشدة جهدهم
لإشاعة مذهب التنصر، فيأتي وينزل ﴿٢٦﴾
فيهم ويكسر صليبهم ويقتل خنازيرهم، ولا يغزو ولا يحارب، بل كل ذلك يفعل بالقوة السماوية، والطاقة الروحانية، والأسلحة الفلكية، ويضع الحرب ويظهر كالمساكين.

والثاني: أنه يتزوج، وذلك إيماء إلى آية يظهر عند تزوُّجه من يد القدرة وإرادة حضرة الوتر، وقد ذكرناها مفصلا في كتابنا التبليغ والتُّحفة، وأثبتْنا فيهما أن هذه الآية سيظهر على يدی، ولولا هذه الآية لما كان سبب معقول لذِكر هذه العلامة، فإن التزوج ليس من أمور نادرة متعسرة، لكی يُقال إنه لا يقدر عليه كاذب إلا المسيح الصادق الذی جاء من رب العالمين،

پھر جاننا چاہئے کہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے مسیح موعود کے لئے تین علامات ہیں:۔

اوّل: یہ کہ وہ اُس وقت آئے گا کہ جب نصاریٰ اوران کے فریب غلبہ پا جاویں گے اور وہ عیسوی مذہب کے پھیلانے میں سخت کوشش کریں گے۔ مسیح اُس وقت اُن میں اُترے گا اور اُن کی صلیب کو توڑے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کرے گا اور جنگ و جہاد نہیں کرے گا بلکہ یہ سب آسمانی اور روحانی طاقت [اور آسمانی اسلحہ] کے ساتھ کرے گا اور جنگ ترک کر کے مسکینوں کی طرح ظاہر ہوگا۔

اور دوسری یہ علامت ہے کہ وہ نکاح کرے گا اور یہ ایک بڑے نشان کی طرف اشارہ ہے جو اُس کے نکاح کے وقت خدائے یگانہ کے ارادہ اور یَدِ قُدرت سے ظاہر ہوگا اور میں نے اپنی دو کتابوں تبلیغ اور تحفہ میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے اور ثابت کر کے دکھا دیا ہے کہ یہ نشان عنقریب میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا اور اگر یہ نشان نہ ہوتا تو نکاح کو علامت قرار دینے کا کوئی معقول سبب نہ ہوتا کیونکہ شادی کرنی نادر اور مشکل کام نہیں ہے تا کہ یہ کہا جاوے کہ بجز سچے مسیح کے جو ربّ العالمین کی طرف سے آوے گا اور کوئی کاذب مسیح شادی کرنے پر قادر نہ ہوگا

بل التزوج أمر عام يقدر عليه كل رجل ذی مال وثروة حتى الكافر والفاسق، فضلًا من أن يكون محدودًا فی نبیّ أو ولیّ. فثبت أنه إشارة إلى آية عظيمة يظهر عند تزوُّجه، وقد فصلناها فی كتابنا للناظرين.

الثالث: أنه يولد له، وهذا أيضًا كلام إيماضی كمثل قوله يتزوج، وفيه إشارة إلى أنه يولد له ولدٌ صالح يُضاهی كمالاتِه، و إلا فما التخصيص فی الأولاد فقط؟ أ وجود الأولاد أمرٌ مستبعَد فی غير المسيح؟ بل يوجد فی كل قوم، وكاذب وصادق فهذه علامات للمسيح الصادق أنبأ بها خير المنبئين، وهی كلها صدقت فی نفسی، وهذه من علامات يُعرَف بها صدقی. ومن علامات أخریٰ أن اللّٰه تعالیٰ أظهر علی يدی بعض آيات، وأنبأنی أخبارا قبل وقوعها،

بلکہ شادی تو ایسی چیز ہے جو ہر ایک مالدار کر سکتا ہے خواہ وہ کافر اور فاسق ہی کیوں نہ ہو نبی یا ولی میں محدود ہونا تو درکنار۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ایک عظیم الشان نشان کی طرف اشارہ ہے جو اُس کی شادی کے وقت ظاہر ہوگا اور ہم نے اپنی کتاب میں اس کو مفصّل بیان کیا ہے۔

اور تیسری علامت یہ ہے کہ اُس کا بیٹا ہوگا اور یہ بھی نکاح کی طرح اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس کا ایک صالح بیٹا ہوگا جس کے کمالات اس کے کمالات کے مشابہ ہوں گے اور اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر نفس اولاد میں تو مسیح موعود کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ کیا مسیح کے سوا کسی اور کے لئے اولاد کا ہونا کوئی مشکل امر ہے بلکہ وہ ہر ایک قوم اور سچے اور جھوٹے کے لئے پائی جاتی ہے۔ پس یہ مسیح کی علامات ہیں جن کی مخبر صادق نے خبر دی ہے اور یہ سب کی سب مجھ پر صادق آتی ہیں۔ اور انہیں علامات سے میری صداقت معلوم ہو سکتی ہے اور میری صداقت کی علامات سے یہ بھی ہے کہ میرے ہاتھ سے بہت معجزات ظاہر ہوئے ہیں اور قبل از وقت بہت سے غیبوں پر مجھے مطلع کیا گیا ہے

﴿۴۷﴾

وقد استجاب كثيرا من أدعيتي، ونصرني في كل موطن، وقد فُتحتْ عليّ أبواب إلهاماته وأنا يومئذ ابن أربعين، فما تركني، وما ودّعني، وما أضاعني، بل خصّصني بالتحديث والمكالمة، وأمرني لأتمّ حجته على المتنصرين. ولو كان عيسٰى حيًّا بجسده العنصريّ في السماء الثانية كما هو زعم قومي، فكان الواجب أن ينزل في هذا الوقت، فإن الأمم قد هلكت بمكائد النصارىٰ، وبلغت المفاسد منتهاها، والقعودُ على السماوات مع ضلالةِ أهل الأرض وفسادِ أُمّته شيءٌ عجيب، وما نعلم ما الفائدة في هذا القعود وإضاعة العمر. وما كان الله ليضيع عمره في زاوية السماوات وقد رأى أُمّته قد وقعت في هوة الهلاك، وأفسدت في الأرض أكثر مما أفسد الدجالون من قبل، ولا نظير لهم في إشاعة الكذب والشرك من آدم إلى هذا الوقت.

اور میری بہت سی دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہر ایک میدان میں خدا نے میری مدد کی ہے اور میں چالیس سال کا تھا کہ الہام کا دروازہ مجھ پر کھولا گیا اور مجھے نہ ترک کیا اور نہ ضائع کیا بلکہ اپنے مکالمہ سے ممتاز فرمایا اور نصاریٰ پر اتمام حجت کرنے کے لئے مجھے مامور کیا اور اگر قوم کے خیال کے مطابق عیسیٰ دوسرے آسمان پر عنصری جسم کے ساتھ زندہ ہوتا تو واجب تھا کہ اس وقت اُترتا کیونکہ نصاریٰ کے فریبوں سے قومیں ہلاک ہو رہی ہیں اور مفاسد اپنے منتہیٰ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پس باوجود لوگوں کے گمراہ ہو جانے اور اُس کی اُمت کے فسادوں کے پھر بھی آسمان پر بیٹھے رہنا عجیب بات ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اس بیٹھے رہنے اور عمر ضائع کرنے میں کون سا فائدہ ہے اور شان خداوندی سے بعید ہے کہ آسمان کے کسی گوشہ میں اُس کی عمر کو ضائع کر دے اور خود دیکھ رہا ہو کہ اس کی اُمّت ہلاکت کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہے اور پہلے دجالوں سے بڑھ چڑھ کر زمین میں فساد کر رہی ہے اور آدم سے لے کر اس وقت تک ان کے جھوٹ اور شرک کے پھیلانے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ألا ترى أن موسى عليه السلام لمّا كلّم ربّه على طور سينين، واتخذت أُمّتُه مِن بعده عِجلًا جسدًا له خُوار، كيف أنبأ اللّٰه موسىٰ بهذه الواقعات كلها، وقال ارجِعْ إلى قومك بقدم العجلة، فإنهم قد هلكوا باتخاذ العِجل إلٰهًا، فرجع موسىٰ غضبانَ أسفًا، وأخذ بلحية أخيه، ووقع ما تقرأ في القرآن، وما كان فتنةُ العجل أشدَّ من فتنة المتنصرين.

وأنت تعلم أن فتنة النصارىٰ مع شدّة أهوالها وكثرة ضلالها وغلبتها على وجه الأرض كلها، قد امتدّتْ ومكثتْ إلى ألفَين من سَنةِ وفاة المسيح، ولكن ما نزل عيسىٰ إلى هذا الوقت الذى أخبر عنه أهل الكشف كلّهم، وما نرىٰ آثار نزوله، فهذه أمور لا نرىٰ جوابها عند هذه العلماء. وقد رأوا منّى آيات فلم يلتفتوا إلى ذلك،

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب موسیٰ نے خدا سے
کوہِ طور پر کلام کیا اور اُس کے جانے کے بعد ﴿۲۸﴾
اُس کی قوم نے گوسالہ کی پرستش شروع کر دی جو مکروہ آواز کرنے والا جسم تھا تو خدا نے ان سب واقعات کی موسیٰ کو کس طرح خبر دی اور فرمایا کہ جلد قوم کی طرف جا کہ وہ گوسالہ پرستی سے ہلاک ہوگئی ہے پس موسیٰ غضب اور تأسّف کی حالت میں واپس ہوا اور اپنے بھائی کی داڑھی پکڑ لی اور وہ واقعات پیش آئے جو تو قرآن میں پڑھتا ہے اور گوسالہ کا فتنہ نصاریٰ کے فتنہ سے سخت نہ تھا۔

اور تو اچھی طرح جانتا ہے کہ نصاریٰ کا فتنہ باوجود سخت خوفناک ہونے اور ضلالت ناک ہونے اور سب روئے زمین پر پھیل جانے کے وفات مسیح سے لے کر دو ہزار تک ممتد ہوا اور ٹھہرا رہا اور عیسیٰ اس وقت تک نہیں اترا کہ جس کی سب اہل کشف نے خبر دی تھی اور اُس کے اُترنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ پس یہ وہ باتیں ہیں کہ ان علماء کے پاس ان کا کوئی جواب ہمیں نظر نہیں آتا اور طُرفہ یہ کہ مجھ سے بہت نشان دیکھ چکے اور ان کی طرف کچھ التفات نہ کیا

وقالوا استدراج أو رمل، وبُهتوا لشدة إعجابهم، وجحدوا بها واستيقنتها أنفسهم ظلما وعلوّا، وكان لها من قلوبهم مكان، وفي أعينهم قدر، ولكنهم كذّبوا حسدا من عند أنفسهم، فنعوذ بالله من الحاسدين. وتركوا الحق المبين، واعتصموا بأقاويل ضعيفة ألا يتدبّرون أن الله ما رأى واقعة من معظّمات الواقعات الآتية إلا ذكرها في القرآن فكيف ترك واقعة نزول المسيح مع عظمة شأنها وغُلوّ عجائبها ولِم تركها إن كانت حقًّا وقد ذكر قصّة يوسف وقال: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ[1] وذكر قصّة أصحاب الكهف قال: كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا[2]، ولكن لم يذكر شيئا من ذكر نزول عيسٰى من السماء من غير ذكر الوفاة، فلو كان النزول حقًّا لما ترك القرآنُ هذه القصّة، ولذكَرها في سورة طويلة، ولجعلَها أحسن من كل قصّة، لأن عجائبها مخصوصة بها، ﴿۲۹﴾

اور کہنے لگے کہ یہ استدراج یا رَمَل ہے اور سخت تعجب کے سبب سے حیران ہوگئے ہیں اور ان کے دل تو یقین کر گئے ہیں لیکن ظلم اور تکبر سے انکار کر رہے ہیں اور ان کے دلوں اور آنکھوں میں [ان کی] عظمت ہے لیکن اپنے ذاتی اور بے وجہ حسد سے تکذیب کرتے ہیں۔ پس ہم اللہ کے پاس حاسدوں سے پناہ مانگتے ہیں اور انہوں نے حق صریح سے انکار کیا ہے اور ضعیف باتوں سے تمسک کیا ہے۔ کیا نہیں سوچتے کہ جو کوئی بڑا واقعہ آنے والا ہے قرآن میں خدا تعالیٰ نے ضرور ہی اُس کا ذکر کیا ہے۔ پس کیوں نزولِ مسیح کے واقعہ کو ترک کر دیا باوجودیکہ وہ بہت عظیم الشان اور عجائبات پر مشتمل تھا۔ پس اگر وہ حق ہوتا تو خدا اس کو کیوں ترک کرتا حالانکہ اس نے یوسف کا قصہ بیان کیا۔ اور فرمایا کہ "ہم تیرے آگے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔" اور اصحابِ کہف کا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ "وہ ہمارے عجیب نشانوں سے تھے۔" لیکن مسیح کی نسبت بجز وفات کے اس کے آسمان سے نازل ہونے کا ہرگز ذکر تک نہیں کیا۔ پس اگر نزول حق ہوتا تو قرآن اس کو ہرگز ترک نہ کرتا بلکہ ضرور اس کو ایک بڑی لمبی سورۃ میں بیان کرتا اور اس کو سب قصوں سے احسن قرار دیتا کیونکہ اس کے عجائبات اس سے مخصوص ہیں

[1] يوسف:۴ [2] الكهف:۱۰

ولا نظیر لها فی قصص أخریٰ، ولجعَلها
آیة لأُمّة آخر الزمان. فهذا هو الدلیل
الصریح علٰی أن هذه الألفاظ غیر
محمولة علی الحقیقة، والمراد منها فی
الأحادیث مجدّدٌ عظیم یأتی علی قدم
المسیح ویکون نظیره ومثیله، وأُطلقَ
اسم المسیح علیه کما یُطلَق اسم
البعض علی البعض فی عالم الرؤیا،
وهذه سُنّة جاریة فی الوحی والرؤیا،
وتجد نظیرها بکثرة فی کتب الأحادیث
وکتب تأویل الرؤیا، فالمراد منه
مثیلٌ یکون للمسیح کوجوده، وینزل
بمنزلة ذاته من شدّة المماثلة، ویخرج
عند غلبة النصاریٰ، ویتم علی یده
حجة اللّٰه، ویعلی کلمة الإسلام،
ویُظهِر الدین علی الأدیان کلها
بالحجج والبراهین ومع ذلك نجد
فی القرآن أن فی آخر الزمان تغلب
النصاری علی وجه الأرض، وینسلون
من کل حدب، ویهیّجون الفتن،
ویصولون علی الإسلام بمکائدهم،

اور اس کی نظیر کسی اور قصہ میں ہرگز نہیں ہے اور
آخر زمانہ کی امت کے واسطے اس کو ایک بڑا
نشان بناتا۔ پس یہ صریح دلیل ہے کہ ان الفاظ
سے حقیقی معنے مراد نہیں ہیں اور احادیث میں
ان سے ایک عظیم الشان مجدد مراد ہے جو مسیح
کے قدم پر ہوگا اور اُس کا نظیر اور مثیل ہوگا اور
مسیح کا نام اس پر بولا جائے گا جیسا کہ عالم
رؤیا میں ایک پر دوسرے کا نام بولا جاتا ہے
اور وحی اور رؤیا میں یہ سنت ہمیشہ سے جاری
ہے اور کتبِ احادیث اور کتبِ تعبیر میں ان
کی کثرت سے نظائر پائے جاتے ہیں۔ پس
اس سے مراد ایک مثیل ہے جو شدت مشابہت
کے سبب سے بعینہٖ مسیح ہوگا اور وہ نصاریٰ کے
غلبہ کے وقت ظاہر ہوگا اور اس کے ہاتھ پر اللہ
کی حجت پوری ہوگی اور اسلام کا بول بالا
کرے گا اور دلائل کے ساتھ اسلام کو سب
دینوں پر غالب کرے گا اور باوجود اس کے ہم
قرآن میں بھی پاتے ہیں کہ اخیر زمانہ میں روئے
زمین پر نصاریٰ غالب ہو جاویں گے اور ہر ایک
بلندی سے اُتریں گے اور بہت سے فتنے پھیلائیں
گے اور اپنے فریبوں سے اسلام پر حملے کریں گے

ويـجلبون عليه رَجِلَهم وخَيْلَهم، ولا يتركون من كيد في إطفاء نور الإسلام، فعند ذلك ينظر الربّ الكريم إلى
هٰذه الأمّة الـمرحومة الضعيفة التي ﴿۳۰﴾
لا حول لها ولا قوّة، فينفخ في الصور، ويُعلِّم أحدًا منهم من عنده علما وعقلا، ويُعطي له آيات، ويُنـزله منـزلةَ عيسى بـن مـريـم، فينير الحق ويُبطل كيد الخائنين. وأما إقامته في مقام عيسى وتسـميته باسمه فله وجهين: **الأوّل**: أن الـمجدد لا يأتي إلا بمناسبة حال قـوم يـريـد الـلّٰه أن يتم حجته عليه، فـلما كانت الأعداء قوم النصارى، اقتضت الحكمةُ الإلٰهية أن يُسمّى الـمـجـدّد مسيحًـا. **والثّـانـي**: أن الـمـجـدّد لا يـأتي إلا على قدم نبيّ يشـابه زمانُ المجدّد زمانَه، فهنا قد شـابَـهَ زمـانُ قومنا بزمان المسيح، فـإن عيسى عليه السلام قد جاء في وقـت مـا بـقيـت فيه رياسة اليهود، وتـملكت السلطنةُ الرومية عليهم،

اور اپنے پیدلوں اور سواروں کے ساتھ اسلام پر چڑھائی کریں گے اور نور اسلام کے بجھانے میں کسی مکر کو فروگزاشت نہ کریں گے۔ پس ایسے وقت میں خدائے کریم اس ضعیف امت مرحومہ پر نظر عنایت کرے گا کہ جس کا کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت نہیں۔ پس وہ نَفخِ صُور کرے گا اور اُن میں سے ایک کو علم و دانش سکھلاوے گا اور اس کو بہت سے نشان عنایت کرے گا اور اس کو عیسیٰ بن مریم کی مانند بنا کر حق کو روشن اور خیانت پیشہ لوگوں کے منصوبہ کو باطل کرے گا اور اس کا مسیح کے قائم مقام ہونا اور اس کا ہم نام ہونا دو وجہ سے ہے۔ اوّل یہ کہ ہر ایک مجدد اس قوم کے مناسب حال آتا ہے کہ جس پر خدائے علیم حجت پوری کرنی چاہتا ہے پس چونکہ دشمن قوم نصاریٰ تھی تو اس لئے حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ اس مجدد کا نام مسیح رکھا جاوے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر ایک مجدد کسی ایسے نبی کے قدم پر آتا ہے کہ جس کے زمانہ سے اُس کا زمانہ مشابہ ہو اور ہماری قوم کا زمانہ مسیح کے زمانہ سے مشابہ ہے کیونکہ مسیح ایسے وقت میں آیا تھا کہ یہود میں سلطنت نہیں رہی تھی اور رومی سلطنت اُن پر قابض تھی

ومع ذلك جاء في وقت قد فسدت قلوب علماء اليهود، و زاغت آراؤهم وكثرت فيهم المكائد والفسق والفجور وحبّ الدنيا والخسّة والسفاهة والنفاق والجدال، وغير ذلك من الأخلاق الرديّة، وكذلك كان حال قومنا في هذا الوقت، فاقتضت حكمة إلٰهية أن تسمى المجدِّدَ عيسى ابن مريم، رعايةً لحالات المخالفين والموافقين.☆

وقالوا إن المسيح ينزل من السماء ويقتل الدجّال ويُحارب النصارىٰ، فهذه الآراء كلّها قد نشأت من سوء الفهم وقلّة التدبّر في كلماتِ خاتم النبيّين. وأمّا النزول من السماء فقد فهمتَ حقيقتَه، وقد بيّنتُ لك أن النزول من السماء لا يثبت من القرآن العظيم، ولا من حديث النبيّ الكريم. والعجب منهم أنهم يؤمنون بأن الله أنزل في القرآن آيات فيها ذكرُ وفاة المسيح،

اور نیز اُس زمانہ میں علماء یہود کے دل خراب اور ٹیڑھے ہو گئے تھے اور فریب اور فسق و فجور اور محبت دنیا اور خست اور سفاہت اور نفاق اور جدال اور باقی ردّی اخلاق اُن میں بکثرت پھیل گئے تھے اور ہماری قوم کا حال بھی اس وقت میں ٹھیک ایسا ہی تھا پس حکمتِ الٰہیہ نے چاہا کہ موافقوں اور مخالفوں کی رعایت سے اس مجدد کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا جاوے۔

اورانہوں نے کہا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ دجال کوقتل کرے گا اور عیسائیوں سے جنگ کرے
گا۔ یہ تمام آراء سوچ کے بگاڑ اور حضرت خاتم ﴿۳۱﴾
النبیّن صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں قلّتِ تدبّر سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور رہی آسمان سے نزول کی بات تو تُو اس کی حقیقت کوسمجھ چکا ہے اور میں نے پوری وضاحت کے ساتھ تجھ پر واضح کر دیا ہے آسمان سے نزول نہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث سے۔ اور اُن پر حیرانگی تو یہ ہے کہ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بعض ایسی آیتیں نازل کی ہیں جن میں وفات مسیح کا ذکر ہے،

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ۲۷ رجولائی ۱۹۰۳ء میں جو ترجمہ شائع ہوا تھا وہ یہاں تک تھا۔ اس سے آگے مکرم محمد سعید صاحب انصاریؓ کا ترجمہ ہے جس کی نظر ثانی عربک بورڈ ربوہ نے کی ہے۔ (ناشر)

ثم يظنون أنه حيّ جالس في السماء الثانية مع ابن خالته يحيٰى النبي الشهيد. على نبيّنا وعليهم السلام. ولا يتفكرون ولا ينظرون إلى أن يحيٰى قد قُتل ولحِق بالموتى، فكيف جمع اللّٰه الحيّ بالميّت؟ وما للموتٰى والأحياء؟ فالعجب كل العجب أنهم يجمعون في عقائدهم اختلافات كثيرة، ولا يتنبهون على ذلك، ولا يتقون الأقوال المتهافتة المتناقضة، ويتكلّمون كالسكارى أو كالمجانين.

وما نجد في أقوال المفسرين أنهم اتفقوا في أمر حياة عيسٰى، بل لهم في هذه المسألة اختلافات كثيرة فذهب بعضهم أنه قد مات ثم أُحيِيَ ولكن هذا قولهم بأفواههم، وما أتوا بدليل على الحياة بعد الموت من النصوص القرآنية أو الحديثية

پھر وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ وہ دوسرے آسمان پر اپنے خالہ زاد بھائی شہید نبی یحیٰی کے ساتھ زندہ بیٹھے ہیں۔اللہ کی ہمارے نبی اور اُن سب پر سلامتی ہو۔اور وہ غور وفکر نہیں کرتے کہ یحیٰی علیہ السلام تو قتل ہوئے اور مُردوں سے جا ملے پھر اللہ نے زندے کو مُردے کے ساتھ کیسے جمع کر دیا؟ مُردوں کا زندوں سے بھلا آپس میں کیا تعلق؟ تعجب کی انتہا ہے کہ یہ لوگ اپنے عقائد میں بہت سے اختلاف جمع کر دیتے ہیں اور اس پر متنبہ نہیں ہوتے اور نہ ان ردّی اور متناقض اقوال سے اجتناب کرتے ہیں۔اور وہ نشہ میں مست لوگوں یا مجنونوں کی طرح باتیں کرتے ہیں۔

ہم مفسرین کے اقوال میں نہیں پاتے کہ وہ حیاتِ عیسیٰ کے بارے میں متفق ہیں۔بلکہ اس مسئلہ میں ان کے اندر بہت سے اختلافات ہیں۔ ان میں سے بعض تو اس طرف گئے ہیں کہ وہ فوت ہو گئے پھر وہ زندہ کئے گئے لیکن یہ سب اُن کے منہ کی باتیں ہیں۔وہ نصوص قرآنیہ یا حدیثیہ سے کوئی دلیل حیات بعد الموت کی نہیں لائے۔

وبعضهم ذهب إلى أنه صعد بجسمه العنصری إلى السماء قبل الموت، فخالف بیان القرآن فی قوله من غیر حجة ولا برهان، ولا دلیل شافٍ ولا سلطان مبین. فالحاصل أنّهم نطقوا فی أمره بحسب ظنهم کهائم واد، وما اتفقوا علی رأی واحد فی أمر صعوده، وما استطاعوا أن یأتوا بآیة أو حدیثٍ أو قول صحابی علی صحة عقیدة الصعود بالجسم العنصری. ثم انصرفوا قبل إثبات هذا الأصل العظیم إلی عقیدة النزول، وما عرفوا أن النزول فرع للصعود، وثبوته فرع لثبوته، و إذا ثبت أن القرآن لا یصدِّق صعودَ عیسٰی بجسمه العنصری، بل یخالفه ویُبیّن وفاتَه فی کثیر من آیاته،

اور ان میں سے بعض (مفسرین) اس طرف گئے ہیں کہ وہ موت سے پہلے اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ گئے ہیں۔ پس انہوں نے ﴿۳۲﴾ اپنے اس قول میں بغیر کسی حجت اور برہان اور بغیر کسی تسلی بخش اور کھلی واضح دلیل کے قرآن کریم کے بیان کی مخالفت کی ہے۔ پس حاصل کلام یہ کہ انہوں نے اِس معاملہ میں اپنے اپنے خیال کے مطابق اس طرح گفتگو کی ہے جیسے وادی میں کوئی بے مقصد سرگرداں شخص ہو۔ اور وہ اس کے آسمان پر جانے کے بارے میں کسی ایک رائے پر متفق نہیں ہوئے اور وہ مادی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ جانے کے عقیدے کی صِحت پر کوئی آیت یا حدیث یا کسی صحابی کا قول پیش نہیں کر سکے۔ پھر وہ اُس عظیم اصول کو ثابت کرنے سے پہلے نزول کے عقیدے کی طرف پھر گئے اور اُن کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ نزول صعود کی فرع ہے۔ اور (نزول) کا ثبوت (صعود) کے ثبوت کے لئے بطور فرع ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن حضرت عیسٰیؑ کے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ اس کی مخالفت کرتا ہے اور اس کی وفات کو اپنی بہت سی آیات میں بیان کرتا ہے۔

فتارةً يقول يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ، وتارة يشير إلى وفاته بقوله: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ، وتارة يقول: مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أى ماتوا كلّهم (ولو لم نختَرْ هذا المعنى فى هذه الآية المؤخرة يبطُل الاستدلال المطلوب) فكيف نترك القرآن وشهاداته وأىّ شهادة أكبر من شهادة الكتاب العزيز الذى لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه؟ فهل تريد أصلحك الله دليلًا أوضح من هذا فالأنسب والأولى أن يُعرَض غيرُ القرآن على القرآن، ولو كان حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو كشف ولىّ، أو إلهام قُطب، فإنّ القرآن كتاب قد كفَل الله صحّته،

پس کبھی فرماتا ہے کہ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ [۱] اور کبھی وہ اپنے اس قول سے اس کی وفات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ [۲] اور کبھی فرماتا ہے کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [۳] یعنی وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔ (اگر ہم اس آخری آیت میں اس معنی کو اختیار نہ کریں تو مطلوبہ استدلال باطل ہو جاتا ہے) پس ہم قرآن اور اس کی شہادتوں کو کیسے ترک کر دیں۔ اور کون سی شہادت اس کتاب عزیز کی شہادت سے بڑھ کر ہو سکتی ہے کہ باطل جس کے نہ آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ اللہ تیرا بھلا کرے کیا تو اس سے زیادہ واضح کوئی اور دلیل چاہتا ہے؟ سو زیادہ مناسب اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر قرآن کو قرآن پر پیش کیا جائے۔ خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا کسی ولی کا کشف یا کسی قطب کا الہام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی صحت کی خود اللہ نے ضمانت دی ہے

[۱] اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ (آل عمران:۵۶)

[۲] پس جب تو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تو ہی ان پر نگران رہا۔ (المائدۃ:۱۱۸)

[۳] محمد ﷺ تو محض ایک رسول ہے اور ان سے پہلے رسول فوت ہو چکے ہیں۔ (آل عمران:۱۴۵)

وقال: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ، وإنه لا يتغير بتغيُّرات الأزمنة ومرور القرون الكثيرة، ولا ينقص منه حرف ولا تزيد عليه نقطة، ولا تمسّه أيدى المخلوق، ولا يُخالطه قول الآدميّين.

ومع ذلك لا شك أن القرآن وحى متلوٌّ، وكله متواتر قطعي، حتى النقاط والحروف، وأنزله اللّٰه باهتمام شديد كامل بحراسة الملائكة. ثم ما ترك النبى صلى اللّٰه عليه وسلم دقيقة من الاهتمامات فى أمره، وداوم على أن يكتب أمام عينه آيةً آيةً كما كان ينزل حتى جمَع كلّه، ورتّب الآيات وجمَعها بنفسه النفيسة، وكان يُداوم على قراء ته فى الصلاة وغيرها، حتى ارتحل من دار الدنيا

اور اُس نے فرمایا ہے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ [1] اور یہ زمانوں کے تغیّر اور بہت سی صدیوں کے گزر جانے سے بھی نہیں بدلتا۔ اور نہ اس میں سے کوئی حرف کم ہوسکتا ہے اور نہ اس پر کوئی نقطہ زیادہ ہوسکتا ہے اور نہ مخلوق کے ہاتھ اِسے چھو سکتے ہیں اور نہ ہی آدمیوں کا کوئی قول اس میں شامل ہوسکتا ہے۔

مزید برآں قرآن بلاشبہ وحیِ متلوّ ہے۔ اور پورے کا پورا یہاں تک کہ نقطے اور حروف بھی قطعی متواتر ہیں۔ اور اللہ نے اِسے کمال اہتمام کے ساتھ فرشتوں کی حفاظت میں نازل فرمایا ہے۔ پھر اس کے بارے میں تمام قسم کے اہتمام کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور آپ نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایک آیت جیسے وہ (قرآن) نازل ہوتا رہا، لکھنے پر مداومت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے مکمل طور پر جمع فرمایا اور بنفس نفیس آیات کو ترتیب دیا اور اُنہیں جمع کیا اور نماز میں اور نماز سے باہر اس کی تلاوت پر مداومت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے رحلت فرما گئے۔

[1] یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:١٠)

ولحِق بالرفيق الأعلى، ولاقى محبوبه ربّ العالمين.

ثم بعد ذلك قام الخليفة الأول **أبو بكر الصدّيق** رضى اللّٰه عنه لتعهُّد جميعِ سوره بترتيب سمع من النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم بعد الصدّيق الأكبر وفّق اللّٰه الخليفة الثالث فجمَع القرآن على قراء ة واحدة بحسب لغة قريشٍ وأشاعه فى البلاد ومع ذلك كان الصحابة كلّهم يقرأون القرآن كالحفّاظ، وكان كثير منه فى صدور المؤمنين، وكانوا يقرأونه فى الصَّلاة وخارجها، بل كانوا بعضهم حافظ القرآن كله، وكانوا يتلونه فى آناء الليل والنهار، وكانوا على تلاوته مداومين.

فتفكَّرْ أيها العبد الصالح، أين حصل هذا المقام الأعلى والأسنىٰ لحديث فى زمان من الأزمنة

اور اپنے رفیق اعلیٰ اور محبوب رب العالمین سے جا ملے۔

پھر اس کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تمام سورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ پھر (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ نے خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو توفیق عطا فرمائی۔ تو آپ نے لُغتِ قریش کے مطابق قرآن کو ایک قراءت پر جمع کیا اور اُسے تمام ملکوں میں پھیلا دیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تمام صحابہ (کرامؓ) قرآن کو حافظوں کی طرح پڑھتے تھے اور اس (قرآن) کا بیشتر حصہ مومنون کے سینوں میں (محفوظ) تھا اور وہ اُسے نماز میں اور نماز سے باہر پڑھتے رہتے تھے۔ بلکہ اُن میں سے بعض تو پورے قرآن کے حافظ تھے اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کی تلاوت کرتے تھے اور اس کی تلاوت پر مداومت اختیار کرتے تھے۔

پس اے صالح بندے! غور کر، کہ یہ اعلیٰ و ارفع مقام زمانوں میں سے کسی زمانہ میں حدیث کو کہاں حاصل ہوا؟

وإن الأحاديث كلها احاد☆ وما توجّه رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى جمعها وكتابتها، ولا صحابته الكرام، وما كفَلها الله وما ضمن وما وعَد لعصمتها وحفاظتها كوعده لحفاظة القرآن. ومع ذلك كُتبت الأحاديث بعد زمانٍ طويلٍ، وبعد قرون من وفاة نبيّنا صلى الله عليه وسلم. ومع ذلك يوجد في بعضها اختلاف كثير وتناقض عسير، فهذا هو السبب الذى جعَل هذه الأُمّةَ فرقةً فرقةً،

جبکہ احادیث سب کی سب اَحَاد☆ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جمع کرنے اور انہیں ضبطِ تحریر میں لانے کی جانب کوئی توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہی آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اور نہ ہی اللہ نے ان کا ذمّہ لیا اور نہ ہی ضمانت دی، اور نہ ہی قرآن کی حفاظت کے وعدہ کی طرح ان کی عصمت اور حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ علاوہ ازیں احادیث ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدیوں بعد ایک لمبے عرصہ کے بعد جمع کی گئیں۔ اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ان میں سے بعض میں بہت اختلاف اور شدید تناقض پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی وہ سبب ہے جس نے اس اُمّت کو فرقہ فرقہ بنادیا۔ ﴿۳۳﴾

☆حاشية:۔ اعلم.. أرشدك الله.. أن الامام البخارى مع شدة اهتمامه فى تصحيح الأحاديث وتوفيقها و تنقيدها وتفتيش رُواتها عجِز عن رفع التناقض الذى يوجد فى احاديث صحيحه حتى تُوُفِّيَ،ثم ما كان لأحد أن يتدارك مافاته. ألا تنظر إلى أحاديث المعراج كيف يوجد فيها اختلافات عظيمة، حتى ان بعضهم ذهب الى أن المعراج كان فى اليقظة، وبعضهم ذهب الى أنه كانت رؤيا صالحة. فتدبّرْ ولا تكن من النائمين. منه

☆ حاشیہ:۔ اللہ تجھے ہدایت دے، تجھے معلوم ہو کہ امام بخاری احادیث کی تصحیح اور اُن میں تطبیق پیدا کرنے اور ان کی تنقید اور ان کے راویوں کی جانچ پڑتال کرنے میں کمال اہتمام کے باوجود اُس تناقض کو مرتے دم تک دور کرنے سے عاجز رہے جو اُن کی صحیح (بخاری) کی احادیث میں پایا جاتا ہے۔ پھر کسی دوسرے کے لئے یہ ممکن نہ ہوا کہ جو کام اُن سے رہ گیا تھا وہ اُس کی تلافی کرتا۔ کیا تو معراج کی روایات کو نہیں دیکھتا کہ اُن میں کیسے کیسے عظیم اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ معراج بیداری میں ہوا تھا۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ وہ ایک رؤیائے صالحہ تھی۔ پس غور وتدبر کر اور سونے والوں میں سے نہ ہو۔ منہ

فبعضهم حنفي، وبعضهم شافعي، وبعضهم مالكي، وبعضهم حنبلي. ولو كانت الأحاديث متفقة متوافقة لما اختلف الناس فيها وما افترقوا، ولكنهم وجدوا الأحاديث بعضها يُخالف بعضا، فأخذ كل واحد حديثًا باجتهاد وفوّض الأمر إلى اللّٰه، ففريق ذهب إلى رفع اليدين في الصلاة والتأمين بالجهر وقرائة الفاتحة خلف الإمام، وفريق آخر خالفه في اجتهاده، وكل منهما يستدل بحديث، فكذلك في ألوف من الأحاديث يوجد اختلاف المذاهب. فالأحاديث التي متنزلة من مراتب التواتر والقطعية واليقين، ولا تخلو من الاختلافات والتناقضات والأضداد.. كيف نحسبها قاضية على القرآن أهذه علامات القُضاة فتفكّروا إن كنتم مُتفكّرين.

پس اُن میں سے بعض حنفی، بعض شافعی، بعض مالکی اور بعض حنبلی ہیں۔اگر احادیث متفقہ اور باہم موافق ہوتیں تو لوگ ان میں کبھی اختلاف نہ کرتے اور نہ فرقوں میں بٹتے لیکن اُنہوں نے احادیث کو ایک دوسرے سے مختلف پایا پس ان میں سے ہر (فرقے) نے اپنے اجتہاد کے مطابق کسی حدیث کو لے لیا۔اور معاملے کو اللہ کے سپرد کردیا۔ایک فریق تو نماز میں رفع یدین اور آمین بالجھر اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی طرف چلا گیا اور دوسرے فریق نے اپنے اجتہاد میں اُس کی مخالفت کی۔ ہر دو فریق حدیث سے ہی استدلال کرتے ہیں۔اسی طرح ہزارہا احادیث میں مسالک کا اختلاف پایا جاتا ہے۔پس ایسی احادیث جو تواتر، قطعیّت اور یقین کے مرتبہ سے گری ہوں اور اختلافات، تناقضات اور اضداد سے خالی نہ ہوں، اُنہیں ہم قرآن پر قاضی کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟ کیا یہ ہیں قاضیوں کی علامات؟ پس غور کرو اگر تم غور کرنے والے ہو۔

وإنّا لا ننظر إلى الأحاديث بنظر الاستخفاف والتوهين، بل نحن نشكر أئمّة المحدّثين ونحمدهم على سعيهم، ولا شك أن للأحاديث شأنًا عظيمًا، وهي حاملة لتواريخ الإسلام ولأكثر مسائل الدّين وجزئياته، ونُعظّمها ونعزّها ونقبَلها بالرأس والعين، ولكنّا لا نقدّمها على كتاب اللّٰه الإمام المهيمن، وإذا تخالَفَ الحديث والفرقان في أمر من القصص فنُشهِد الثَّقَلينِ أنّا مع الفرقان ولا نبالي طعن الطاعنين. ونعلم أن الخير كله والسلامة كلّها في جَعْل القرآن معيارًا لمثل هذه الأخبار، فالقانون الصحيح العاصم من الخطاء أن نعرِض كل قصّةٍ على القرآن، فإن كان ذكرُها في القرآن أو ذكرُ أمرٍ يُشاكلها ويُشابهها فيُقبَل ويُؤمَن به ويُعتقد عليه، وإن لم يوجد شبيه في القرآن، لا في هذه الأُمّة ولا في أمم أخرىٰ،

اور ہم احادیث کو استخفاف اور توہین کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ ہم ان ائمہ محدّثین کے شکر گزار ہیں اور ان کی مساعی کی تعریف کرتے ہیں۔ بلاشبہ احادیث کی عظیم شان ہے اور وہ تواریخ اسلام اور بیشتر مسائل دینیہ اور اس کی جزئیات کی حامل ہیں۔ ہم ان کی عزت وتکریم کرتے ہیں اور انہیں بسر و چشم قبول کرتے ہیں لیکن ہم انہیں کتاب اللہ (قرآن) پر جو امام اور مہیمن ہے مقدم نہیں کرتے۔ اور جب قرآن اور حدیث میں کسی قصے کے بارہ میں باہم اختلاف ہوجائے تو ہم جنّ و اِنس کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ ہم قرآن کے ساتھ ہیں اور ہم طعنہ زنوں کے طعن کی پرواہ نہیں کرتے اور ہم جانتے ہیں کہ تمام تر بھلائی اور تمام تر سلامتی قرآن کو اس قسم کی احادیث کے لئے معیار بنانے میں ہے پس خطا سے بچانے والا صحیح قانون یہی ہے کہ ہم ہر قصّے کو قرآن پر پیش کریں۔ پھر اگر اس کا یا اس سے ملتے جلتے اور مشابہ امر کا ذکر قرآن میں موجود ہو تو وہ قبول کرلیا جائے گا اور اُس پر ایمان لایا جائے گا اور اُس پر اعتقاد رکھا جائے گا۔ اور اگر قرآن میں اس کی مثل نہ پائی جائے نہ اس امت میں اور نہ دوسری امتوں کے ذکر میں۔

بـل يـوجـد فيـه شيء يعارضه، فمن الـواجـب أن لا يُـقبَل مثل هـذه القصص إلا في زيّ التأويل. فانظرْ اقتـداءً لهٰـذا الـقانون العاصم الذي بـلَغنـا مـن رسـول الـلّٰه صلى الله عليه وسلم، هل تجد لقصة صعود الـمسيـح مـع جسـمـه الـعنصري ولـقـصة نـزولـه من السماء واضعًا كـفّيـه عـلى جناحي الملَكين أصلا أو أثـرًا فـي الـقـرآن أو قصة ممّا يُشـابـه هذه القصة بل القرآن يُنـزّه شأن اللّٰه عن مثل تلك الأفعال في هـذه الـدُّنيـا ويقول: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا. وإنـه خـالفَ قـصة الـنـزول جهرًا بحيث ذكر بشاراتٍ بشّر بها المسيح فـي كـلامه المرتّب المرصّع، فبلغ الـكـلام مـن قولـه: إِنِّي مُتَوَفِّيكَ إلى قوله: يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وما ذكر فيه قـصّة صـعـود الـمسيح ولا نزولـه،

بلکہ کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو اس کے معارض ہے تو پھر لازم ہے کہ اس قسم کے قصوں کو صرف تاویلی پیرایہ میں ہی قبول کیا جائے پس تُو (خطا سے) بچانے والے اس قانون کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے پیروی کرتے ہوئے دیکھ کہ کیا تو مادی جسم کے ساتھ مسیح کے (آسمان پر) چڑھنے اور دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُس کے آسمان سے اُترنے کے قصوں کی بنیاد یا نشان یا اس قصے کے مشابہ کوئی قصہ قرآن میں پاتا ہے؟ بلکہ قرآن اس دنیا میں اس قسم کے افعال سے اللہ کی شان کو منزّہ قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[1] اور وہ (قرآن) نزول کے قصے کا اعلانیہ مخالف ہے۔ چنانچہ اُس نے اُن بشارتوں کا ذکر کیا ہے جن میں اُس نے اپنے مرتّب اور مُرَصَّع کلام میں مسیح کو بشارتیں دی ہیں۔ پس یہ کلام اللہ کے قول اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ سے قول يَوْمِ الْقِيَامَةِ تک ہے۔ اور اس میں نہ تو اُس نے مسیح کے آسمان پر چڑھنے کے قصے کا کوئی ذکر کیا ہے اور نہ ہی اُس کے اُترنے کا۔

[1] تو یہ اعلان کردے کہ میرا ربّ (ایسا کرنے) سے پاک ہے۔ میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں۔ (بنی اسرائیل: ۹۴)

ولو كانت صحيحة لذكرها في ضمن هذه البشارات، فهذا دليل واضح على أن الفرقان ما صدّق تلك القصص، بل كذّبها لذكره المواعيد والتبشيرات للمسيح إلى يوم القيامة، وتركه تلك القصة، وفي ذلك وجوه شافية للطالبين.

واعلم أن القرآن لا يجوّز لأحد أن يرقى في السماوات بجسمه العنصري ويبقى فيها حيًّا إلى يوم القيامة. وأنت تعلم أنّ طائفة من قريشٍ اقترحوا سؤالات من عند أنفسهم، فكان منها أنهم قالوا لرسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: إنّا لا نؤمن بك حتّى ترقى في السماء، فنزل في جوابهم: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا. وأنت تعلم أن رسولناصلعم أفضل الرسل وخاتمهم

اگر یہ بات درست ہوتی تو ان بشارات کے ضمن میں اُس کا ضرور ذکر کرتا پس یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قرآن نے ان قصوں کی تصدیق نہیں کی بلکہ اُس نے مسیح کے لئے قیامت تک کے وعدوں اور بشارتوں کا ذکر کر کے اور اس قصّہ کو چھوڑ کر اُن کی تکذیب کی ہے۔ اور اس میں حق کے طالبوں کے لئے تسلی بخش وجوہات ہیں۔ ﴿۳۴﴾

تو جان لے کہ قرآن کسی کے لئے یہ جائز قرار نہیں دیتا کہ وہ اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ جائے۔ اور (پھر) قیامت تک اُس میں زندہ رہے۔ اور تجھے یہ معلوم ہے کہ قریش کے ایک گروہ نے کچھ مطالبات اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کئے تھے۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو آسمان پر نہ چڑھ جائے۔ اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [1] اور تو جانتا ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور اُن کے خاتم ہیں

[1] تو یہ اعلان کردے کہ میرا ربّ (ایسا کرنے) سے پاک ہے۔ میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں۔ (بنی اسرائیل:۹۴)

وأحبُّهم إلى اللّٰه، فالأمر الذي لم يجُزْ له.. فكيف يجوز لغيره فتدبّر يا أخي.. أيّدك الله بإلهام مبين.

وأما **معراج** رسولنا صلى الله عليه وسلم فكان أمرا إعجازيًا من عالم اليقظة الروحانية اللطيفة الكاملة، فقد عرج رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم بجسمه إلى السّمآء وهو يقظان **لا شك فيه** ولا ريب، ولكن مع ذلك ما فُقد جسمه من السرير كما شهد عليه بعض أزواجه رضي اللّٰه عنهن. وكذلك كثير من الصحابة. فأنت تعلم وتفهم أنّ قصّة المعراج شيء آخر لا يضاهيه قصةُ صعود عيسى عليه السّلام إلى السّماء، وإن كنت تشكّ فيه فارجع إلى البخاری، وما أظن أن تبقى بعده من المرتابين.

اوراُن میں سے اللہ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس لئے جو بات آپ کے لئے جائز نہ تھی وہ کسی دوسرے کے لئے کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ پس اے برادرِمن! غور کر۔ اللہ واضح الہام سے تیری تائید فرمائے۔

رہی بات ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تو وہ ایک اعجازی معاملہ تھا۔ جو کامل لطیف روحانی بیداری کے عالم میں تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ آسمان کی طرف لے جایا گیا اس میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن بایں ہمہ آپؐ کا جسم چارپائی سے غائب نہیں ہوا تھا جیسا کہ آپؐ کی بعض ازواج رضی اللّٰہ عنھن نے اس پر شہادت دی ہے۔ اوراسی طرح بہت سے صحابہؓ نے بھی۔ پس تو جانتا اور سمجھتا ہے کہ معراج کا واقعہ ایک الگ نوعیت کا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف صعود فرمائے جانے کا قصّہ کوئی مشابہت نہیں رکھتا اوراگر تجھے اس بارے میں کوئی شک ہو تو بخاری کی طرف رجوع کر۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد تُو شک کرنے والوں میں سے نہیں ہوگا۔

وأما قوله تعالى فى قصة إدريس: وَ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا فـاتـفـق الـمـحـقـقـون من العلماء أن المراد مـن الـرفـع ههنا هو الإماتة بالإكرام ورفـع الـدرجـات، والـدليل على ذلك أن لـكـل إنسان موت مُقدّر لـقوله تعالى: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ولا يـجوز الموت فى السماوات لقوله تعالى: وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ، ولا نجد فى الـقـرآن ذِكـر نـزول إدريـس وموته ودفـنـه فـى الأرض، فثبت بالضرورة أن المراد من الرفع الموتُ. فحاصل الـكـلام أن كـل مـا يـخـالف القرآن ويـعـارض قـصـصـه فهـي أباطيل وأكاذيب، وإنّما هو تقَوُّلُ المفترين.

ثـم اعلم.. أيدك الله تعالىٰ.. أن عقيدة نزول المسيح من السماء مع عدم ثبوته من النصوص القرآنية ومخالفة الـقـرآن فيهـا، يضر عقائد التوحيد

اور جہاں تک (حضرت) ادریسؑ کے قصّے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ وَ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[1] تو محقق علماء نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ یہاں رفع سے مراد عزت کے ساتھ وفات دینا اور درجات کا بلند کرنا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[2] کی رو سے ہر انسان کے لئے موت مقدر ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ارشاد وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ[3] کی رو سے آسمانوں میں موت کا جواز نہیں ہے اور ہم قرآن میں (حضرت) ادریسؑ کے نزول اور اُن کی وفات اور ان کے زمین میں مدفون ہونے کا ذکر نہیں پاتے۔ پس قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ رفع سے مراد موت ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہر وہ بات جو قرآن کے مخالف اور اُس کے (بیان کردہ) قصوں کے معارض ہو وہ باطل، جھوٹ اور مفتریوں کی من گھڑت باتیں ہیں۔

اللہ تیری مدد کرے، تجھے یہ معلوم ہو کہ مسیح کے آسمان سے نزول کا عقیدہ نصوص قرآنیہ سے عدم ثبوت اور اس (عقیدہ) میں قرآن کی مخالفت کی وجہ سے توحید کے عقائد کو نقصان پہنچاتا ہے۔

[1] اور ہم نے اس کا ایک بلند مقام کی طرف رفع کیا تھا۔ (مریم:58)

[2] ہر چیز جو اس پر ہے فانی ہے۔ (الرحمٰن:27)
[3] اور اُسی میں ہم تمہیں لوٹا دیں گے۔ (طٰہٰ:56)

ویـربـی عـقـائـد قـوم أهـلـكـوا الـنـاس بـمـثـل هـذه الـقـصـص، فإنه إن كـان هـذا هـو الأمـر الـحـق.. أن عيسى لـم يـمـت كـإخـوانـه مـن الأنبيـاء، بـل هـو حيّ موجود فـي الـسـمـاء، ومـع ذلك كـان يـخـلـق الـطـيـور كـمـثـل خـلـق الـلّٰـه، ويُحيي الأموات كـإحيـاء رب الـعـالـمـيـن، فـأيّ ابتلاء أعظم مـن هـذا لـلّـذيـن يـدعـون إلٰى ربـوبيّة الـمسيـح فـي هـذا الزمـان الـذي تـتـمـوج فـيـه فتن النصـارىٰ مـن كل جهة، ويجاهدون بأموالهم وجـمـيـع مـكـائدهم ليضلوا الناس ويجعلوهم من المتنصّرين!

اور اُس قوم کے عقائد کو تقویت دیتا ہے جنہوں نے ان جیسے قصوں سے لوگوں کو ہلاک کیا۔ پس اگر یہ بات فی الواقعہ سچی ہوتی کہ عیسیٰؑ اپنے انبیاء بھائیوں کی طرح فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ آسمان میں زندہ موجود ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی طرح پرندے پیدا کرتے تھے۔ اور ربّ العالمین کے زندہ کرنے کی طرح وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ تو اس سے بڑھ کر ان لوگوں کے لئے اور کون سا ابتلا ہوگا جنہیں اس زمانہ میں مسیح کی خدائی کی طرف دعوت دی جاتی ہے جس (زمانہ) میں ہر طرف نصاریٰ کے فتنے موجزن ہیں۔ اور وہ (عیسائی لوگ) اپنے مالوں کے ساتھ اور تمام قسم کی فریب کاریوں کے ساتھ بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو گمراہ کریں اور اُنہیں عیسائی بنالیں۔

ثم اعلموا.. أيها الأعزة.. أن حياة رسولنا صلى الله عليه و سلم ثابت بالنصوص الحديثية، وقد قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم إني لا أُترَك ميّتًا في قبري إلى ثلاثة أيام أو أربعين باختلاف الرواية، بل أُحيا وأُرفع إلى السماء. ﴿۳۵﴾

پھر اے عزیزو! یہ جان لو کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نصوصِ حدیثیہ سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَیں اپنی قبر میں تین یا چالیس دن تک مُردہ نہیں رہوں گا باختلاف روایت بلکہ میں زندہ کیا جاؤں گا اور آسمان کی طرف اُٹھایا جاؤں گا۔

وأنت تعلم أن جسمه العنصری مدفون فی المدینة، فما معنی هذا الحدیث إلا الحیاة الروحانی والرفع الروحانی الذی هو سُنّة اللّٰه بأصفیائه بعدما توفاهم؟ کما قال عزّوجلّ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ ، وما معنی قول: اِرۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّكِ إلّا المعنی الذی یُفهم من قول: رَافِعُكَ اِلَیَّ ' فإن الرجوع إلی اللّٰه راضیة مرضیة والرفعُ إلی اللّٰه أمرٌ واحد، وقد جرت عادة اللّٰه تعالٰی أنه یرفع إلیه عباده الصالحین بعد موتهم، ویؤویهم فی السماوات بحسب مراتبهم، ولأجل ذلك لقی نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم کل نبی خلا من قبله فی لیلة المعراج فی السماوات، فوجد آدم فی السماء الدنیا، ووجد عیسی وابن خالته یحیٰی فی السماء الثانیة، ووجد موسٰی فی السماء الخامسة.

اور تُو جانتا ہے کہ آپؐ کا جسد خاکی مدینہ میں مدفون ہے۔ پھر اس حدیث کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں سوائے اُس روحانی زندگی اور روحانی رفع کے جو اللہ کی سنت اپنے اصفیاء (چنیدہ بندوں) کے ساتھ انہیں وفات دینے کے بعد قائم ہے۔ جیسا کہ خدائے عزّوجلّ نے فرمایا ہے کہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ [1] اور قول اِرۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّكِ کے وہی معنی ہیں جو قول رَافِعُكَ اِلَیَّ سے سمجھے جاتے ہیں کیونکہ رجوع اِلی اللہ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّة" اور "رَفَع اِلَی اللّٰه" ایک ہی بات ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو اُن کی وفات کے بعد اپنی طرف اُٹھاتا ہے۔ اور اُنہیں ان کے حسب مراتب آسمانوں میں مقام دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے ہر نبی سے آسمانوں میں ملاقات فرمائی۔ چنانچہ آپؐ نے آدمؑ کو پہلے آسمان میں، عیسیٰؑ اور ان کے خالہ زاد بھائی یحیؑی کو دوسرے آسمان میں اور موسیٰؑ کو پانچویں آسمان میں پایا۔

[1] اے نفس مطمئنہ! تو اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جا۔ (الفجر: ۲۸، ۲۹)

وهـذه الأحـاديث صحيحة تجدها فـي البـخاري وغيره من الصحاح، ثـم الـذين لا يريدون الحق يتعاوِنون ويـنسـون رفـع الأنبيـاء كـلهـم، ويـصرون على حياة عيسٰى ورفعه، ويـقـرأون حـديـث الـمـعـراج ثـم يـنسـونـه، ويـضـيعـون أعـمـارهم غافلين.

أعيسٰى حـيٌّ ومات الـمـصطفٰى تـلـك إذًا قسمة ضيزى! اعدلوا هو أقـرب لـلتقوىٰ وإذا ثبت أن الأنبياء كـلهـم أحيـاء فـي الـسـماوات، فأيّ خصوصية ثـابتة لحياة المسيح أهو يأكل ويشرب وهـم لا يأكلون ولا يشربون؟ بل حياة كليم الله ثابت بنصّ القرآن الكريم.. ألا تقرأ في القرآن ما قال الله تعالٰى عزّوجلّ: فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ، وأنت تعلم أن هذه الآية نـزلـت فـي موسى، فهي دليل صريح على حياة موسٰى عليه السلام،

اور یہ سب حدیثیں صحیح ہیں تو انہیں بخاری اور دیگر صحاح میں پاتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو حق کے خواہاں نہیں وہ اندھے بن جاتے ہیں اور تمام انبیاء کے رفع کو بھول جاتے ہیں۔ اور (صرف) عیسیٰ کی حیات اور اُن کے رفع پر اصرار کرتے ہیں۔ وہ حدیثِ معراج پڑھتے ہیں پھر اُسے بھول جاتے ہیں۔ اور اپنی عمریں غفلت میں ضائع کر دیتے ہیں۔

کیا عیسیٰ زندہ اور (محمد) مصطفیٰؐ فوت ہو گئے؟ یہ تو ایک غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ عدل کرو کہ وہ تقویٰ کے قریب تر ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جملہ انبیاء آسمانوں میں زندہ ہیں تو پھر مسیح کی حیات کی کون سی خصوصیت ثابت ہوتی ہے۔ کیا وہی کھاتا پیتا ہے اور وہ کھاتے پیتے نہیں؟ بلکہ کلیم اللہ کی حیات تو نص قرآن کریم سے ثابت ہے کیا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ عزّوجلّ کا فرمان فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ [1] نہیں پڑھتا اور تُو جانتا ہے کہ یہ آیت (حضرت) موسیٰؑ کے بارے میں اُتری ہے۔ پس یہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر ایک واضح دلیل ہے۔

[1] کہ تو اُس کی ملاقات کے بارہ میں شک نہ کر۔ (السجدة:۲۴)

لأنـه لقي رسول الله صلى الله عليه وسلم، والأموات لا يلاقون الأحياء. ولا تجد مثل هذه الآيات في شأن عيسٰى عليه السلام، نعمْ جاء ذكر وفاته في مقامات شتّى، فتدبّر فإن اللّٰه يحب المتدبّرين.

ولعلّك تقول: لِم ذكَر اللّٰه تعالىٰ قصّة رفع عيسٰى عليه السلام بالخصوصية، وكذلك قصة نفي صلبه في القرآن وأيّ سرّ ومصلحة في ذِكرهما وأيّ حاجة اشتدت لهذا البيان فاعلم أن علماء اليهود وفقهاء هم غضب اللّٰه عليهم كانوا ظانين ظن السوء في شأن عيسٰى عليه السلامِ، وكانوا يقولون إنه مفترٍ كذّاب، وكان مكتوبًا في التوراة أن المتنبّي الكاذب يُصلَب ويُلعَن ولا يُرفَع إلى اللّٰه تعالىٰ كالأنبياء الصادقين. فأرادوا أن يصلبوا المسيح ليُثبِتوا كذبه بحسب أحكام التوراة،

کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور مُردے زندوں سے نہیں ملتے اور تو اس قسم کی آیات عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہیں پائے گا۔ ہاں البتہ اُن کی وفات کا ذکر متفرق مقامات پر آیا ہے۔پس تدبر کر، کیونکہ اللہ تدبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور شاید تو یہ کہے کہ پھر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا قصہ خصوصیت سے کیوں بیان فرمایا ہے اور اسی طرح اُن کے صلیب پر نہ مرنے کا ذکر قرآن میں کیوں کیا ہے۔اور ان دونوں باتوں کے ذکر میں کون سا راز اور مصلحت ہے اور اس کے بیان کرنے کے لئے کون سی اشد ضرورت پیش آگئی تھی۔سو تجھے جاننا چاہئے کہ یہودیوں کے علماء اور اُن کے فقیہ، اللہ کا غضب اُن پر نازل ہو، وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بدگمانی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) وہ مفتری اور کذّاب ہیں اور تورات میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی صلیب دیا جاتا ہے اور وہ ملعون ہوتا ہے اور سچے نبیوں کی طرح اُس کا رفع اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا۔ اس لئے انہوں نے مسیح کو صلیب پر مارنا چاہا تا کہ احکامِ تورات کے مطابق وہ اُن کا جھوٹا ہونا ثابت کریں

وليبيّنوا للناس أنه ملعون
كذاب ولا يُرفَع إلى اللّٰه.. قاتلهم
اللّٰه ولعنهم.. كيف احتالوا في
نبي من المقربين! فسعوا لصلبه،
وبذلوا له كل كيد ومكرٍ لعلّه
يُصلَب ويحصُل لهم حُجةٌ
على كذبه وعدمِ رفعه بكتاب
اللّٰه التوراة، فبشّر اللّٰه عيسى عليه
السلام قائلا: يَا عِيسٰى إِنِّي
مُتَوَفِّيكَ يعني مُميتك
حتف أنفك، وَرَافِعُكَ إِلَيَّ
يعني رافعك إلى حضرة القرب
كالأنبياء الأصدقاء، ولستَ
بنعمة اللّٰه من الملعونين
والكذّابين. فهٰذه مواعيدُ تسلية ﴿۳۶﴾
من الرب الكريم لعيسىٰ عليه
السلام وردٌّ على اليهود، وقولٌ
مبشّر بأن اللّٰه لا يهدي كيد
الخائنين. والرفع.. كما علمتَ
آنفا.. ليس مخصوصا بعيسىٰ عليه
السلام، والأنبياء كلّهم قد رُفعوا

اورلوگوں پر یہ واضح کریں کہ وہ ملعون اورکذاب ہیں اور اُن کا رفع اللہ کی طرف نہیں ہوگا۔اللہ ان (یہود) کو ہلاک کرے اوراُن پرلعنت کرے کہ کس طرح انہوں نے (اللہ کے) ایک مقرب نبی کی نسبت یہ منصوبہ بنایا۔اُنہیں صلیب پر مارنے کی پوری کوشش کی اوراُن کے لئے ہرمکروہ تدبیر بروئے کار لائے کہ کسی طرح انہیں صلیب پر ماردیا جائے اور اس طرح اُن کے جھوٹا ہونے اوراُن کے عدمِ رفع کے بارے میں اللہ کی کتاب توراۃ سے انہیں ایک دلیل حاصل ہو۔پس اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے بشارت دی (یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) یعنی میں تجھے طبعی موت دوں گا۔ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی سچے انبیاء کی طرح میں اپنے حضورقرب میں تجھے جگہ دوں گا۔اور اللہ کی نعمت کے طفیل تو ملعون اور کذّاب لوگوں میں سے نہیں ہے۔پس یہ وعدے رب کریم کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کی تسلّی اور یہودیوں کی تردید کے لئے تھے۔اور یہ خوشخبری تھی کہ اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو کامیاب نہیں کرتا اورجیسا کہ تجھے ابھی علم ہوا ہے کہ رَفع صرف عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سب انبیاء کا ہی رفع ہوا ہے

وكان مقعدهم عند مليك مقتدر، وقد وجد نبيناصلى الله عليه و سلم كل نبي مرفوعًا إلى سماءٍ من السماوات، بل وجد بعض الأنبياء أرفع من عيسىٰ عليه السلام. وفي آية: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ إشارة أخرى، وهو أن النصارى زعموا أن عيسى صُلِب لأجل تطهيرهم من المعاصي، وظنوا كأنه حمل بعد الصلب جميع ذنوبهم علىٰ نفسه، وهو كفّارةٌ لهم ومطهِّرهم من جميع المعاصي والخطيئات، ففي نفي الصلب ردٌّ على النصارىٰ وهدمٌ لعقيدة الكفّارة، ومع ذلك ردٌّ على اليهود واستيصال لكيدهم الذي احتالوا اعتصاما بالتوراة، وإظهارا لبريّة عيسى عليه السلام من بهتان تلك الأقوام. فهذا هو السبب الذي ذكر اللّٰه قصة صلب عيسىٰ في القرآن وكَذَّبه،

اوراُن کا مقام قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ہے۔اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کو کسی نہ کسی آسمان پر رفع کیا ہوا پایا۔ بلکہ بعض انبیاء کو تو عیسیٰ علیہ السلام سے بھی اَرفَع پایا۔اور آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ[1] میں ایک اور بھی اشارہ موجود ہے اور وہ یہ کہ عیسائیوں نے یہ خیال کیا کہ گناہوں سے انہیں پاک کرنے کی خاطر عیسیٰ صلیب دیا گیا اور یہ یقین کرلیا کہ گویا صلیب کے بعد اُس نے ان کے سب گناہ اپنی جان پر لے لئے۔اور وہ اُن کے لئے کفارہ ہیں اور تمام گناہوں اور خطاؤں سے انہیں پاک کرنے والے ہیں۔پس صلیب کی نفی میں عیسائیوں کا ردّ اور کفارہ کے عقیدہ کا توڑ ہے اوراس کے ساتھ ساتھ یہودیوں کا ردّ اوراُن کے اُس (ناپاک) منصوبے کی بیخ کنی کرنا ہے جو انہوں نے تورات سے اخذ کرتے ہوئے کیا۔اور نیز اِس میں عیسیٰ علیہ السلام کی اِن اقوام کے بہتانوں سے بریت کا اظہار ہے۔پس یہی وہ سبب ہے جس کی بناء پر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے واقعۂ صلیب کو قرآن میں بیان فرمایا اوراُسے جھٹلایا۔

[1] اور وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے۔(النّسآء:۱۵۸)

و إلا فما كان فائدة في ذكره، وكم من نبي قُتِلوا في سبيل الله وما جاء ذِكر قتلهم في القرآن فخُذْ مني هذه النكتة وكن من المصدقين.

وربما يختلج في قلبك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم اختار لفظ النزول عند ذكر مجيء المسيح الموعود في كل مقام، وترَك لفظ البعث والإرسال وغير ذلك. فاعلم أن فيه سر عظيم قد أشار إليه القرآن في مقامات شتى، وهو أن أنبياء الله عليهم السلام يُرفعون إلى الله بعد وفاتهم منقطعين من هذا العالم، لا يكون لهم اهتمام ولا فكر لعالم تركوه، بل يصلون ربّهم فرحين، ويقعدون عند مليك مقتدر بطيب العيش والحبور والسرور، ويلحَقون بالواصلين. وقد يتفق أن أمّةَ أحد منهم تُفسد إفسادًا عظيمًا في الأرض

ورنہ اُس کے ذکر کرنے سے کیا فائدہ تھا۔اور کتنے ہی ایسے نبی ہیں جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے لیکن قرآن میں اُن کے قتل کا ذکر نہیں آیا۔ پس یہ نکتہ مجھ سے لے لو اور تصدیق کرنے والوں میں شامل ہو جا۔

شاید یہ بات تیرے دل میں کھٹکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی آمد کے ذکر کے وقت ہر جگہ نزول کا لفظ کیوں اختیار فرمایا اور بعثت اور ارسال اور دیگر الفاظ کو کیوں ترک کیا؟ پس جاننا چاہئے کہ اس میں ایک بہت بڑا راز ہے جس کی طرف قرآن نے متفرق مقامات میں اشارہ کیا ہے۔اور وہ یہ کہ اللہ کے انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد، اس عالَم سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں اور اُنہیں اس ترک کردہ عالَم کے لئے کوئی ھم وغم نہیں ہوتا، بلکہ وہ خوشی خوشی اپنے رب سے جا ملتے ہیں اور تمام قدرتوں کے مالک خدا کے پاس آرام و آسائش کے ساتھ شاداں و فرحاں بیٹھ جاتے ہیں اور واصل باللہ لوگوں کے گروہ میں مل جاتے ہیں۔اور کبھی یوں بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک (نبی) کی امت زمین میں فساد عظیم برپا کرتی

ویرجعون إلی جاهلیةٍ أُولٰی بل إلی أقبح و أشنع منها، فیرتعد النبی المتبوع بسماع هذا الخبر عن اللّٰه تعالیٰ، ویدرکه همٌّ وغمّ واضطراب، ویقصد أن ینزل إلی الأرض ویُصلح أُمّته، فلا یجد سبیلا إلیه لِما سبَق قول اللّٰه تعالیٰ: اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ فاللّٰه یجعل له مثیلا فی الأرض ویجعل إراداته فی إراداته، وتوجهاته فی توجهاته، ویجعلهما کشیء واحد کأنهما من جوهر واحد، ویُنزِل روحانیته علی روحانیته، فیظهر المثیلُ بشأن وأخلاق وصفات کان الممثَّل به یوصف بها. فهذا هو الوجه الذی أُختیر له لفظ النزول لیدل علی أن المسیح الموعود یجیء علی قدم المسیح الأصلی کأنه هو،

اور اپنی پہلی حالتِ جاہلیت بلکہ اس سے بھی قبیح تر اور بدتر حالت کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ جس پر متبوع نبی، اللہ تعالیٰ سے یہ خبر سن کر کانپ اُٹھتا ہے اور اُسے رنج وغم اور اضطراب لاحق ہوجاتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ زمین پر نازل ہوکر اپنی امت کی اصلاح کرے لیکن وہ اس کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا کیونکہ پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ[۱] پس اللہ تعالیٰ زمین پر اُس (نبی) کا ایک مثیل پیدا کرتا ہے اور اُس کے ارادوں کو اُس نبی کے ارادے اور اُس کی توجہات کو اُس نبی کی توجہات بنا دیتا ہے اور اُنہیں ایک ہی شے بنا دیتا ہے گویا کہ وہ دونوں ایک ہی جوہر سے ہیں۔ اور اُس (نبی) کی روحانیت اُس کے مثیل پر نازل کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ مثیل عین اُسی شان اور اُنہی اخلاق وصفات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جن سے اُس کا ممثّل نبی متصف تھا۔ پس یہی وہ وجہ ہے جس کے باعث نزول کا لفظ اختیار کیا گیا تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ مسیح موعود اصلی مسیح کے قدم پر آئے گا گویا کہ وہ وہی ہے۔

[۱] وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔ (الانبیاء:۹۶)

فـمـعـنـى لفظ الـنـزول الذى جاء فی
البـخـارى أن الـمـسيـح الآتى ينـزل
مـنـزلةَ المسيح الحقيقى. ومع ذلك
لـمـا كـان الـدجّـال الـمفسد المضل
خـارجـا مـن الأرض بـأنـواع المكائد
والـحيـل والـفـنـون الأرضية السفليّة
أُختيرَ لـفظ الـنـزول للمسيح الموعود
مـناسبةً ومـحـاذاة للخارج الأرضى،
وإشارةً إلى أن الدجّال يُهيِّج فتنته من
الـحِيَـل الأرضية والمكائد السفلية،
والمسيح الموعود لا يأتى بشىء من
الأرض مـن سيف أو سهم أو رمح بل
يـأتى بالأسلحة الفلكية، وينـزل على
أجـنحة الملائكة، لا يكون معه شىء ﴿۳۷﴾
مـن الأسبـاب الأرضية، ويؤيَّدُ بآيات
السـمـاء وبـركـاتهـا، فكأنـه ملَكٌ
نـزل مـن السـماء لإهلاك العفريت
الأرضى☆ وإطـفـاءِ شـعـلة شـروره.

☆**الحاشية:۔** قد جاء فى بعض الأحاديث أن الـدجّال لا يكون من نوع الإنس بل إنما هو شيطان يوسوس فى صدور تابعيه فى آخر الزمان، فتوابعه يكونون مظاهره ومظهر إرادته. منه

بخاری میں جو نزول کا لفظ آیا ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ آنے والا مسیح بمنزلہ حقیقی مسیح نازل ہوگا پھر چونکہ مفسد اور گمراہ کرنے والا دجال طرح طرح کے فریبوں، حیلوں اور سفلی زمینی فنون کے ساتھ زمین سے ظاہر ہونے والا تھا اس لئے اس مناسبت سے زمین سے ظاہر ہونے والے (دجّال) کے بالمقابل مسیح موعود کے لئے بھی یہی نزول کا لفظ اختیار کیا گیا اور اس میں اشارہ ہے کہ دجال سفلی تدابیر اور زمینی حیلوں سے اپنے فتنے کو بھڑکائے گا اور مسیح موعود کوئی زمینی چیز از قسم شمشیر یا تیر یا نیزہ نہیں لائے گا بلکہ وہ آسمانی اسلحہ کے ساتھ آئے گا اور فرشتوں کے پروں پر (سوار ہوکر) نازل ہوگا۔ اُس کے ساتھ کوئی مادی اسباب نہیں ہوں گے اور اُس کی تائید آسمانی آیات اور برکات کے ساتھ کی جائے گی۔ گویا وہ ایک فرشتہ ہے جو زمینی عفریت☆ کو ہلاک کرنے اور اُس کے شَر کے شعلے کو بجھانے کے لئے آسمان سے نازل ہوا ہے۔

☆ **حاشیہ:۔** بعض احادیث میں آیا ہے کہ دجال نوع انسان میں سے نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ شیطان ہوگا جو آخری زمانہ میں اپنے متبعین کے سینوں میں وسوسے پیدا کرے گا اور اُس کے پیروکار اُس کے اور اُس کے ارادے کے مظہر ہوں گے۔ منہ

واعلم أن لفظ النزول تبشير سماوى للمسلمين لئلا ينقطع رجاؤهم فى زمان تُصبّ عليهم المصائب، وتقل الحيَل الأرضية والوسائل السفلية، وترتعد قلوبهم برؤية غلبة النصارىٰ ودولتهم وشدة قوّتهم، وقوة مكائد أئمة دينهم الذين هم الدجّال الأكبر المعهود، والمظهر الأتمّ للشيطان، لم يُرَ مثلهم ومثل مكائدهم فى العالمين.

فبشّر اللّٰه المسلمين المستضعفين فى آخر الزمان وقال إنكم إذا رأيتم أن أئمة دين النصارىٰ قد غلبوا علىٰ وجه الأرض، وأهلكوا أهلها بأنواع مكائدهم وحيلهم وعلومهم، وجذبِهم قلوب الناس إليهم، ورفقِهم ولين قولهم، ومداراتِهم التى بطريق النفاق، واستعمالِهم ضروبا من الحيل، وتأليفِ القلوب بالتعليم والأموال والنساء والمناصب والمداواة والتشويقات

جاننا چاہئے کہ نزول کا لفظ مسلمانوں کے لئے آسمانی بشارت ہے تا کہ مصائب کے نزول اور زمینی تدابیر اور مادی ذرائع کی قلت کے زمانے میں اُن کی اُمید منقطع نہ ہو جائے۔ نیز نصاریٰ کے غلبہ، ان کی حکومت اور اُن کی زبردست قوت اور اُن کے ائمہ دین کی فریب کاریوں کی طاقت کو دیکھ کر اُن کے دل لرز نہ جائیں۔ وہ ائمہ دین جو معہود دجال اکبر اور شیطان کے مظہر اتم ہیں اور جن کی مثل اور اُن کے مکروفریب کی نظیر تمام جہانوں میں نہیں پائی جاتی۔

پس اللہ نے آخری زمانے کے کمزور مسلمانوں کو بشارت دی اور فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ عیسائی مذہب کے ائمہ روئے زمین پر غالب آگئے ہیں اور اُنہوں نے اپنی طرح طرح کی تدابیر اور حیلوں اور اپنے علوم اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ کر اور اپنے دھیمے مزاج اور نرم گوئی اور منافقانہ خاطر مدارات کی راہ سے اور کئی طرح کے حیلے استعمال کر کے اور تعلیم، اموال، عورتوں، عہدوں، علاج معالجے، ترغیبات،

والأماني والخداع، وإراءةِ حكومة الدنيا وسلطانها، ومواعيدِ القرب من دولتهم والتعزز عند أمرائهم، ووجدتم أنهم قد أحاطوا على البلاد كلها وأفسدوا فسادًا كبير بسحر كلماتهم وعجائب تلبيساتهم، وفنونهم الأرضية التي بلغت منتهاها، فلا تخافوا ولا تحزنوا، فإنّا نرى ضعفكم وكسلكم في دينكم، وقلةَ علمكم وعقلكم وهمّتكم ومالكم، وقِلّةَ حيلكم في تلك الأيام، ونرى أنّكم صرتم قوما مستضعَفين، فننزِّل في تلك الأيام نصرةً من عندنا من السماء، وعبدًا من لدُنّا، ويأتيكم مددنا من العرش خالصًا من أيدينا ومن نفخنا، لا يُخالطه سبب من أسباب الأرض، فنتِمُّ حجة دِيننا على الظالمين.

امیدوں اور فریب سے تالیف قلوب کر کے اور دنیا کی حکومت اور اُس کا غلبہ دکھا کر اور اپنی حکومت کے قرب اور اپنے امراءِ سلطنت کے درباروں میں عزت کے وعدے دے کر روئے زمین پر بسنے والوں کو تباہ کر دیا ہے اور تم نے انہیں تمام ملکوں کا احاطہ کئے ہوئے پایا اور اپنی باتوں کا جادو جگا کر اور تلبیس کے عجوبے دکھا کر اور اپنے ارضی فنون کے ذریعہ جو اپنی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں، بہت بڑا فساد برپا کر دیا ہے، پس نہ تم ڈرو اور نہ ہی غم کرو، کیونکہ ہم موجودہ وقت میں تمہارے ضعف اور دینی امور میں تمہاری کاہلی اور تمہارے علم، تمہاری عقل، تمہاری ہمت، تمہارے مال اور کم تدبیری کو خوب جانتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تم کمزور قوم بن چکے ہو۔ اس لئے ہم ان ایام میں اپنی جناب سے آسمان سے نصرت نازل کریں گے اور اپنی طرف سے ایک بندہ مبعوث کریں گے۔ اور خالصةً ہمارے ہاتھوں اور ہمارے نفخ سے تمہارے پاس ہماری مدد عرش سے آئے گی جس میں زمینی اسباب میں سے کسی کی آمیزش نہ ہوگی۔ سو (اس طریق سے) ہم ظالموں پر اپنے دین کی حجت تمام کریں گے۔

وقد أشير في بعض الأحاديث أن المسيح الموعود والدجّال المعهود يظهران في بعض البلاد المشرقية، يعنى في ملك الهند، ثم يُسافر المسيح الموعود أو خليفة من خلفائه إلى أرض دمشق، فهذا معنى القول الذي جاء في حديث مسلم أن عيسى ينزل عند منارة دمشق، فإن النزيل هو المسافر الوارد من مُلك آخر وفي الحديث يعني لفظ المشرق.. إشارة إلى أنه يسير إلى مدينة دمشق من بعض البلاد المشرقية وهو مُلك الهند وقد أُلقِيَ في قلبي أن قول عيسٰى عند المنارة دمشق، إشارةٌ إلى زمان ظهوره، فإن أعداد حروفه تدل على السنة الهجرية التي بعثني الله فيه واختار ذكر لفظ المنارة إشارةً إلى أن أرض دمشق تنير وتشرق بدعوات المسيح الموعود بعد ما أظلمت بأنواع البدعات، وأنت تعلم أن أرض دمشق كانت منبع فتن المتنصّرين.

اور بعض احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود اور دجال معہود دونوں بلادِ شرقیہ میں سے کسی مُلک یعنی مُلک ہند میں ظاہر ہوں گے پھر مسیح موعود یا اُس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سرزمین دمشق کی جانب سفر کرے گا۔ پس یہ مفہوم ہے اُس قول کا جو (صحیح) مسلم کی حدیث میں وارد ہوا کہ عیسیٰ دمشق کے منارہ کے پاس نازل ہوگا۔ کیونکہ نَـزِیْـل اُس مسافر کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے ملک سے وارد ہو۔ اور حدیث میں یعنی لفظ مشرق میں اشارہ ہے کہ وہ کسی مشرقی ملک یعنی مُلک ہند سے دمشق شہر کی طرف سفر کرے گا۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ دمشق کے منارہ کے پاس عیسیٰؑ کے نزول والے قول میں اُن کے ظہور کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اُس کے حروف کے اعداد اس سن ہجری پر دلالت کرتے ہیں جس میں اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۱ اور منارہ کے لفظ کا ذکر اختیار کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ سرزمین دمشق مختلف انواع کی بدعات سے تاریک ہو جانے کے بعد مسیح موعود کی دعاؤں کے طفیل منور اور روشن ہو جائے گی۔ اور تجھے معلوم ہے کہ دمشق کی سرزمین نصاریٰ کے فتنوں کا منبع تھی۔

وتفصيله كما رأيناه في أناجيل النصارىٰ أن **بُولُص** الذى كان أوّل رجل أفسد دين النصارىٰ وأضلّهم، وأجاح أصولهم، ومكر مكرًا كُبّارًا، وسار إلىٰ دمشق وافترىٰ من عند نفسه قصة طويلة ليعرضها على بعض سادات النصارى الذين كانوا غافلين من مكائده، وكانوا سفهاء بادى الرأى، ذوى الآراء السطحية والعقول الناقصة الضعيفة، سريع الإيمان بالخرافات المنقولة والعجائبات المروية، ولو كان ناقلها وراويها امرأً كذّابا مفسدًا، فلقى بولص فى دمشق رجلا منهم الذى كان اسمه أنانيا، وكان أوّلهم غباوة وسريع الميل إلى مثل هذه المزخرفات، فقال يا سيدى إنى رأيت كشفًا عجيبًا.. أنى كنت أسير مع جملة فرسان إلى جهة من الجهات، وكنت من أشد الأعداء لدين المسيح، ﴿۳۸﴾

اوراس کی تفصیل جیسا کہ ہم نے نصاریٰ کی اناجیل میں مشاہدہ کیا ہے یہ ہے کہ پولوس وہ پہلا شخص تھا جس نے نصاریٰ کے دین کو بگاڑا، اُنہیں گمراہ کیا، اُن کے اصولوں کی بیخ کنی کی اور بڑی مکاری سے کام لیا۔ اور دمشق کی طرف گیا اور اپنی طرف سے ایک طویل قصہ گھڑا تا کہ وہ اُسے عیسائیوں کے بعض اُن سرکردہ لوگوں کے سامنے پیش کرے جو اُس کی سازشوں سے غافل تھے اور بے وقوف سادہ لوح، سطحی آراء رکھنے والے، ضعیف اور ناقص العقل، خُرافاتِ منقولہ اور روایت شدہ عجائبات پر جلد ایمان لانے والے تھے۔ خواہ اُنہیں نقل کرنے والا اور انہیں روایت کرنے والا انتہائی دروغ گو اور فسادی شخص ہی ہو۔ پس پولوس دمشق میں اُن میں سے ایک شخص سے ملا۔ جس کا نام انانیا تھا جو اول درجہ کا کُند ذہن اور اِس قسم کی ملمع باتوں کی طرف جلد مائل ہونے والا تھا۔ اُس نے کہا کہ اے میرے آقا! مَیں نے ایک عجیب کشف دیکھا کہ مَیں ایک گھڑسوار جماعت کے ساتھ کسی طرف جا رہا ہوں۔ اور میں دین مسیح کے اشد دشمنوں میں سے تھا

أروح وأغدو في هذا الفكر، فنزل عليّ المسيح وناداني من الضوء، وسمعت صوته وعرفته، فقال لم تؤذيني يا بولص؟ أتطيق أن تضرب يدك على رمح الحديد فزجرني وخوّفني حتى خفت وارتعدت، فقلت: يا ربّي إنّي تبت ممّا فعلت، فأْمُرْ ما أفعل بعد ذلك. فأمرني وقال: سِرْ إلٰى مدينة دمشق، وابحث فيها عن رجل اسمه أنانيا، واقصصْ عليه هذه القصة، فهو يعرّفك ما يكون عملك فالحمد لله أني وجدتك ورأيتك على صفات عرّفني بها ربّي المسيحُ ثم قال بعد تمهيد هذه المكائد يا سيدي إني بريءٌ من دين اليهود، فأدخِلْني في الملّة المقدسة النصرانية، فإنّي جئتك مؤمنا ومبشرا من المسيح فتنصّرَ على يد أنانيا،

اور میں شب وروز اسی فکر میں رہتا تھا کہ مسیح مجھ پر نازل ہوا اور اس نے روشنی میں سے مجھے پکارا میں نے اُس کی آواز سُنی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ پھر اُس نے کہا اے پولوس! تو مجھے کیوں تکلیف دیتا ہے؟ کیا تو آہنی نیزے پر اپنا ہاتھ مار سکتا ہے؟ پھر اُس نے مجھے ڈانٹا اور ڈرایا یہاں تک کہ میں ڈر گیا اور لرز گیا اور میں نے کہا، اے میرے ربّ! میں اپنے کئے پر تائب ہوتا ہوں مجھے حکم دیجیئے کہ میں اس کے بعد کیا کروں؟ اس پر آپ نے مجھے یہ حکم دیتے ہوئے کہا کہ دمشق شہر کی طرف جا اور انانیا نام کے آدمی کی وہاں تلاش کر اور اُس کے سامنے یہ سارا ماجرا بیان کر۔ پس وہ تجھے بتائے گا جو تجھے کرنا ہے۔ پس الحمدللہ کہ میں نے آپ کو پالیا اور میں نے آپ میں وہی صفات مشاہدہ کیں جو میرے ربّ مسیح نے مجھے بتائی تھیں۔ پھر ان پُر فریب تمہیدی کلمات کے بعد یہ کہا کہ اے میرے آقا! میں یہودیوں کے دین سے بیزار ہوں۔ آپ مجھے عیسائیت کی ملّتِ مقدسہ میں داخل کر لیجیے میں آپ کے پاس ایک مومن کی حیثیت سے اور مسیح کی طرف سے خوشخبری دینے والا بن کر آیا ہوں۔ چنانچہ (پولوس) نے انانیا کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کر لی

وأجابه أنانيا في كل ما طلبه وعظّمه وأشاع هذه القصة في مدينة دمشق. فأوّلُ أرضٍ غُرِسَ فيه شجرة ربوبية المسيح هي مدينة دمشق، وغرَس بولص فيها هٰذه الأشجار الخبيثة وأهلك أهلها، فالنصارىٰ كلهم أشجار بذر بولص الذي بذره في دمشق، فأراد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أن يذكر مدينة دمشق في نبأ المسيح الموعود تنبيهًا إلى أن تلك الأرض كانت مبدأً للفساد، ومنبعًا أوّلًا لفتن التنصّر ولجعلِ العبد إلٰهًا.

ثم سيصل عبدٌ مُوَحّدٌ إليه في آخر الزمان لإشاعة التوحيد كما وصل بولص لإشاعة الشرك والكفر والخبث، تلبيسًا من عند نفسه، ليكون له مكانًا في أعين النصارىٰ فالحاصل أن دمشق كان أصلًا ومنبعًا لفتن المتنصّرين،

اوراس کے جواب میں انانیا نے اُس کا مطالبہ پورا کیا اور اُسے عزت بخشی اور دمشق شہر میں اس افسانے کی خوب اشاعت کی۔پس سب سے پہلی سرزمین جس میں ربوبیت مسیح کا پودا لگایا گیا وہ دمشق کا شہر ہے۔اور پولوس نے اس میں یہ اَشجارِ خبیثہ لگائے۔اوراس کے باشندوں کو ہلاک کیا۔پس سب کے سب عیسائی پولوس کے اُس بیج سے پیدا ہونے والے درخت ہیں جو اُس نے دمشق میں بویا تھا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ مسیح موعود کی پیشگوئی میں دمشق کے شہر کا ذکر کریں تا کہ آپ اس بات پر متنبہ کریں کہ یہ سرزمین فساد کا سرچشمہ اور عیسائیت کے فتنوں اور بندے کو خدا قرار دینے کا اوّلین منبع ہے۔

پھر یہ پیشگوئی ہے کہ آخری زمانے میں توحید کا ایک پرستار بندہ توحید کی اشاعت کی خاطر یہاں (دمشق میں) پہنچے گا۔جیسے پولوس اپنے نفس کی دھوکا دہی سے شرک، کُفر اور خُبث پھیلانے کے لئے وہاں پہنچا تا کہ عیسائیوں کی نگاہ میں اُسے ایک مقام حاصل ہو جائے۔خلاصۂ کلام یہ کہ دمشق عیسائیوں کے فتنوں کی جڑ اور منبع تھا

وکان مبدأ الفساد ومبدأ کید الکائدین. فبشّر اللّٰہ لعبادہ أن فتنة ألوهيّة المسيح تُجاح وتُزال من وجه الأرض کلها حتی من دمشق الذی کان مبدؤها ومنبعها، وینتھی کمال التوحید إلیه کما ابتدأت الفتن منه وھذا فعل اللّٰہ وعجیب فی أعین الذین لا یؤمنون بعجائب رحمة أرحم الراحمین.

وأما قتل الدجّال الذی ھو من **علامات** المسیح.. فاعلموا أیھا الأعزة أیدکم اللّٰہ..أن لفظ الدجّال لیس اسم أحد سماہ أبواہ به، بل ھو فی اللغة فئة عظیمة یقطعون نواحی الأرض سیرًا، ویُغطّون الحق علی الباطل ویرونه کالحق الخالص المحض، وینجّسون وجه الأرض بالتمویھات والتلبیسات، ویفُوقون مکرًا وکیدًا کلّ مکّار وکائد، وتعمّ الأرضَ کلھا بلیّاتُھم وآفاتھم.

اورفساد اورفریب کاروں کی فریب کاری کا آغاز تھا۔پس اللہ نے اپنے بندوں کوبشارت دی کہ الوہیت مسیح کے فتنہ کوجڑ سے اکھیڑ دیاجائے گا۔اوروہ تمام روئے زمین سےحتی کہ دمشق سےبھی جو ان فتنوں کامبدء اورمنبع تھا،مٹادیاجائے گا۔ اورکامل توحید یہاں پہنچے گی جس طرح کہ یہاں سےفتنوں کا آغاز ہواتھا۔یہ اللہ کافعل ہےاوراُن لوگوں کی نگاہ میں عجیب ہے جوارحم الراحمین کی رحمت کےعجائبات پرایمان نہیں رکھتے۔

رہی قتل دجال کی بات جومسیح کی علامات میں سے ایک ہے۔تو اے عزیزو!اس بارے میں اللہ تمہاری مددفرمائے،یہ یادرکھوکہ دجال کالفظ کسی ایک شخص کانام نہیں جواُس کےوالدین نے رکھاہو بلکہ وہ ازروئے لُغت ایک بڑاگروہ ہے جوزمین کے کناروں تک سفرکرے گااور باطل پر حق کاپردہ ڈالے گااوروہ اسے خالص اورکھرے حق کی طرح دکھائے گا اوروہ (دجالی گروہ) روئے زمین کوملمع سازیوں اورفریب کاریوں سے ناپاک کردے گا۔اور وہ مکروفریب میں ہرمکار اور فریبی پربازی لے جائے گااوراُس کی بلائیں اورآفات ساری زمین کوڈھانپ لیں گی

ولو كان المراد من لفظ الدجّال رجلًا خاصًّا لبيّن النبى صلى الله عليه وسلم اسم ذلك الرجل الذى لُقّب بالدجّال، أعنى الاسم الذى سماه والداه، وبيّن اسم والديه، ولكن لم يُبين ولم يصرّح اسم أبيه وأمه. فوجب علينا أن لا ننحت من عند أنفسنا رجلا خاصًّا، بل ننظر فى لسان العرب، ونقدم معنى يهدى إليه لغة قريش، فإذا ثبت معناه أنه فئة الكائدين فوجب بضرورة التزام معنى اللفظ أن نقر بأنه فئة عظيمة فاقوا مكرا وكيدا وتلبيسا أهلَ زمانهم، ونجّسوا الأرض كلها بخيالاتهم الفاسدة ثم إذا رجعنا إلى القرآن ونظرنا فيه.. هل هو يبين ذكر رجل خاص مسمى دجّالا، فلا نجد فيه منه أثرًا ولا إليه إشارة، مع أنه كفَل ذِكرَ واقعات عظيمة لها دخلٌ فى الدين، ﴿۳۹﴾

اوراگر دجال کے لفظ سے کوئی خاص شخص مراد ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کا نام ضرور بیان فرماتے جسے دجال کا لقب دیا گیا۔یعنی وہ نام جو اُس کے والدین نے اُس کا رکھا۔اور پھر حضورؐ اُس کے والدین کے اسماء بھی بیان فرماتے لیکن حضورؐ نے اُس کے والد اور والدہ کے نام کی کوئی وضاحت وصراحت نہیں فرمائی۔لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم خود اپنی طرف سے کوئی خاص شخص تجویز نہ کریں بلکہ ہم لُغت عرب دیکھیں اور اُن معنوں کو مقدم کریں جن کی طرف قریش کی زبان ہماری رہنمائی کرتی ہے۔پھر جب اُس (دجال) کے معنی ثابت ہو جائیں کہ وہ مکاروں کا گروہ ہے۔تو اس لفظ کے معنی کے التزام کی ضرورت کے ساتھ یہ لازم ہو گیا کہ ہم اس امر کا اقرار کریں کہ وہ (دجال) ایک بڑا گروہ ہے جو مکروفریب اور تلبیس میں اپنے ہم عصروں پر بازی لے گیا۔اور انہوں نے اپنے فاسد خیالات سے تمام زمین کو ناپاک کر دیا۔پھر جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے اور اس میں غور کرتے ہیں کہ کیا اس نے دجال نامی کسی خاص شخص کا ذکر کیا ہے تو اس میں اس کا نہ کوئی نشان اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ پاتے ہیں۔حالانکہ ان بڑے بڑے واقعات جن کا دین میں دخل ہے،کو بیان کرنے کا وہ ضامن ہے۔

وقال: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ، وقال في مقامات كثيرة إن في القرآن تفصيل كلّ شيء، ولكن لا نجد في القرآن ذكر الدجّال الذي هو فرد خاص بزعم القوم إجمالا، فضلا عن التفصيلات. نعم إنّا نرى أن القرآن قد ذكر صريحا فئة مفسدة في الدين، وذكر أن في آخر الزمان يكون قومًا مكّارين مفسدين، ينسلون من كلّ حدب، ويهيّجون الفتن في الأرض كأمواج البحار، فتلك هي الفئة التي سُمّيت في الأحاديث دجّالًا. والله يعلم أن هذا الأمر حق وظهرت العلامات كلها. ألا ترى أنهم أشاعوا الكفر والشرك أكثر ممّا أشاع الكفّار كلّهم من وقت آدم إلى هذا الوقت والأماكن الّتي مرّوا بها وتسلّطوا عليها فقد بذروا فيها بذر الكذب والفتنة والفساد والتنازعات على جيفة الدّنيا وأموالها وأراضيها وعماراتها وإماراتها.

وہ فرماتا ہے کہ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ[1] نیز اور بہت سے مقامات میں اُس نے فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل پائی جاتی ہے۔ لیکن ہم قرآن میں اُس دجال کا ذکر جو لوگوں کے خیال میں ایک خاص فرد ہے تفصیلی تو درکنار اجمالی بھی کہیں نہیں پاتے۔ ہاں البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے صراحت کے ساتھ دین میں فساد کرنے والے ایک گروہ کا ذکر کیا ہے اور اُس نے ذکر کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم مکاروں اور مفسدوں کی ہوگی جو بڑی تیزی سے بلندیوں کو پھاندتے ہوئے آئیں گے اور وہ سمندر کی موجوں کی طرح زمین میں فتنے بپا کریں گے۔ پس یہی وہ گروہ ہے جس کا نام احادیث میں دجال رکھا گیا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہ بات حق ہے۔ اور ساری علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اُنہوں نے کفر اور شرک کو اُس سے کہیں زیادہ پھیلایا جو آدم سے لے کر اب تک تمام کفار نے پھیلایا تھا۔ اور جن جگہوں میں سے وہ گزرے اور اُن پر اپنا تسلّط جمایا۔ وہاں اُنہوں نے مردارِ دنیا کے لئے اور اُس کے اموال، اراضی، عمارتوں اور اُس کی سرداریوں کے لئے جھوٹ اور فتنہ وفساد اور تنازعات کا بیج بو دیا۔

[1] ہم نے قرآن میں کوئی چیز بھی نظر انداز نہیں کی۔ (الانعام:۳۹)

وقد هيّجوا بعض الناس على بعض بلطائف الحِيَل والتدابير المُوقِعة فی المجادلات، وقد أشاعوا الفسق والإلحاد والزندقة، وعلّموا أهل الدنيا سِيَرًا دجّالية وفتنًا لطيفة، وما بقيت الأمانة فی هذه الديار ولا الديانة ولا الصدق ولا الوفاء ولا العهد ولا الحياء ولا فِكر الآخرة إلا ما شاء ربّ العالمين.

يتوادُّون لِلدُّنيا، ويتباغضون لِلدُّنيا، ويُلاقون لِلدّنيا، ويفارقون لِلدُّنيا، ولا يستبشرون إلّا بذكر الدنيا وزخارفها وفيهم لُصوص وخدّاعون وغاصبون يتمَنّون موت الشركاء بل موت الآباء لمتاع قليل من الدنيا وعرضها، وأراهم من موتهم غافلين. والحاصل أن قوم النصارى قومٌ قويُّ الهمّة فی إشاعة الفتن والضلالات، وإلقاء التفرقة فی الأقوام والقبائل، شديدُ الهيبة صاحب البطش وصاحب الدولة والمال الجزيل، مبدأ الفتن كلها،

اورعجیب باریک درباریک حیلوں اور جھگڑوں میں مبتلا کرنے والی تدبیروں سے لوگوں کوایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا اور اُنہوں نے فِسق ،الحاد اور بے دینی کی اشاعت کی۔ اور اُنہوں نے اہل دنیا کودجالی خصائل اور گہرے فتنے سکھائے۔اوران ملکوں میں امانت، دیانت، سچائی، وفا، عہد، حیااور فکرآخرت باقی نہ رہی۔ إلّاماشاء اللّٰه۔

وہ دنیا کی خاطر ایک دوسرے سے مودّت رکھتے اوردنیاہی کی خاطر ایک دوسرے سے بُغض رکھتے ہیں اوردنیاکے لئے آپس میں ملتے اوردنیاکے لئے جداہوتے ہیں۔اوروہ صرف دنیااوراُس کی آرائشوں کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں۔اُن میں چور اور دھوکے باز اور غاصب ہیں۔وہ دنیا کے تھوڑے سے فائدے اوراس کی عزت کی خاطر اپنے شریکوں کی تو کیا بلکہ اپنے آباء کی موت کی تمنا کرتے ہیں۔اور میں اُنہیں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی موت سے غافل ہیں۔خلاصہ کلام یہ کہ عیسائی قوم فتنوں اورطرح طرح کی گمراہی پھیلانے اور دوسری اقوام اورقبائل میں پھوٹ ڈالنے میں بڑی باہمت، بارعب، سخت گیر، صاحب دولت، بڑی مالدار اورتمام فتنوں کامنبع ہے،

لا يأمنهم قريب ولا بعيد وجدوا أهل هذه الديار كعصفور، فنتفوا من ريشهم وأكلوا من لحمهم، وتركوهم في مَكاره الدنيا وشدائدها، وجعلوهم كأنفسهم ضالّين ومضلّين.

وقد تعسّرت عليهم تجاراتهم وسوقهم وكسبهم، ونهبتْ إيمانَهم رياحُ الضلالات، وقد ضلّ أحداثهم ونساؤهم وذراريهم من هذه الفتن الهائجة كالطوفان العظيم. وتنصّرَ خلق كثير من سادات القوم ومن أولاد مشائخهم وعلمائهم وأمرائهم، فبعضهم ارتدوا طمعًا في أموالهم، وبعضهم طمعًا في نسائهم، وبعضهم طمعًا في الخمر وطرق الفسق والحرية النصرانية التي قد بلغت إلى الغاية، وبعضهم من الترغيب في حكومة الدنيا وسلطانها ومناصبها ولذاتها وشهواتها. وأمّا الذين حماهم فضل الله وعنايته

نزدیک اور دور کا کوئی شخص اُن سے محفوظ نہیں۔ اُنہوں نے ان علاقوں کے باشندوں کو ایک چڑیا کی طرح پایا اور اُن کے پَر نوچ لئے۔ اور اُن کا گوشت کھایا اور اُنہیں دنیا کے مصائب وشدائد میں چھوڑ دیا اور اُنہیں اپنی طرح گمراہ اور گمراہ کرنے والا بنا دیا۔

اور اُن پر اُن کی تجارتیں، بازار اور کمائیاں تنگ ہوگئیں۔ اور گمراہیوں کی آندھیوں نے اُن کا ایمان چھین لیا اور طوفان عظیم کی طرح ان موجزن فتنوں سے اُن کے نوخیز جوان اور اُن کی عورتیں اور اُن کی اولادیں گمراہ ہوگئیں۔ اور سادات قوم میں سے اور مشائخ، علماء اور اُمراء کی اولادوں میں سے بہت سے عیسائی ہوگئے۔ ان میں سے بعض ان (عیسائیوں) کے اموال کے لالچ میں اور بعض ان کی عورتوں کی حرص میں اور بعض شراب اور فسق وفجور کی رغبت میں اور انتہا کو پہنچنے والی مسیحی آزادی کے شوق میں مرتد ہوگئے۔ اور ان میں سے کچھ لوگ دنیاوی حکومت اور اُس کے غلبے اور اُس کے عہدوں اور اس کی لذّتوں اور اُس کی شہوانی رغبتوں کے باعث مرتد ہوگئے۔ اور جن لوگوں کی اللہ کے فضل اور اس کی عنایت نے حفاظت فرمائی

«۴۰» فأبرياء منهم، وقليل ما هم. فهذه مصيبة عظيمة على الإسلام، وداهية يرتعد منه روح الكرام، ولا تخلُّصَ منها إلا بعناية تنزل من السماء، لأن همم المسلمين قد تقاصرت، والمصائب عليهم قد نزلت، والمعاصي قد كثرت، أكبّوا على الدنيا وزخارفها، وأكثرهم هلكوا مع الهالكين. فلا تكن من الممترين في كون النصارىٰ دجّالا معهودًا ومظهرًا عظيمًا للشيطان. وانظرْ إلٰى فتنتهم وسحرهم وتسخيرهم المياهَ والأدخنة والجبال والبحار والأنهار، وإخراجِهم خزائن الأرض ومكائدهم وإضلالاتهم، هل تجد نظيرهم في الأوّلين والآخرين.

وأمّا قول بعض علماء الإسلام إن المسيح الموعود يُحارب النصارىٰ، ولا يرضى إلا بقتلهم أو إسلامهم، فهذا افتراء على كتاب الله ورسوله.

وہ اُن سے بَری ہیں لیکن وہ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔پس اسلام پر یہ بہت بڑی مصیبت اور ایک ایسی آفت ہے جس سے معززین کی روح کانپ اُٹھتی ہے اور آسمان سے نازل ہونے والی عنایت کے بغیر اس سے نجات ممکن نہیں۔کیونکہ مسلمانوں کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں اور اُن پر مصائب کا نزول ہو چکا ہے اور گناہوں کی کثرت ہوگئی ہے۔وہ دنیا اور اُس کی آرائشوں پر اوندھے منہ گر گئے ہیں۔اور اُن میں سے بیشتر ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئے ہیں۔پس تو نصاریٰ کے معہود دجال ہونے اور شیطان کا مظہرِ عظیم ہونے میں شک کرنے والا نہ بن اور تو اُن کے فتنوں اور اُن کی فریب کاریوں کی طرف اور پانیوں اور دُخانی ایجادات اور پہاڑوں اور سمندروں اور دریاؤں کو مسخر کرنے اور اُن کے زمین کے خزانے نکالنے اور اُن کے مکروفریب اور گمراہ کرنے کی طرف دیکھ، کیا تو اوّلین اور آخرین میں اُن کی کوئی نظیر پاتا ہے؟

جہاں تک بعض علماءِ اسلام کے اس قول کا تعلق ہے کہ مسیح موعود عیسائیوں سے لڑائی کرے گا اور اُن کے قتل کرنے یا اُن کے اسلام لانے کے سوا اور کسی چیز پر راضی نہیں ہوگا تو یہ اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول پر افترا ہے۔

فإنّا إذا نظرنا الصحاح بنظر الإمعان فما وجدنا أثره فيها، ونعلم مستيقنًا أن العلماء قد اخطأوا فی فهم تلك الأحاديث، ووضعوا الألفاظ فی غير موضعها. ألم يعلموا أن القرآن لا يصدّق هذا البيان.. والبخاری الذی هو أصحّ الكتب بعد كتاب الله يكذّبه بالبيان الصريح وقد جاء فيه حديث ذُكِر فيه أن عيسٰی يضع الحرب، فهذهٖ إشارة صريحة إلی أنه لا يحارب بالسيف والسنان. ثم أَنصِفوا رحمكم الله أن النصاری لا يحاربون المسلمين لإشاعة دينهم فی زماننا هذا، ولا يصُدّونهم عن دين الله بأيديهم، فكيف يجوز للمسلمين أن يحاربوهم مع كونهم ممنوعين.

بل الدولة البرطانية محسنةٌ إلی المسلمين، والملكة المكرّمة التی نحن رعايا لها يرجح الإسلام فی باطنها علی ملل أُخری، بل سمعنا أزيد من هذا،

کیونکہ جب ہم صحاحِ ستہ کو بنظر غائر دیکھتے ہیں تو ان میں ہم اس کا کوئی نشان نہیں پاتے۔اور ہم یہ پورے یقین سے جانتے ہیں کہ علماء نے ان احادیث کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اُنہوں نے ان الفاظ کو بے محل رکھا ہے۔کیا اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ قرآن اس بیان کی تصدیق نہیں کرتا۔اور بخاری جو کتاب اللہ (قرآن) کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے وہ بیانِ صریح سے اسے جھٹلاتی ہے۔ بلکہ اس بارے میں ایک حدیث آئی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ عیسیٰ لڑائی کو موقوف کردے گا۔پس یہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ وہ شمشیر وسنان سے نہیں لڑے گا۔اللہ تم پر رحم فرمائے، انصاف سے کام لو کہ عیسائی اپنے دین کی اشاعت کے لئے ہمارے اس زمانے میں مسلمانوں سے جنگ نہیں کررہے اور نہ ہی اپنے زورِبازو سے اُنہیں اللہ کے دین سے روک رہے ہیں۔پس مسلمانوں کے لئے کیونکر جائز ہوگا کہ وہ منع کئے جانے کے باوجود اُن سے جنگ کریں۔

بلکہ دولتِ برطانیہ مسلمانوں کی محسن ہے۔اور ملکہ مکرمہ جس کی ہم رعایا ہیں وہ اپنے دل میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ترجیح دیتی ہے۔ بلکہ ہم نے تو اس سے بھی بڑھ کر سنا ہے

ولكن لا نرىٰ أن نذكرها فالحاصل أنها كريمة، وألقى اللّٰه في قلبها حب الإسلام، فلهذا السبب جعلها اللّٰه مواسية للمسلمين، حتى إنها تحب أن يُشاع الإسلام في بلادها، وتقرأُ بعض كتب لساننا من مسلم آواه عندها، وسُرّتْ بشيوع ديننا في بلادها المغربية، بل أسلمت طائفةٌ من قومها في بلدة قريبة من دار دولتها، فرحمتُهم وأحسنت إليهم، وأشاعت كتبهم في أقاربها، وتريد أن تؤوى بعضهم في أعزة أمرائها، وأمرتْهم أن يعمّروا مساجد لعبادتهم ويعبدوا ربهم آمنين.

ونحن نعيش تحت ظلّها بالأمن والعافية والحرية التامة نصلي ونصوم، ونأمر بالمعروف وننهى عن المنكر،

لیکن ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ اُس کا ذکر کریں۔ سو حاصل کلام یہ کہ وہ (ملکہ) کریم النفس ہے اور اللہ نے اُس کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی ہے۔ اس وجہ سے اللہ نے اُسے مسلمانوں کا اس حد تک ہمدرد بنایا کہ وہ یہ پسند کرتی ہے کہ اس کے (زیرتسلّط) علاقوں میں اسلام کی اشاعت ہو اور وہ ہماری زبان کی بعض کتابیں ایک مسلمان سے پڑھتی ہے جسے اُس نے اپنے ہاں ٹھہرایا ہوا ہے اور وہ اپنے مغربی ممالک میں ہمارے دین کی اشاعت سے خوش ہے۔ بلکہ اُس کے دارالحکومت کے ایک قریبی علاقہ میں اس کی قوم کے ایک گروہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ پس اُس نے اُن پر مہربانی کی اور اُن پر احسان فرمایا اور اپنے اقرباء میں ان کی کتب کی اشاعت کی اور وہ چاہتی ہے کہ ان میں سے بعض کو اپنے معزز اُمراء میں شامل کرے۔ اس نے اُنہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عبادت کے لئے مسجدیں تعمیر کریں۔ اور امن کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کریں۔

اور ہم اس (ملکہ) کے زیر سایہ امن و عافیت اور پوری آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔

ونردّ على النصارىٰ كيف نشاء، ولا مانع ولا حارج ولا مزاحم، وهذا كله من حسن نيتها وصفاء قلبها وكمال عدلها والله لو هاجرنا إلى بلاد ملوك الإسلام لما رأينا أمنًا وراحةً أزيدَ من هذا. وقد أحسنتْ إلينا وإلى آبائنا بآلاء لا نستطيع شكرها ومن أعظم الإحسانات أنها وأمراءها لا يُداخلون في ديننا مثقال ذرّة، ولا يمنعنا أحد منهم من فرائضنا وسُنننا ونوافلنا وردِّنا على مذهب قومهم، ولا يبخلون في النعماء الدنيوية، وإنهم لمن العادلين.

فلا يجوز عندي أن يسلك رعايا الهند من المسلمين مسلك البغاوة، وأن يرفعوا على هذه الدولة المحسنة سيوفهم، أو يعينوا أحدًا في هذا الأمر،

اورجیسا ہم چاہیں عیسائیوں کے عقیدہ کا ردّ کرتے ہیں۔اوراس میں کوئی مانع،حارج اور مزاحم نہیں ہوتا۔اور یہ سب کچھ اُن کی نیک نیتی، دل کی صفائی اور کمال عدل کا نتیجہ ہے۔اور بخدا اگر ہم شاہانِ اسلام کے ممالک کی طرف ہجرت کر جائیں،تو اس سے بڑھ کر امن اورراحت نہ دیکھیں گے۔اوراس (ملکہ) نے ہم پراور ہمارے آباء واجداد پرکئی طرح کی نعمتوں کے ساتھ احسانات کئے ہیں۔اورہمیں طاقت نہیں کہ ہم ان کاشکرادا کرسکیں۔اوراُس کے احسانات میں سے ایک بڑااحسان یہ ہے کہ وہ خوداوراُس کے اُمراء ہمارے دین میں ذرّہ بھر مداخلت نہیں کرتے اوراُن میں سے کوئی بھی ہمیں اپنے فرائض،سنن اورنوافل کی ادائیگی سے نہیں روکتا اورنہ ہمیں اُن کے قومی مذہب کی تردید کرنے سے کوئی منع کرتا ہے۔اوروہ دنیوی نعمتوں میں بخل نہیں کرتے اوروہ عدل کرنے والوں میں سے ہیں۔

اس لئے میرے نزدیک یہ جائز نہیں کہ ہندوستان کی مسلم رعایا بغاوت کی راہ پر چلے اوراس محسن سلطنت پراپنی تلواریں اُٹھائے یااس معاملے میں کسی اورکی اعانت کرے

ويعاونوا على شر أحد من المخالفين بالقول أو الفعل أو الإشارة أو المال أو التدابير المفسدة، بل هذه الأمور حرام قطعي، ومن أرادها فقد عصى الله ورسوله وضل ضلالا مبينا. بل الشكر واجب.. ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله.و إيذاء المحسن شر وخبث وخروج من طريق الإنصاف والدّيانة الإسلامية، والله لا يُحب المعتدين. نعم إن علماء النصارى يفسدون في الأرض باتخاذهم العبد إلٰهًا ودعوتهم إلى طاغوتهم وإشاعتهم مذهب التنصّر في الأكناف والأقطار والقريب والبعيد، ولكن لا شك أن ذيل هذه الدولة منزّه عن مثل هذه الأمور وتحريكاتها، وما أظن أن أحدا من عقلائهم يعتقد بأن عيسى إلٰه في الحقيقة، بل يضحكون على مثل هذه الاعتقادات ويميلون إلى الإسلام يومًا فيومًا. ﴿۴۱﴾

اور کسی مخالف سے قول، فعل، اشارہ یا مال یا مفسدانہ تدابیر کے ذریعہ کسی شرارت میں تعاون کرے۔ بلکہ یہ سارے امور قطعی طور پر حرام ہیں۔اور جس نے ان امور (ممنوعہ) کا ارادہ کیا تو اُس نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی۔اور وہ کھلا کھلا گمراہ ہو گیا۔ بلکہ شکر واجب ہے۔اور جو لوگوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ محسن کو اذیّت دینا شرارت اور خباثت ہے اور انصاف اور اسلامی دیانت کے طریق سے نکل جانا ہے۔اور اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں البتہ عیسائیوں کے علماء ایک بندے کو معبود بنا کر اور اپنے طاغوت کی طرف بلا کر اور عیسائی مذہب کی تمام اکناف واطراف اور دور و نزدیک اشاعت کر کے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اِس حکومت کا دامن اس قسم کے اُمور اور اُن کی تحریکات سے پاک ہے۔اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ان کے اہلِ دانش میں سے کوئی اعتقاد رکھتا ہو کہ عیسیٰ فی الحقیقت معبود ہے بلکہ وہ اس قسم کے اعتقادات پر ہنستے ہیں۔اور روز بروز اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

بـل إنّا نرى أنّ في دار دولة الملكة الـمكـرّمة قـد هبـت رياح نفحات الإسـلام، ونرى الناس يدخلون فيه أفـواجًا في كل سنة، ويردّون على النصارىٰ بالحريّة التامّة. وأن أمراء ها الـذين أُرسِلوا إلى ديار الهند لنظمها ونسـقهـا لا يـظـلـمون الناس كظلم الجبّارين، ولا يستعجلون في فصل الـقـضـايا، وينظرون إلـى رعـاياهم بـعـين واحدة، ولا يظلمون الناس، ويعيش كل قوم تحتهم آمنين.

بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ملکہ مکرمہ کے دارالحکومت میں اسلام کی معطّر ہوائیں چل رہی ہیں اور ہم لوگوں کو ہر سال اس میں فوج درفوج داخل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور پوری آزادی سے وہ عیسائیوں کا ردّ کرتے ہیں۔ اور اُس (ملکہ) کے وہ اُمراء (حکام) جنہیں ملک ہندوستان میں اُس کا نظم ونسق چلانے کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ جابروں کے ظلم وستم کی طرح لوگوں پر ظلم نہیں ڈھاتے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لیتے اور وہ اپنی رعایا سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور لوگوں پر ظلم نہیں کرتے۔ اور ہر قوم اُن کے زیر نگیں پُر امن زندگی بسر کرتی ہے۔

والذين من القسّيسين يدعون إلى الإنـجـيـل وتـعـاليمه الباطلة المحرفة، فهم لا يظلموننا بأيدينا☆، ولا يرفعون السيف علينا، ولا يقتلون لمذهبهم قومنا، ولا يسبون ذرارينا، ولا ينهبون أموالنا، بل يصل شرهم إلينا من طريق التـأليـفـات المفسدة، والتقريرات الـمـضـلّة، وتـوهـين سيّدنـا ونبيّـنـا صـلـى الـلّـه عـلـيـه وسلم، والـردِّ عـلـى الـفـرقـان الـكـريم وتعليمه.

اور پادریوں میں سے جو لوگ انجیل اور اُس کی باطل اور محرف تعلیمات کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بھی اپنے ہاتھوں سے ہم پر ظلم نہیں کرتے اور ہم پر تلوار نہیں اُٹھاتے اور اپنے مذہب کی خاطر ہماری قوم سے نہیں لڑتے اور نہ ہماری اولاد کو قید کرتے ہیں اور نہ ہمارے مال چھینتے ہیں۔ بلکہ اُن کا شر ہم تک (اُن کی) فتنہ خیز تالیفات، اور گمراہ کن تقریروں اور ہمارے سید اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور فرقان کریم اور اُس کی تعلیم کو ردّ کرتے ہوئے پہنچتا ہے۔

☆ ''بأيدينا'' سہو کتابت ہے درست ''بأيديهم'' ہے۔ (ناشر)

والدولة البرطانية لا تعينهم في أمر من الأمور، ولا ترجحهم على المسلمين، بل نرى أن هذه الدولة العادلة قد أعطت كل قوم حرية تامة، وأجازتهم إلى حد القانون، فيفعل الناس برعاية قانونهم ما يشاءون، ويرد كل مذهب على مذهب آخر، وتجرى المناظرات في هذه الديار كأمواج البحار، والدولة لا تداخل فيهم وتتركهم مجادلين. ثم لم أزلْ أتحدق في هذا السرّ الغامض.. أعني في أنّ اللّٰه تعالٰى لِمَ لَمْ يُرسل المسيح الموعود بالسيف والسنان، بل أمره للرفق والغربة والتواضع ولين القول والمجادلة بالحكمة والمداراة وحسن البيان، بل منعه أن يزيد على ذٰلك، فكنتُ أُفكر في هذا حتى كشف الله عليّ هذا السرّ، فعلمت أن اللّٰه تبارك وتعالٰى لا يُرسل مصلحًا.. رسولًا كان أو مجدّدًا

اور حکومت برطانیہ کسی بھی معاملے میں ان (پادریوں) کی مدد نہیں کرتی اور نہ ہی اُنہیں مسلمانوں پر ترجیح دیتی ہے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس عادل حکومت نے ہر قوم کو پوری آزادی دے رکھی ہے۔ اور قانون کی حد تک اُنہیں اجازت دی ہے۔ پس لوگ ان کے قانون کی رعایت رکھتے ہوئے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور ہر مذہب دوسرے مذہب کا ردّ کرتا ہے۔ اور اِن علاقوں میں مناظرے سمندر کی موجوں کی طرح جاری وساری ہیں۔ اور حکومت ان میں مداخلت نہیں کرتی اور وہ اُنہیں بحث مباحثہ کرنے دیتی ہے۔ پھر میں نے اس پوشیدہ راز کو ہمیشہ بنظرِ غائر دیکھا ہے۔ یعنی اس امر کو کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو شمشیر وسنان دے کر نہیں بھیجا۔ بلکہ اُسے نرمی، فروتنی، تواضع، نرم گفتاری اور حکمت کے ساتھ بحث کرنے اور مدارات اختیار کرنے اور حسن بیان کا رویہ اپنانے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ اُس نے منع فرمایا کہ اس پر وہ کوئی اور اضافہ کرے۔ پس میں اس پر سوچ وبچار کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ راز منکشف فرمایا اور میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی مصلح کو، خواہ اُس کی حیثیت رسول کی ہو یا مجدد کی،

إلّا بإصلاحات اقتضتها كوائفُ مفاسد الزمان وأهل الأرضين.

فقد يتفق أن الناس مع شِركهم وفساد عقيدتهم يكونون قومًا جبّارين معتدين فاسقين، يظلمون الضعفاء ويُعادون أهل الحق عداوة منجرّة إلى القتل والنهب والسبي، ويسفكون دماءهم، وينهبون أموالهم، ويسْبون ذراريهم، ويعثون في الأرض مفسدين. ويعطيهم الله ابتلاءً من عنده قوةً في الجسم، وكثرة في المال، وإمارة في الأرض، فيكفُرون نعم الله، ولا يتوجّهون إلى وعظِ واعظٍ، ولا نداءِ منادٍ، ولا إلى أسرارِ حكمة تخرج من أفواه الحكماء، بل عندهم جوابُ كلّها السيفُ أو الرمح. ويعيشون كالأنعام أو كالسكارى، ولهم قلوب لا يفقهون بها، ولهم آذان لا يسمعون بها،

صِرف اُن اصلاحات کے ساتھ ہی مبعوث فرماتا ہے جن کا تقاضا زمانہ اور اہل ارض کے مفاسد کی کیفیات کرتی ہوں۔

کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے شرک اور فسادِ عقیدہ کے ساتھ ساتھ جابروں، حدود سے تجاوز کرنے والوں اور فاسقوں کی قوم بن جاتے ہیں۔ وہ کمزوروں پر ظلم کرتے اور اہل حق سے ایسی دشمنی کرتے ہیں جو قتل، لوٹ گھسوٹ اور قیدی بنانے کی حد تک جا پہنچی ہے اور وہ اُن کا خون بہاتے، اموال لوٹتے اور اُن کی اولادوں کو قیدی بنا لیتے ہیں، اور زمین میں مفسد بن کر فساد بپا کرتے پھرتے ہیں۔ اللہ اُنہیں اپنی جناب سے آزمائش کی غرض سے جسمانی قوت، مال کی کثرت اور زمین میں حکومت عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور کسی واعظ کے وعظ اور کسی پکارنے والے کی پکار اور داناؤں کے منہ سے نکلنے والے اسرارِ حکمت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ ان کے پاس سب کا ایک ہی جواب شمشیر و سنان ہوتا ہے۔ وہ چوپایوں اور مدہوشوں جیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے دل تو ہیں مگر وہ اُن کے ذریعہ سمجھتے نہیں۔ اُن کے کان ہیں مگر وہ اُن سے سُنتے نہیں

﴿۴۲﴾ ولهم أعينٌ لا يُبصرون بها، ويتكبرون بما أعطاهم اللّٰه من مُلكٍ ورياسة ومال وثروة، ويؤذون الذين يدخلون في دين اللّٰه وكادوا يقتلونهم، ويصدّون عن سبيل اللّٰه مستكبرين. ويتعامون بعد رؤية الآيات ومشاهدة البينات، وقد تمّت عليهم حُجّة اللّٰه فلا يبالونها، بل يزيدون في الظلم والعصبية وحمية الجاهلية والقساوة وإيذاء المبلّغين.

فيغضب الله غضبا شديدًا على تلك الأقوام، ويريد أن يفكّ نظامهم، ويجعل أعزّتَهم أذلّةً، ويُنزل عليهم عذابًا من الأرض أو من السماء ، أو يجعلهم شِيَعًا ليذيق بعضَهم بأسَ بعض، ويأمرُ رسولَه ليؤدّبهم بالسيف والسنان، ويستخلص المسلمين منهم ويكسر هامة الظالمين.

اوران کی آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں۔ اللہ نے اُنہیں جو مُلک، ریاست اور مال و ثروت عطا فرمایا ہے وہ اس کی وجہ سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے دین میں داخل ہونے والوں کو اذیّت دیتے اور اُنہیں قتل کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اور تکبر کرتے ہوئے اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور نشانات کے دیکھنے اور دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اندھے بن جاتے ہیں۔ اللہ کی حجت اُن پر تمام ہو چکی ہے پھر بھی وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ ظلم، عصبیت اور جاہلیت کے جوش، سنگدلی اور مبلغین کی ایذا رسانی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

پس اللہ ایسی اقوام سے سخت ناراض ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُن کے نظام کا شیرازہ بکھیر دے اور ان کے معززین کو ذلیل کر دے اور اُن پر زمین سے یا آسمان سے عذاب نازل کر دے یا اُنہیں گروہوں میں تقسیم کر دے تا کہ وہ انہیں ایک دوسرے کی جنگ کی مزہ چکھائے اور وہ (اللہ) اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ وہ شمشیر و سنان کے ذریعہ ان کی تأدیب کرے اور مسلمانوں کو اُن کے چنگل سے رہائی بخشے اور ظالموں کی کھوپڑی توڑے۔

فیقتل الرسولُ المأمور قتلا مهیبا، ویُثخن فی الأرض إثخانا عجیبا، حتی یضعف المستکبرون ویتقوّی المستضعفون، ویُبدّلهم اللّٰه من بعد خوفهم أمنًا، فیعبدونه مطمئنین، ویدخلون فی دینه آمنین. وإن تطلب نظیر هذا النوع من الفساد فتجد فی زمان کلیم اللّٰه وخاتم النبیّین.

وقد یتّفق أن الناس یضیّعون دینهم ودیانتهم، ولکنهم لا یقاتلون أنبیاء اللّٰه ومرسلیه للدین، ولا یفسدون فی الأرض بالسیف والسّنان، بل بتقاریر المُضلّةِ وزیغ البیان، ولا یریدون أن یُبطلوا شعائر الإسلام بالرماح والسهام، بل بالمکائد وسحر الکلام، ولا یؤذون طالب الحق إذا أراد أن یقبل الحق، وکذٰلك یفعلون لوجه من الوجهین:

پس مامور رسول ایک ہیبت ناک جنگ لڑتا ہے اورزمین میں کچھ ایسے عجیب انداز سے خون بہاتا ہے کہ متکبر کمزور ہو جاتے ہیں اور کمزور قوت حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ اُن کے خوف کو امن میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پھر وہ پورے اطمینان سے اُس کی عبادت کرتے ہیں اور اُس کے دین میں امن کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ اور اگر تو اس قسم کے فساد کی نظیر طلب کرے، تو وہ تجھے کلیم اللہ (موسیٰ) اور خاتم النبیّین (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں ملے گی۔

اور کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے دین اور اپنی دیانت کو ضائع کر دیتے ہیں لیکن وہ دین کے لئے اللہ کے انبیاء اور اُس کے فرستادوں سے لڑتے نہیں نہ ہی شمشیر وسنان کے ذریعہ زمین میں فساد کرتے ہیں۔ بلکہ گمراہ کن تقاریر اور کج بیانی سے فساد کرتے ہیں۔ اور وہ شعارِ اسلام کا بطلان نیزوں اور تیروں کے ذریعہ نہیں بلکہ مکّاریوں اور سحر بیانی کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ کسی طالب حق کو جب وہ حق قبول کرنے کا ارادہ کرے، ایذا نہیں دیتے اور وہ ایسا دو وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے کرتے ہیں۔

أحد هما إذا كانت تلك الأقوام الذين أُرسل إليهم رسول أو مُحدَّث ضعفاءَ غير قادرين على إيذاء أحد، فلا يظلمون المرسلين لعدم قدرة الظلم وفقدان أسباب البطش والقتل والسفك، ويرى الله أنهم مع خبث نفسهم وكثرة مكائدهم، لا يستطيعون أن يؤذوا أحدًا و يظلموا مُصلحا، ويرى أنهم مستضعفون مغلوبون. وقد يكون سبب هذا الضعف مشاجرات وقعت بينهم وسلبت طاقتهم، وقد يكون سببه استيلاء قوم آخرين، وقد يجتمعان فيزيدان عجزا وضعفا. وثانيهما: إذا كانت تلك الأقوام مُهذّبين مع كونهم ملوكا وسلاطين، فلا يمنعون رُسُلَ الله من دعواتهم ولا يظلمون ولا يؤذون، بل تكون حكومتهم حكومة الأمن

اُن میں سے ایک (وجہ) یہ ہے کہ جب وہ اقوام جن کی طرف کوئی رسول یا محدّث بھیجا جاتا ہے کمزور ہوں اور وہ کسی کو ایذا پہنچانے پر قدرت نہ رکھتی ہوں تو ظلم کی طاقت نہ رکھنے اور گرفت، قتل اور خون بہانے کے اسباب نہ رکھنے کی وجہ سے وہ رسولوں پر ظلم نہیں کرتے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ خبث باطن اور فریب کاریوں کی فراوانی کے باوجود کسی کو ایذا دینے اور کسی مصلح پر ظلم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ وہ کمزور اور مغلوب ہیں۔ اور کبھی اس کمزوری کی وجہ اُن کے وہ تنازعات ہوتے ہیں جو اُن میں پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ (تنازعے) اُن کی طاقت سلب کر لیتے ہیں۔ اور کبھی اس کی وجہ کسی دوسری قوم کا (اُن پر) غلبہ ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں جو اُن کی بے بسی اور کمزوری میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ان دو میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ جب یہ قومیں ملوک سلاطین ہوتے ہوئے بھی مہذب ہوتی ہیں تو وہ اللہ کے رسولوں کو اُن کی تبلیغ سے نہیں روکتیں اور نہ ظلم کرتی ہیں اور نہ دکھ دیتی ہیں بلکہ اُن کی حکومت پُر امن حکومت ہوتی ہے۔

ولا يعثون في الأرض ظالمين سفّاكين، صادّين عن سُبل الله، ولا يسلّون السيوف لإشاعة الباطل كالمعتدين، بل يكيدون ويمكرون، ويدعون الناس إلى دينهم بلطائف الحِيل، ويفسدون النفوس ولا يؤذون الأجسام، بل يتركون الناس منعمين.

وإن تطلب نظير هذا النوع من الأقوام فتجد في زمان عيسىٰ عليه السلام لأن عيسىٰ أُرسل إلى قوم قد مُزّقوا كلّ ممزّق من قبل مجيئه، وضُربت عليهم الذلّة والمسكنة، واضمحلت رياساتهم وبطلت إماراتهم، وكانت الدّولة الرومية لا تداخل في دين اليهود، فما رأى عيسىٰ عليه السلام أن يُقاتلهم، لأن المرسلين يدعون بالرفق والحلم والرحمة، ولا يرفعون السيف إلا على الذين يرفعون عليهم،

وہ زمین میں ظالم، سفاک اور اللہ کی راہوں سے روکنے والے بن کر نہیں پھرتے۔ اور نہ ہی وہ باطل کی اشاعت کے لئے حد سے تجاوز کرنے والوں کی طرح تلواریں سونتتے ہیں بلکہ وہ مکروفریب کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے دین کی طرف لطیف حیلوں سے بلاتے ہیں۔ وہ دلوں میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور جسموں کو ایذا نہیں دیتے۔ بلکہ وہ لوگوں کو پُرتعیّش زندگی گزارتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔

اگر تو اقوام میں اس قسم کی نظیر تلاش کرے تو تُو وہ (نظیر) عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پائے گا۔ کیونکہ (حضرت) عیسیٰ ایک ایسی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے جو اُن کی تشریف آوری سے قبل پارہ پارہ کردی گئی تھی اور اُن پر ذلّت اور مَسکنت کی مار ماری گئی تھی اور ان کی ریاستیں مضمحل ہو چکی تھیں اور حکومتیں مٹ چکی تھیں اور رومی سلطنت یہودیوں کے دین میں مداخلت نہیں کرتی تھی۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ اُن سے لڑیں کیونکہ رسول (ہمیشہ) نرمی، حِلم اور رحمت سے دعوت دیا کرتے ہیں اور وہ صِرف اُن لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں جو اُن پر تلوار اُٹھائیں

ويصلحون فساد العقل بالعقل، وفساد السيف بالسيف، ويداوون ﴿۴۳﴾
كل مرض كما يليق وينبغي: السيف بالسيف والكلام بالكلام، ولا يحبّون أن يكونوا من المعتدين.

وكذلك أُرسلتُ مجدِّدًا محدَّثًا لآخر الزمان، ووجدتُ أعداء دين الإسلام لا يقاتلون المسلمين للدّين، وما سلّوا سيوفا وما قوّموا رماحا لإشاعة دينهم، بل يُشيعون دينهم بالمكائد والحِيل العقلية، وتأليفِ الكتب المضلّة المغلِّطة، ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين. فما كان الله أن يسلّ عليهم السيف، وكيف يقتل الله قومًا لا يبارزون بالسيوف، بل يطلبون الدلائل كالفيلسوف؟ ومع ذلك إنهم قوم غافلون،

اور وہ عقل کے بگاڑ کی عقل کے ساتھ اور تلوار کے فساد کی تلوار کے ساتھ اصلاح کرتے ہیں۔ اور وہ ہر مرض کا مناسب حال علاج کرتے ہیں یعنی تلوار کا (علاج) تلوار سے اور کلام کا کلام سے اور وہ پسند نہیں کرتے کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والے بنیں۔

اسی طرح مجھے آخری زمانہ کے لئے مجدّد اور محدّث بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ دین اسلام کے دشمن مسلمانوں سے دین کی خاطر نہیں لڑتے۔ اور انہوں نے اپنے دین کی اشاعت کے لئے نہ تو تلواریں سونتی ہیں اور نہ نیزے تانے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے دین کی اشاعت چالبازیوں، عقلی حیلوں اور گمراہ کُن غلطی میں مبتلا کرنے والی کتابوں کی تالیف کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اور وہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے، پس یہ اللہ کی شان سے بعید ہے کہ وہ اُن پر تلوار سونتے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ایسی قوم کو قتل کرے جو تلواروں سے مقابلے کے لئے نہیں نکلتی۔ بلکہ ایک فلسفی کی طرح دلائل طلب کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ یہ غافل قوم ہے

جـاء وا مـن أقصى البلاد لا يعرفون شيئًا مـن حـقـائـق القرآن وأنواره ولـطـائـفـه ودقـائـقـه، وقد نشأوا في الديار البعيدة من الإسلام، فلما لاقـوا المسلمين ووردوا في ديارنا وجدوا المسلمين في أنواع الظلام مـن الآثـام، فـقـسـت قلوبهم برؤية الـمـبـتـدعـيـن، وكـانـوا من كلام الله غافلين. ومـا آذونـا ومـا قتلونا وما سـعـوا فـي الأرض سـفّـاكـين. فلا يـرضـى عـقـل سليم وفهم مستقيم، أن نـدفـع الحسنة بالسيئة، ونؤذي قـومـا أحـسـنـوا إلينا، ونرفع السيف عـلـى أعـنـاقـهـم قبل أن نتمّ الحجة عـلـى قـلـوبـهـم، وقبل أن نسكّتهم بـالـبـراهـيـن الـعـقـلـيـة والآيـات الـسّـمـاويـة، وقبـل أن يـظهـر أنهم عـصـوا عـمـدًا بـعـد ما رأوا الآيات وبـعـد مـا تبين الرشد من الغي فلو نتـرك الـرحـم والـرفـق والـمـدارات ونـقـوم عـلـيـهـم سـفّـاكـين جبّارين،

جو دور دراز ملکوں سے آئی ہے اور وہ قرآن کے حقائق اوراُس کے انوار اوراُس کے لطائف اور دقائق میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ ان لوگوں نے اسلام سے دور کے علاقوں میں پرورش پائی ہے۔ اس لئے جب وہ مسلمانوں سے ملے اور ہمارے ملک میں وارد ہوئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کو گناہوں کے طرح طرح کے اندھیروں میں پایا۔ پس اِن بدعتیوں کو دیکھ کر ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور وہ کلام الٰہی سے غافل تھے۔ اورانہوں نے نہ تو ہمیں دکھ دیا، نہ ہمیں قتل کیا اور نہ ہی زمین میں کوئی سفّاکانہ کوشش کی۔ پس کوئی عقل سلیم اور فہم مستقیم یہ پسند نہیں کرے گی کہ ہم نیکی کا بدلہ بدی سے دیں اور اُس قوم کو دکھ دیں جنہوں نے ہم پر احسان کیا۔ اور اُن کی گردنوں پر تلوار اُٹھائیں قبل اس کے کہ ہم اُن کے قلوب پر حجت تمام کریں اور قبل اس کے کہ ہم عقلی دلائل اور آسمانی نشانوں سے انہیں ساکت کریں اور قبل اس کے کہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اُنہوں نے نشانات دیکھنے اور ہدایت کے گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو جانے کے بعد عمداً نافرمانی کی۔ پس اگر ہم رحم، نرمی اور حسن معاملگی چھوڑ دیں اور سفّاک اور جابر بن کر اُن پر اُٹھ کھڑے ہوں

فلا يكون ذنب أكبر منه، وإذًا كنّا أخبث الظالمين.

فهذا هو السبب الذى أرسلنى اللّٰه تعالىٰ على قدم المسيح فإنه رأى زمانى كزمانه، وقوما كقومه، ورأى النعلَ طابَقَ بالنعل، فأرسلَنى قبل عذاب من السماء لأنذر قوما ما أُنذرَ آباؤهم ولتستبين سبيل المجرمين. وأنت ترى أن أكثر المسلمين اتبعوا شهواتهم، وأضاعوا الصوم والصلاة، وقست قلوبهم، وفسدت طبائعهم، وما بقى فيهم إلا اسم الإسلام ورسمُ الدخول فى المساجد، ولا يعلمون ما الإخلاص وما الذوق وما الشوق، وكثير منهم يزنون ويشربون الخمر ويكذبون، ويحبون المال حبا جما، ويعملون السيئات، ويؤثرون البدعات على هدى رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم، فكيف الكافرون الغافلون الذين لا يعلمون شيئا

تو اس سے بڑا کوئی گناہ نہ ہوگا اور اس صورت میں ہم خبیث ترین ظالم ہوں گے۔

پس اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح کے قدم پر بھیجا ہے کیونکہ اُس نے میرے زمانہ کو اُس کے زمانے کی طرح اور اس قوم کو اُس کی قوم کی مانند دیکھا اور اُنہیں ایک دوسرے کا ایسا مشابہ پایا جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس نے آسمانی عذاب سے پہلے مجھے بھیجا تا کہ میں اس قوم کو ڈراؤں جن کے آباء واجداد کو نہیں ڈرایا گیا۔ اور تا کہ مجرموں کی راہ واضح ہو جائے۔ اور تو دیکھتا ہے کہ اکثر مسلمان اپنی خواہشات کے تابع ہو گئے ہیں اور انہوں نے نماز روزہ ضائع کر دیا ہے اور ان کے دل سخت اور طبائع بگڑ گئی ہیں اور ان میں صرف اسلام کا نام اور مساجد میں داخل ہونے کی رسم باقی ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ اخلاص کیا چیز ہے اور ذوق وشوق کیا چیز۔ اور ان میں سے بہت سے زِنا کرتے، شراب پیتے، جھوٹ بولتے اور مال سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اور وہ بدیاں کرتے اور بدعات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر مقدم رکھتے ہیں۔ پھر غافل کافروں کا کیا حال ہوگا کہ جو کچھ جانتے ہی نہیں۔

ولا يعقلون، ولا يتكلمون إلا كغطيط النائم، وما يدرون ما سبل الإسلام وما البراهين! فظهر من ههنا أن العقيدة التى استحكمت فى قلوب العوام أن **المهدى والمسيح** يظهران فى آخر الزمان ويقتلان كل من لم يسلم، ليس بشىء، و بل إنه لخطأ مبين.

أيُفتى العقل السليم أن الله الذى هو الرحيم والكريم، يأخذ الغافلين فى غفلتهم، ويُهلكهم بالسيف أو عذاب السماء، ولمّا يفهموا حقيقة الإسلام وبراهينه ولم يعلموا ما الإيمان ولا الدّين؟ ثم إذا كان مدار الرحم والشفقة إزالةَ آفة قد أحاطت وكثرت، فكيف يجوز علاج مفاسد الأقلام بالسيوف والسهام بل هٰذا إقرار صريح بأننا لا نقدِر على الجواب، وليس عندنا جواب الأدلّة المضلّة إلا ضرب السيف البتّار وقتل الكفّار.

اور نہ عقل رکھتے ہیں اور وہ صرف خوابیدہ شخص کے خراٹوں کی مانند کلام کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اسلام کی راہیں کیا ہیں اور دلائل کیا چیز؟ لہٰذا اس سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ عقیدہ جو عوام کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہے کہ مہدی اور مسیح دونوں آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور ہر اُس شخص سے لڑیں گے جو مسلمان نہ ہوگا اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ ایک کھلی غلطی ہے۔

کیا عقل سلیم فتویٰ دیتی ہے کہ اللہ جو رحیم وکریم ہے وہ غافلوں کا اُن کی غفلت کی حالت میں مؤاخذہ کرے گا اور اُن کو تلوار یا آسمانی عذاب سے ہلاک کردے گا۔ جبکہ ابھی تک اُنہوں نے اسلام کی حقیقت اور اُس کے براہین کو سمجھا ہی نہیں۔ اور نہ ہی اُنہیں یہ معلوم ہے کہ ایمان اور دین کیا ہے؟ پھر جب رحم اور شفقت کا مدار اُس آفت کا ازالہ کرنا ہے جس نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور بڑھ چکی ہے تو پھر قلم کے مفاسد کا علاج تلواروں اور تیروں سے کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ بلکہ یہ تو اس امر کا صریح اقرار ہے کہ ہم جواب کی طاقت نہیں رکھتے اور یہ کہ ہمارے پاس اُن گمراہ کُن دلائل کا جواب سوائے کاٹنے والی تلوار کی ضرب اور کافروں کے قتل کے سوا کچھ نہیں۔ ﴿۴۴﴾

وكيف يطمئن قلب المعترض الشاكّ الغافل بضرب من السيف أو السوط أو جرح من الرمح والسهم، بل هذه الأفعال كلها تزيد ريب المرتابين.

ثم اعلم أن غضب اللّٰه ليس كغضب الإنسان، وهو لا يتوجّه إلا إلى قوم قد تمّت الحجّة عليهم، وأزيلت شكوكهم، ودُفعت شبهاتهم، ورأوا الآيات ثم جحدوا مع استيقان القلب، وقاموا على ضلالاتهم مبصرين. والعجب من إخواننا أنهم يعلمون أن عذاب الله لا ينزل على قوم إلا بعد إتمام الحجّة، ثم يتكلّمون بمثل هذه الكلمات. والعجب الآخر أنهم ينتظرون المهدی مع أنهم يقرأون في صحيح ابن ماجة والمستدرك حديث: "لَا مَهْدِی إِلَّا عِيسٰی"،

تو پھر شک کرنے والے بے خبر معترض کا دل تلوار کی ضرب یا کوڑے یا نیزے اور تیر کے زخم سے کیسے مطمئن ہوسکتا ہے؟ بلکہ یہ تمام امور تو شک کرنے والوں کے شک میں اضافہ کر دیں گے۔

پھر تجھے علم ہونا چاہئے کہ اللہ کا غضب انسان کے غضب کی مانند نہیں۔ اور اللہ صرف اُس قوم کی طرف رُخ فرماتا ہے جس پر حجت تمام ہو چکی ہو اور اُن کے شکوک کا ازالہ کیا جا چکا ہو اور اُن کے شبہات دور کر دیئے گئے ہوں اور اُنہوں نے نشانات دیکھ لئے ہوں پھر دل کے یقین کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا ہو اور جانتے بوجھتے ہوئے اپنی گمراہیوں پر ڈٹ گئے ہوں، اور ہمارے (ان) بھائیوں پر تعجب ہے کہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ کا عذاب کسی قوم پر صرف اتمام حجت کے بعد ہی نازل ہوتا ہے پھر بھی اس قسم کی باتیں کرتے ہیں اور دوسرا تعجب یہ ہے کہ وہ مہدی کا انتظار کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ ابن ماجہ کی صحیح میں اور مستدرک میں حدیث لَامَهْدِیَّ اِلَّاعِیْسٰی (یعنی عیسیٰ ہی مہدی ہیں)

ويعلمون أن الصحيحين قد تركا ذِكره لضعفِ أحاديث سُمعت في أمره، ويعلمون أن أحاديث ظهور المهدي كلها ضعيفة مجروحة، بل بعضها موضوعة، ما ثبت منها شيء، ثم يُصرّون على مجيئه كأنهم ليسوا بعالمين.

وأما الاختلافات التي وقعت في خبر نزول المسيح، فالأصل في هذا الباب أن الأخبار المستقبلة المتعلقة بالدنيا لا تخلو عن الابتلاء، وكذلك يريد الله منها فتنةَ قوم واصطفاء قوم، فيجعل في مثل هذه الأخبار استعاراتٍ ومجازات، ويُدقّق مأخذها ويجعلها غامضة دقيقة فتنةً للذين يُكذّبون المرسلين، ويظنون ظن السوء كالمستعجلين. ألا ترى إلى اليهود كيف شَقوا في ردِّ الرسول الصادق الذي جاء كطلوع الشمس مع وجود خبر مجيئه في كتبهم.

پڑھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ صحیحین نے مہدی کے بارہ میں مروی احادیث کے ضعف کے باعث اِس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ ظہور مہدی کی تمام احادیث ضعیف اور مجروح ہیں بلکہ اِن میں سے بعض موضوع ہیں جن سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی وہ اُس کی آمد پر اصرار کرتے ہیں گویا انہیں علم ہی نہیں ہے۔

رہے وہ اختلافات جو نزول مسیح کی پیشگوئی میں واقع ہوئے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ اس دنیا سے متعلق مستقبل کی پیشگوئیاں ابتلا سے خالی نہیں ہوتیں۔ اور یوں بھی جب اللہ ان کے ذریعہ ایک قوم کو آزمانا اور دوسری قوم کو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اس قسم کی پیشگوئیوں میں استعارات اور مجازات رکھ دیتا ہے۔ اور ان کے ماخذ کو اُن لوگوں کی آزمائش کے لئے جو رسولوں کی تکذیب اور جلد بازوں کی طرح بدظنی کرتے ہیں، دقیق اور مخفی اور باریک بنا دیتا ہے۔ کیا تو یہود کی طرف نہیں دیکھتا کہ کس طرح وہ اُس سچے رسول کا انکار کرکے بدبخت ہوگئے جو طلوعِ آفتاب کی طرح ظاہر ہوا جبکہ اُس کی آمد کی خبر اُن کی کتابوں میں موجود تھی۔

ولـو شاء اللّٰه لكتب في التوراة كل مـا يهـديهـم إلـى صراط مستقيم، ولأخبـرهـم عـن اسم خاتم الأنبياء صـلـى الـلـه عليه و سلم وعن اسم والـده واسـم بـلـدته وزمان ظهوره واسـم صـحـابته واسم دار هجرته، ولـكـتـب صـريـحًـا أنه يأتي من بني إسـمـاعـيـل، ولـكـن مـا فعل اللّٰه كـذلك بـل كـتـب فـي التوراة أنه يـكـون مـنـكم من إخوانكم، فمالت آراء اليهـود إلـى أن نبي آخر الزمان يـكـون من بني إسرائيل، ووقعوا من هـذا اللفظ المجمل في ابتلاء عظيم، فهـلـك الـذين ما نظروا حق النظر، وظـنـوا أن يـخـرج الـنبي من قومهم ومن بلادهم، و كذّبوا خاتم النبيّين.

واعـلـم أن هذه السُنّة ليست من قبيل الظلم بل من جميل إحسانات الـلّٰـه عـلـى عـبـاده الـصـالحين، لأنهـم يُبتـلـون عـند الأنباء النظرية الـدقيـقة بـابتـلاء دقيـق من ربهم،

اور اگر اللہ چاہتا تو تورات میں وہ سب کچھ لکھ دیتا جو راہِ راست کی طرف اُن کی رہنمائی کرتا۔ اور ضرور اُنہیں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی، آپؐ کے والد کا نام، آپؐ کے شہر کا نام اور آپؐ کے زمانۂ ظہور اور آپؐ کے صحابہ کے اسماء اور آپؐ کے دارالھجرت کا نام بتا دیتا۔ اور پوری صراحت کے ساتھ تحریر فرما دیتا کہ وہ بنی اسماعیل میں سے آئے گا۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ تورات میں اُس نے لکھ دیا کہ وہ تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ پس یہود کی آراء کا اِس طرف جھکاؤ ہو گیا کہ نبیٔ آخر زمان بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ اور وہ اس مجمل لفظ کی وجہ سے ایک بہت بڑے ابتلا میں پڑ گئے۔ پس جن لوگوں نے پورے طور پر غور نہ کیا وہ ہلاک ہوگئے اور اُنہوں نے خیال کیا کہ وہ (موعود) نبی ان کی قوم اور اُنہی کے مُلک سے ظاہر ہوگا اور اُنہوں نے خاتم النبیّین کی تکذیب کر دی۔

اور تو جان لے کہ یہ طریق ظلم کی قسم میں سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے اپنے نیک بندوں پر احسانات جمیلہ میں سے ہے۔ کیونکہ وہ ان دقیق نظری خبروں کے وقت اپنے رب کی طرف سے ایک لطیف ابتلا سے آزمائے جاتے ہیں۔

ثـم يعـرفـون بـنـور عـقلهم ولطافة فـراستهـم الـصـراطَ الـمستـقيـم، فيتـحـقـق لهـم الأجـر عـنـد ربهـم، ويـرفـع الـلّـه درجـاتهم، ويميّزهم مـن غيـرهـم ويُلحقهم بالواصلين. ولـو كـان الـخبـر مشتـمـلًا عـلـى انـكشـاف تـام وعـلامـات بديهة واضـحة لـجـاوز الأمـر مـن حـدّ الإيـمان، ولأقرّ به المفسد المعاند كـمـا أقـرّ بـه الـمـؤمـن المطيع، ومـا بـقـى عـلـى وجـه الأرض أحد مـن الـمـنـكـريـن. ألا تـرىٰ أن أهـل الـمِـلـل والـنِّـحـل كـلهـم مع اختلافاتهم الكثيرة لا يختلفون فـى أن الـلـيـل مـظـلـم والنهار منير، وأن الـواحـد نـصف الاثـنـيـن، وأن لـكـل إنسـان لسان وأذنين، وأنف وعينين، ولـكـن الـلّـه مـا جـعـل الإيـمـانـيـات من البديهيات، ولو جـعـل لضاع الثواب وبطل العمل، فتَـفـكّرْ فإن اللّٰه يهدى المتفكرين.

پھر وہ اپنی عقل کے نور اور اپنی فراست کی لطافت سے سیدھی راہ کو پہچان جاتے ہیں جس پر اُن کے لئے اُن کے ربّ کی طرف سے اجر متحقق ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اُن کے درجات بلند کر دیتا ہے اور اُنہیں اُن کے غیر سے ممتاز کر دیتا ہے اور اُنہیں واصل باللہ لوگوں سے ملا دیتا ہے۔ اور اگر وہ خبر مکمل انکشاف اور واضح بدیہی علامات پر مشتمل ہوتی تو پھر معاملہ ایمان کی حد سے آگے تجاوز کر جاتا اور ایک مفسد معاند اُس (خبر) کا اُسی طرح اقرار کر لیتا ہے جیسے ایک مطیع مومن۔ اور روئے زمین پر منکروں میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تمام مذاہب ومسالک کے افراد اپنے بہت سے باہمی اختلافات کے باوجود اس بات میں اختلاف نہیں کرتے کہ رات تاریک ہوتی ہے اور دن روشن۔ اور یہ کہ ایک، دو کا نصف ہوتا ہے اور یہ کہ ہر انسان کی ایک زبان، دو کان، ایک ناک اور دو آنکھیں ہوتی ہیں لیکن اللہ نے ایمانیات کو بدیہیات میں سے نہیں بنایا۔ اور اگر وہ ایسا کرتا تو ثواب ضائع ہو جاتا اور عمل باطل۔ پس تو غور وفکر کر کیونکہ اللہ غور وفکر کرنے والوں کی رہنمائی فرماتا ہے۔ ﴿۴۵﴾

ومن كان عالما صالحًا مجتهدا في طلب الحق ينوِّر الله قلبَه، ويُريه طريقه، ويعطيه فراسة من عنده، وإن الله لا يضيع أجر المحسنين. والذين كفروني ولعنوني ما تدبّروا في كتاب الله حق التدبر، وظنوا ظن السوء، وما تفكروا في أنفسهم أن العاقل لا يختار السوء والضلالة لنفسه، ولا يفتري على الله، وكيف يختار طريقا ويعلم أن فيه هلاكه وأي شيء يحمله على ذلك الوبال مع علمه أنه طريق الخسران في الدنيا والآخرة ولا يخفى على أعدائي أني امرءٌ قد نفد عمري في تأييد الدين حتّى جاءني الشيب من الشباب، فكيف يظن عاقل أن أختار الكفرَ والإلحاد في كبر سنّي ووهن جسمي وقربي من القبر سبحان ربّي! إن هٰذا إلا ظلم مبين.

اور جو شخص عالم، صالح اور حق کی جستجو میں پوری کوشش کرنے والا ہوگا اللہ اس کے دل کو منور کردے گا اور اُسے اپنی راہ دکھائے گا۔ اور اپنی جناب سے فراست عطا کرے گا۔ اور یقیناً اللہ اپنے اعمال کو عمدگی سے بجالانے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ اور جن لوگوں نے میری تکفیر کی اور مجھ پر لعنت کی اُنہوں نے کتاب اللہ پر پورا تدبر نہیں کیا اور بدظنی سے کام لیا۔ اور اُنہوں نے خود اپنی ذات میں غور نہیں کیا کہ کوئی عقل مند اپنے نفس کے لئے برائی اور گمراہی کو اختیار نہیں کرتا اور اللہ پر افتراء نہیں کرتا۔ پھر وہ کس طرح ایسی راہ اختیار کرسکتا ہے جس کے متعلق اُسے معلوم ہے کہ اُس میں اُس کی ہلاکت ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو اِس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ وہ دنیا اور آخرت میں خسارے کی راہ ہے اُسے اس وبال پر آمادہ کرتی ہے؟ میرے دشمنوں پر مخفی نہیں کہ مَیں وہ شخص ہوں کہ جس کی ساری عمر دین کی تائید میں صَرف ہوئی یہاں تک کہ مجھ پر جوانی سے بڑھاپا آ گیا۔ پھر کوئی صاحب عقل یہ کیسے گمان کرسکتا ہے کہ میں اپنے اس بڑھاپے میں اور اپنی جسمانی کمزوری اور قبر کے قریب ہونے کے وقت کفر والحاد کو اختیار کروں گا۔ سبحان ربی! یہ تو کھلا کھلا ظلم ہی ہے۔

وھا أنا بریء من بهتانهم، وما أجد عند النظر فی عقائدی من سریان الوهم بهذا، والله یعلم ما فی قلبی وقلوبهم، وتوکّلت علیه. وما حمل عقلاء هم علی مخالفتی إلا حبُّ الدنیا وناموسها، والحسدُ الذی لا ینفكّ من أکثر العلماء إلا من حفظه الله برحمته. وقد جرت عادة أکثر العلماء هکذا أنهم إذا رأوا رجلًا یقول قولا فوق أفهامهم فلا یتفکرون فیه، ولا یسألون القائل لیبیّن لهم حقیقته، بل یشتعلون بمجرد السماع، ویکفّرونه فی أول مجلس، ویلعنونه ویُکثرون القول فیه، وکادوا أن یقتلوه مشتعلین. وقال الله عزّوجلّ: یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ. والأمر الحق الذی یعلمه الله

اور میں وہ ہوں جو اُن کے بہتان سے بَری ہوں۔ میں اپنے عقائد پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس میں وہم کا شائبہ تک نہیں پاتا۔ اور جو میرے دل اور اُن کے دل میں ہے اُسے اللہ خوب جانتا ہے اور میں نے اسی پر توکل کیا ہے۔ اور اُن کے اہل دانش کو میری مخالفت پر صرف دنیا کی محبت اور اُس کی عزت نے آمادہ کیا ہے اور اس حسد نے اُنہیں اُکسایا ہے جو اکثر علماء کی ذات کا جزوِ لا یَنفَكّ ہے۔ سوائے اُس کے جسے اللہ اپنی رحمت سے محفوظ رکھے۔ اور اکثر علماء کی اسی طرح عادت چلی آئی ہے کہ جب وہ کسی شخص کو اپنے فہم سے بالا بات کہتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ اس پر غور نہیں کرتے۔ اور نہ وہ کہنے والے سے کچھ پوچھتے ہیں تا کہ وہ اُن پر اُس کی حقیقت واضح کرے بلکہ محض سن کر ہی بھڑک اُٹھتے ہیں اور پہلی نشست میں ہی اُس کی تکفیر کر دیتے ہیں اور اُس پر لعنت ڈالتے ہیں اور اُس کے متعلق بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں اور قریب ہے کہ مشتعل ہو کر اُسے قتل کر دیں۔ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا ہے کہ "یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ"[1] اور سچی بات وہی ہے جسے اللہ جانتا ہے۔

[1] اے حسرت بندوں پر! کہ ایسا کوئی نبی نہیں آتا جس سے وہ ٹھٹھا نہ کریں۔ (یٰسٓ:۳۱)

أن المسلمين كانوا في هذا الزمان كأفراخ العصافير ما بلغوا أشُدَّهم الروحانيّة، وسقطوا من أكنانهم و أوكارهم وأعشاشهم، فأراد اللّٰه أن يجمعهم تحت جناحي، ويذيقهم حلاوة الإيمان، ولذّة أُنس الرحمٰن، ويجعلهم من العارفين. فمن كان عاقلا طالبًا للنجاة فليبادرْ إليّ، ولا يُبادرُ إليّ إلا الذي يخاف اللّٰه وينبذ الدنيا من أيديه وعِرضها وناموسها، ويبادر إلى الآخرة، ويرتضي لنفسه كل لعن وطعن، وأقوال الأعداء وهجر الأحباء، وسبّ السّابّين.

التّنبيه

اعلم يا أخي.. أراك اللّٰه من عنده طرق الصواب. ان الذين يعتقدون نزول عيسى عليه السلام وصعوده بجسمه العنصري إلى السماء

اس زمانے میں مسلمان چڑیوں کے بچوں کی طرح ہیں جو روحانی بلوغت کو نہیں پہنچے۔ اور وہ اپنے آشیانوں، بسیروں اور گھونسلوں سے گر گئے ہیں۔ پس اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اُنہیں میرے پَروں کے نیچے جمع کرے اور اُنہیں ایمان کی حلاوت اور خدائے رحمٰن کی محبت کی لذت عطا فرمائے اور اُنہیں عارفوں میں سے بنائے پس وہ جو صاحبِ عقل ہے اور نجات کا طالب ہے اُسے چاہئے کہ وہ میری طرف آنے میں جلدی کرے۔ میری طرف وہی شخص تیزی سے آئے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے اور دنیا اور اُس کے اموال اور اُس کی عزت وناموس کو اپنے ہاتھوں سے پَرے پھینک دیتا ہے اور آخرت کے لئے جلدی کرتا ہے اور وہ اپنے نفس کے لئے ہر لعن طعن، دشمنوں کی باتیں، پیاروں کی جدائی اور گالیاں دینے والوں کی گالیوں کو بطیبِ خاطر قبول کر لیتا ہے۔

انتباہ

اے میرے بھائی! اللہ تجھے اپنی جناب سے سیدھی راہیں دکھائے، تجھے جان لینا چاہئے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسد خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف صعود اور پھر نزول پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

قد يستدلّون على حياته بقوله تعالى: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ والله يعلم أنهم خاطئون في هذا الاستدلال وإن هم إلّا يظنون، ويُضلّون النّاس بغير علم، ثم ينهضون لإيذاء أهل الحق بألسنة حداد، ولا يخافون الله ويسمّون المؤمنين كافرين. إنما مثلهم كمثل قوم اتخذوا مسجدًا ضِرارًا وكفرًا وتفريقًا بين المؤمنين. وأنت تعلم أنّا لو فرضنا أن اليهود كلهم يؤمنون بعيسىٰ عليه السلام قبل موته كما فهموا من هٰذه الآية للزم المحال الصريح من هٰذا المعنى، وللزم أن يبقى بني إسرائيل كلهم إلى نزول عيسىٰ عليه السلام أحياءً سالمين.

وہ اُن کے زندہ ہونے پر اللہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ[1] اور اللہ جانتا ہے کہ وہ ایسا استدلال کرنے میں غلطی خوردہ ہیں۔ اور وہ محض گمان سے کام لے رہے ہیں۔ اور لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ پھر وہ تلوار کی طرح کاٹنے والی زبانوں سے اہلِ حق کو اذیّت پہنچانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اور مومنوں کا نام کافر رکھتے ہیں۔ اُن کی مثال اس قوم کی طرح ہے جنہوں نے تکلیف پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی خاطر ایک مسجد بنائی۔ اور تو جانتا ہے کہ اگر ہم بالفرض یہ تسلیم کرلیں کہ تمام یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل اُن پر ایمان لے آئیں گے جیسا کہ وہ اس آیت سے سمجھتے ہیں تو ایسے معنی کرنے سے واضح مشکل پیش آئے گی۔ اور یقینی طور پر یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام بنی اسرائیل نزولِ عیسیٰ علیہ السلام تک زندہ اور صحیح سالم رہیں۔ ﴿۴۶﴾

[1] اور اہلِ کتاب میں سے کوئی (فریق) نہیں مگر اس کی موت سے پہلے یقیناً اس (مسیح) پر ایمان لے آئے گا۔ (النساء: ۱۶۰)

لأن أمر إيمان اليهود كلهم لا يتم بحياة المسيح فقط، بل يجب لإ تمامه حياةُ كفّار بنی إسرائيل كلّهم من أوّل الزمان إلى يوم القيامة، ومع ذلك يجب حياة المسيح إلى يوم الدّين. ومعلوم أن كثيرا من اليهود قد ماتوا ودفنوا ولم يؤمنوا بعيسٰى عليه السلام، فكيف يستقيم أن يُقال أن اليهود كلهم يؤمنون بالمسيح قبل موته؟ فلا شك أن هذا المعنى بديهی البطلان وظاهر الفساد ولا سبيل إلى صحته، فتفكر إن كنت من المتفكرين. ثم إذا نظرنا نظرا آخر وتأمّلنا فی قولهم وعقيدتهم واتفاق ندوتهم على أن الموجودين فی زمان نزول المسيح يدخلون فی دين الإسلام كلهم ولا تبقى نفس واحدة منهم منكرةً للإسلام، وتهلك المِلل كلها إلّا الإسلام، فما وجدنا هذه العقيدة موافقةً لتعليم القرآن،

کیونکہ تمام یہود کے ایمان کا معاملہ صرف حیاتِ مسیح کے ساتھ پورا نہیں ہوتا بلکہ اس کے پورا کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے تمام کفار کا اوّل زمانے سے روزِ قیامت تک زندہ رہنا لازم آئے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ روزِ جزاء سزا تک مسیح کا زندہ رہنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیشتر یہود مر چکے اور دفن ہو چکے اور وہ عیسٰی علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے۔ پس یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ تمام یہودی مسیح پر اُن کی وفات سے قبل ایمان لے آئیں گے؟ لہٰذا بلا شبہ یہ معنی بالبداہت باطل ہیں اور ان کا بگاڑ ظاہر و باہر ہے اور اُس کے صحیح ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے اگر تو غور و فکر کرنے والوں میں سے ہے تو غور کر۔ پھر جب ہم دوبارہ اس پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اُن کے قول، عقیدے اور اُن کے اس باہمی اتفاق پر گہرا غور کرتے ہیں کہ جو لوگ مسیح کے نزول کے وقت موجود ہوں گے وہ سب کے سب دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اُن میں سے کوئی شخص بھی اسلام کا منکر نہیں رہے گا اور اسلام کے سوا تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں گی، پس ہم نے اس عقیدے کو قرآن کی تعلیم کے موافق نہیں پایا

بل وجدناها مخالفة لقول ربّ العالمين؛ فإن القرآن يعلّم بتعليم واضح، ويشهد بصوتٍ عال على أنّ اليهود والنصارىٰ يبقون إلى يوم القيامة كما قال عزّ و جلّ: فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. ومعلوم أن وجود العداوة والبغضاء فرعٌ لوجود المعاندين والمباغضين، ولا يتحقق إلا بعد وجودهم. ولقد وصّلنا لهم القول وقلنا غير مرة لعلهم يتذكرون أو يكونون من الخائفين. فكيف نؤمن بأن أهل الملل كلّها تهلك في وقتٍ من الأوقات أنكفر بآيات كتاب مبين وقد قال الله تعالىٰ: وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وقال: وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

بلکہ اِسے ربّ العالمین کے قول کے مخالف پایا ہے۔ کیونکہ قرآن واضح تعلیم دیتا ہے اور بآواز بلند شہادت دیتا ہے کہ یہودی اور عیسائی روزِ قیامت تک باقی رہیں گے۔ جیسا کہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا: فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[1] اور ظاہر ہے کہ عداوت اور بغض کا وجود عناد اور بغض رکھنے والوں کے وجود کی ایک فرع ہے اور یہ اُن کے وجود کے بعد ہی متحقق ہوسکتا ہے۔ اور ہم نے یہ بات اُن سے لگاتار کہی اور ایک سے زائد مرتبہ کہی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں یا وہ ڈرنے والوں میں سے ہوجائیں۔ ہم یہ بات کیسے مان لیں کہ تمام ملتوں کے لوگ کسی وقت ہلاک ہوجائیں گے۔ کیا ہم کتاب مبین کی آیات کا انکار کردیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[2] نیز فرمایا: کہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[3]

[1] پس ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک باہمی دشمنی اور بغض مقدر کردیئے ہیں۔ (المائدة:۱۵)

[2] اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیئے ہیں۔ (المائدة:۶۵)

[3] اور مَیں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک بالادست کرنے والا ہوں۔ (ال عمران:۵۶)

ومعلوم أن كون اليهود مغلوبين إلى يوم القيامة يقتضي وجودهم وبقاءهم وكفرهم إلى يوم الدّين. ومعلوم أن كلّ ما يُعارض أخبارَ القرآن ويُخالفه فهو كذب صريح وليس من أحاديث أصدق الصادقين. بل المراد من هلاك الملل كلها هلاكهم بالبيّنة، ولا شك أنه من هلك من البيّنة فقد هلك، ومن أتم الحجّة على أحد فقد أهلكه، فتفكّر كالمتوسّمين.

واعلم أن حديث هلاك المِلل صحيح، ولكن أخطأ العلماء في فهمه، وما فهموا مِن هلاك أهل الأديان فهو ليس بصحيح، بل المعنى الصحيح هو الذى يشير إليه القرآن في آية: هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

اورظاہر ہے کہ روزِ قیامت تک یہودیوں کا مغلوب ہونا قیامت کے دن تک اُن کے وجود، اُن کی بقاء اور اُن کے کفر کا تقاضا کرتا ہے۔اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر وہ بات جو قرآن کی بتائی ہوئی خبروں کے معارض اور مخالف ہو وہ کذب صریح ہے۔اور وہ اصدق الصادقین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث میں سے نہیں۔تمام ملّتوں کے ہلاک ہونے سے مراد دراصل اُن کا دلائل سے ہلاک ہونا ہے۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ جو دلیل سے ہلاک ہوا وہ حقیقۃً ہلاک ہوا۔اور جس نے کسی پر حجت تمام کی تو گویا اُس نے اُسے ہلاک ہی کر دیا۔پس تو اہلِ فراست کی طرح غور وفکر کر۔

اور تو جان لے کہ تمام ملتوں کے ہلاک ہونے والی حدیث صحیح ہے مگر علماء نے اسے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔اُنہوں نے اہلِ ادیان کے ہلاک ہونے کا جو مفہوم سمجھا ہے وہ صحیح نہیں۔بلکہ اس کے صحیح معنی وہ ہیں جن کی طرف قرآن نے آیت هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ [1] میں اشارہ فرمایا ہے۔

[1] وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کر دے۔(الصّف:۱۰)

فقد أشار فی هذه الآیة إلی غلبة دین الإسلام علٰی کل مذهب ودین. وأنت تعلم أن دینًا إذا صار مغلوبًا مقهورًا فهو نوع من هلاك أهله بسلطان مبین. فثبت من هذا التحقیق أن تأویل آیة قَبْلَ مَوْتِهٖ بنحوٍ ذَکَرَه العلماءُ تأویلٌ فاسد، وقد بلغك کلام ربّ العالمین.

وأمّا ما رُوِیَ فی البخاری عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه فی هذا الباب، فلا تحسبه شیئا یُتوَجّه إلیه، وعندنا کتاب اللّٰه فلا تطلب الهدیٰ من غیره، فترجع بالخیبة ولن تکون من المهتدین. قال صاحب التفسیر المظهری إن أبا هریرة صحابیّ جلیل القدر، ولکنه أخطأ فی هذا التأویل، ولا یوجد فی حدیث ما یؤید زعمه، ولا نری مستفادًا من الآیة ما فهمه، فلا شك أنه خالفَ الحق المبین.

پس اس آیت میں قرآن نے ہر مذہب اور دین پر دین اسلام کے غلبہ کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ جب کوئی دین مغلوب اور زیرنگیں ہو جائے تو یہ اُس دین کے ماننے والوں کی واضح دلیل کے ساتھ ایک طرح کی ہلاکت ہوتی ہے۔ پس اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ آیت قَبْلَ مَوْتِهٖ کی جو تاویل علماء نے کی ہے وہ فاسد تاویل ہے اور اب تو تجھ تک ربّ العالمین کا کلام پہنچ چکا ہے۔

﴿۴۷﴾ اور جہاں تک بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے اس سلسلہ میں روایت کا تعلق ہے تو تُو اُسے قابل توجہ چیز خیال نہ کر۔ جبکہ ہمارے پاس کتاب اللہ ہے۔ اس لئے تُو اُس کے علاوہ کسی اور سے ہدایت طلب نہ کر، کیونکہ اس صورت میں تو ناکام لوٹے گا۔ اور تو ہرگز ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہو گا۔ تفسیر مظہری کے مصنّف نے کہا ہے کہ ابوھریرہؓ جلیل القدر صحابی تھے لیکن اُنہوں نے اس تاویل میں غلطی کھائی ہے۔ اور نفسِ حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو اُن کے خیال کی تائید کرتی ہو۔ اور اس آیت سے جو اُنہوں نے سمجھا ہے ہمارے نزدیک وہ اس آیت سے مُستنبط نہیں ہے۔ اس لئے بلاشبہ اُنہوں نے واضح حق کی مخالفت کی ہے۔

وما ثبت أنّ مأخذ قوله من مشكاة النبوة والسُّنّةِ المطهّرة، بل هو رأى سطحى، وكان رضى الله عنه كثير الخطأ فى بعض اجتهاداته كما ثبت خطأُه فى حديثٍ ذكره البخارى فى صحيحه، قال حدثنى عبدالله بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال أخبرنا معمر عن الزهرى عن سعيد بن مسيّب عن أبى هريرة قال ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: ما من مولود يولد إلّا والشيطان يمسّه حين يولد، فيستهلّ صارخا من مسّ الشيطان إيّاه إلّا مريم وابنها، يقول أبو هريرة: واقرأوا إن شئتم: وَ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ هذا ما زعم أبو هريرة، ولكن الذى اغترف شيئا من بحر كلام الله فيعلم بالبداهة أن هذا الزعم فاسد، ويعلم أن أباهريرة استعجل فى هذا الرأى، وما أرصد نفسه لشهادة بيّناتِ القرآن

اور یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان کے قول کا ماخذ مشکوٰۃِ نبوت اور سُنّتِ مطہرہ ہے بلکہ وہ ایک سطحی رائے ہے اور آپؓ نے اپنے بعض اجتہادات میں اکثر غلطی کھائی ہے۔ جس طرح کہ آپ کی خطا اُس حدیث میں ثابت ہے جس کا امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: مجھے عبداللہ بن محمد نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہ مجھے معمر نے زہری کے واسطہ سے بتایا کہ سعید بن مسیب نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر شیطان اُسے پیدائش کے وقت چھوتا ہے۔ اور وہ شیطان کے اس چھونے سے چیخ اُٹھتا ہے۔ سوائے مریمؑ اور اُن کے بیٹے کے۔ ابوھریرہ کہتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو تم آیت وَ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ [1] پڑھو۔ یہ ہے جو ابوھریرہ نے سمجھا لیکن وہ شخص جس نے کلام اللہ کے سمندر سے چلو بھر بھی لیا ہو تو وہ بالبداہت جانتا ہے کہ یہ خیال فاسد ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ابوھریرہؓ نے اس رائے میں جلد بازی کی ہے۔ اور اُنہوں نے قرآنی بیّنات کی گواہی کو گہری نظر سے نہیں دیکھا

[1] اور میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان (کے حملہ) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (آل عمران: ۳۷)

ألم يعلم أن اللّٰه تعالىٰ جعل نبيّنا أوّل المعصومين وقد طعن الزمخشری فی معنى هذا الحديث وتوقّف فی صحّته، وكيف يجوز أن نخصّ ابن مريم وأُمّه فی العصمة من مسّ الشيطان وقد قال اللّٰه تعالىٰ: اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ. وقال: سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا. وما معنى السلام إلّا الحفظ والعصمة، وقال: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ، فلا يصحّ هذا الحديث إلّا أن نريد من ابن مريم وأُمّه معنًى عامًا، ونقول إن كل تقیّ ونقیّ كان فی صفتهما فهو ابن مريم وأمّه، وإليه أشار الزمخشری رحمه اللّٰه. ولا يستبعد هذا التأويل،

کیا اُنہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی علیہ السلام کو اوّل المعصومین قرار دیا ہے۔ اور زمخشری نے اس حدیث کے مفہوم کی نسبت طعن کرتے ہوئے اس کی صحت کے بارے میں توقف کیا ہے۔اور یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ہم ابن مریم اوراُن کی والدہ کے مَسِّ شیطان سے محفوظ رہنے کی تخصیص کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ [1] نیز فرمایا سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا [2] اورلفظ اَلسَّلام کے معنی حفاظت اور عصمت کے ہی ہیں۔نیز فرمایا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ [3] اور یہ حدیث صرف اسی صورت میں صحیح ہوسکتی ہے جب ہم ابن مریم اوران کی والدہ سے عمومیّت کا مفہوم لیں۔ اور یہ کہیں کہ ہر متقی اور پاکباز جو ان دونوں کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو وہ ابن مریم اوراُن کی والدہ ہے۔اوراسی کی جانب زمخشریؒ نے اشارہ کیا ہے۔اور یہ تاویل دور از قیاس نہیں۔

[1] یقیناً (جو) میرے بندے (ہیں) ان پر تجھے کوئی غلبہ نصیب نہ ہوگا۔(الحجر:۴۳)

[2] سلامتی ہے اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن اسے دوبارہ زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا۔(مریم:۱۶)

[3] سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔(الحجر:۴۱)

فإن الأنبياء قد يتكلّمون في حُلل المجازات والاستعارات، ومثل ذلك كثير في كلام سيدنا ومولانا خاتم النبيين، ومن هذا الباب قوله صلى الله عليه وسلم إن عيسى ابن مريم لينزلن فيكم، يعني يُبعث رجل منكم على صفته فينزل منزلة عيسى. فما فهِم أكثر الناس معنى هٰذين الحديثين، واعتقدوا أنّ عيسى الذي كان نبيًّا من بني إسرائيل ينزل من السماء ، وإنْ هذا إلّا خطأ مبين.

ثم القرينة الثانية على خطأ أبي هريرة في آية: "قَبْلَ مَوْتِهِ " ما جاء في قراء ة أُبَيّ بن كعب أعني: "مَوْتِهِمْ" فإنه يقرأ هكذا: "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّالَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ" فثبت من هذه القراء ة أن ضمير لفظ موته لا يرجع إلى عيسٰى عليه السلام، بل يرجع إلٰى أهل الكتاب. فإلٰى أي ثبوتٍ حاجةٌ بعد قراء ة أُبَيّ بن كعب لقوم طالبين.

کیونکہ انبیاء مجاز اور استعاروں کے لبادہ میں کلام کرتے ہیں۔ اور اس قسم کی مثالیں ہمارے آقا و مولا خاتم النبیینؐ کے کلام میں کثرت سے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں آپؐ کا قول ہے کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں ضرور نازل ہوں گے۔ یعنی اُن کی صفات رکھنے والا ایک شخص تم میں مبعوث ہوگا اور وہ عیسیٰ کا قائم مقام ہوگا۔ لیکن اکثر لوگ ان دو حدیثوں کے معنٰی نہیں سمجھے۔ اور اُنہوں نے عقیدہ بنالیا کہ عیسیٰ جو بنی اسرائیل کا ایک نبی تھا وہی آسمان سے نازل ہوگا۔ حالانکہ یہ ایک واضح غلطی ہے۔

قَبْلَ مَوْتِهٖ والی آیت کے بارے میں ابوھریرہؓ کی غلطی پر دوسرا قرینہ اُبَیّ بن کعب کی قراءت یعنی "مَوْتِهِمْ" میں ہے۔ کیونکہ وہ اِس طرح پڑھا کرتے تھے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّالَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ۔ پس اس قراءت سے ثابت ہوگیا کہ لفظ "مَوْتِهٖ" میں ضمیر ہٖ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع نہیں بلکہ اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ پس اُبَیّ بن کعب کی قراءت کے بعد طالبانِ حق کے لئے اور کس ثبوت کی ضرورت ہے؟

ثــم مـع ذٰلـك قـد اختـلف أهـل التـفسيـر فـي مـرجـع ضـميـر بِـهٖ، فـقـال بـعـضهـم إن هـذا الضـمـيـر الـذي يـوجـد فـي آيـة "لَيُـؤْمِـنَنَّ بِـهٖ" راجـع إلـى نبيّـنـا صـلـى اللّٰـه عليـه وسلم، وهذا أرجح الأقوال. وقال بـعـضـهـم إنــه راجـع إلى الفرقـان، وقـــال بـــعـضـهـم إنـــه راجـع إلـى الـلّٰــه تـعـالـى، وقيـل إنـه راجـع إلـى عيسٰـى، وهـذا قول ضعيف ما التـفـت إليـه أحـد مـن المحقّقين. فيـا حسرة على أعدائنا المخالفين! إنهم يتــركـون الـقـرآن وبيّنـاتـه، بـل قـلـوبـهـم فــي غـمـرة من هذا ويـقـولـون بإخـوانهـم إنّـا نتبع أخبـار رسـول الـلّٰـه صلى اللّٰه عليه وسـلـم، وليسـوا بـمتّبعيـن، بـل يتـركـون أقـوالًا ثـابتة مـن رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويبدّلون الـخبيث بالطيب، ويكتمون الحق وكانوا عارفين.

پھر اس کے ساتھ مفسرین نے بھی توبہٖ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ آیت لَيُـؤْمِـنَنَّ بِهٖ میں
﴿۴۸﴾ جو ضمیر پائی جاتی ہے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رَاجِع ہے اور یہ قول تمام اقوال سے مُرَجَّح ہے۔ اور اُن (مفسرین) میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر فرقانِ حمید کی طرف راجع ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا مَرْجِع اللہ تعالیٰ ہے۔ اور بعض نے اس ضمیر کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرا ہے اور یہ قول ضعیف ہے جس کی طرف محققین میں سے کسی نے توجہ نہیں کی۔ پس افسوس ہے ہمارے مخالف دشمنوں پر کہ وہ قرآن اور اُس کی بیّنات کو چھوڑتے ہیں۔ بلکہ ان کے دل اس کے متعلق غفلت میں ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی اتباع کرتے ہیں جبکہ وہ اتباع کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اُن اقوال کو ترک کر دیتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ وہ طیّب سے خبیث بدل لیتے ہیں اور معرفت رکھتے ہوئے حق کو چھپاتے ہیں۔

إنما مثلهم كمثل سَبُعٍ اعتاد أكل الميتة، فلا يتوجه إلى الأغذية اللطيفة النظيفة من الثمرات وسواها، ويسعى في البراري لها ويحتفر القبور ويطلب كل جيفة من حمار أو كلب أو خنزير، فإن وجدها فيكون بها أصفى فرحًا، وأوفى مرحًا، ولا يفارقها بطرد الطاردين. ألا يعلمون أن لفظ التوفّي الذي يوجد في القرآن قد استعمله الله للموتى الذين خلوا من قبله أو ماتوا من بعده أو لم يكفِ شهادةُ ربّ العالمين؟ أو لم يكفِ لهم ما اعتاده العرب إلى هذا الوقت وإذا قيل لجاهل أُمّيّ من العرب أن الفلاني تُوفّي فيعرف أنه مات. فانظرْ، أما ترىٰ هذه المحاورة جارية فيهم ثم انظرْ أنهم كيف فرّوا معرضين.

اُن کی مثال اس درندے کی سی ہے جو مُردار کھانے کا عادی ہو اور وہ پھلوں اور اُن جیسی دوسری لطیف ونظیف غذاؤں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جنگلوں میں مُردار کی خاطر بھاگتا پھرتا ہے اور قبریں کھودتا ہے اور وہ گدھے، کتے اور سؤر کی قسم کا ہر مردار تلاش کرتا ہے پس اگر وہ اسے مل جائے تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا اور خوب اتراتا ہے اور دھتکارنے والوں کے دھتکارنے پر بھی اُس (مُردار) سے الگ نہیں ہوتا۔ کیا اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ لفظ تَوَفّی جو قرآن میں موجود ہے اُسے اللہ نے اُن وفات یافتگان کے لئے استعمال کیا ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں یا اُس کے بعد وفات پاگئے۔ کیا ربّ العالمین کی شہادت کافی نہیں؟ کیا ان کے لئے وہ (معنی) کافی نہیں جس کے عرب آج تک عادی ہیں۔ (اب بھی) کسی اَن پڑھ جاہل عرب سے جب کہا جائے کہ تُوُفِّیَ فُلَانٌ تو وہ جان جائے گا کہ وہ شخص مرگیا ہے، پس غور کرو کیا تمہیں اُن (عربوں) میں یہ محاورہ مروّج نظر نہیں آتا؟ پھر دیکھو کہ وہ کس طرح اِعراض کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔

وقال بعضهم أن آية: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ حقٌّ ولا شك أنها يدلّ على وفاة عيسٰى عليه السلام بدلالةٍ قطعيةٍ، وإنه مات وإنّا نؤمن به، وكتبُ التفسير مملوّة من هذا البيان، ولكنه عليه السلام ما بقي ميتًا بل بُعِث حيًّا بعد ثلاثة أيام أو سبع ساعات، ثم رُفع إلى السماء بجسده العنصرى، ثم ينزل في آخر الزمان على الأرضِ ويمكث أربعين سنة، ثم يموت مرة ثانيةً ويُدفن في أرض المدينة في قبر رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم. فحاصل كلامهم أن للخَلق كلهم موت واحدٌ☆ وللمسيح موتين ولكنّا إذا نظرنا فِي كتاب اللّٰه سُبحانه فوجدنا هذا القول مخالفا لنصوصه البيّنة. ألا ترىٰ أن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قال في كتابه المحكم حكايةً عن مؤمن مُغبِطًا نفسه بما أعطاه اللّٰه من الخُلد في الجنة والإقامة في دار الكرامة بلا موت

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ برحق ہے اور بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قطعی الدلالت ہے۔ وہ یقیناً وفات پا چکے ہیں اور ہمارا اِس پر ایمان ہے۔ اور تفسیر کی کتابیں اس بیان سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں رہے بلکہ وہ تین دن کے بعد یا سات گھنٹے بعد جی اُٹھے۔ بعدازاں وہ بجسدِہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ اور پھر وہ آخری زمانے میں زمین پر نازل ہوں گے اور چالیس سال تک رہیں گے پھر دوبارہ وفات پائیں گے اور سرزمین مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کئے جائیں گے۔ اُن کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوق کے لئے تو صرف ایک موت ہے لیکن مسیح کے لئے دو موتیں۔ لیکن جب ہم اللہ سبحانہ کی کتاب قرآن میں نظر ڈالتے ہیں تو اس قول کو نصوص بیّنہ کے مخالف پاتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں ایک ایسے مومن کے بارے میں حکایۃً بیان فرمایا ہے جو اللہ کے اُسے جنّت میں ابدی زندگی عطا کرنے اور بغیر موت کے عزت کے مقام میں مقیم کرنے پر اپنے آپ پر رشک کرتا ہے۔

☆ ''مَوْتٌ وَاحِدٌ'' غالباً سہو کتابت ہے درست ''مَوْتًا وَاحِدًا'' ہے۔ (ناشر)

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۔ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

فانظر أيها العزيز.. كيف أشار اللّٰه تعالىٰ إلى امتناع الموت الثاني بعد الموتة الأولىٰ، وبشّرنا بالخلود في العالم الثاني بعد الموت، فلا تكن من المنكرين. وأنت تعلم أن الهمزة في جملة: أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ للاستفهام التقريري، وفيها معنى التعجب، والفاء هٰهنا للعطفِ على محذوفٍ، أي: أَنَحْنُ مخلّدون مُنعَمون مع قلّة أعمالنا وما نحن بميّتين. واعلم أن هذا سؤال من أهل الجنة حين يسمعون قول اللّٰه تعالىٰ: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ،

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۔ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [1]

عزیز من! اس بات پر غور کر کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی موت کے بعد دوسری موت کے امتناع کی جانب اشارہ فرمایا ہے اور موت کے بعد ہمیں دوسرے جہاں میں ہمیشہ رہنے کی بشارت دی ہے۔ اس لئے تو انکار کرنے والوں میں سے نہ بن۔ اور تو جانتا ہے کہ ''أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ'' کے جملے میں ہمزہ استفہام تقریری کے لئے ہے اور اس میں تعجب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور حرف ''فَـا'' یہاں محذوف پر عطف ہے۔ یعنی یہ کہ کیا ہم اپنے اعمال کی بے بضاعتی کے باوجود جنت کی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے اور ہم مریں گے نہیں؟ اور تجھے یہ معلوم ہو کہ یہ سوال جنتیوں کا اُس وقت ہوگا جب وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنیں گے کہ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، [2]

[1] پس کیا ہم مرنے والے نہیں تھے، سوائے ہماری پہلی موت کے اور ہمیں ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا۔ یقیناً یہی (ایمان لانے والے کی) ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ (الصّافات: ۵۹ تا ۶۱)

[2] کھاؤ اور مزے لے کر پیو۔ کیونکہ یہ انعام تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ (المرسلات: ۴۴)

کما رُوِیَ عن ابن عباس فی تفسیر قوله تعالٰی: هَنِيئًا، فعند ذلك يقولون اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ . اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى. واعلم أنّ قولهم هذا يكون علی طريقة الابتهاج والسرور.

ثم اعلم أن الاستثناء ههنا مُفرَغ، وقيل منقطع بمعنی لكن. وفی كل حالٍ يثبت من هذه الآية أن أهل الجنة يُبشَّرون بالدوام والخلد ويُبشَّرون بأن لهم لا موت إلّا موتتهم الأولٰی. وهذا دليل صريح علٰی أنّ اللّٰه ما جعل لأهل الجنة موتين، بل بشّرهم بالحياة الأبديّة بعد الموت الذی قد قُدّرَ لكلّ رجل. وقال فی آخر هذه الآية: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، فأشار إلی أن دوام الحياة وعدم الموت مع نعيم وسرورٍ وحبورٍ من التفضّلات العظيمة.

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول هَنِيئًا کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایسے موقع پر وہ (جنتی) کہیں گے کہ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۴۹﴾
اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى [1] اور یاد رکھو کہ اُن جنتیوں کا یہ قول انبساط اور سرور کے طور پر ہوگا۔

پھر جان لو کہ یہاں یہ استثناء متّصل ہے اور بعض کے نزدیک یہ استثناء منقطع بمعنی لٰكِنْ ہے۔ اور ہر حال میں اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنتیوں کو دوام اور خلود کی بشارت دی جائے گی۔ نیز اُنہیں یہ بھی بشارت دی جائے گی کہ اُن کے لئے پہلی موت کے علاوہ اور کوئی موت نہیں۔ اور یہ واضح دلیل ہے کہ اللہ نے جنتیوں کے لئے دو موتیں نہیں بنائیں بلکہ اُس نے اُنہیں اِس موت کے بعد جو ہر شخص کے لئے مقدر ہے حیاتِ ابدی کی بشارت دی ہے اور اس آیت کے آخر میں اُس نے فرمایا ہے کہ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [2] اُس نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نعمتوں، خوشیوں اور مسرتوں سے معمور حیات ابدی اور عدمِ موت (اُس کے) عظیم فضلوں میں سے ہے۔

[1] پس کیا ہم مرنے والے نہیں تھے، سوائے ہماری پہلی موت کے۔ (الصّافات: ٥٩، ٦٠)

[2] یقیناً یہی (ایمان لانے والے کی) ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ (الصّافات: ٦١)

فإذا تقرّر هذا فكيف يُتصوَّر ويُظَنُّ أن نبيًّا كمثل عيسى.. مع كونه من المقرّبين.. محروم من هذا التفضل العظيم؟ وكيف يُتصوَّرُ أن اللّٰه يُخلِف وعده ويردّه إلى الدُّنيا وآلامها وآفاتها ومصائبها وشدائدها ومراراتها، ثم يُميته مرة ثانية، سبحانه هذا بهتان عظيم. وما كان لأحد أن يعود لمثله بعدما اطّلع على خطئه إن كان من المؤمنين.

وإن الأنبياء لا يُنقَلون من هذه الدنيا إلى دار الآخرة إلّا بعد تكميل رسالات قد أُرسِلوا لتبليغها، ولكلّ بُرهةٍ من الزمان مناسبة بوجود نبيّ، فيُرسَل كل نبيّ برعاية المناسبات، وإلى هذا إشارة في قوله تعالىٰ: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

پس جب یہ بات مُحکم طور پر ثابت ہوگئی تو پھر یہ کیسے تصور اور خیال کیا جا سکتا ہے کہ عیسیٰ جیسا نبی مقربین کی صف میں شامل ہونے کے باوجود اِس فضلِ عظیم سے محروم ہو؟ اور کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرے اور اُسے دنیا اور اس کے آلام و آفات اور مصائب و شدائد اور تلخیوں کی طرف واپس بھیجے اور پھر اُسے دوبارہ موت دے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ یہ بہتان عظیم ہے۔ اور کوئی شخص جو مومن ہو اُس کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ غلطی پر اطلاع پانے کے بعد بھی اُس کا اِعادہ کرے۔

اور انبیاء اس دنیا سے دارالآخرت کی طرف منتقل نہیں کئے جاتے مگر اُن پیغامات کی تکمیل کے بعد جن کی تبلیغ کے لئے وہ مبعوث کئے جاتے ہیں اور ہر زمانے کو (اپنے وقت کے) نبی کے وجود سے مناسبت ہوتی ہے۔ اس لئے ہر نبی اُسی مناسبت کی رعایت سے بھیجا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1] میں اسی طرف اشارہ ہے۔

[1] بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتَم ہے۔ (الاحزاب:۴۱)

فلو لم يكن لرسولنا صلى الله عليه وسلم وكتاب الله القرآن مناسبة لجميع الأزمنة الآتية وأهلها علاجًا ومداواةً.. لما أُرسِل ذلك النبيّ العظيم الكريم لإصلاحهم ومداواتهم للدوام إلى يوم القيامة. فلا حاجة لنا إلى نبيّ بعد محمد صلى الله عليه و سلم، وقد أحاطت بركاته كلَّ أزمنة، وفيوضُه واردةٌ علٰى قلوب الأولياء والأقطاب والمحدَّثين، بل على الخَلق كلهم، وإن لم يعلموا أنها فائضة منه، فله المنّة العظمٰى على الناس أجمعين.

والذين كثر عليهم فيضان العلوم والمعارف من هذا النبيّ الرسول الأُمّيّ، فمنهم قوم توجّهوا إلى كتاب اللّٰه والتدبّر فيه واستنباطِ دقائقه، وقوم آخرون كانت همّتهم أَخْذَ العلوم من الله تبارك وتعالٰى، فهم الحكماء المحدَّثون أهلُ الحكمةٰ الربّانية.

پس اگر ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اللہ قرآن کوسب آئندہ زمانوں اوران میں رہنے والوں سے بلحاظ علاج معالجہ مناسبت نہ ہوتی تو یہ عظیم نبی کریم (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے علاج اوراصلاح کے لئے قیامت کے دن تک کے لئے مبعوث نہ کئے جاتے پس ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپؐ کی برکات تمام زمانوں پر محیط ہیں۔ اور آپ کے فیوض تمام اولیاء، اقطاب اورمحدثین کے قلوب پروارد ہوتے ہیں بلکہ تمام مخلوق پر بھی اگر چہ اُنہیں اس بات کا علم نہ ہو کہ یہ فیضان حضور ﷺ ہی کی طرف سے جاری ہیں۔ پس یہ آپؐ کا تمام لوگوں پر احسانِ عظیم ہے۔

اوروہ لوگ جن پر اِس رسول اُمّی نبی کے علوم اور معارف کا فراوانی سے فیضان ہوا ہے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے تو کتاب اللہ اوراُس میں تدبر اوراُس کے دقائق سے استنباط کی جانب توجہ کی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کی تگ ودَو اللہ تبارک وتعالیٰ سے علوم کے حصول میں رہی۔ تو اصل میں یہی لوگ دانش مند، محدث اور ربّانی حکمت کے وارث ہیں

وکل یأخذون من تلك العین المبارکة، ویُربّون من فیوضه إلی یوم الدین. وإلی هذا أشار اللّٰه عزّ و جلّ فی قوله وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی یُزکّی النبیّ الکریم آخرین من أمته بتوجّهاته الباطنیة کما کان یُزکّی صحابته، فتفکرْ فی هذه الآیة واستعذ باللّٰه من شر کل مستعجل ولو کان عندك له کرامة وعزازة أو کان من عشیرتك الأقربین. ولن تجد فی الأرض أحدا من الصالحین أن یتبدّی مُرشدًا وما تفوّق من کأس النبیّ صلی اللّٰه علیه و سلم. فدَعْ عنك الالتفاتِ إلی غیره نبیًّا کان أو من المرسلین. وعلیك أن تقبل ما قیل، وتتحامی القال والقیل، واعلم أنه خاتم الأنبیاء، ولا یطّلع بعد شمسه إلّا نجم التابعین الذین یستفیضون من نوره.

اورسب اسی مبارک چشمہ سے لیتے ہیں اور تاروزِ قیامت اس کے فیوض سے پرورش پاتے رہیں گے۔اوراسی کی جانب اللہ عزّوجلّ نے اپنے قول وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ[1] میں اشارہ فرمایاہے۔یعنی نبی کریم اپنی امت کے آخرین کا اپنی باطنی توجہات کے ذریعہ اُسی طرح تزکیہ کریں گے جیسے آپؐ صحابہ کا تزکیہ فرمایا کرتے تھے۔پس تو اس آیت پرغور کراور ہر جلد باز کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ خواہ اُس (جلد باز) کو تیرے ہاں کتنی ہی عزت وتوقیر حاصل ہو یا وہ تیرے بہت ہی قریبی رشتہ داروں میں سے ہو۔اورتو زمین میں کوئی ایسا صالح نہیں پائے گا جو مرشد سے جدا ہو جائے اور نبی ﷺ کے جام سے ایک گھونٹ بھی نہ پیئے۔اس لئے تو حضورؐ کے سوا کسی اور کی طرف التفات نہ کرخواہ وہ نبی ہو یا مرسل۔اورتجھ پرلازم ہے کہ جو کچھ تجھے کہا گیاہے اُسے قبول کر۔اور قِیل و قَال سے اجتناب کراور یہ جان لے کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔اورآپؐ کے آفتاب عالمتاب کے بعد اُن متبعین کے ہی ستارے طلوع ہو سکتے ہیں جو آپؐ کے نور سے مستفیض ہوں۔

[1] اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اُسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔(الجمعة:۴)

هو منبع الأنوار، وكاد يحل نوره بساحة قوم منكرين.

ثمّ نرجع إلى كلماتنا الأولٰى ونقول إن الآية التي ذكرناها آنفا.. أعني قوله تعالٰى "إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولٰى" قد استدل بها الخليفةُ الأوّل أبو بكر الصدّيق رضي الله عنه إذا تُوفّيَ رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم واختلف الناس في وفاته، وقال عمر ما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم بموت حقيقي، بل يأتي مرة ثانية في الدنيا ويقطع أنوف المنافقين وأيديهم وآذانهم، فأنكره الصدّيق ومنَعه من ذلك، ثم بادرَ إلى بيت عائشة رضي الله عنها وأتى رسولَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم، وكان ميتًا على الفراشِ، فنزَع عن وجهه الرداء وقبّله وبكىٰ، وقال: إنّك طيّب حيّا وميّتا، لن يّجمع اللّٰه عليك الموتين إلّا موتتك الأولٰى.

آپؑ منبع انوار ہیں اور قریب ہے کہ آپؑ کا نور منکر قوم کے آنگن میں اُتر آئے۔

﴿۵۰﴾ اب ہم پھر اپنے پہلے کلام کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس آیت کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی۔ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور لوگوں نے آپ کی وفات کے بارے میں اختلاف کیا تو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس آیت سے استدلال فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ نے یہاں تک فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی طور پر فوت نہیں ہوئے بلکہ آپؐ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور منافقوں کے ناک اور اُن کے ہاتھ اور کان کاٹیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں اس بات سے روکا اور منع فرمایا۔ پھر آپؓ تیزی سے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعشِ مبارک کے پاس گئے جو بستر پر تھی پھر آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپؐ کو چوما، رو پڑے اور فرمایا "آپ زندہ ہونے اور وفات پا جانے (دونوں حالتوں) میں پاکیزہ ہیں۔ اللہ آپؐ پر آپؐ کی پہلی موت کے سوا دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔"

فرد بذلك القول قولَ عمر، وكان مأخذ قوله قوله تعالیٰ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولىٰ. وكانت لأبي بكر رضي الله عنه مناسبة عجيبة بدقائق القرآن ورموزه وأسراره ومعارفه، وكان له ملكة كاملة في استنباط المسائل من القرآن الكريم، فلذلك هُدِیَ قلبه إلى الحق وفهم أن الرجوع إلى الدنيا موتة ثانية، وهي لا يجوز على أهل الجنّة بدليل قوله تعالیٰ حكايةً عن أهلها "إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ." فإنّ رجوع أهل الجنة إلى الدنيا ثم موتهم وورود آلام السكرات والأمراض عليهم نوعٌ من التعذيب، وقد نجّی الله إيّاهم من كل عذاب، وآواهم عنده بإعطاء كل حبور وسرور من يوم انتقالهم إلى الدار الآخرة،

اس طرح آپؓ نے اس قول کے ساتھ عمرؓ کے قول کی تردید فرمادی اور آپؓ کے قول کا ماخذ اللہ تعالیٰ کی آیت اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی ہی تھی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآنی دقائق اور اُس کے رموز واسرار و معارف سے ایک عجیب مناسبت تھی اور آپؓ کو قرآن کریم سے مسائل کے استنباط میں کامل مَلکہ حاصل تھا۔ پس اسی وجہ سے آپؓ کے دل کی حق کی طرف رہنمائی کی گئی۔ اور آپؓ سمجھ گئے کہ دنیا کی طرف واپسی دوسری موت ہے اور یہ جنتیوں کے لئے جائز نہیں اور دلیل اس کی اللہ کا وہ قول ہے جو اُس نے جنتیوں کے منہ سے اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ[1] کہلوایا۔ کیونکہ اہل جنت کا دنیا کی طرف لوٹنا، پھر اُن کا مرنا اور جان کنی اور بیماریوں کی تکالیف کا ان پر وارد ہونا یہ ایک قسم کا عذاب ہے۔ جبکہ اللہ نے اُنہیں ہر عذاب سے نجات دی ہے اور اُنہیں اُن کے دارالآخرت کی طرف منتقل کرنے کے دن سے ہی ہر آسائش و سرور عطا کرکے اپنے حضور پناہ دی ہے۔

[1] سوائے ہماری پہلی موت کے اور ہمیں ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا۔ (الصّافات:۶۰)

فكيف يمكن أن يرجعوا إلى دار التعذيبات مرة ثانية فهذا معنى قول أهل الجنة "وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ".

فحاصل الكلام.. أن أبا بكر الصدّيق ردَّ بهذه الآية قولَ عمر رضي الله عنه . ثم ما اكتفى على ذلك بل قصد المسجد وانطلق معه رهط من الصحابة، فجاء وصعد المنبر، وجمَع حوله كلَّ من كان موجودا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم أثنى على الله وصلى على رسوله صلى الله عليه وسلم وقال: أيها الناس.. اعلموا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد تُوفّيَ، فمن كان يعبد محمدا ﷺ فليعلم أنه قد مات، ومن كان يعبد الله فإنه حيّ لا يموت، ثم قرأ: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دوبارہ دکھوں کے گھر کی طرف لوٹیں۔ پس جنتیوں کے قول وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ کے یہ معنی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اِس آیت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے قول کی تردید فرمائی۔ پھر اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپؓ نے مسجد کا رُخ کیا اور صحابہؓ کی ایک جماعت آپؓ کے ساتھ گئی۔ تب آپؓ آئے اور ممبر پر کھڑے ہوئے اور آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ان تمام صحابہ کو جو موجود تھے اپنے گرد جمع کر لیا۔ پھر آپؓ نے اللہ کی ثناء کی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ پس جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو اُسے یہ جان لینا چاہئے کہ آپؐ وفات پا گئے ہیں۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے اور اُس پر موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ [1] پڑھا۔

[1] حضرت محمد ﷺ محض ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پس کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم دینِ اسلام کو چھوڑ دو گے۔ (ال عمران:۱۴۵)

فاستدل بهذه الآية على موت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم بناءً على أن الأنبياء كلهم قد ماتوا. فلما سمع الصحابة قول الصدّيق رضى الله عنه ما ردَّ أحد على قوله، وما قال أحد له: أيها الرجل. إنك كذبت أو أخطأت في استدلالك أو ذكرت استدلالًا ناقصًا وما كنت من المصيبين.

فلو كانوا معتقدين بأن عيسٰى حيّ إلى ذلك الزمان لردّوا علٰى أبي بكر، وقالوا كيف تفهم من هذه الآية موت الأنبياء كلهم ألا تعلم أن عيسٰى قد رُفع إلى السماء حيًّا ويأتي في آخر الزمان؟ فإذا كان عيسٰى راجعا إلى الدنيا مرة ثانية وأنت تؤمن به، فأيّ حرج ومضايقة في أن يأتينا رسولنا صلى الله عليه وسلم أيضًا كما زعمه عمر.. الذي يجري الحق على لسانه، ﴿۵۱﴾

پھر اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اِس بناء پر استدلال فرمایا کہ تمام انبیاء وفات پا گئے ہیں۔ جب صحابہؓ نے (حضرت ابوبکر) صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول سنا تو کسی ایک صحابی نے بھی آپ کے اس قول کی تردید نہ کی اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ اَے شخص! تو نے جھوٹ بولا ہے یا تُو نے اپنے استدلال میں غلطی کی ہے۔ یا تو نے ناقص استدلال پیش کیا ہے اور تو صائب الرائے لوگوں میں سے نہیں۔

پس اگر وہ اس بات پر اعتقاد رکھنے والے ہوتے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں تو وہ (حضرت) ابوبکرؓ کی تردید کرتے اور کہتے کہ آپ اس آیت سے تمام انبیاء کے وفات پانے کا مفہوم کیسے لے رہے ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ عیسیٰؑ تو آسمان کی طرف زندہ اُٹھا لئے گئے ہیں اور وہ آخری زمانے میں آئیں گے؟ پس جب عیسیٰؑ دوسری دفعہ دنیا میں آنے والے ہیں اور آپ کا اِس پر ایمان بھی ہے تو پھر اس میں کیا حرج اور مضائقہ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے پاس (دوبارہ) تشریف لائیں جیسا کہ (حضرت) عمرؓ نے خیال کیا ہے۔ جن کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے

ولـه شأن عظيم في الرأى الصائب، ولـرأيـه مـوافـقة بـأحكـام القرآن فـي مـواضـع، ومع ذلك هو مُلهَم ومـن الـمـحـدَّثيـن وإن وفـاة نبينـا صـلـى الله عليه و سلم لـلمسلمين مـصيبة مـا أصيبـوا بمثله.. فـليس مـن الـعـجـب أن يـرجـع نبيناصلى الـلّـه عـلـيـه و سـلـم إلـى الدنيـا، بـل رجـوعـه إلـى الـدنيـا أحـق وأولـى وأنـفـع من رجوع المسيح، وحـاجة الـمسـلـمين إلـى وجـوده الـمبـارك أشدّ وأزيَد من حاجتهم إلـى وجـود الـمسيح. لـكـنهم مـا ردّوا على الصدّيقؓ بهذه الكلمات، بل سكتوا كلهم ونبذوا من أيديهم سهـام الإنـكـار، وقبِـلـوا قـولـه، وبـكـوا وقـالـوا إنّـا للّـه وإنّـا إليـه راجعون. ونظروا إلى موت الأنبياء كـلـهـم واطـمـأنـوا بهـا، فـإنهـم مـاتـوا كـلـهـم ومـا كـان أحد منهم من الخالدين.

اورجنہیں صائب رائے ہونے میں عظیم الشان مرتبہ حاصل ہے اورجن کی رائے کئی موقعوں پر احکامِ قرآنی کے عین مطابق ہوئی ہے،مزید برآں یہ کہ وہ ملہم اورمحدّثین میں سے ہیں۔اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بلاشبہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مصیبت تھی کہ اُس جیسی مصیبت ان پر کبھی نہیں ٹوٹی۔پس جائے تعجب نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ سلم دنیا میں واپس لوٹیں۔بلکہ آپؐ کاواپس لوٹناتو مسیحؑ کے واپس لوٹنے سے کہیں زیادہ درست،مناسب اور مفیداورمنفعت بخش ہے۔ اورآپؐ کے وجودِمبارک کی ضرورت مسلمانوں کو مسیح کے وجود کی ضرورت سے کہیں شدیداور زیادہ ہے۔لیکن انہوں نے ان الفاظ میں حضرت ابوبکرصدیقؓ کی تردیدنہیں کی۔بلکہ وہ سب خاموش ہوگئے۔اورانہوں نے اپنے ہاتھ میں سے انکار کے تیر پھینک دیئے اورآپؓ کی بات قبول کی اور روپڑے اور ’’اِنَّـالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْن ‘‘ کہااور وہ تمام انبیاء کی وفات پر تدبّر کرتے ہوئے اس بات سے مطمئن ہوگئے کہ وہ سب وفات پاچکے ہیں اوراُن میں سے کوئی ایک بھی ہمیشہ رہنے والانہیں ہے۔

وإذا ثبت أن رجوع أهل الجنة والذين قعدوا عند مليك مقتدر بحبور وسرور ممنوعٌ، وخروجهم من نعيمهم ولذّاتهم يُخالف وعد اللّٰه، فكيف يجوّز العاقل المؤمن أن المسيح عليه السلام محروم من هذا الفوز العظيم، ولكل بشر موت وله موتان؟ أليس هذا ممّا يخالف نصوص القرآن؟ فتدبّرْ وسَلِ اللّٰهَ يهَبُ لك فهم المتدبّرين. وقد قال الله تعالى في مقاماتٍ أخرىٰ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ وقال: فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ، وقال: حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ. فانظر أيها العزيز! كيف نترك هذا الحق الصريح بناءً على خيالات واهية و تحكّماتٍ فاسدة فتفكرْ واتق الله، إن الله يحب المتقين.

اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جنتیوں کا اور اُن لوگوں کا جو ملیك مقتدر (خدا) کے پاس مسرت اور سرور کے ساتھ بیٹھے ہیں (دنیا میں) لوٹنا ممنوع ہے اور اُن کا اپنی نعمتوں اور لذتوں سے باہر نکلنا اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے تو پھر ایک صاحبِ عقل مومن یہ کیسے جائز قرار دے سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام اس عظیم کامیابی سے محروم ہیں اور ہر بشر کے لئے تو ایک موت ہے اور اُس کے لئے دو موتیں ۔کیا یہ عقیدہ قرآنی نصوص کے مخالف نہیں؟ اس لئے سوچ اور اللہ سے دعا کر کہ وہ تجھے تدبر کرنے والوں جیسا فہم عطا فرمائے۔اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر فرمایا ہے کہ: وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ [1] اور فرمایا کہ: فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ [2] نیز فرمایا کہ: حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [3] پس اے عزیز! سوچ، ہم اس واضح صداقت کو محض کمزور خیالات اور فاسد گمانوں کی بناء پر کیسے ترک کر دیں۔پس سوچ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔

۱ اور نہ وہ ان (جنتوں) سے کبھی نکالے جائیں گے۔(الحجر:۴۹)

۲ پس جس روح کے متعلق اُس نے موت کا فیصلہ کرلیا ہو وہ اُسے روک لیتا ہے۔(الزّمر:۴۳)

۳ قطعاً لازم ہے کسی بستی کے لئے جسے ہم نے ہلاک کر دیا ہو کہ وہ لوگ پھر لوٹ کر نہیں آئیں گے۔(الانبیاء:۹۶)

وربما يختلج في قلبك أن رجوع الموتىٰ إلى الدنيا بعد دخولهم في الجنة ممنوع، ولكن أيّ حرج في رجوعٍ كان قبل دخول الجنة فاعلم أنّ آيات القرآن كلها تدل على أن الميت لا يرجع إلى الدنيا أصلًا، سواء كان في الجنة أو في جهنم أو خارجًا منهما، وقد قرأنا عليك آنفا آية فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ. و اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ. ولا شك أن هذه الآيات تدل بدلالة صريحة على أن الذاهبين من هذه الدنيا لا يرجعون إليها أبدًا بالرجوع الحقيقي. وأعني من الرجوع الحقيقي رجوع الموتىٰ إلى الدنيا بجميع شهواتها ولوازمها، ومع كسب الأعمال من خير وشر، ومع استحقاق الأجر على ما كسبوا، ومع ذلك أعني من الرجوع الحقيقي لُحوقَ الموتىٰ بالذين فارقوهم من الآباء والأبناء والإخوان والأزواج والعشيرة الذين هم موجودون في الدنيا،

شاید تیرے دل میں یہ کھٹکے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد تو مُردوں کا دنیا کی طرف لوٹنا ممنوع ہے۔لیکن جنت میں داخل ہونے سے پہلے اُن کے لوٹنے میں کیا حرج ہے۔پس تو جان لے کہ قرآن کی جملہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مُردہ قطعاً دنیا کی طرف نہیں لوٹے گا۔خواہ وہ جنت میں ہو یا جہنم میں یا ان دونوں سے باہر۔اورہم نے ابھی تمہارے سامنے آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[1] اور اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ[2] پڑھی ہے۔اوراس میں شک نہیں کہ یہ آیات بالصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس دنیا سے جانے والے اس کی طرف کبھی بھی حقیقی طور پر واپس نہیں آئیں گے۔حقیقی واپسی سے میری مراد مُردوں کا اپنی تمام خواہشات اوراُن کے لوازمات کے ساتھ اور بُرے بھلے اعمال کرنے اوراپنے کمائے ہوئے اعمال پر اجر کے استحقاق کے ساتھ واپس آنا ہے۔ مزید برآں اس حقیقی واپسی سے میری مراد مُردوں کا اُن لوگوں سے ملنا ہے جنہیں وہ چھوڑ کر چلے گئے۔یعنی باپ دادے، بیٹے، بھائی، بیویاں اورشوہر اورخاندان کے وہ تمام افراد جو دنیا میں موجود ہیں۔

[1] پس جس روح کے متعلق اُس نے موت کا فیصلہ کرلیا ہو وہ اُسے روک لیتا ہے۔(الزّمر:۴۳)
[2] کہ وہ لوگ پھر لوٹ کر نہیں آئیں گے۔(الانبیاء:۹۶)

وكـذلك رجوعهم إلى أموالهم التي كـانـوا اقتـرفوها، ومساكنهم التي كـانـوا بنَوها، وزروعهم التي كانوا زرعوها، وخزائنهم التي كانوا جمعوها. ثم من شرائط الرجوع الحقيقي أن يعيشوا في الدنيا كما كانوا يعيشون من قبل، ويتزوجوا إن كانوا إلى النكاح محتاجين، وأن يؤمنوا بالله ورسوله فيُقبَل إيمانهم ولا يُنظَر إلى كفرهم الذي ماتوا عليه، بل ينفعهم إيمانهم بعد رجوعهم إلى الدنيا وكونهم من المؤمنين. ولكنا لا نجد في القرآن شيئا من هذه المواعيد، ولاسورةً ذُكرتْ فيها هذه المسائل، بل نجد ما يخالفه كما قال الله تعالىٰ اِنَّ
﴿٥٢﴾ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا.

اور اسی طرح اُن کا اپنے اموال کی طرف جو اُنہوں نے کمائے اور اُن گھروں کی طرف جو اُنہوں نے تعمیر کئے اور اُن کھیتیوں کی طرف جو اُنہوں نے بوئیں اور اُن خزانوں کی طرف جو اُنہوں نے جمع کئے رجوع مراد ہے۔ پھر حقیقی رجوع کی شرائط میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ دنیا میں ویسے ہی زندگی بسر کریں جیسے وہ پہلے بسر کیا کرتے تھے۔ اور اگر وہ شادی کے ضرورتمند ہیں تو شادی بھی کریں۔ نیز یہ کہ اگر وہ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائیں تو اُن کا ایمان قبول کرلیا جائے اور اُن کے اُس کفر کی طرف توجہ نہ کی جائے جس پر ان کی وفات ہوئی۔ بلکہ دنیا میں واپس آجانے اور مومن بن جانے کے بعد اُن کا ایمان انہیں نفع دے۔ لیکن ہم ان وعدوں میں سے کوئی بھی قرآن میں نہیں پاتے اور نہ کوئی ایسی سورت ہی موجود پاتے ہیں جس میں ان مسائل کا ذکر کیا گیا ہو۔ بلکہ اس کے برعکس پاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا[1]

[1] یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی۔ اس لعنت میں وہ ایک لمبے عرصہ تک رہنے والے ہوں گے۔ (البقرۃ:١٦٢،١٦٣)

فانظر كيف وعد الله للكافرين لعنة أبـدية، فلو رجعوا إلى الدنيا و آمنوا بـكتبـه ورسلـه لـوجب أن لا يُقبَل عنهـم إيـمـانهـم، ولا يُنـزَع عنهم الـلعنة الموعودة إلى الأبد كما هو مـنـطـوق الآية. وأنت تعلم أن هذا الأمريُخالف هدايات القرآن كما لا يخفى على المتفقهين.

وأمـا إحيـاء الموتىٰ من دون هذه الـلـوازم التـى ذكـرنـاهـا، أو إمـاتة الأحيـاء لساعة واحدة ثم إحياؤهم من غيـر تـوقف كـما نجد بيانه فى قـصـص الـقـرآن الـكـريم فهو أمر آخـر، وسـرٌّ مـن أسـرار الله تعالىٰ، ولا تـوجد فيه آثار الحياة الحقيقى ولا عـلامـات الموت الحقيقى، بل هـو من آيات الله تعالىٰ وإعجازات بـعـض أنبيائه، نؤمن به وإن لم نعلم حـقـيـقـتـه، ولـكـنـا لا نسمّيه إحياءً حقيقيًّا ولا إماتة حقيقيّةً. فإن رجلًا مثلًا أُحيِىَ بعد ألف سنة بإعجاز نبى

پس غور کر کہ اللہ نے کس طرح کافروں کے لئے ابدی لعنت کا وعدہ فرمایا ہے۔جیسا کہ اس آیت کا صحیح منطوق ہے، پھر اگر وہ دنیا کی طرف لوٹیں اور اللہ کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائیں تو لازم ہے کہ اُن سے اُن کا ایمان قبول نہ کیا جائے اور ابدالآباد تک وہ موعودہ لعنت اُن سے ہٹائی نہ جائے۔اورتو جانتا ہے کہ یہ بات قرآنی ارشادات کے خلاف ہے۔جیسا کہ اہل فہم پر مخفی نہیں۔

ہاں البتہ مُردوں کا اُن لوازم کے بغیر جن کا ہم نے ذکر کیا ہے زندہ ہونا یا زندوں کا ایک گھڑی بھر کے لئے مار دینا اور پھر اُن کا بلاتوقف زندہ کیا جانا جیسا کہ ہم قرآن کریم کے واقعات میں اُن کا بیان پاتے ہیں تو وہ ایک الگ بات ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سِرّ ہے اور اس میں نہ تو حقیقی زندگی کے آثار اور نہ ہی حقیقی موت کی علامات پائی جاتی ہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے اور اُس کے بعض انبیاء کے معجزات میں سے ہے۔ ہمارا اِس پر ایمان ہے اگر چہ ہم اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں لیکن ہم اس کا نام نہ تو حقیقی زندگی رکھتے ہیں اور نہ ہی حقیقی موت۔مثلاً اگر ایک شخص کسی نبی کے معجزہ سے ایک ہزار سال بعد زندہ ہو

ثم أُميت بلا توقف، وما رجع إلٰى بيته، وما عاد إلٰى أهله وإلٰى شهوات الدنيا ولذّاتها، وما كان له خِيَرةٌ مِن أن تُرَدّ إليه زوجه وأمواله وكل ما ملكت يمينه من ورثاء آخرين، بل ما مَسَّ شيئا منها ومات بلا مكث ولحق بالميّتين، فلا نسمّي مثل هذه الإحياء إحياءً حقيقيًّا، بل نسمّيه آية من آيات اللّٰه تعالٰى ونفوّض حقيقته إلٰى ربّ العالمين.

ولا شك أن إحياء الموتٰى وإرسالهم إلى الدنيا يقلّب كتاب اللّٰه بل يُثبت أنه ناقص، ويوجب فتنًا كثيرة فی دين الناس ودنياهم، وأكبرها فتن الدّين.

مثلًا كانت امرأة نكحتْ زوجًا فتُوفّیَ، فنكحت زوجا آخر فتُوفّیَ، فنكحت ثالثا فتُوفّیَ، فأحياهم اللّٰه تعالٰى فی وقت واحد،

پھر اُسے بلاتوقف ماردیا جائے اور وہ اپنے گھر واپس نہ آئے اور نہ ہی اپنے اہل وعیال کی طرف اور دنیاوی خواہشات اور لذات کی جانب لوٹے۔ اور اُسے یہ اختیار حاصل نہ ہو کہ اُس کی بیوی اور اُس کے اموال اور اس کی مملوکہ تمام اشیاء دوسرے ورثاء سے لے کر اُسے لوٹائی جائیں بلکہ اُس نے ان (مذکورہ) چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو چھوا تک نہ ہو اور وہ بلاتوقف مر گیا ہو اور مُردوں سے جا ملا ہو۔ تو ہم ایسے زندہ ہونے کا نام حقیقی احیاء نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ ہم اِسے اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک نشان کہیں گے اور اس کی حقیقت ربّ العالمین کے سپرد کر دیں گے۔

اور بے شک مُردوں کا زندہ کرنا اور اُنہیں دنیا کی طرف بھیجنا کتاب اللہ کو اُلٹا کے رکھ دے گا بلکہ یہ ثابت کرے گا کہ وہ ناقص ہے، اور لوگوں کے دین و دنیا کے لئے بے حد موجب فتنہ ہوگا اور فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ دین کا فتنہ ہوتا ہے۔

مثلاً ایک عورت نے ایک خاوند سے نکاح کیا اور وہ مر گیا۔ پھر اُس نے ایک دوسرے خاوند سے شادی کر لی، مگر وہ بھی وفات پا گیا۔ پھر اُس نے تیسرے سے شادی کی اور وہ بھی چل بسا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بیک وقت زندہ کر دیا

فاختصموا فيها بعولَتُها، وادّعى كل واحدٍ منهم أنها زوجته،فمَن أحقُّ منهم فى كتاب اللّٰه الذى أكمل أحكامه وحدوده؟ وكيف يحكم فيهم القاضى؟ وكيف يحكم فى أموالهم وأملاكهم وبيوتهم من كتاب اللّٰه أتؤخذ من الورثاء وتردّ إلى الموتى الذين صاروا من الأحياء بيِّنُوا توجَروا، إن كنتم على قول اللّٰه ورسوله مطّلعين.

وكذلك الإماتة التى كانت لساعةٍ أو ساعتين ثم أُحيِيَ الميّت، فليست إماتةً حقيقية بل آية من آيات اللّٰه تعالىٰ، ولا يعلم حقيقتهِ إلا هو. وأنت تعلم أن اللّٰه ما وعد بحشر الموتىٰ فى القرآن إلّا وعدًا واحدًا وهو الذى يظهر عند يوم القيامة، وأخبر عن عدم رجوع الموتىٰ قبل يوم القيامة، فنحن نؤمن بما أخبر وننزّه القرآن عن الاختلافات والتناقضات،

اوروہ خاونداس (عورت) کے بارے میں جھگڑنے لگے اوراُن میں سے ہرایک نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اُس کی بیوی ہے۔تو کتاب اللہ جو اپنے احکام اور حدود میں اکمل ہے اُس کی رو سے ان میں سے کون (اس عورت کا) زیادہ حقدار ہوگا قاضی اُن کے مابین کیسے فیصلہ کرے گا اوراُن کے اموال ،ان کی املاک اور گھروں کے متعلق کتاب اللہ سے کیسے فیصلہ کرے گا؟ کیا یہ ورثاء سے واپس لے کر اُن مُردوں کو واپس کردیئے جائیں گے جوزندہ ہوگئے؟ اگر تم اللہ کے فرمان اوراُس کے رسول کے ارشاد سے پوری واقفیت رکھتے ہوتو وضاحت کرو،اجر پاؤگے۔

اوراسی طرح وہ موت جوگھڑی دوگھڑی کی ہواور پھر مُردہ زندہ کردیا جائے تو ایسی موت حقیقی موت نہیں ہوگی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک نشان ہوگا۔اوراس کی حقیقت بجز اُس اللہ کے کوئی اورنہیں جانتا۔اورتو جانتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کے متعلق قرآن میں اللہ کا صرف ایک ہی وعدہ ہے جوروزِ قیامت ظاہر ہوگا۔اوراُس نے قیامت کے دن سے پہلے مُردوں کے واپس نہ لوٹنے کی خبر دی ہے۔اس لئے ہم اس خبر پر ایمان لاتے ہیں اور قرآن کو اختلافات اورتناقضات سے منزّہ سمجھتے ہیں

ونؤمن بآية فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ، ونؤمن بآية وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ.

وإنّا لا نقول أنّ أهل الجنّة بعد انتقالهم إلى دار الآخرة يُحبَسون في مكان بعيد من الجنة إلى يوم القيامة، ولا يدخل الجنة قبل القيامة إلّا الشهداء، كلّا.. بل الأنبياء عندنا أوّل الداخلين. أيظن المؤمن الذي يُحب الله ورسوله أن النبيّين والصدّيقين يُبعَدون عن الجنة إلى يوم البعث ولا يجدون منها رائحة، وأمّا الشهداء فيدخلونها من غير مكثٍ خالدين. ﴿۵۳﴾

فاعلم يا أخي أن هذه العقيدة رديئة فاسدة، ومملوءة من سوء الأدب. أما قرأت ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الجنة تحت قبري وقال إن قبر المؤمن روضة من روضات الجنة،

اور آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[1] اور آیت وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ[2] پر ایمان لاتے ہیں۔

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ جنتی، دارالآخرت کی طرف منتقل ہونے کے بعد جنت سے کہیں دور جگہ پر تاروزِ قیامت محبوس کردیئے جاتے ہیں اور یہ کہ قیامت سے پہلے صرف شہید لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے، نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک انبیاء سب سے پہلے داخل ہونے والے ہوں گے۔ کیا ایسا مومن جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے وہ ایسا گمان کرسکتا ہے کہ نبی اور صدیق تا یوم البعث جنت سے دور رکھے جائیں گے اور اُس کی خوشبو تک نہ پاسکیں گے اور صرف شہید ہی بلاتوقف ابدالآباد تک رہنے کے لئے جنت میں داخل ہوں گے۔

پس اے میرے بھائی! جان لے کہ یہ عقیدہ ردّی، فاسد اور بے ادبی سے پُر ہے۔ کیا تو نے فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھا کہ ''جنت میری قبر کے نیچے ہے۔'' نیز آپ نے فرمایا کہ ''مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

[1] جس روح کے متعلق اُس نے موت کا فیصلہ کرلیا ہو وہ اُسے روک لیتا ہے۔ (الزّمر: ۴۳)

[2] اور نہ وہ ان (جنتوں) سے کبھی نکالے جائیں گے۔ (الحجر: ۴۹)

وقال عزّ وجلّ فی کتابه المحکم یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ. ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً. فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ. وقال فی مقام آخر: قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ. وقصّ علینا قصّة رجل مات ودخل الجنة، وکان له صاحب فی الدنیا فاسق، فمات صاحبه أیضًا ودخل النار، فذکر الذی دخل الجنة قصةَ صاحبه عند أصحاب الجنة و قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ. فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ. قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ. وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ.

وأنت تعلم أن هذه القصّة تدلّ بدلالة صریحة علی أن المؤمنین یدخلون الجنة بعد موتهم من غیر مکث،

اوراللہ عزّ وجلّ نے اپنی محکم کتاب (قرآن) میں فرمایا ہے کہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ۔ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ[1] نیز دوسری جگہ فرمایا قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ[2] اوراسی طرح اُس نے ایک ایسے شخص کا قصہ ہمارے لئے بیان کیا ہے جومر گیا تھا اور جنت میں داخل ہوگیا تھااور دنیا میں اُس کا ایک فاسق دوست تھااوروہ دوست بھی مر گیا اور دوزخ میں داخل ہوگیا۔تو جنت میں داخل ہونے والے شخص نے اپنے ساتھی کا قصہ جنتیوں کے پاس بیان کیا اور قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ۔ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ۔ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ۔ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ[3]

اورتو جانتا ہے کہ یہ قصہ بالصراحت اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مومن اپنی موت کے بعد بلاتوقف جنت میں داخل ہوں گے۔

[1] اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہوجا۔ اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ (الفجر: ۲۸ تا ۳۱)

[2] (اُسے) کہا گیا کہ جنت میں داخل ہوجا۔ (یٰسٓ: ۲۷)

[3] کہا کہ کیا تم جھانکو گے۔ پھر اُس نے خود دوزخ میں جھانکا تو اُس نے (اپنے اُس ساتھی کو) دوزخ میں پڑا دیکھا۔ تو اُسے کہنے لگا بخدا، تُو تو مجھے بھی ہلاک کرنے ہی لگا تھا۔ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑنے والوں میں سے ہوتا۔ (الصافات: ۵۵ تا ۵۸)

ثم لا يُخرَجون منها ويتنعّمون فيها خالدين. وكذلك يثبت من القرآن أن أهل جهنم يدخلونها بعد الموت من غير مكث، كما لا يخفى على الذين يتدبّرون في آية فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ، وكما قال الله تعالى مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوْا فَأُدْخِلُوْا نَارًا. وإن كنت تطلب شاهدًا من الحديث فانظر إلى أحاديث المعراج، فإن النبي صلى الله عليه و سلم رأى جهنّم في ليلة المعراج، وكذلك رأى الجنة، فرأى في الجنة أهلها، وفي جهنم أهلها، فريقًا في النعيم وفريقا من المعذّبين.

وإن قلتَ إن كتاب الله والأخبار الصحيحة شاهدةً على أن البعث حق، والميزان حق، وسؤال الله عن عباده حق واقع لا شبهة فيه،

پھر وہ اُس سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اور وہ اُس میں ہمیشہ آرام و آسائش سے رہتے چلے جائیں گے۔ اور اسی طرح قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ دوزخی جہنم میں موت کے بعد بلاتوقف داخل ہوں گے۔ جیسا کہ یہ امر اُن لوگوں پر مخفی نہیں جو آیت فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ [1] پر غور کرتے ہیں۔ نیز جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوْا فَأُدْخِلُوْا نَارًا [2] اور اگر تو حدیث سے کوئی گواہ چاہتا ہے تو معراج کی احادیث دیکھ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جہنم کا نظارہ فرمایا اور اسی طرح جنت کو بھی دیکھا۔ تو آپ نے جنت میں جنتیوں کو اور دوزخ میں دوزخیوں کو دیکھا کہ ایک فریق ناز و نعم میں اور دوسرا فریق عذاب دیئے جانے والوں میں سے ہے۔

اور اگر تو یہ کہے کہ کتاب اللہ اور اخبار صحیحہ اس بات پر گواہ ہیں کہ دوبارہ اُٹھایا جانا حق ہے اور میزان حق ہے اور اللہ کا اپنے بندوں سے باز پُرس کرنا ایسا حق ہے جو بلاشبہ وقوع پذیر ہونے والا ہے۔

[1] تو اُس نے (اپنے اُس ساتھی کو) دوزخ میں پڑا دیکھا۔ (الصافات:۵۶)

[2] وہ اپنی خطاؤں کے سبب غرق کئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے۔ (نوح:۲۶)

ثـم بـعـد كل هذه الواقعات يعني بعد حشر الأجساد والحساب ووزن الأعمال يـدخـلـون أهـلُ الـجـنـة مقامَ جنتهم، ويـدخلون أهلُ النار مقام نارهم، وإن كان هذا هو الحق فكيف يمكن دخول أهل الجنة وأهل جهنم فی مقامهم إلّا بـعـد حشـر الأجساد ووزن الأعمال وغيرها كما تقرّر فی عقائد المسلمين قلنا لو حملنا ألفاظ تلك الآيات على ظـواهرها لاختلّ نظام كتاب الله وما بقي توافُقُ آيات الله، بل وجب فی هذه الـصورة أن نُـقـرّ بـأن الـقـرآن مملوّ مـن الاختـلافات والتناقضات وبعض آيـاته يُعارض بعضا. ألا ترى الآيات التـی تـدلّ عـلٰـی دخـول أهـل الجنة وأهـل جهنم فی رياض الخلد ونيران السـعير من غير مكث وتوقّف فاعلم أن فـی هـذه الآيـات ليست مُخالفَة، ولـيـس الـمـراد من الحساب ووزن الأعـمـال وحشر الأجساد أن يخرج أهـل الـجنة من جنتهم ومقام عزّتهم،

پھران تمام واقعات کے بعد یعنی حشر الاجساد، حساب اور اعمال کے وزن کرنے کے بعد جنتی اپنے مقام جنت میں اور دوزخی اپنے دوزخ کے مقام میں داخل ہوں گے۔ اور اگر یہ بات حق ہے تو پھر جنتیوں اور دوزخیوں کا اپنے اپنے مقامات میں داخل ہونا کیسے ممکن ہوسکتا ہے جب تک کہ تمام اجساد کا حشر اور تمام اعمال کا وزن وغیرہ نہ ہوجائے جیسا کہ مسلمانوں کے عقائد سے ثابت ہے؟ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر ہم اِن آیات کے الفاظ کو اُن کے ظاہر پر محمول کریں تو کتاب اللہ کا نظام درہم برہم ہوجائے گا اور اللہ کی آیات میں موافقت باقی نہیں رہے گی۔ بلکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ ہم اقرار کریں کہ قرآن اختلافات اور تناقضات سے بھرا پڑا ہے اور اس کی آیات ایک دوسری سے معارض ہیں۔ کیا تو اُن آیات کو نہیں دیکھتا جو جنتیوں اور دوزخیوں کے خُلد کے باغوں اور بھڑکتی آگوں میں بلاتوقف وتاخیر داخل ہونے پر دلالت کرتی ہیں؟ سو جان لے کہ ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور حساب، اعمال کے وزن کئے جانے اور اجساد کے حشر سے یہ مراد نہیں کہ جنتی اپنی جنت اور اپنے عزت کے مقام سے نکالے جائیں،

وأنهم يؤخذون ويُحاسَبون لعلّهم كانوا من أهل النار، ويُخرَج أهل النار من نارهم، ويُنظَر في أمرهم لعلهم كانوا من أهل الجنة، ﴿۵۴﴾ لأن اللّٰه تعالٰى يعلم الغيب ويعلم إيمان الناس وكفرهم قبل أن يُخلَقوا، ولا يعجز علمه عن درك المغيبات، بل الحساب والميزان لإظهار مكارم المكرمين وإراءة مفاسد المفسدين. ولا شك أن أهل الصلاح وأهل المعصية يرون ثمرات أعمالهم بعد الموت بغير مكثِ طرفةِ عين، وجنّتُهم ونارهم معهم حيثما كانوا، ولا تفارقانهما في آن. ألا تنظر إلى ما قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم إن القبر روضة من روضات الجنة أو حفرة من حفر النار، والميّت قد يُدفن وقد يُحرق وقد يأكله الذئب وقد يغرق في البحر،

اور اُن کا مؤاخذہ اور محاسبہ ہو کہ شاید وہ دوزخی ہیں اور دوزخی اپنی دوزخ سے باہر نکالے جائیں اور اُن کے بارے میں یہ خیال کیا جائے کہ شاید وہ جنتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غیب جانتا ہے اور وہ لوگوں کے ایمان اور اُن کے کفر کو اُن کی تخلیق سے بھی پہلے جانتا ہے اور اُس کا علم امورِ غیبیہ کے اِدراک سے عاجز نہیں۔ بلکہ حساب اور میزان تو صاحب عزت لوگوں کے محاسن کے اظہار اور مفسدوں کے مفاسد دکھانے کے لئے ہوتے ہیں۔ اور بلاشبہ اصلاح کرنے والے اور معصیت کا ارتکاب کرنے والے لوگ مرنے کے بعد بلاتوقف، آنکھ جھپکتے ہی اپنے اعمال کا پھل دیکھ لیں گے۔ اور اُن کی جنت اور اُن کی دوزخ جہاں بھی وہ ہوں گے اُن کے ساتھ ہوگی اور وہ دونوں کسی وقت بھی اُن سے جدا نہیں ہوں گی۔ کیا تیری نگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف نہیں گئی کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اور میّت کو کبھی دفن کیا جاتا ہے، کبھی جلا دیا جاتا ہے، کبھی بھیڑیا اُسے کھا جاتا ہے اور کبھی اُسے سمندر میں غرق کر دیا جاتا ہے

وفی کل صورة لا یفارقه روضةُ جنّته أو حفرةُ ناره. وقد ثبت أن کل مؤمن وکافر یُعطی من جسم بعد موته، ویوضع جنته أو جهنمه فی قبره، ثم إذا کان یوم القیامة فیبعث کل میّت ببعث جدید، ویحضرون لوزن أعمالهم، وتمشی معهم جنتهم ونارهم ونورهم وغبارهم، ثم بعد حساب الأعمال والسؤال بطریق إظهار العزة أو إراءة الذلّة والوبال، وبعد الوزن وغیرها من الأمور التی نؤمن بها، تقتضی رحمة اللّٰه تعالیٰ وغضبه تجلّیات جدیدة، فیُمثّل اللّٰه الجنّةَ فی أعین أهلها بصورة ما رأتها أعینهم قط کما وعد فی کتابه للمسلمین، فیکون لهم ذلک الیوم یومَ المسرّة العظمیٰ والسعادة الکبریٰ، فیدخلونها فرحین آمنین.

اور ہر صورت میں اُس کی جنت کا باغ یا اُس کی آگ کا گڑھا اُس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ہر مومن اور کافر کو اُس کی موت کے بعد ایک جسم دیا جاتا ہے اور اُس کی جنت یا اُس کا جہنم اُس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر جب روزِ قیامت ہوگا تو ہر میّت کو ایک نئی بعثت میں اُٹھایا جائے گا اور اُنہیں اُن کے اعمال کے وزن کے لئے حاضر کیا جائے گا اور اُن کی جنت اور اُن کے دوزخ، اُن کا نور اور اُن کی غبار اُن کے ساتھ چلیں گے۔ پھر اعمال کے حساب اور اظہار عزت یا ذلّت اور وبال دکھلانے کے طریق پر سوال کئے جانے کے بعد نیز اعمال وغیرہ کا وزن کرنے کے بعد جن پر ہمارا ایمان ہے، اللہ کی رحمت اور اُس کا غضب نئی تجلّیات کا تقاضا کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ جنتیوں کی آنکھوں کے سامنے جنت کو ایسی صورت میں متمثّل فرمائے گا کہ اُن کی آنکھوں نے کبھی اُس کا نظارہ نہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ اُس نے اپنی کتاب میں مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے۔ تب وہ دن اُن کے لئے بڑی مسرت اور عظیم سعادت کا دن ہوگا۔ پھر وہ اُس میں شاداں وفرحاں پُر امن داخل ہوں گے۔

وكذلك تُمثَّل جهنم في أعين أهلها، و يُريها في صورة يفجعهم رؤيتُها، ويسمعون تغيُّظها وزفيرها وشهيقها، و يحسبون أنهم ما رأوا مثلها من قبل وما دخلوها، فيكون لهم ذلك اليوم يوم الفزع الأكبر. ولله مَجالي كثيرة في أقداره وأسراره وحِكمه، فلا تعجبوا من مَجالي الله، وادعوا الله يلهمكم طرق المهتدين. وكلّ ذلك مكتوب في كلام الله، وما كتبنا حرفًا من عندنا، وما حرّفنا وما افترينا. ومن كذّب القرآن فهو هالك، ومن اختار سبيلًا غيره فيُتَبّ وتأكله السّماء بأنيابها. فاستمسكْ بكتاب الله ولا تركنْ إلى غيره فتضلّ، وحسبُنا كتاب الله إن كنّا مؤمنين.

اوراسی طرح جہنم دوزخیوں کی نگاہوں میں متمثل ہوگی اوروہ اُنہیں جہنم ایسی صورت میں دکھائے گا کہ اُس کا دیکھنا اُنہیں دکھ دے گا اوروہ اُس کے جوش مارنے اوراُس کے بھڑ کنے کی آواز سنیں گے اوروہ گمان کریں گے کہ انہوں نے اس جیسی چیز نہ کبھی پہلے دیکھی اور نہ اُس میں داخل ہوئے۔سو یہ دن اُن کے لئے بڑی گھبراہٹ کا دن ہوگا۔ اور (بے شک) اللہ کے لئے ان اقدار و اسرار اور حکمتوں میں بہت سے جلوے ہیں اِس لئے تم اللہ کے اِن جلووں پر تعجب مت کرواور اللہ سے دعا مانگو کہ وہ تمہیں ہدایت یافتوں کی راہوں کا الہام کرے۔اور یہ سب کچھ اللہ کے کلام میں لکھا ہوا ہے۔ہم نے اپنی طرف سے ایک حرف بھی نہیں لکھا اور نہ ہی ہم نے تحریف کی اور نہ ہی افترا کیا۔ اور جوشخص قرآن کوجھٹلائے تووہ ہلاک ہوگا۔ اورجس نے اس راہ کو چھوڑ کرکوئی اورراہ اختیار کی تووہ تباہ ہوجائے گا اورآسمان اپنی کچلیوں سے اُسے کھاجائے گا۔پس تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ اوراس کے غیر کی طرف مت جھک، ورنہ تو گمراہ ہوجائے گا۔اوراگر ہم مومن ہیں تو کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔

ویکفی لک فی شأن کتاب اللّٰه ما أثنی اللّٰه علیه وقال: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ، فِيهِ تَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ ، وما جاء فی حدیث مسلم عن زید بن أرقم قال: قام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یومًا فینا خطیبًا بماء یُدعیٰ خُمًّا بین مکّة والمدینة، فحمد اللّٰه و أثنی علیه، و وعظ وذکّر، ثم قال: أمّا بعد.. ألا یا أیّها النّاس! إنّما أنا بشرٌ یوشك أن یأتینی رسول ربّی فأجیب، وأنا تاركٌ فیکم الثَّقَلینِ، أولهما کتابُ اللّٰه فیه الهدیٰ والنّور، فخذوا بکتاب اللّٰه واستمسِکوا به. فحث علیٰ کتاب اللّٰه ورغّب فیه، ثم قال: وأهل بیتی، أذکّرکم اللّٰه فی أهل بیتی. وکتاب اللّٰه هو حبل اللّٰه، من اتّبعه کان علی الهدیٰ،

اور کتاب اللہ کی شان کی نسبت جو اللہ نے اُس کی تعریف وتوصیف فرمائی وہی تیرے لئے کافی ہے۔ اُس نے فرمایا کہ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ [1] اور یہ کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ اور جو مسلم کی حدیث میں زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیرِ خُم پر ہمارے درمیان خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت کی اور پھر فرمایا: امابعد، اے لوگو! غور سے سنو، میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا پیامبر (مَلک الموت) میرے پاس آئے اور میں اُسے لَبّیک کہوں۔ اور میں تم میں دو نہایت گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی کتاب اللہ (قرآن) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو۔ چنانچہ آپؐ نے کتاب اللہ کے لئے تحریص وترغیب دلائی۔ پھر فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ اور (یاد رکھو) کہ اللہ کی کتاب ہی حبل اللہ ہے۔ جس نے اس کی پیروی کی تو وہ ہدایت پر ہے

[1] ہم نے کتاب میں کوئی چیز بھی نظرانداز نہیں کی۔ (الانعام:۳۹)

ومن تركه كان على الضلالة فانظر كيف رغّب فيه وخوّف مَن تركه مُعرضا عنه بحيث أخذ غيره الذى يعارضه. فاعلم أن القرآن إمامٌ ونورٌ، ويهدى إلى الحق، وأنه تنزيل ربّ العالمين.

والذين يؤثرون الأحاديث على كتاب الله هم ينسون عظمة كتاب الله ولا يتبعونه إلا قليلا، ويريدون
﴿۵۵﴾ أن يجعلوا مقام الأحاديث أرفع من مقام كتاب الله، ولا يخافون الله ولا يبالون ولا يتقون. ويقولون إنّا ألفينا على هذا آباءنا، ولو كانوا آباؤهم من الغافلين المتعصبين. لا يخفى على الله المعوّقون منهم والخادعون الذين يقولون للغافلين الأُمّيين هَلُمَّ إلينا إنّا كنّا مهتدين، وإن هؤلاء لمن الكافرين. أيجعلون قصص الأحاديث كقصص كتاب الله؟

اور جس نے اُسے چھوڑا تو وہ گمراہی پر ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح آنحضورؐ نے اس (قرآن) کی ترغیب دلائی ہے اور اُس نے اُسے ڈرایا ہے جس نے قرآن کو اس طور پر اعراض کرتے ہوئے چھوڑا کہ اُس نے وہ لیا جو اس کے معارض ہے۔ پس تو جان لے کہ قرآن امام اور نور ہے اور وہ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یقیناً وہ ربّ العالمین کی طرف سے اُتارا گیا ہے۔

اور جو لوگ احادیث کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے ہیں، وہ کتاب اللہ کی عظمت کو فراموش کر دیتے ہیں اور اُس کی کم ہی پیروی کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ احادیث کے مقام کو کتاب اللہ کے مقام سے برتر قرار دیں۔ وہ اللہ سے نہیں ڈرتے اور نہ پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی مسلک پر پایا ہے۔ خواہ اُن کے آباء و اجداد غافل اور متعصّب ہی ہوں۔ اُن میں سے روکنے والے اور دھوکا دینے والے اللہ سے مخفی نہیں جو بھولے بھالے ناخواندہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف آجاؤ کیونکہ ہم ہدایت یافتہ ہیں حالانکہ یہی کافروں میں سے ہیں۔ کیا وہ احادیث کے واقعات کو قرآنی واقعات جیسا قرار دیتے ہیں؟

لا يستوون عند الله، وبأيّ حديث بعد اللّٰه وآياته يؤمنون إن كانوا مؤمنين. أم حسبوا أن يرضى عنهم ربّهم بالأحاديث وما يُسألون عن ترك كلام الله كلّا بل إنّهم من المسؤولين.

وكم من دلائل أقمتُ على هذه المسألة في كتبي، وأسرّوا الندامة لما رأوا أنها الحق، ولكن ما رجعوا وما كانوا راجعين. اعلم أيها العزيز أن مدار النجاة تعليم القرآن، ولا يدخل أحد الجنة أو النار إلّا من أدخله القرآن، ولا يبقى في النار إلّا من قد حبسه كتاب اللّٰه، فاعتصموا بكتاب فيه نجاتكم وقوموا لله قانتين. وقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في آخر وصاياه التي تُوفّي بعدها: خذوا بكتاب اللّٰه واستمسِكوا به، وأوصى بكتاب الله.

جو اللہ کے نزدیک برابر نہیں۔تو اللہ اور اُس کے نشانوں کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے اگر وہ مومن ہیں۔کیا اُنہوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ اُن کا ربّ اُن سے احادیث کے ساتھ راضی ہو جائے گا اور کلام اللہ کو ترک کرنے پر اُن سے کوئی باز پُرس نہیں ہوگی؟ ایسی بات نہیں بلکہ اُن سے باز پُرس ضرور ہوگی۔

اور کتنے ہی دلائل ہیں جو میں نے اس مسئلہ پر اپنی کتابوں میں پیش کئے ہیں اور جب انہوں نے دیکھا کہ یہ مبنی برحق ہیں تو انہوں نے اپنی ندامت کو چھپایا۔مگر رجوع نہ کیا اور وہ رجوع کرنے والے ہی نہ تھے۔عزیز من! یہ جان لے کہ نجات کا مدار قرآن کی تعلیم ہے اور کوئی شخص جنت یا جہنم میں داخل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جسے قرآن داخل کرے اور کوئی شخص آگ میں پڑا نہ رہے گا مگر وہی جسے کتاب اللہ روکے رکھے۔اس لئے تم اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اسی میں تمہاری نجات ہے اور اللہ کے لئے فرمانبردار ہوکر کھڑے ہو جاؤ۔اور رسول اللہ ﷺ اپنی آخری وصیت میں جس کے بعد آپ وفات پا گئے فرمایا: تم اللہ کی کتاب کو تھامو اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو اور آپ نے کتاب اللہ کے متعلق تاکیدی حکم دیا۔

وهـذا الـكتـاب الـذی هدی اللّٰه به رسـولـكـم فـخُذوا بـه تهتدوا. ما عـنـدنا شیء إلّا كتاب اللّٰه، فخذوا بـكـتـاب اللّٰه. حسبكم القرآن. ما كـان مـن شرط ليس فی كتاب اللّٰه فهو باطل. قضاء اللّٰه أحق. حسبنا كتـاب الـلّٰـه. انـظـروا صـحيـح البـخـاری ومسـلـم، فـإن هـذه الأحـاديـث كـلّهـا موجودة فيهما، وقال صاحب "التلويح": إنما خبر الـواحـد يُـرَدّ مِن معارضة الكتاب. واتفق أهل الحق على أن كتاب اللّٰه مـقـدَّم عـلـى كـلّ قول، فإنّه كتاب أُحـكـمـت آياته، لا يأتيه الباطل من بيـن يـديه ولا من خلفه، وقد حفظه الـلّٰـه وعـصـمـه، ومـا مسّـه أيدی الـنـاس، ومـا اخـتـلـط فيه شیء من أقوال المخلوقين.

ولـنـرجـع إلـى بيـانـنـا الأوّل فـنـقـول إن الـقـرآن كـمـا منع من رجـوع أهـل الـجـنة إلـى الـدنـيـا،

اور یہ کتاب وہی ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ نے تمہارے رسول کی رہنمائی فرمائی۔ پس تم اسے تھامو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کچھ نہیں پس تم کتاب اللہ کو پکڑو۔ قرآن تمہارے لئے کافی ہے۔ کوئی بھی ایسی شرط جو کتاب اللہ میں موجود نہیں وہ باطل ہے۔ اللہ کا فیصلہ ہی سب سے بہتر ہے۔ اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم پر نگاہ ڈالو کیونکہ یہ سب کی سب احادیث ان دونوں میں موجود ہیں۔ التلویح☆ کے مصنّف کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کے مخالف ہونے کی صورت میں خبرِ احاد ردّ کی جائے گی۔ اہلِ حق نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ کتاب اللہ ہر قول پر مقدم ہے کیونکہ وہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات ایسی محکم ہیں کہ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے۔ اور اللہ نے اس کی حفاظت فرمائی اور اسے محفوظ رکھا۔ اور لوگوں کی دست بردنے اسے چھوا تک نہیں اور مخلوقات کے اقوال کی اس میں ذرّہ بھر بھی آمیزش نہیں۔

اب ہم اپنے پہلے بیان کی طرف لوٹتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن نے جنتیوں کو دنیا کی طرف واپس لوٹنے کی ممانعت کی ہے

☆ ''التلویح'' سے مراد ''التلویح علی التوضیح'' ہے۔ مصنفہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی ؒ (متوفی ۷۹۳ھ)۔ (ناشر)

كذلك منع من رجوع أهل النار إليها، فقال: وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ. ثم قال في مقام آخر لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا. ثم قال في مقام آخر يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا. ثم قال في مقام آخر فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ. وقد علمتَ آنفا أن أهل الجنة والسعير يدخلون مقاميهما بعد موتهم من غير مُكث ولا ينظرون القيامة، وقال رسول الله ﷺ: من مات فقد قامت قيامته.

اسی طرح دوزخیوں کو بھی اس کی طرف واپس لوٹنے کی ممانعت کی ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ [1] پھر دوسری جگہ فرمایا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا [2] پھر ایک اور مقام پر فرمایا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا [3] پھر اُس نے ایک اور جگہ پر فرمایا: فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ [4] اب تجھے یہ بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ اھل جنت اور اھل جہنم اپنے اپنے مقام میں اپنے مرنے کے بعد بلاتوقف داخل ہوں گے اور قیامت کا انتظار نہ کریں گے۔ اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ ”جو مر گیا، تو اس کی قیامت قائم ہو گئی۔“

[1] اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی کہیں گے کاش! ہمیں ایک اور موقع ملتا تو ہم ان سے بیزاری کا اظہار کرتے جس طرح انہوں نے ہم سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح اللہ انہیں اُن کے اعمال اُن پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ (اس) آگ سے نکل نہیں سکیں گے۔ (البقرۃ:۱۶۸)

[2] وہ کبھی ان (جنتوں) سے جدا ہونا نہیں چاہیں گے۔ (الکھف:۱۰۹)

[3] وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں جبکہ وہ ہرگز اُس سے نکل نہ سکیں گے۔ (المائدۃ:۳۸)

[4] پس وہ وصیت کرنے کی بھی توفیق نہ پائیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ سکیں گے۔ (یٰسٓ:۵۱)

ولـولا كـان الإنعام والإيلام واصلا إلـى الميت بمجرد موته، فما معنى قيـام الـقيـامة فـى حقّه؟ وإذا أقررنا بـأن الميّت يُعذَّب أو يُنعَم عليه بعد الـموتِ مـن غير توقف، فقد لزمنا أن نُـقـرّ بـأن عـذاب جهنم وإنعـام الـجنّة يبـدو بمجرد واقعة الموتِ مـن غير مكث، ولأجل ذلك جاء فـى الأحـاديـث أن أدنٰى نـعيـم الـمـؤمـنيـن فـى الـقبـر أن الـجـنّة تُـزلَف لهـم، وتُـفتَـح لـه غـرفة من غـرفـاتهـا، فيـأتيهـم فـى كلّ وقتٍ رَوحُ الـجـنة وريـحـانهـا من هذه الـغـرفة، وان أدنٰى عـذاب الـكافر فـى القبر أن تُبرَز الجحيم له وتُفتَح لـه حـفرة منها، فيأتيه فى كلِّ وقت لظى النار من تلك الحفرة. ويوسع الـلّٰـه لـلـمـؤمـنيـن بفضله ورحمته الـوسيـعة غـرفة الـجنة من خيرات جـارية وبـاقيـات صـالحات تركها الـمـؤمـن لـنـفسـه فـى الـدنيـا، ﴿۵۶﴾

اور اگر انعام اور دکھ پانا میّت کو محض اپنی موت کے ساتھ ہی پہنچنے والا نہ ہوتا تو پھر اس کے حق میں قیامت کے قائم ہونے کے کیا معنی؟ اور جب ہم نے یہ اقرار کرلیا کہ میّت کو موت کے بعد بلا توقف عذاب دیا جائے گا یا اس پر انعام کیا جائے گا تو پھر ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم یہ اقرار کریں کہ جہنم کا عذاب اور جنت کا انعام مجرد واقعہ موت کے ساتھ بلا توقف ظاہر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ ’’مومنوں کی سب سے کم تر نعمت قبر میں یہ ہوگی کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی اور جنت کے بالا خانوں میں سے ایک بالا خانہ ان کے لئے کھولا جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں انہیں ہر وقت اس بالا خانہ سے جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور قبر میں کافر کا سب سے کم تر عذاب یہ ہوگا کہ جہنم اس کے سامنے نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے گی اور اس کا ایک گڑھا اس کے لئے کھول دیا جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں اُسے ہر وقت اس گڑھے سے آگ کے شعلے آئیں گے۔ اور اللہ اپنے فضل اور وسیع رحمت سے اپنے مومن بندوں کے لئے جنت کے اُس بالا خانہ کو کشادہ کرتا جائے گا (ان کی) جاری رہنے والی نیکیوں اور باقیات الصالحات کی وجہ سے جنہیں مومن نے اپنے لئے دنیا میں چھوڑا۔

أو من دعاء أبنائه وإخوانه الصالحين، فيزيد الغرفة يومًا فيومًا حتى يصير قبر المؤمن روضة من روضات الجنة. فانظر إلى هذه الأحاديث كيف يبين رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم انظر إلى الذين يقولون لإخوانهم إنّا نحن المؤمنون بالقرآن وأحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومع ذلك يُصرّون على أن الدخول في الجنة مخصوص بالشهداء، والذين هم غيرُهم من الأنبياء والصدّيقين حتى سيّدنا المصطفٰى صلى الله عليه وسلم فهم مُبعَدون عن الجنة لا يصل إليهم رَوحها وريحانها، وما كان لهم أن يدخلوها إلّا بعد يوم القيامة. فتعْسًا لهم ولأقوالهم! ما اتقوا الله وفضّلوا الشهداء على خاتم النبيّين. ثم لا يخفى عليك أن الموتى بعد وفاتهم لا يُحبَسون معطّلين، بل يكونون إمّا في نعيم وإمّا في عذاب،

یا اپنی نیک اولاد اور صالح بھائیوں کی دعا کی وجہ سے اس طرح وہ بالا خانہ دن بدن اتنا بڑھتا جائے گا کہ مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے گی۔ پس ان احادیث پر غور کر کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح کھول کر بیان فرما رہے ہیں۔ پھر ان لوگوں کی طرف دیکھ جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہم قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر ایمان لاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ اس بات پر اصرار بھی کرتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونا صرف شہیدوں کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے ماسوا جو دوسرے لوگ ہیں۔ یعنی انبیاء، صدیق، یہاں تک کہ ہمارے سیّد و مولا (محمد) مصطفیٰ ﷺ بھی جنت سے دور رکھے جائیں گے، اُن تک جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو نہیں پہنچے گی۔ اور وہ قیامت کے بعد ہی اس میں داخل ہو سکیں گے۔ ستیاناس ہو ان کا اور ان کے اقوال کا۔ انہوں نے اللہ کا تقویٰ اختیار نہ کیا اور شہداء کو (حضرت) خاتم النبیّین ؐ پر فضیلت دی۔ پھر تجھ پر یہ بات مخفی نہیں کہ فوت شدہ لوگوں کو ان کی وفات کے بعد بے کار روکے نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ وہ یا تو نعمتوں میں ہوتے ہیں یا پھر عذاب میں۔

وما هذا إلا الجنّة والنار، فتدبر مع المتدبرين.☆	اور یہ جنت اور جہنم ہی ہے لہٰذا تدبر کرنے والوں کے ساتھ تو بھی تدبر کر۔☆
☆الحاشية۔اعلَم أن وفاة عيسٰى عليه السلام ثابت بالنصوص القطعية اليقينية، وإن تطلب الثبوت من القرآن❁ فتجد فيه آية يٰعِيۡسٰۤى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ، وآية فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ، وآية كَانَا يَاۡكُلٰنِ الطَّعَامَ، وآية وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ وآية فِيۡهَا تَحۡيَوۡنَ وَفِيۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ. وهذه الآية الأخيرة تدل بمنطوقها على أن بنى آدم يحيون فى الأرض خاصة ولا يصعدون إلى السماء بجسمهم العنصرى، لأن لفظ فِيۡهَا الذى هو مقدّم على لفظ تَحۡيَوۡنَ يوجب تخصيص الحياة بالأرض ويُقيّد بها،	☆۔تو جان لے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قطعی اور یقینی نصوص سے ثابت ہے اور اگر تو اس کا ثبوت قرآن❁ سے چاہتا ہے تو (وہ ثبوت) تو آیت یٰعِيۡسٰۤى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ [1] اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ [2] اور آیت كَانَا يَاۡكُلٰنِ الطَّعَامَ [3] اور آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ [4] اور آیت فِيۡهَا تَحۡيَوۡنَ وَفِيۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ [5] میں پائے گا۔ اور یہ آخری آیت اپنے منطوق کے ساتھ یہ دلالت کرتی ہے کہ بنی آدم خاص طور پر زمین میں زندہ رہیں گے اور وہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان کی طرف صعود نہیں کریں گے کیونکہ فِيۡهَا کا لفظ جو تَحۡيَوۡنَ کے لفظ سے مقدم ہے وہ زندگی کی تخصیص کو زمین کے ساتھ وابستہ کرتا اور اس کے ساتھ مقید کرتا ہے
❁ الحاشية تحت الحاشية ۔ وأمّا ثبوت وفاة عيسى عليه السلام من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم فينكشف عليك إذا تدبّرت فى حديث البخارى الذى جاء فى تفسير آية فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ.	❁ حاشیہ درحاشیہ۔ جہاں تک عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا رسول اللہ ﷺ کے قول سے ثبوت ہے تو تجھ پر یہ اس وقت منکشف ہوگا۔ جب تو بخاری کی اس حدیث پر غور کرے گا جو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ [6] کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے

[1] اے عیسیٰ یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ (اٰل عمران:۵۶)

[2،6] پس جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ (المائدۃ:۱۱۸)

[3] وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ (المائدۃ:۷۶)

[4] محمد نہیں ہے مگر ایک رسول یقیناً اُس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ (اٰل عمران:۱۴۵)

[5] تم اسی (زمین) میں جیو گے اور اسی میں مرو گے۔ (الاعراف:۲۶)

هـذا مـا ذكـرنا من نصوص القرآن علـى وفاة الـمسيـح وعـلـى نفي صعوده مع الجسم العنصري، ونفي رجوعه إلى الدنيا☆. و أما الأحاديث النبوية فلن تجد فيها أثرًا من رفع المسيح بجسمه العنصري،	یہ وہ ذکر ہے جو ہم نے مسیح کی وفات اور اُن کے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر نہ جانے اور اُن کے دنیا☆ کی طرف رجوع نہ کرنے کے بارے میں نصوصِ قرآنیہ سے کیا ہے اور جہاں تک احادیث نبویہ کا تعلق ہے تو تُو ان میں مسیح کے مادی جسم کے ساتھ اٹھائے جانے کا کوئی نشان نہیں پائے گا۔
☆**الحاشية۔** قال بعض الناس الذی لا علم عنده إن آية وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وآية بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ دليل على أن المسيح رُفع حيًّا بجسمه العنصري.	☆**حاشیہ۔** کسی بے علم شخص نے کہا ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [1] اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [2] مسیح کے مادی جسم کے ساتھ زندہ اٹھائے جانے پر دلیل ہے۔
بقية الحاشية صفحه ۱۹۴۔ وفيه ردٌّ على الذين يقولون لِمَ لا يجوز أن يُرفَع أحد بجسمه العنصري إلى السماء ويحيا فيها إلى مدة أرادها الله؟	**بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔** اور اس میں ان لوگوں کا بھی ردّ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کا خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور اس میں اللہ کی منشا کے مطابق ایک مدت تک زندہ رہنا کیوں جائز نہیں؟
بقية الحاشية تحت الحاشية۔ والبخاری ذكر هذا الحديث في كتاب التفسير ليشير إلى أن قول رسول الله صلى الله عليه وسلم واستعماله آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي لنفسه كما استعمل عيسٰى لنفسه نوعٌ من التفسير، ولأجل ذلك أيّد البخاری هذا التفسيرَ بقول ابن عباس مُتَوَفِّيْكَ: مُمِيْتُكَ. والبخاری أشار إلى مذهبه المختار بهذا الاجتهاد.	**بقیہ حاشیہ در حاشیہ۔** اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التفسیر میں اس لئے بیان کیا ہے کہ وہ یہ اشارہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کا قول اور (پھر) حضورؐ کا آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا اپنی ذات کے لئے استعمال کرنا، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اِسے اپنے لئے استعمال کیا ہے یہ تفسیر کی ایک قسم ہے اور اسی لئے امام بخاری نے اس تفسیر کی تائید ابن عباس کے قول سے کی ہے یعنی مُتَوَفِّيْكَ: مُمِيْتُكَ اور (یوں) امام بخاری نے اس اجتہاد کے ساتھ اپنے اختیار کردہ مسلک کی طرف اشارہ کیا ہے۔

«۵۶»

[1] اور وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے لیکن ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا۔ (النّسآء:۱۵۸)

[2] بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا۔ (النّسآء:۱۵۹)

وتجد في كل مقامٍ ذِكْرَ وفاته

اور تو ہر جگہ اس کی وفات کا ذکر پائے گا۔

بقية الحاشية صفحه ١٩٥ ۔هذا قوله واستدلاله، ولكن لو كان هذا الرجل مُطّلعًا على شأن نزول هذه الآية لرجع من قوله، بل ما التفتَ إلى معنى يخالف طريق المعقول والمنقول، وما تكلَّمَ بالفضول، وكان من المتندمين. فاسمع أيها العزيز! إن اليهود كانوا يقرأون في التوراة أن الكاذب في دعوى النبوة يُقتَل، وإن الذى صُلِبَ فهو ملعون لا يُرفَع إلى الله. وكانت عقيدتهم مستحكمة على ذلك،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵۔ یہ اس (بے علم) شخص کا قول اور استدلال ہے۔لیکن اگر اس شخص کو اس آیت کے شان نزول سے آگہی ہوتی تو وہ ضرور اپنے قول سے رجوع کر لیتا۔ بلکہ ایسے معنی کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا جو معقولی اور منقولی دونوں طریق کے خلاف ہے اور فضول کلام نہ کرتا اور شرمساروں میں سے ہو جاتا۔ پس اے عزیز! سن کہ یہودی توراۃ میں یہ پڑھتے تھے کہ نبوت کے دعویٰ میں دروغگوئی کرنے والا شخص قتل کیا جاتا ہے اور جو صلیب دیا جائے تو وہ ملعون ہوتا ہے اور اس کا اللہ کی طرف رفع نہیں ہوتا اور ان کا اس پر پختہ عقیدہ تھا۔

بقية الحاشية صفحه ١٩٤۔والعجب منهم أنهم يفترون علينا ويحسبون كأنّا تركنا النصوص القرآنية في رفع المسيح بجسمه العنصري، فليتدبر العاقل ههنا.. أنحن تركنا القرآن ونصوصه في هذه العقيدة أم هم كانوا تاركين؟ وقالوا إن الله عزّوجل قال بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ، ويحتجّون بهذه الآية على رفع جسم المسيح، ولا يتدبرون أن الأمر لو كان كذالك لتعارضَ الآيتان..

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔ اور تعجب ہے ان پر کہ وہ ہم پر افتراء کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ گویا ہم نے مسیحؑ کے مادی جسم کے ساتھ اٹھائے جانے کے بارے میں نصوص قرآنیہ کو ترک کر دیا ہے ایک عقلمند کو یہاں غور کرنا چاہئے کہ کیا قرآن اور اس کی نصوص کو اس عقیدے میں ہم نے چھوڑا ہے یا وہ چھوڑنے والے ہیں؟ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ عزّوجلّ نے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (کے الفاظ) فرمائے ہیں۔ اور وہ اس آیت سے مسیحؑ کے جسم کے اٹھائے جانے پر دلیل پکڑتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہ معاملہ ایسا ہی ہوتا تو لازماً (ان) دو آیتوں میں تعارض پیدا ہو جاتا۔

بقية الحاشية تحت الحاشية ۔فالحاصل أن لفظ "تَوَفّي" ليس كلفظ يُفسّره أحد برأيه، بل أوّل[۱] مفسِّرِه القرآنُ من حيث إنه ذكر هذا اللفظ في كل مقامه بمعنى الإماتة وقبض الروح، والمفسر الثاني[۲] رسولُ اللّٰه صلى الله عليه و سلم،

بقیہ حاشیہ در حاشیہ۔ حاصل کلام یہ کہ لفظ تَوَفّی ایسا لفظ نہیں جس کی تفسیر کوئی شخص اپنی رائے سے کر سکے۔ بلکہ اس کا پہلا مفسر قرآن ہے اور وہ اس طور پر کہ اس نے اس لفظ کا استعمال ہر جگہ وفات دینے اور قبض روح کے معنوں میں کیا ہے اور دوسرے مفسر رسول اللہ ﷺ ہیں۔

كـمـا ذكـرنـا قليلا منهـا ولا حـاجة إلى الإعـادة. و مـا نـجد فـي حـديـثٍ معـنى التوفّى رَفْعُ رجلٍ إلى السـمـاء مع جسمـه،	جیسا کہ ہم نے ان میں سے تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ جس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں اور ہم حدیث میں تَوَفّی کے معنے کسی شخص کا جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانا نہیں پاتے۔
بقية الحاشية صفحه ۱۹۵ ۔ثم شُبّه لهم ابتلاءً من عند الله كأنهم صلبوا المسيح ابن مريم وقتلوه، فحسبوه ملعونًا غير مرفوع، ورتبوا الشكل هكذا المسيح ابن مريم مصلوب، وكل مصلوب ملعون	**بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵**۔ پھر اللہ کی طرف سے بطور ابتلاء وہ (مسیح) انہیں ایک مصلوب کے مشابہ دکھائے گئے گویا انہوں نے مسیح ابن مریم کو صلیب دے دیا اور انہیں قتل کر دیا۔ اس طرح انہوں نے انہیں ملعون اور غیر مرفوع خیال کیا اور انہوں نے اس طرح منطقی شکل ترتیب دی کہ مسیح ابن مریم مصلوب ہیں اور ہر مصلوب ملعون ہوتا ہے
بقية الحاشية صفحه ۱۹۴ ۔أعني آية بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وآية فِيْهَا تَحْيَوْنَ. وأنت تعلم أن القرآن منزّه عن التعارض والتخالف، وقال الله تعالى وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فأشار في هذه الآية أن الاختلاف لا يوجد في القرآن،	**بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴**۔ یعنی آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [1] اور آیت فِيْهَا تَحْيَوْنَ [2] میں اور تو جانتا ہے کہ قرآن تعارض اور تضاد سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے (خود) فرمایا ہے کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا [3]۔ پس اس آیت میں اس نے اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن میں کوئی بھی اختلاف نہیں پایا جاتا
بقية الحاشية تحت الحاشية ۔والمفسر الثالث[3] أبو بكر الصدّيقُ رضي الله عنه، والمفسر الرابع[4] ابن عباس رضي الله عنه، والمفسر الخامس[5] جماعة من التابعين، والمفسر السادس[6] الإمام البخاري في صحيحه، والمفسر السابع[7] إمام المحدثين ابن القيّم،	**بقیہ حاشیہ در حاشیہ**۔ اور تیسرے مفسر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور چوتھے مفسر ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور پانچویں مفسر تابعین کی جماعت ہے اور چھٹے مفسر صحیح بخاری میں امام بخاری ہیں اور ساتویں مفسر امام المحدّثین ابن قیم ہیں۔

[1] بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا۔ (النّسآء:۱۵۹)

[2] تم اسی (زمین) میں جیو گے۔ (الاعراف:۲۶)

[3] اور اگر وہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (النّسآء:۸۳)

بل جاء فی البخاری عن ابن عباس فی تفسیر آیة یَا عِیسٰی إِنِّیْ مُتَوَفِّیکَ. مُمِیتُکَ،

بلکہ بخاری میں تو ابن عباس سے آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر میں مُتَوَفِّیْکَ کے معنی مُمِیْتُکَ کے آئے ہیں۔

بقیۃالحاشیۃ صفحہ ۱۹۵ ۔ولیس بمرفوع، فثبت عندهم من الشکل الأول الذی هو بیّنُ الإنتاج أن عیسی (نعوذ باللّٰه) ملعون ولیس بمرفوع. فأراد اللّٰه أن یزیل هذا الوهم ویبرّء عیسٰی من هذا البهتان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵ ۔مرفوع نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے نزدیک اس شکل اوّل سے جس کا نتیجہ بالکل واضح ہے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰؑ (نعوذ باللہ) ملعون ہیں اور مرفوع (الی اللہ) نہیں ہیں۔ پس اللہ نے اس وہم کے ازالے اور عیسیٰؑ کی اس بہتان سے بریّت کا ارادہ فرمایا۔

بقیۃالحاشیۃ صفحہ ۱۹۴ ۔وهو کتاب اللّٰه وشأنه أرفع من هذا، وإذا ثبت أن کتاب اللّٰه منزّه عن الاختلافات فوجب علینا أن لا نختار فی تفسیره طریقا یوجب التعارض والتناقض، وما کان للیهود غرض وبحث فی رفع جسمه أو عدم رفعه،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴ ۔کیونکہ وہ (قرآن) اللہ کی کتاب ہے اور اس کی شان اس سے بہت ارفع ہے۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ اللہ کی کتاب اختلافات سے پاک ہے تو پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کی تفسیر میں کوئی ایسا طریق اختیار نہ کریں جو تعارض اور تناقض کو لازم ٹھہراتا ہو۔ ان کے جسم کے رَفع یا عَدمِ رَفع سے یہود کو کوئی غرض اور بحث نہ تھی۔

بقیۃالحاشیۃ تحت الحاشیۃ. بل إنه کتب فی کتابه مدارج السالکین: لو کان موسی وعیسٰی حیّین لکانا من أتباع نبیّنا صلی اللّٰه علیه وسلم وأشار إلی الحدیث النبوی، والمفسر الثامن محدّث وقته ولیّ اللّٰه الدهلوی، فإنه فسّر معنی یَا عِیسٰی إِنِّی مُتَوَفِّیکَ فی کتابه "الفوز الکبیر" وقال متوفّیک ممیتک. ومع ذلک قد ذهب حزب کثیر من الأوّلین والآخرین إلی هذا المعنی،

بقیہ حاشیہ در حاشیہ۔ بلکہ انہوں نے تو اپنی کتاب مدارج السالکین میں تحریر کیا ہے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو وہ دونوں ہمارے نبی ﷺ کے متبعین میں سے ہوتے۔ اور (اپنے اس قول میں) انہوں نے حدیث نبوی کی طرف اشارہ کیا ہے اور آٹھویں مفسر اپنے زمانے کے محدث ولی اللہ دہلوی ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں یَا عِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر کی ہے اور فرمایا کہ مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ اور اس کے ساتھ اوّلین وآخرین کا ایک گروہ کثیر ان معنوں کی طرف گیا ہے

وما خالفه فی هذا التفسیر أحدٌ من أصحاب رسول الله صل الله علیه وسلم.	اور اس تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے ابن عباس کی مخالفت نہیں کی۔
بقیة الحاشیة صفحه ۱۹۵ ۔فقال مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ . بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ . وحاصل کلام تعالٰی أن شأن عیسی منزّہ عن الصلبِ والنتیجةِ التی هی الملعونیةُ وعدمُ الرفع،	**بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵**۔پس فرمایا کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [1] بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ [2] اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ کی شان صلیب دیئے جانے اور اس نتیجہ سے جس سے ملعونیت اور عدم رفع نکلتا ہے منزہ ہے۔
بقیة الحاشیة صفحه ۱۹۴ ۔فلا بد من أن نفسر الرفع فی آیة بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ بالرفع الروحانی کما هو مفهوم آیة اِرْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ،فإن الرجوع إلی الله تعالٰی راضیة مرضیة والرفع إلیه أمر واحد لا فرق بینهمامعنیً.	**بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴**۔لہٰذا ضروری ہے کہ ہم آیت بل رفعه الله الیه میں رفع کی تفسیر روحانی رفع سے کریں جیسا کہ آیت اِرْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً [3] کا مفہوم ہے کیونکہ اللہ کی طرف رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً لوٹنا اور اس کی طرف رفع یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں ان میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔
بقیة الحاشیة تحت الحاشیة ۔وقد اتفقوا علی أن معنی التوفّی فی هذه الآیة هو الإماتة لا غیر. ثم الذین فی قلوبهم مرض لا یُبالون قول اللّٰه ولا تفسیر رسوله ولا ما فسره صحابته ولا أقوال التابعین والأئمة والمحدّثین. فلا نعلم کیف نقبل معناهم الذی لا دلیل علیه من بیان الله وتفسیر رسوله، وأین نفرّ من الرشد الذی قد تبیّن؟ أ نترك الله ورسوله لقول قوم ضالین؟ منه	**بقیہ حاشیہ در حاشیہ**۔اور سب نے اتفاق کیا ہے کہ اس آیت میں تَوَفِّی کے معنے صرف اور صرف وفات دینے کے ہیں۔پھر جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ نہ تو اللہ کے قول کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے رسول کی تفسیر کی اور نہ ہی اس تفسیر کی جو آپ کے صحابہؓ نے فرمائی اور نہ ہی تابعین، ائمہ اور محدثین کے اقوال کی پرواہ کرتے ہیں۔پس ہم نہیں جانتے کہ ہم ان کے وہ معنے کیسے قبول کریں جن پر اللہ کے بیان اور اُس کے رسول کی تفسیر سے کوئی دلیل نہیں، اور ہم اس ہدایت سے کہاں بھاگ کر جائیں جو بالکل ظاہر و باہر ہے؟ کیا ہم اللہ اور اس کے رسول کو ایک گمراہ قوم کے قول کی خاطر چھوڑ دیں؟ منہ

[1] اور وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے لیکن ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا۔(النّسآء:۱۵۸)

[2] بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا۔(النّسآء:۱۵۹)

[3] اپنے رب کی طرف لَوٹ آ، (اس حال میں کہ تو اُسے) پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی ہے۔(الفجر:۲۹)

فإذا تحقق أن معنى التوفّى الوفاةُ لا غيره فلا يُقال إن إماتة المسيح التى رُوِيَت عن ابن عباس وعدٌ غير واقع إلى هذا الوقت بل يقع فى آخر الزمان،

پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تَوَفّی کے معنی وفات کے ہیں۔ کچھ اور نہیں تو پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ مسیح کی موت، ابن عباس کی روایت کے مطابق ایسا وعدہ ہے جو اس وقت تک واقع نہیں ہوا۔ بلکہ وہ آخری زمانے میں واقع ہوگا

بقية الحاشية صفحه ۱۹۵ ـ بل هو مات حتف أنفه، ورُفع إلى اللّٰه كما يُرفَع المقرّبون وما كان من الملعونين. وهذا هو السبب الذى ذكر اللّٰه تعالى لأجله قصة عدم صلب عيسٰى، وبرّأه مما قالوا، وإلّا فأىّ ضرورة كانت داعية إلى ذكر هذه القصة، وما كان موت القتل نقصًا لأنبيائه وكسرًا لشأنهم وعزّتهم، وكأين من النبيّين قُتلوا فى سبيل اللّٰه كيحيٰى عليه السلام وأبيه، فتفكّرُ واطلبُ صراط المهتدين ولا تجلس مع الغاوين. منه

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵۔ بلکہ آپ نے طبعی وفات پائی اور آپ کا اللہ کی طرف اسی طرح رفع ہوا جیسے مقربین کا رفع ہوتا ہے۔ اور آپ ملعونوں میں سے نہیں ہیں۔ اور یہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عیسٰی کے صلیب نہ دیئے جانے کا ذکر کیا اور انہیں ان کے اقوال سے بری قرار دیا۔ ورنہ وہ کون سی ضرورت تھی جو اس قصہ کے بیان کرنے کا سبب بنی۔ قتل کے ذریعہ مرنا (اللہ) کے انبیاء کے لئے کوئی نقص اور ان کی کسرِ شان نہیں اور نہ ہی یہ اُن کی عزت کے منافی ہے اور کتنے ہی نبی ایسے ہیں جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے۔ جیسے یحيٰی علیہ السلام اور اُن کے والد۔ پس غور کر اور ہدایت یافتہ لوگوں کی راہ طلب کر اور گمراہوں کے ساتھ مت بیٹھ۔ منہ

بقية الحاشية صفحه ۱۹۴ ـ ثم انظرُ وتدبّرُ.. وهبك اللّٰه من عنده قوة الفيصلة، إن النزاع كان فى الرفع الروحانى لا فى الرفع الجسمانى، فإن اليهود كانوا منكرين من رفع عيسٰىؑ إلى الله كما يُرفَعُ المطهّرون المقرّبون من النبيين، وكانوا يصرّون (لعنهم الله) على أن عيسٰى عليه السلام من الملعونين لا من المرفوعين، كما أنهم يقولون إلى هذه الأيام. ﴿ب﴾

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔ لہٰذا دیکھ اور غور کر۔ اللہ تجھے اپنی جناب سے قوت فیصلہ کی توفیق دے۔ اصل نزاع روحانی رفع میں تھا نہ کہ جسمانی رفع میں۔ کیونکہ یہودی عیسٰی کے اس طور پر رفع الی اللہ کے منکر تھے جس طور پر دوسرے پاکباز مقرب نبیوں کا رفع کیا جاتا ہے اور وہ (یہودی، اللہ ان پر لعنت کرے) اس پر مُصر تھے کہ عیسٰی علیہ السلام ملعونوں میں سے تھے۔ اور مرفوع الی اللہ نہ تھے۔ جیسا کہ وہ آج تک کہہ رہے ہیں

لأن المواعيد التی ذُكرتْ فی هذه الآية بالترتيب قد وقعت وتمت كلها على ترتيبها الذی يوجد فی تلك الآية،

کیونکہ وہ وعدے جن کا اس آیت میں بالترتیب ذکر ہوا ہے وہ (وعدے) وقوع پذیر ہو چکے ہیں اور وہ سارے کے سارے اُسی ترتیب سے پورے ہوئے ہیں جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔

بقية الحاشية صفحه۱۹۴۔ وكانوا يستدلون (غضب اللّٰه عليهم) على ملعونيته عليه السلام من مصلوبيته، فإن المصلوب ملعون غير مرفوع فی دينهم كما جاء فی التوراة فی كتاب الاستثناء . فأراد اللّٰه تعالى أن يُبرّء نبيّه عيسىٰ من هذا البهتان الذی بُنی على آية التوراة وواقعة الصلب، فإن التوراة يجعل المصلوب ملعونا غير مرفوع إذا كان يدّعی النبوة ثم مع ذلك كان قُتل وصُلب، فقال عزّ وجل لذبّ بهتانهم عن عيسىٰ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ...... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يعنی الصلب الذی يستلزم الملعونيةَ وعَدَمَ الرفع من حكم التوراة ليس بصحيح، بل رفعَ اللّٰه عيسى إليه، يعنی إذا لم يثبت الصلب والقتل لم يثبت الملعونية وعدم الرفع، فثبت الرفع الروحانی كالأنبياء الصادقين وهو المطلوب. هذه حقيقة هذه القصة، وما كان هٰهنا جدال ونزاع فی الرفع الجسمانی، وما كان هذا الأمر تحت بحث اليهود أصلا،

بقیہ حاشیہ صفحہ۱۹۴۔ اور وہ (غضب اللہ علیہم) ان کے مصلوب ہونے سے اُن علیہ السلام کے ملعون ہونے پر استدلال کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے دین کی رو سے مصلوب ملعون ہوتا ہے، مرفوع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تورات کی کتاب استثناء میں آیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے نبی عیسیٰ کو اس بہتان سے بری قرار دے جو توراۃ کی ایک آیت اور واقعہ صلیب کی بناء پر لگایا گیا تھا۔ کیونکہ توراۃ مصلوب کو ملعون قرار دیتی ہے، مرفوع نہیں۔ جب وہ نبوت کا دعویدار ہو اور مزید برآں وہ قتل کیا گیا ہو اور صلیب دیا گیا ہو۔ پس اللہ عزوجل نے عیسیٰ سے ان کا بہتان دور کرنے کے لئے فرمایا: مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ...... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [1] یعنی صلیب دیا جانا جو توراۃ کے حکم کی رو سے ملعونیت اور عدم رفع کو مستلزم ہے درست نہیں۔ بلکہ اللہ نے عیسیٰ کو اپنے حضور رفعت بخشی مطلب یہ کہ جب صلیب دیا جانا اور قتل کیا جانا ثابت نہ ہوا تو ملعون ہونا اور عدم رفع بھی ثابت نہ ہوا۔ پس صادق انبیاء کی طرح (ان کا) روحانی رفع ثابت ہو گیا اور یہی مقصود ہے۔ یہ ہے ساری حقیقت اس قصے کی۔ یہاں جھگڑا اور نزاع جسمانی رفع کا نہ تھا اور نہ ہی یہ معاملہ دراصل یہود کے زیر بحث تھا۔

[1] وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے۔ بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا۔ (النّسآء: ۱۵۸، ۱۵۹)

ووعدُ التوفّي مقدَّم عليها في الترتيب. وأنت تعلم أن وعد رَافِعُكَ إِلَيَّ قد وقع،

اور توفّی کا وعدہ ترتیب کے لحاظ سے ان سب (وعدوں) پر مقدم ہے اور تو جانتا ہے کہ ''رَافِعُكَ اِلَیَّ'' کا وعدہ وقوع پذیر ہو چکا ہے

بقية الحاشية صفحه ۱۹۴۔ وما كان غرضهم متعلقا به، بل علماء اليهود كانوا يمكرون لتكذيب المسيح وتكفيره، ويُفتّشون لتكذيبه وتكفيره حيلةً شرعية، فبدا لهم أن يصلبوه ليُثبتوا ملعونيته وعدم رفعه الروحاني كالأنبياء الصادقين بنص التوراة لئلا يكون حجّة لأحد بعد كتاب اللّٰه، فصلبوه بزعمهم، وفرحوا بأنّهم أثبتوا ملعونيته وعدم رفعه بالتوراة، ولكن اللّٰه نجّاه من حيلهم وقتلهم، فأخبر عن هذه القصة في كتابه الذي أنزل بعد الإنجيل حَكَمًا عَدْلًا ومُبيِّنًا لظلمِ كلِّ قوم وإيذائهم وكيدهم ومُكذِّبًا للكافرين. فكأنه يقول يا حزب الماكرين! يا أعداء الصدق والصادقين! لِمَ تقولون إنّا قتلنا المسيح ابن مريم وصلبنا وأثبتنا أنه ملعون غير مرفوع؟ فأُخبرُكم أيها القوم الخبيثون، أنكم ما قتلتموه وما صلبتموه ولكن شُبّه لكم، وأنتم تعلمون في أنفسكم أنكم ما قتلتموه يقينًا، بل نجّاه اللّٰه من مكركم ورزقه الرفعَ الروحاني الذي كنتم لا تريدون له

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔ نہ ان کی کوئی غرض اس سے متعلق تھی۔ بلکہ یہودی علماء مسیح کی تکذیب اور تکفیر کے لئے منصوبے بنا رہے تھے اور آپ کی تکذیب اور تکفیر کے لئے شرعی حیلہ ڈھونڈ رہے تھے۔ پس ان کو خیال آیا کہ آپ کو صلیب دے دیں۔ تا کہ وہ آپ کا ملعون ہونا اور دیگر انبیاء صادقین کی طرح آپ کے روحانی رفع کا تورات کی نص سے عدم وقوع ثابت کریں تا کہ کتاب اللہ کے بعد کسی کے لئے حجت نہ رہے۔ پس انہوں نے اپنے خیال میں انہیں صلیب دے دیا اور وہ خوش ہو گئے کہ انہوں نے آپ کی ملعونیت اور عدم رفع کو تورات سے ثابت کر دیا۔ لیکن اللہ نے آپ کو ان کی سازشوں اور قتل کرنے سے بچا لیا سو اس نے اس قصے کے متعلق اپنی اس کتاب میں خبر دی جو انجیل کے بعد بطور حکم عدل نازل ہوئی اور جو ہر قوم کے ظلم، ایذا رسانی اور مکر و فریب کو کھول کر بیان کرنے والی اور کافروں کو جھٹلانے والی ہے۔ گویا کہ وہ فرما رہا ہے کہ اے مکاروں کے گروہ! اے راستی اور راستبازوں کے دشمنو! تم یہ کیوں کہتے ہو کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کیا اور صلیب دے دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ آپ ملعون ہیں اور غیر مرفوع ہیں۔ پس اے خبیث لوگو! میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ نہ تو تم لوگوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہیں صلیب پر مارا لیکن تم پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا اور تم اپنے دلوں میں خوب جانتے ہو کہ تم نے انہیں یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انہیں تمہاری سازش سے نجات بخشی اور انہیں وہ روحانی رفع عطا کیا جو تم ان کے لئے نہیں چاہتے تھے

وهكذا وعدُ: مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وقَع وتم ببعث نبينا صلى الله عليه و سلم ، وقد شهد القرآن على أن المسيح وأمّه مبرَّء ان مما قالت اليهود،

اور اسی طرح مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[1] کا وعدہ بھی وقوع پذیر ہو چکا ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی بعثت کے ساتھ پورا ہو گیا ہے اور قرآن نے گواہی دی ہے کہ مسیح اور اُن کی والدہ دونوں یہودیوں کے الزامات سے بَری ہیں

بقية الحاشية صفحه۱۹۴۔ وتمكرون لئلا يحصل له ذلك المقام، فقد حصل له ورفعه الله وكان الله عزيزا حكيما. وهذا القول.. يعني قوله تعالىٰ عَزِيزًا حَكِيمًا.. إشارةٌ إلى أن الله يُعزّ من يشاء ، ويحفظ عزة أصفيائه بحكمته الدقيقة البالغة اللطيفة، لا يضرها مكرُ ماكر كما ما أضرّ عزّةَ عيسٰى مكرُ اليهود، بل أعزّه ورفعه ودمّر الماكرين.

بقیہ حاشیہ صفحہ۱۹۴۔ اور تم سازش کرتے رہے کہ اسے یہ مقام حاصل نہ ہو۔ پس یقیناً انہیں وہ مقام حاصل ہو گیا اور اللہ نے ان کا رفع فرمایا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور خدائی قول "عَزِيْزًا حَكِيْمًا" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور اپنے چنیدہ بندوں کی عزت کی اپنی باریک در باریک اور لطیف حکمت کے ساتھ ایسی حفاظت کرتا ہے کہ کسی سازش کرنے والے کی کوئی سازش اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی جیسا کہ یہودیوں کی سازش نے عیسیٰ کی عزت کو نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ (اللہ نے) آپ کو عزت اور رفعت بخشی اور سازش کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

فاعلم أيها العزيز! هذا تفسير قوله تعالىٰ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ، ولكن لا يقبله قومنا ويُحرّفون كلام الله ولا يتدبرون في شأن نزوله، ويمشون على الأرض مستكبرين. وإذا قيل لهم إن الله ورسوله قد شهدا على وفاة المسيح وكذلك شهدوا عليه أكابر المؤمنين من الصحابة والتابعين وأئمة المحدثين، فكان آخر جوابهم أن الله قادر على أن يحييه بعد وفاته مرة أخرى،

پس اے عزیز! جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے قول: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی یہ تفسیر ہے۔ لیکن ہماری قوم اسے قبول نہیں کرتی۔ اور وہ اللہ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں اور اس کی شان نزول میں تدبر نہیں کرتے اور زمین پر تکبر کرتے ہوئے چلتے ہیں اور جب ان سے یہ کہا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول نے مسیح کی وفات پر شہادت دی ہے اور اسی طرح صحابہ اور تابعین اور ائمہ محدثین میں سے اکابر مومنوں نے شہادت دی ہے تو ان کا آخری جواب یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کی وفات کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

[1] اور تجھے ان لوگوں سے نتھار کر الگ کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے۔ (آل عمران: ۵۶)

فقال مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيْقَةٌ، و قال وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ، وكذا تم وعد وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، وقد وقع كما وعد، وما نرى اليهود إلّا مغلوبين ومقهورين.

اور فرمایا کہ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيْقَةٌ[1] نیز فرمایا کہ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ[2] اور اسی طرح یہ وعدہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[3] بھی پورا ہوا اور جس طرح وعدہ تھا اسی طرح وقوع پذیر ہوا اور ہم یہودیوں کو مغلوب اور مقہور ہی دیکھتے ہیں۔

بقية الحاشية صفحه ۱۹۴۔ ولا يتفكّرون أن قُدرة الله تعالى لا يتعلق بما يُخالف مواعيده الصادقة، وقد قال فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ، و قال وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ، و قال لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى، ولا شك أنه من مات من الصلحاء فإنه نال حظًّا من الجنة وحُرّم عليه الموتة الثانية، فكيف يجوز أن يُرَدّ عيسى إلى الدنيا ويُخرَج من حظ الجنّة ونعيمها

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔ اور وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ان امور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جو اس کے سچے وعدوں کے خلاف ہوں جبکہ اس نے فرمادیا ہے کہ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[4] نیز فرمایا کہ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ[5] نیز فرمایا کہ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى[6] اور اس میں شک نہیں کہ صلحاء میں سے جس نے وفات پائی تو اس نے جنت سے حصہ پالیا۔ اور اس پر دوسری موت حرام ہوگئی۔ پھر یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ دنیا میں واپس لوٹائے جائیں اور جنت کی لذات اور نعمتوں سے باہر نکال دیئے جائیں

[1] مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے سب رسول وفات پا چکے ہیں اور ان کی والدہ راستباز تھیں۔ (المائدۃ:۷۶)
[2] دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت اور مقربوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران: ۴۶)
[3] کہ میں تیری پیروی کرنے والوں کو انکار کرنے والوں پر غالب کروں گا۔ (آل عمران:۵۶)
[4] پھر وہ روح کو جس کی موت کا اس نے فیصلہ کردیا ہوتا ہے روک لیتا ہے۔ (الزمر:۴۳)
[5] اور وہ اس میں سے نکلنے والے نہیں ہیں۔ (آل عمران:۵۶)
[6] وہ اس میں پہلی موت کے علاوہ کسی اور موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ (الدخان:۵۷)

وأنت تعلم أن في ترتيب هذه الآية كانت هذه المواعيد كلها بعد وعد التوفّي، وكان وعد التوفّي مقدَّمًا على كلها، وقد اتفق القوم على أنها وقعت بترتيب يوجد في الآية، فلو فرضنا أن لفظ التوفّي مؤخّر من لفظ الرفع، للزمنا أن نقر بأن عيسى عليه السلام قد توفّي بعد الرفع وقبل وقوع المواعيد الباقية، وهذا مما لا يعتقد به أحد من المخالفين.

اور تو جانتا ہے کہ اس آیت کی ترتیب میں سارے وعدے تَوَفِّی کے وعدے کے بعد ہیں اور تَوَفِّی کا وعدہ ان سب (وعدوں) پر مقدم ہے اور قوم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ تمام وعدے اسی ترتیب سے واقع ہوئے ہیں جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔ پس اگر ہم فرض کر لیں کہ لفظ تَوَفِّی لفظ رَفع کے بعد آیا ہے تو ہم پر لازم ہوگا کہ ہم اقرار کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام رَفع کے بعد اور باقی وعدوں کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے وفات پا گئے اور یہ بات ایسی ہے کہ مخالفوں میں سے کوئی بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔

بقية الحاشية صفحه ۱۹۴۔ أو يُسَدّ عليه غرفتُها ثم يُتوَفّى مرة ثانية؟ مع أن الآية المتقدمة.. أعني لا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلا الْمَوْتَةَ الْأُولَى تدل على دوام الحياة وعدمِ ذوق الموت. وإلى هذا يُشير الاستثناء المنقطع، فإنه جرىٰ مجرى التأكيد والتنصيص على حفظ العموم وجعَل النفى الأول العام بمنزلة النص الذى لا يتطرق إليه استثناء البتة، إذ لو تطرّق إليه استثناء فردٍ من أفراد لكان أولى بذكره من العدول عنه إلى الاستثناء المنقطع، فاحفظْه فإنه من أسرار مفيدة للمحقّقين. منه

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔ اوران پر اس (جنت) کا بالا خانہ مسدود ہو جائے۔ پھر وہ دوسری دفعہ وفات پائیں۔ جبکہ پہلی آیت، یعنی آیت لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی[1] دائمی زندگی اور موت کا مزہ نہ چکھنے پر دلالت کرتی ہے اور اسی کی طرف (قاعدہ) استثناء منقطع اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ یہ عموم کی حفاظت کے لئے بطور تاکید اور نص استعمال ہوا ہے۔ اور اس نے عام کی نفی اول کو بمنزلہ ایسی نص کے قرار دیا ہے۔ جس میں قطعی طور پر کوئی استثناء راہ نہیں پاتا۔ کیونکہ اگر افراد میں سے کسی فرد کا استثناء اس میں راہ پا جائے تو اس سے استثناء منقطع کی بجائے اس کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ پس تو اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے کیونکہ یہ ان اسرار میں سے ہے جو تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید ہیں۔ منہ

[1] الدّخان: ۵۷

﴿۵۷﴾ ولو قلنا إن لفظ التوفّی مؤخر من جملة وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ومقدَّم من وعد وقع فی ترتيب الآية بعدها، للزمنا أن نقر بأن وفاة عيسى عليه السلام كان بعد نبينا صلى اللّٰه عليه و سلم من غير مكث قبل غلبة أتباعه على أعدائهم، وهذا باطل أيضا بزعم القوم، فإنهم قد اعتقدوا أن المسيح لا يموت إلّا بعد هلاك الملل كلها. فلو رجعنا من هذه الأقوال كلها وقلنا إنّ المسيح لا يموت إلا بعد تكميل وعد الغلبة الممتدة إلى يوم القيامة كما صرحت آية وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، للزمنا أن نقر بأن المسيح لا يموت إلا بعد يوم القيامة، فإن الوعد قد امتدّ إلى يوم القيامة، ولا يمكن نزول المسيح إلا بعد وقوعه على الوجه الأتم والأكمل،

اور اگر ہم کہیں کہ لفظ تَوَفِّی، وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کے جملے سے مؤخر ہے اور اس وعدے سے مقدم ہے جو آیت کی ترتیب میں اس کے بعد واقع ہے تو پھر ہم پر لازم ہوگا کہ ہم اقرار کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بلاتوقف ہمارے نبی ﷺ کے بعد اور اُن کے متبعین کے اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لینے سے قبل (واقع) ہوئی۔ اور ان لوگوں کے خیال میں یہ بھی باطل ہے کیونکہ انہوں نے یہ عقیدہ اپنایا ہے کہ مسیحؑ سب ملتوں کے ہلاک ہونے کے بعد ہی وفات پائیں گے۔ لہٰذا اگر ہم ان سب اقوال سے رجوع کر لیں اور یہ کہیں کہ مسیحؑ اُس غلبہ کے وعدے کی تکمیل کے بعد ہی وفات پائیں گے جو قیامت کے دن تک ممتد ہے جیسا کہ آیت وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[1] نے وضاحت کی، تو پھر لازماً ہمیں یہ اقرار کرنا ہوگا کہ مسیحؑ قیامت کے دن کے بعد ہی وفات پائیں گے۔ کیونکہ یہ وعدہ قیامت کے دن تک ممتد ہے۔ اور مسیحؑ کا نزول اس وعدے کے پورے اور مکمل طور پر وقوع پذیر ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔

[1] اور (میں) تیرے پیروکاروں کو منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ (اٰل عمران:۵۶)

فما نجد له موضعَ قدم فی کتاب اللّٰه إلّا بعد یوم الحشر علی طریق فرض المحال. ولیت شعری.. إن أعداء نا یقولون بأفواههم إن لفظ مُتَوَفِّیكَ فی آیة یَا عِیسٰی إِنِّی مُتَوَفِّیكَ مؤخر فی الحقیقة، ولیس هذا الموضع موضعه، ولکنهم لا یُنبئوننا بأن لو نرفع هذا اللفظ من هذا المقام فأین نضعه، أ نسقطه من کتاب اللّٰه کالمحرّفین.

والذین یقولون إن لفظ التوفّی مؤخر من لفظ الرفع ومقدم علی مواعید أخریٰ، فیضحك العاقل من قولهم، ویتعجب من حمقهم. ألا یعلمون أن هذا القول خلاف ما یعتقدون فی وقت وفاة المسیح بزعمهم؟ وإنّا ذکرنا آنفًا أنهم یعتقدون أن وعد التوفّی لا یظهر ولا یقع إلا بعد هلاك أهل الملل کلها، فلزمهم أن یعتقدوا أن لفظ التوفّی مؤخر من هذا الوعد الآخر لا من الرفع فقط،

پس ہم اس کے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی گنجائش نہیں پاتے مگر حشر کے دن کے بعد ہی فرض محال کے طور پر۔ اے کاش میں یہ جان لیتا کہ ہمارے دشمن جو اپنے مونہوں سے یہ تو کہتے ہیں کہ مُتَوَفِّیكَ کا لفظ آیت یَا عِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیكَ میں درحقیقت مؤخر ہے اور یہ جگہ اس کی حقیقی جگہ نہیں ہے لیکن وہ ہمیں یہ نہیں بتاتے کہ اگر ہم اِس لفظ کو اِس موجودہ جگہ سے اُٹھالیں تو پھر اُسے کہاں رکھیں؟ کیا ہم اِسے تحریف کرنے والوں کی طرح کتاب اللہ سے ساقط کردیں۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لفظ تَوَفّی لفظ رَفع سے مؤخر ہے اور دوسرے وعدوں سے مقدّم، تو ایک عقل مند انسان اُن کی اِس بات پر ہنسے گا۔ اور اُن کی حماقت پر تعجب کرے گا۔ کیا اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ قول وفات مسیح کے مزعومہ وقت کے بارہ میں جو اُن کا عقیدہ ہے اُس کے خلاف ہے۔ اور ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تَوَفّی کا وعدہ تمام ملتوں کی ہلاکت کے بعد ہی ظاہر اور وقوع پذیر ہوگا۔ پس اُن پر یہ لازم ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھیں کہ لفظ تَوَفّی اس دوسرے وعدے سے بھی مؤخر ہے نہ کہ صرف رَفع سے۔

فإن التأخّر الوضعي يتبع التأخّر الطبعي، كمالا يخفٰى على المتفكرين. ثم ما كان لنا أن نؤخّر من عند أنفسنا ما قدّم اللّٰه تعالٰى فى كتابه المحكم من غير سند من اللّٰه ورسوله، وما هذا إلا التحريف الذى لعن اللّٰه لأجله اليهود؛ فاتقوه ولا تقلِبوا آيات اللّٰه بعد ترتيبها إن كنتم خائفين. وقد علمتم أن آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى شاهدة أخرىٰ علٰى وفاة عيسٰى عليه السلام، فإن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم استعمل لنفسه جملة فلمّا توفّيتنى من غير تغيير وتبديل ومن غير تفسير يُخالف أصل التفسير، وكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أعلَم الناس بمعانى القرآن ورموزه وأسراره. فلو كان معنى التوفّى فى هذه الآية رَفْعَ الجسم حيًّا إلى السماء، لما جعل نفسه مصداق هذه الآية، ولكنه نسب هذه الآية إلٰى نفسه كما هى نُسبت إلى المسيح،

کیونکہ جیسا کہ غور وفکر کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ تأخرِ وضعی[1] تأخرِ طبعی[2] کے تابع ہوتا ہے۔ پھر یہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اللہ اور اُس کے رسول کی سند کے بغیر محض اپنی طرف سے اُس کو مؤخر کر دیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مُحکم کتاب میں مقدم کیا ہے، اور یہ وہی تحریف ہے جس کی وجہ سے اللہ نے یہودیوں پر لعنت کی۔ پس تم اُس سے ڈرو۔ اور اگر تمہیں خوف (خدا) ہے تو اللہ کی آیات کی جو ترتیب ہے اُسے نہ بدلو۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ایک اور گواہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى کے جملہ کو بغیر کسی تغیر وتبدل اور بغیر کسی ایسی تفسیر کے جو اس تفسیر کے اصل کے مخالف ہو، خود اپنی ذات کے لئے استعمال فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معانی اور اُس کے رموز و اسرار کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔ پس اگر اِس آیت میں تَوفّی کے معنی جسم کا زندہ آسمان کی طرف اُٹھایا جانا ہوتے تو آپؐ اپنی ذات کو کبھی اس آیت کا مصداق قرار نہ دیتے۔ لیکن آپؐ نے تو اِس آیت کو اپنی ذات کی طرف اسی طرح منسوب فرمایا ہے جیسا کہ یہ مسیحؑ کی طرف منسوب ہے۔

[1] ''تأخرِ وضعی'' یعنی خودساختہ تأخر [2] ''تأخرِ طبعی'' یعنی فطرتی تأخر (ناشر)

فهــذا أوّل دليـــل عــلــى أن لـفـظ تَوَفَّيْتَني في هذه الآية بمعنى أَمَتَّني. فهــذا هــو السبب الــذي استـدل البـخـاري فـي صـحـيـحه على وفاة الــمسيـح بهـذه الآية، وأكّـد هـذا الـمعنى بقول ابن عباس مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ. فأىّ دليل أوضح من هذا عـلـى مـوت عيسٰـى عـلـيـه السلام لـقوم طالبين؟ وقد بيّن الله في هذه الآية وقـت وفاة المسيح فكأنه قال أيهـا الــنـاس، إذا رأيتم أن النصارىٰ اتــخــذوا عيسٰـى إلٰهـا، وأفسـدوا مـذهبهـم، فـاعـلـموا أنّ عيسٰى قد مــات. فـــانـظـــر كيف اتـضـح وانـكشف مَعْنَى التَّوَفِّىْ بـتـفـسير رسـول الـلّـه صلى الله عليه وسلم، ثـم بتفسير ابن عباس، وانظر كيف ثبـت وقـوع مـوتـه من قبل فسـاد مذهب النصارىٰ واتخاذهم عيسٰى إلـهًا و أنـت تـعلم أنّا إذا فرضنا أن عيسٰـى حـىّ إلـى هذا الوقـت

پس یہ اس بات پر پہلی دلیل ہے کہ اس آیت میں لفظ تَوَفَّيْتَنِیْ کے معنی اَمَتَّنِیْ (یعنی مجھے موت دے دی) کے ہیں۔ پس یہ وہ سبب ہے (جس کی وجہ سے) امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس آیت سے وفاتِ مسیح پر استدلال کیا ہے اور ان معنوں کو ابنِ عباسؓ کے قول: مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ کے ساتھ مضبوط کیا ہے۔ پس حق کے متلاشیوں کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر اس سے زیادہ واضح دلیل اور کون سی ہوسکتی ہے؟ اللہ نے اِس آیت میں مسیح کی وفات کا وقت واضح کردیا ہے۔ گویا کہ اُس نے یہ فرمایا کہ اے لوگو! جب تم دیکھو کہ عیسائیوں نے عیسیٰؑ کو معبود بنالیا ہے اور انہوں نے اپنا مذہب بگاڑ لیا ہے تو جان لو کہ یقیناً عیسیٰؑ فوت ہوگئے ہیں۔ پس دیکھ! کہ تَوَفِّی کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر اور پھر ابن عباسؓ کی تفسیر سے کس طرح واضح اور کھل کر سامنے آگئے۔ نیز دیکھ کہ کس طرح اُن کی موت کا، عیسائیوں کے مذہب کے بگڑنے اور عیسیٰ کو معبود بنا لینے سے قبل واقع ہونا ثابت ہوگیا۔ اور تو جانتا ہے کہ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ عیسیٰؑ اب تک زندہ ہیں

﴿۵۸﴾

فلزمنا أن نقر بأن مذهب النصاریٰ صحیح خالص إلی هذا الزمان، ما اختلط به شیء من الشرك، فتفكّرْ وسَلِ المتفكّرین.

قال بعض المستعجلین إن لفظ "التوفّی" قد جاء فی القرآن بمعنی الإنامة أیضًا، كما قال الله تعالٰی اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا، وكما قال اللّٰه تعالٰی وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ مُّسَمًّی.

فاعلم أن اللّٰه تعالٰی ما أراد فی هذه الآیات من لفظ التوفی إلّا الإماتة وقبض الروح، فلأجل ذلك أقام القرائن، وقال وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا، یعنی والتی لم تمت بموت حقیقی یتوفاه اللّٰه فی منامها بموتٍ مجازی.

تو یہ ہم پر لازم آئے گا کہ ہم اقرار کریں کہ عیسائیوں کا مذہب اس وقت تک درست اور خالص ہے اس میں شرک کی کوئی آمیزش نہیں ہوئی۔ پس خود سوچ اور غور و فکر کرنے والوں سے دریافت کر۔

بعض جلد بازوں نے کہا ہے کہ قرآن میں توفّی کا لفظ سُلانے کے معنوں میں بھی تو آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا[1] نیز جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ مُّسَمًّی[2] پس تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں لفظ توفّی سے صرف وفات دینے اور قبضِ روح کے معنی ہی مراد لئے ہیں۔ سو اِسی وجہ سے اُس نے قرینے قائم فرمائے اور فرمایا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا یعنی جو جان حقیقی موت نہیں مرتی اُسے اللہ اُس کی نیند کے وقت مجازی موت دیتا ہے۔

[1] اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو مری نہیں ہوتیں (انہیں) ان کی نیند کی حالت میں (قبض کرتا ہے)۔ (الزمر:۴۳)

[2] اور وہی ہے جو تمہیں رات کو (بصورت نیند) وفات دیتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے جو تم دن کے وقت کر چکے ہو پھر وہ تمہیں اُس میں (یعنی دن کے وقت) اُٹھا دیتا ہے تاکہ (تمہاری) اجلِ مسمّٰی پوری کی جائے۔ (الانعام:۶۱)

فانظر كيف أشار فی هذه الآية إلٰی أن قبض الروح فی النوم موت مجازی. فذكر لفظ التوفی ههنا بإقامة قرينة المنام تنبيهًا علی أن لفظ التوفّی هٰهنا قد نُقل من المعنی الحقيقی إلی المعنی المجازی، وإشارةً إلٰی أن معنی لفظ التوفّی حقيقةً هو الموت لا غيره. وكذلك أقام قرينةَ قولِه ثُمَّ يَبۡعَثُكُمۡ وقرينةَ الليل فی آية أخری.. أعنی آية هُوَ الَّذِیۡ يَتَوَفّٰكُمۡ بِالَّيۡلِ.. الخ، تنبيهًا علی أن لفظ التوفّی هٰهنا ليس بمعنی الإنامة بل المقصود الإماتة، والبعث بعد الإماتة ليكون دليلًا علی بعث يوم الدين.

فلأجل ذلك ذكر بعث يوم القيامة بعد هذه الآية وقال ثُمَّ اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ

پس دیکھ! کہ کس طرح اُس نے اس آیت میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ نیند کی حالت میں قبض روح ایک مجازی موت ہے۔اس لئے اُس نے اس جگہ توفّی کا لفظ نیند کا قرینہ قائم کرکے بیان کیا ہے۔یہ آگاہ کرنے کے لئے کہ اس جگہ توفّی کا لفظ اپنے حقیقی معنوں سے مجازی معنوں کی طرف منتقل کیا گیا ہے اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ توفّی کے معنی حقیقۃً موت ہی کے ہیں۔اس کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں۔اور اس طرح اُس نے ثُمَّ يَبۡعَثُكُمۡ کہہ کر ایک قرینہ قائم کیا ہے۔اور ایک دوسری آیت میں اَللَّيۡل (رات) کا قرینہ قائم کیا گیا ہے۔یعنی آیت هُوَ الَّذِیۡ يَتَوَفّٰكُمۡ بِالَّيۡلِ[1] الخ میں۔یہ بتانے کے لئے کہ یہاں توفی کا لفظ سُلانے کے معنوں میں نہیں۔ بلکہ درحقیقت اس سے مقصود موت اور موت کے بعد کی بعثت ہے تا کہ جزاوسزا کے روز کی بعثت پر دلیل ہو۔

پس اسی وجہ سے اُس نے قیامت کے روز اُٹھائے جانے کا ذکر اِس آیت کے بعد کیا اور فرمایا کہ ثُمَّ اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ[2]

[1] وہی ہے جو تمہیں رات کو (بصورت نیند) وفات دیتا ہے۔(الانعام:۶۱)

[2] یعنی پھر اُسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔(الانعام:۶۱)

لیجعل ھذا الموت المجازی والبعث المجازی دلیلا علی الموت الحقیقی والبعث الحقیقی. فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین. ألا تنظر کیف ذکر لفظ البعث بعد ذکر التوفّی وقال ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ ومعلوم أن للنائمین یُستعمل لفظ الإیقاظ لا لفظ البعث، فلو کان مرادًا من لفظ التوفّی ھٰھنا الإنامة لقال ھو الذی یتوفّاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یوقظکم فیه، ولکنه تعالٰی ما قال ثم یوقظکم فیه، بل قال ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ. فأی دلیل أوضح من ھذا فإن البعث یتعلّق بالموتٰی لا بالنّائمین.

ومثل ھذه الاستعارة کثیر فی القرآن کما قال عزّوجل اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

تا کہ وہ اس مجازی موت اور مجازی اُٹھائے جانے کو حقیقی موت اور حقیقی اُٹھائے جانے پر دلیل ٹھہرائے۔ پس تو اس یاددہانی کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ اُس نے تَوَفِّیْ کے ذکر کے بعد کس طرح لفظ بَعث کا ذکر کیا۔ اور فرمایا (کہ پھر وہ تمہیں اس میں اُٹھائے گا) اور ظاہر ہے کہ سونے والوں کے لئے اِیْقَاظ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے نہ کہ بَعث کا لفظ۔ پس اگر توفّی کے لفظ سے مراد یہاں سُلانا ہوتا تو وہ ضرور یہ فرماتا کہ اللہ ایسا ہے جو تمہیں رات کو سُلاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم دن میں کیا کرتے ہو پھر وہ تمہیں اس میں بیدار رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ثم یوقظکم فیه کے الفاظ نہیں فرمائے بلکہ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ فرمایا۔ پس اس سے زیادہ واضح دلیل اور کون سی ہو سکتی ہے؟ پس لفظ بَعث کا تعلق مُردوں سے ہے نہ کہ سونے والوں سے۔

اور اس جیسے استعارے قرآن کریم میں بہت ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا [1]

[1] یادرکھو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد ضرور زندہ کرتا ہے۔ (الحدید:۱۸)

فلا یُقال إن لفظ یُحیی ههنا بمعنی یُنبت من حیث اللغة، بل هو استعارة، والمقصود منه تشبیه الإنبات بالإحیاء، لِیُستَدَلَّ به علی بعث الموتیٰ. وکما قال: فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ، فلا یُقال إن لفظ أَصَمَّهُمْ وَ أَعْمٰی بمعنی أضلهم من حیث اللغة، بل هی استعارة، والمقصود منها تشبیه الضالین المعرضین بالصم والعمی. فلا تطمَعْ ولا تُتعِبْ نفسك فی أن تجعل معنی التوفی الإنامةَ من حیث اللغة، فإنه إن کان ذلك هو الحق فلزمك أن تقرّ بأنّ لفظ یُحیی فی آیة یُحْیِ الْاَرْضَ بمعنی یُنبت، ثم تثبتها من کتب اللغة،

اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لفظ یُحیِی یہاں لُغت کے لحاظ سے یُنبِتُ کے معنوں میں آیا ہے بلکہ وہ ایک استعارہ ہے۔ اور اِس سے مقصود اِنبَات (اُگانے) کو اِحیَآء (زندہ کرنے) کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ تا کہ وہ اِس سے مُردوں کے اُٹھائے جانے پر استدلال کرے۔ نیز اسی طرح اللہ عزّ و جلّ نے فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ [1] فرمایا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ أَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰی کے الفاظ کے معنی لغت کی رو سے اُنہیں گمراہ کرنے کے ہیں۔ بلکہ یہ ایک استعارہ ہے جس سے مراد اِعراض کرنے والے گمراہوں کو بہروں اور اندھوں کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ پس نہ تو تُو طمع کر اور نہ ہی تو اپنے آپ کو اس مشقت میں ڈال کہ تو لُغت کی رو سے توفّی کے معنی سُلانے کے کرے۔ کیونکہ اگر ایسا کرنا درست ہوتا تو تجھ پر یہ لازم آتا کہ تُو اقرار کرے کہ آیت یُحْیِ الْاَرْضَ [2] میں لفظ یُحیِی کے معنی یُنبِتُ (اُگانے) کے ہیں۔ پھر تو (ان معنوں) کو لغت کی کتابوں سے ثابت بھی کرتا۔ ﴿۵۹﴾

[1] اور اس نے انہیں بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (محمّد:۲۴)

[2] وہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ (الرّوم:۲۰)

وكذلك إن أصررت على هذا فلزمك أن تقر بأن لفظ فَأَصَمَّهُمْ ولفظ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ بمعنى أضلّهم وأبعدهم عن الحق وأزاغ قلوبهم، ثم تُرِينا من كتب لغة العرب هذه المعنى، وأين لك هذا؟ فلا تتبع الفكرَ المشوب بالوهم، ولا بد أن تقبل ما ثبت وتلحق بقوم صادقين.

واعلم أنك لن تجد أثرا من هذه المعانی التی تتخیل فی بادی النظر فی الآیات المتقدمة فی کتاب من کتب لسان العرب علی وجه الحقیقة، والقرآن مملوء من هذه النظائر إن کنت من الناظرین. وقد تقرر عند القوم أن المعنی الحقیقی هو الذی کثرت استعماله فی موضع من غیر أن یُقام القرینة علیه، فعلیك أن تنظر القرآن تدبّرًا لیتبیّن لك أن استعمال لفظ التوفی مطلقا من غیر إقامة قرینة ما جاء فی القرآن إلا فی معنی الإماتة،

اسی طرح اگر تو اس مفہوم پر اصرار کرے تو تجھ پر یہ اقرار لازم ہوگا کہ لفظ أَصَمَّهُمْ اور لفظ وَأَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ ضرور لفظ اَضَلَّهُمْ اور اَبْعَدَهُمْ عَنِ الْحَقِّ وَاَزَاغَ قُلُوْبَهُمْ[1] کے معنی میں ہے پھر یہ معنی لغت عرب کی کتابوں سے بھی ہمیں دکھانا ہوگا۔ لیکن ایسا کرنا تیرے بس میں کہاں؟ لہٰذا تو ایسی سوچ کی پیروی نہ کر جس میں وہم کی آمیزش ہے۔ تیرے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ تو اس ثابت شدہ حقیقت کو قبول کرلے اور راستبازوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔

اور اگر تو صاحب بصیرت ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ان معانی کا کوئی ایسا نشان حقیقی طور پر عربی زبان کی کسی کتاب میں تجھے ہرگز نہیں ملے گا جو بادی النظر میں متذکرہ بالا آیات سے ذہن میں اُبھرتے ہیں۔ جبکہ قرآن اِن نظائر سے بھرا پڑا ہے۔ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک حقیقی معنی وہی ہوتے ہیں جن کا کسی جگہ بغیر قرینہ قائم کرنے کے کثرت سے استعمال ہوتا ہو۔ اس لئے تجھ پر یہ فرض ہے کہ تو قرآن پر گہرے تدبّر کی نظر ڈالے تا کہ تجھ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ لفظ تَوَفّی کا مطلق استعمال بغیر قرینہ قائم کرنے کے قرآن کریم میں صرف موت دینے کے معنوں میں ہی آیا ہے۔

[1] یعنی انہیں حق سے دور کر دیا اور ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔

ولن تجد فی حدیث أو فی شعر شاعر.. إذا نُسب التوفی إلی اللّٰہ تعالٰی وکان الإنسان مفعولا بہ.. معنی آخر من غیر الإماتۃ، فأخرِجْ لنا وخُذْ منّا ما وعدنا من الإنعام إن کنت من الصادقین.

والذین قالوا إن لفظ مُتَوَفِّیکَ فی آیۃ یا عِیسٰی إِنِّیْ مُتَوَفِّیکَ بمعنی إِنِّیْ مُنِیْمُکَ، ما کان خطؤھم خطأً واحدا، بل جمعوا أنواع العثرات فی قولھم وترکوا تفسیر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، وھو خیر البشر وکان تکلُّمُہ بالروح الرحمانی، وکان قولہ خیرا من أقوال کلھا، وقد أحاطت کلماتہ طرق الذوق والوجدان والعلم والعرفان والنور الذی أُعطی لہ من الرحمٰن، وترکوا ما قال ابن عباس فی معنی مُتَوَفِّیکَ،

نیز کسی حدیث میں یا کسی شاعر کے شعر میں بھی تو یہ ہرگز نہ پائے گا کہ جب تَوَفِّی کا لفظ اللہ کی طرف منسوب ہو اور انسان مَفعُول بِہٖ ہو تو اس کے معنی موت دینے کے سوا کوئی اور ہوں۔ پس اگر تو سچا ہے تو اس کی کوئی مثال پیش کر اور ہم سے وہ انعام حاصل کر جس کا ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے۔

اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ آیت یَاعِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں لفظ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی اِنِّیْ مُنِیْمُکَ (یعنی میں تجھے سُلانے والا ہوں) ہیں۔ تو اُنہوں نے ایک غلطی نہیں کی بلکہ اُنہوں نے اپنے قول میں کئی قسم کی لغزشیں جمع کر دی ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ حضورؐ خیر البشر ہیں اور آپؐ کا کلام فرمانا رحمانی روح سے تھا اور آپؐ کا قول تمام اقوال سے بہتر تھا۔ اور آپؐ کے کلمات (طیّبہ) ذوق، وجدان، علم، عرفان اور نور کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں جو خدائے رحمان کی طرف سے آپ کو عطا کئے گئے تھے۔ اور اُنہوں نے مُتَوَفِّیْکَ کے معنوں کے بارہ میں ابن عباس کے قول کو (بھی) چھوڑ دیا ہے۔

وما نظروا إلى القرآن وطريق استعماله في هذا اللفظ، و ورودِه فيه بمعنى الإماتة بالتواتر والتتابع، فضلّوا وأضلّوا وما كانوا من المهتدين.

ثم إذا فرضنا أن التوفّي بمعنى الإنامة، فما نرىٰ أن ينفعهم هذا المعنى مثقال ذرّة، فإن النوم مراد مِن قبض الروح وتعطُّلِ حواس الجسم مع بقاء تعلُّقٍ بين الروح والجسد، فمن أين يثبت من هذا أن اللّٰه قبض جسم المسيح؟ ألا تنظر إلى سُنّة اللّٰه القديمة فإنه يقبض الأرواح في حالة النوم ويترك الأجسام على الأرض. فمن أين علمت أن لفظ مُتَوَفِّيكَ مُشْعِرٌ برفع الجسد؟ والخَلق ينامون كلهم ولكن لا يقبض اللّٰه جسم أحد منهم. فاترُك التحكّمَ والمكابرة، وانظر إيمانا وديانة لينفخ اللّٰه في روعك ويجعلك من العارفين.

اور اُنہوں نے قرآن اور اُس کے اِس لفظ کو استعمال کرنے کے طریق اور قرآن میں اس لفظ کے تواتر کے ساتھ موت دینے کے معنوں میں وارد ہونے پر غور نہیں کیا۔ اِس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔

پھر اگر ہم فرض کریں کہ توفّی کا لفظ سُلانے کے معنوں میں ہے تو ہم ان معنوں کو اُن کے لئے ذرّہ بھر مفید نہیں دیکھتے کیونکہ نیند، روح اور جسم کے باہمی تعلق کے باقی رہنے کے باوجود حواسِ جسم کے معطل ہونے اور قبضِ روح سے عبارت ہے۔ پھر اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اللہ نے مسیحؑ کے جسم کو قبض کرلیا؟ کیا تو اللہ کی قدیم سُنّت کی طرف نگاہ نہیں ڈالتا کہ وہ نیند کی حالت میں روحوں کو قبض کرلیتا ہے اور جسموں کو زمین پر رہنے دیتا ہے۔ پھر تجھے کہاں سے یہ معلوم ہوا کہ مُتَوَفِّيكَ کا لفظ جسم کے اُٹھائے جانے کو ظاہر کرتا ہے؟ حالانکہ سب مخلوق سوتی ہے لیکن اللہ ان میں سے کسی کے جسم کو قبض نہیں کرتا۔ پس تو تحکّم اور ہٹ دھرمی چھوڑ دے اور ایمان اور دیانت سے غور وفکر کرتا کہ اللہ تیرے دل میں (اپنی) روح پھونکے اور تجھے عارفوں میں سے بنا دے۔

وعلی تقدیر فرض هذا المعنی یلزم فساد آخر، وهو أن لفظ التوفّی فی هذه الآیة وعدٌ مُحدَث من الله تعالٰی کمواعید أخری التی ذکرها الله فیها، ولو کان هذا المعنی هو الحق فیلزم منه أن یکون نوم المسیح عند الرفع أوّل أمر ورد علیه فی عمره، ویلزمهم أن یعتقدوا أن عیسی علیه السلام کان لا ینام قبل الرفع قطّ، فإن الأمر الذی قد وقع علیه فی حیاته غیر مرة.. کیف یمکن أن یذکره الله فی مواعید جدیدة محدثة فإن وعد الشیء یدلّ علٰی عدم وجود الشیء قبل الوعد، وإلّا فیلزم تحصیل حاصل، وهو فعل لغو لا یلیق بشأن الله تعالٰی، ووجب أن یُنزَّه عنه وعدُ ربّ العالمین. ثم لو کان هذا المعنی هو الصحیح.. فما تقول فی آیة فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ أتظن أن النصاری اتخذوا المسیح إلٰها بعد نومه لا بعد وفاته

اور اِس معنی کے فرض کر لینے سے ایک اور خرابی بھی لازم آتی ہے اور وہ یہ کہ اِس آیت میں توفّی کا لفظ ان دوسرے وعدوں کی طرح جن کا اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے ایک جدید وعدہ ہے۔ اور اگر (بالفرض) یہ معنے ہی درست ہوں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ رَفع کے وقت مسیح کی نیند وہ پہلا امر ہوگا جو اُن کی زندگی میں وارد ہوا اور پھر یہ بھی اُن پر لازم آئے گا کہ وہ یہ عقیدہ رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رَفع سے پہلے کبھی بھی نہیں سوتے تھے۔ پس وہ امر جو اُن (مسیحؑ) کی زندگی میں کئی بار واقع ہوا یہ کیسے ممکن ہے کہ اُس کا جدید نئے وعدوں کے ساتھ اللہ ذکر فرمائے۔ کیونکہ کسی چیز کا وعدہ کرنا وعدے سے قبل اُس چیز کے عدمِ وجود پر دلالت کیا کرتا ہے ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی۔ اور یہ لغو فعل ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان نہیں۔ اور ضروری ہے کہ ربّ العالمین کا وعدہ اس سے پاک ہو۔ پھر اگر (بالفرض) یہ معنی بھی صحیح ہوں تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[1] کی نسبت تو کیا کہے گا؟ کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ عیسائیوں نے مسیح کو اُن کی نیند کے بعد معبود بنایا تھا نہ کہ اُن کی وفات کے بعد۔

﴿۶۰﴾

[1] پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو ہی ان کا نگہبان اور محافظ اور نگران تھا۔ (المآئدۃ:۱۱۸)

وتظن أن المسيح ما نام قطّ في عمره إلا في وقت ضلالة النصارىٰ.. ولم تذق عينه طعم النوم قط إلا عند الرفع وكان قبل الرفع مستيقظا دائما؟ فانظر منصِفًا.. أيستقيم هذا المعنى في هذا الموضع ويحصل منه ثلج القلب وسكينة الروح واطمئنان الباطن؟ وأنت تعلم أنه مستبعَد جدّا وفاسد بالبداهة، وما كان أن يُصلِحه تأويل المؤولين. فهذه غفلة شديدة من العلماء المكفّرين حيث حكموا على المعنى الفاسد بالصلاح، فاسمعوا إن كنتم سامعين.

ثم مع ذلك قد جاء في البخاري عن ابن عباس رضي الله عنه في معنى التوفّي شرح واضح فقال مُتَوَفِّيكَ مُمِيتُكَ، وتبعه سائر الصحبة والتابعين ومن تبعهم، ولم يشذ أحد منهم بخلاف، فأيّ دليل يكون أوضح من هذا إن كان رجل من الطالبين؟

اور تو یہ خیال کرتا ہے کہ مسیح اپنی زندگی میں کبھی نہیں سویا تھا سوائے عیسائیوں کی گمراہی کے وقت میں۔ اور صرف رَفع کے وقت ہی اُس کی آنکھوں نے نیند کا مزہ چکھا تھا۔ اور رَفع سے پہلے وہ ہمیشہ جاگتے رہے۔ پس انصاف سے دیکھ! کیا یہ معنی اس جگہ درست ہیں اور کیا اس سے قلب کو برودت، روح کو تسکین اور باطن کو تشفی حاصل ہوسکتی ہے؟ اور تو جانتا ہے کہ (یہ معنی حقیقت سے) بہت دور اور بالبداہت فاسد ہیں۔ اور تأویل کرنے والوں کی کوئی تأویل بھی اس کی اصلاح نہیں کرسکتی۔ پس یہ مکفّر علماء کی سخت غفلت ہے کہ اُنہوں نے ان فاسد معنوں کو درست قرار دیا۔ سو اگر تم سننے والے ہو تو سنو۔

پھر اس کے ساتھ ہی (صحیح) بخاری میں توفّی کے معنوں کی (حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہ کی واضح تشریح آئی ہے۔ آپؓ نے مُتَوَفِّيكَ (کے معنی) مُمِيتُكَ کئے ہیں اور سب صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین نے بھی آپؓ کی پیروی کی ہے۔ اور اُن میں سے کسی ایک نے بھی اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار نہیں کی۔ اگر کوئی انسان متلاشیانِ حق میں سے ہو تو اس سے واضح دلیل اور کون سی ہوسکتی ہے۔

وقد ذكرت آنفا أنّا لو فرضنا على سبيل التنزل وقلنا إن التوفى ههنا.. أعنى فى آية يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ بمعنى الإنامة.. لكانت هذه الواقعة واقعة أخرى، ولا ينفع الاستدلال بها قوما مخالفين. فإن مطلوب المخالفين من خبطهم أن يُثبتوا رفع المسيح مع جسمه العنصرى، ولكن لا يحصل هذا المطلوب من هذا المعنى، بل يحصل ما يُخالفه؛ فإن معنى الآية فى هذه الصورة يكون هكذا يا عيسىٰ إنّى قابض روحك وتارك جسدك على الأرض مع بقاء علاقة بين الجسد والرُّوح، فإن النّوم عبارة عن قبض الرّوح وترك الجسد مع بقاء علاقتهما على وجهٍ تامٍ فانظر.. أنّى يحصل مطلوب المخالفين من هذا المعنى؟ وأين يثبت منه رفع جسد عيسىٰ عليه السلام إلى السّماء،

اور میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ اگر ہم تنزل کے طور پر فرض کرلیں اور یہ کہیں کہ توفّی کا لفظ یہاں یعنی آیت یَاعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ میں سُلانے کے معنوں میں آیا ہے تو یہ واقعہ ایک دوسرا واقعہ ہوگا۔ اور اس سے استدلال کرنا مخالف قوم کے لئے فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ مخالفوں کا مقصد اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے یہ ہے کہ وہ مسیح کا جسمِ عنصری کے ساتھ رفع ثابت کریں لیکن ان معنوں سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس مطلب حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس آیت کے معنی کچھ یوں ہوں گے کہ اے عیسیٰ! مَیں تیری روح قبض کرنے والا ہوں اور تیرے جسم کو زمین پر، جسم اور روح کے درمیان تعلق رکھتے ہوئے، چھوڑنے والا ہوں۔ کیونکہ نیند قبضِ روح اور جسم کے باوجود ان دونوں کے باہمی تعلق کے پورے طور پر باقی رہنے کے چھوڑ دینے سے عبارت ہے۔ پس غور کر کہ بھلا ان معنوں سے مخالفوں کا مطلب کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اِس سے عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا کہاں ثابت ہوتا ہے؟

بل الأمر بقِي على حاله مع حمل معنى التوفّي على غير محلّه. ولا شك أن كل منصف يفهم قولنا هذا وينتفع به إلا الذى لم يبق إنصافه على صرافته، واختلطت به ظلمة التعصب ودخان الحقد، فلا ينفع الدلائل والبراهين قوما مُتعصبيّن.

ثم إن دقّقتَ النظر فى هذه الآية، وتحملها على أحسن وجوهها ومعانيها، فلا يخفٰى عليك أن مفهومها وسياق عبارتها يدل علٰى وفاة المسيح كما يدل عليه منطوقها، فإن اللّٰه قد ذكر بعد قوله يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ كلماتٍ فيها تسلية للمسيح وتبشير له وإخبار عن أيّامِ فتحِ متّبعيه وغلبتِهم على أعدائهم بعد وفاته؛ وهذا دليل واضح على أن موت عيسى عليه السلام كان قبل نصر من اللّٰه وقبل غلبة كان ينتظرها

بلکہ توفّی کے معنوں کوغیرمحل پرمحمول کرنے کے باوجود یہ معاملہ جوں کاتوں رہتا ہے۔اوراس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہرمنصف مزاج شخص ہماری اس بات کوسمجھے گااوراس سے فائدہ اُٹھائے گا بجز اُس شخص کے جس کا انصاف اپنی جانچ پرکھ پرقائم نہیں رہتا اورجس کے ساتھ تعصب کی تاریکی اور کینے کادھواں گھل مل گیا ہو۔ایسی صورت میں متعصّب لوگوں کودلائل اور براہین کچھ فائدہ نہیں دیتے۔

پھر اگرتُو اس آیت کوباریک بینی سے دیکھے اور اسے اُس کے حسین ترین زاویوں اورمعنوں پرمحمول کرے،تو تجھ پر یہ امرمخفی نہیں رہے گا کہ اس (آیت) کامفہوم اورسیاقِ عبارت وفاتِ مسیح پردلالت کرتے ہیں جیسا کہ اُس کامنطوق وفاتِ مسیح پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ اللہ نے اپنے قول یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ [1] کے بعد ایسے کلمات کاذکرفرمایا ہے جن میں مسیح کے لئے تسلی اور اُن کے لئے خوشخبری ہےاوراُن کے متبعین کے زمانۂ فتح اوراُن کے وفات پاجانے کے بعداُن کے اپنے دشمنوں پرغلبہ پانے کی خبر ہےاور یہ اس امرکی واضح دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت نصرتِ الٰہی اوراُس غلبہ سے پہلے ہے جس کے وہ منتظر تھے

[1] اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اوراپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔(آل عمران:۵۶)

ويسأل اللّٰه فتحه والأصل في هذا الباب أن اللّٰه قد فطر أنبياءه على أنهم يحبّون أن تُعلَى كلمة الحق على أيديهم، ويُجمَع شمل أمتهم بهمّ أمام أعينهم، ويريدون أن تهلك الملل كلها إلا الحق، وكذلك جرت عادة اللّٰه تعالى بهم، فإنه قد يُريهم غلبتهم وفتحهم وذلّة أعدائهم ولا يتوفاهم إلّا بعد الفتح المبين. ونظير ذلك سوانح رسولنا صلى اللّٰه عليه وسلم، فإن اللّٰه لما رأى أنّ الكفّار يكذّبون رسوله ويتلاعبون بوحي الله ويستهزؤون ويؤذون.. فأيّد نبيّه ونصره وأخزى كل من عاداه وأهلكه حتى ماز الخبيث من الطيّب، وأرى نبيّه أن الناس يدخلون في دين اللّٰه أفواجا، وأراه أن الحق قد حق وأن الباطل قد بطل،

اور اللہ سے اپنی فتح کے لئے دعا کر رہے تھے۔ اور اس باب میں اصل یہ ہے کہ اللہ نے اپنے انبیاء کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ اُن کے ہاتھوں کلمۂ حق بلند ہو اور اُن کے ذریعہ خود اُن کی آنکھوں کے سامنے اُمت کی شیرازہ بندی ہو۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ دینِ حق کے علاوہ تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں اور ان کے ساتھ اسی طرح کی اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے کیونکہ وہ اُنہیں ان کا غلبہ اور فتح اور اُن کے دشمنوں کی ذلّت دکھاتا ہے اور فتح مبین کے بعد ہی اُنہیں وفات دیتا ہے۔ اور اس کی نظیر ہمارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم ﴿۶۱﴾ کے حالاتِ زندگی ہیں۔ چنانچہ جب اللہ نے دیکھا کہ کفار اُس کے رسول کی تکذیب کرتے ہیں اور اللہ کی وحی سے کھیلتے اور استہزاء کرتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں تو اُس نے اپنے نبی کی تائید فرمائی اور اُس کی مدد کی اور جس نے بھی اُس سے دشمنی کی اُسے ذلیل وخوار کیا اور ہلاک کر دیا۔ یہاں تک کہ خبیث طیّب سے ممیّز ہو گیا۔ اور اُس نے اپنے نبی کو یہ نظارہ دکھا دیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں اور اُسے یہ نظارہ بھی دکھایا کہ حق ثابت ہو گیا اور باطل مٹ گیا

وتبين الرشد من الغي وظهرت ذلة المفسدين.

وقد تقتضي حكمة اللّٰه تعالٰى ودقائق مصالحه أنه يتوفّى نبيًّا قبل مجيء أيام فتحه وإقباله، فلا يتوفّاه حزينا يائسا، بل يبشّره بتبشيرات متوالية متتابعة بغلبة متّبعيه بعد وفاته، ليطمئن بها قلبه، ولكي لا يحزن ولكي لا يرجع إلى ربه بقلب أليم، بل ينتقل من هذا العالم بسكينة وسرور وحبور وقرة عين، ولا يبقى له همٌّ بعد تبشير اللّٰه ومواعيده الصادقة، ويذهب إلى ربّه فرحان غير حزين. فكذلك كان أمر عيسٰى عليه السلام فإنه ما رأى غلبة في زمن حياته، واقترب يوم وفاته فبشره اللّٰه تعالٰى بغلبة متّبعيه بعد موته، وما بشره بِغَلَبَتِهٖ في أيّام حياته،

نیز یہ کہ ہدایت گمراہی سے نمایاں ہو گئی اور مفسدوں کی ذلّت کھل کر سامنے آ گئی۔

اور کبھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اُس کی مصلحتوں کے دقائق تقاضا کرتے ہیں کہ وہ کسی نبی کو اُس کی فتح اور اُس کے اقبال کے دن آنے سے پہلے ہی وفات دے، پس وہ اُسے حزین و مایوس حالت میں وفات نہیں دیتا بلکہ وہ اُسے اُس کی وفات کے بعد اُس کے متبعین کے غلبہ کی متواتر اور لگاتار بشارتیں دیتا ہے تا کہ اُن سے اُس کا دل مطمئن ہو اور وہ غمزدہ نہ ہو اور تا وہ اپنے ربّ کی طرف دکھی دل کے ساتھ نہ لَوٹے بلکہ وہ اِس جہاں سے سکینت سے اور شاداں و فرحاں اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ رحلت فرمائے۔ اور اللہ کی بشارتوں اور اُس کے سچے وعدوں کے بعد اُس کے لئے کوئی غم باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اپنے رب کی طرف خوش و خرم اور کسی حزن و ملال کے بغیر چلا جاتا ہے اور اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی حین حیات میں غلبہ نہ دیکھا اور جب اُن کی وفات کا دن قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی وفات کے بعد متبعین کو (ملنے والے) غلبہ کی بشارت دی اور ان کو ان کی زندگی میں غلبہ حاصل ہونے کی بشارت نہیں دی۔

فارجِعْ إلى الآية المتقدمة ودقّق النظر فيها.. هل ترى في هذا المعنى من فتور؟ فكأنه قال في هذه الآية يا عيسٰى إنّي متوفّيك قبل أن ترى ظفرك وفتحك وغلبتك، وإنّي معطيك مقام العزة والرفع والقرب على خلاف زعم اليهود، فلا تبتئس بما تموت قبل رؤية غلبتك، ولا تخش على ضعف متّبعيك وكثرة أعدائك، فإنّي خليفتك بعدك، فأمزق أعداءك كل ممزق، وأستأصلهم للأبد، وأجعل الذين اتبعوك وتصدوا لخلافتك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، هذا تفسير ما قال أحسن القائلين.

ولو كان عيسٰى نازلًا من السماء في وقت من الأوقات لما قال كذلك، بل قال يا عيسٰى لا تخف ولا تحزن، فإنّا لا نميتك بل نرفعك حيا إلى السماء، ثم إنّا نُنزلك إلى الأرض

پس تو سابقہ آیت کی طرف رجوع کر اور اس پر باریک بینی سے غور کر۔ کیا تجھے اِن معنوں میں کوئی خامی دکھائی دیتی ہے؟ گویا کہ اُس نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے عیسیٰ! مَیں تجھے تیری کامیابی اور تیری فتح اور تیرے غلبہ دیکھنے سے پہلے وفات دوں گا اور یہودیوں کے گمان کے خلاف تجھے عزت، رِفعت اور قُرب کا مقام عطا کروں گا۔ پس تو اپنا غلبہ دیکھنے سے قبل فوت ہونے پر دل گرفتہ نہ ہو اور اپنے متبعین کی کمزوری اور دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈر۔ اس لئے کہ تیرے بعد مَیں (خود) تیرا جانشین ہوں گا اور تیرے دشمنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور اُنہیں ہمیشہ کے لئے جڑ سے اُکھاڑ دوں گا اور تیرے متبعین کو اور تیری خلافت کے تسلیم کرنے والوں کو کافروں پر تا روزِ قیامت غالب رکھوں گا۔ یہ ہے وہ تفسیر جو سب سے بہتر بیان کرنے والے (اللہ) نے بیان فرمائی۔

اور اگر عیسیٰ نے کسی وقت آسمان سے نازل ہونا ہوتا تو وہ اِس طرح نہ فرماتا بلکہ وہ یہ فرماتا کہ اے عیسیٰ! تو خوف اور غم نہ کر کیونکہ ہم تجھے ماریں گے نہیں بلکہ تجھے زندہ آسمان کی طرف اُٹھالیں گے۔ پھر اس کے بعد ہم تجھے زمین کی طرف نازل کریں گے

ونردّك إلى أمّتك، ونجعلك غالبًا على أعدائك، ثم نجعل متّبعيك غالبين عليهم إلى يوم القيامة، فلا تحسب نفسك من المغلوبين. ولكن اللّٰه ما وعد له أن يُنزله من السماء، ثم يجعله غالبًا على أعدائه، بل وعد له أن يجعل متبعيه غالبين على الكافرين إلى يوم القيامة، ففعل كما وعد ومضى عليه قرون كثيرة. وأما النزول فشيء لا ترى أثره إلى هذا الوقت، فتفكّر.. لِم ما نزل مع أن عمر الدنيا قد بلغ إلى آخر الزمان فالسر الكاشف لهذا الإشكال هو أن النزول ما كان داخلًا في مواعيد اللّٰه بل كان من مفتريات الطبائع الزائغة والأفكار المخطئة، فما خرج من زاوية العدم لأنه ما كان من اللّٰه تعالٰى، والمواعيد التي كانت من اللّٰه تعالٰى ظهرت كلّها وتمّت.

اور تجھے تیری اُمت کی طرف لوٹائیں گے۔ اور تجھے تیرے دشمنوں پر غالب کریں گے۔ پھر ہم تیری پیروی کرنے والوں کو اُن پر تا روزِ قیامت غالب رکھیں گے۔ پس تو اپنے آپ کو مغلوب ہونے والوں میں سے مت سمجھ۔ لیکن اللہ نے آپ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ وہ آپ کو آسمان سے نازل کرے گا اور پھر آپ کو آپ کے دشمنوں پر غالب کرے گا۔ بلکہ اُس نے آپ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کے متبعین کو کافروں پر تا روزِ قیامت غالب رکھے گا۔ پھر اُس نے وہی کیا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا تھا۔ اور اس پر بہت سی صدیاں گزر گئیں۔ جہاں تک نزول کا تعلق ہے تو وہ ایسی چیز ہے جس کا نشان آج تک تو نہیں دیکھ رہا۔ پس تو سوچ کہ وہ کیوں نازل نہیں ہوا؟ جبکہ دنیا کی عمر بھی اب آخری زمانے کو پہنچ گئی ہے۔ پس اس اِشکال کو دور کرنے والا راز یہ ہے کہ (ظاہری) نزول اللہ کے وعدوں میں داخل نہ تھا بلکہ وہ کج طبیعتوں اور خطا کار سوچوں کا افترا تھا پس وہ عدم کے زاویے سے باہر نہ آیا کیونکہ وہ (وعدہ) اللہ کی جانب سے نہ تھا۔ ہاں البتہ وہ وعدے جو اللہ کی طرف سے تھے وہ سب کے سب ظاہر اور پورے ہوئے۔

ألا ترى أن اللّٰه تعالىٰ كيف بعث رسولا أُمّيًّا بعد عيسىٰ ليُصدق وعده، أعني قوله: وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا، ثم كيف جعل متّبعي عيسىٰ عليه السلام غالبين على اليهود ليصدق وعده وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ .. الخ. فلو كان وعد النزول جُزْءًا من هذه المواعيد لظهر معها، فانظرُ أين غاب وانعدم وعدُ النزول مع ظهور أجزاء أخرى. فو الذي نفسي بيده ان هذا الذي قلت هو الحق، وأما عقيدة النزول فليس من أجزاء هذه المواعيد، وما ذُكِر معها في القرآن، بل لا يوجد أثر منه في كتاب اللّٰه وإن هو إلّا وهم المتوهّمين. فلمّا تبيّن الحق فلا تَرَ الحق بعين الاحتقار والازدراء، واتّق اللّٰه وكن من المتورّعين. ولا تجدُ في القرآن إشارة إلى حياته

کیا تو نہیں دیکھتا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے بعد ایک اُمّی رسول مبعوث فرمایا تا کہ وہ اپنے وعدہ یعنی ارشادِ الٰہی وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا[1] کو سچا کر دکھائے۔ پھر کس طرح اُس نے عیسیٰ علیہ السلام کے متّبعین کو یہودیوں پر غالب کیا۔ تا کہ وہ اپنے وعدے وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ .. الخ کو سچا کر دکھائے۔ پس اگر نزول کا وعدہ بھی ان وعدوں کا ایک جز ہوتا تو وہ بھی ان وعدوں کے ساتھ ظاہر ہو جاتا۔ پس غور کر کہ دوسرے اجزاء کے ظہور کے باوجود نزول کا وعدہ کہاں غائب اور معدوم ہو گیا؟ پس قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے جو بات کہی ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اور نزول کا عقیدہ اِن وعدوں کے اجزا میں سے نہیں۔ اور نہ اِسے اِن (وعدوں) کے ساتھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا کوئی نشان تک کتاب اللہ میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ صرف وہم کرنے والوں کا وہم ہے۔ پس جب حق ظاہر ہو گیا تو تُو حق کو حقارت اور استخفاف کی نگاہ سے مت دیکھ اور اللہ سے ڈر اور پرہیز گاروں میں سے ہو جا۔ اور تُو قرآن میں اُس کی حیات کا کوئی اشارہ تک نہ پائے گا۔ ﴿۶۲﴾

[1] اور کافروں (کے الزامات) سے تجھے پاک کروں گا۔ (آل عمران: ۵۶)

بل القرآن يخبر عن وفاته بعد ما ترعرع وتكلّمَ كهلًا، وبُعث وبلّغ رسالات الله وأتم حجته على المنكرين.

فأيها الناس! لا تكتموا شهادات الحق في وقت تبيينها، ولا تفسدوا في الأرض، وتوادّوا ولا تَباغضوا، وأْتَمِرُوا بينكم في المعروف ولا تعاصوا، واتّبعوا الحق ولا تعتدوا، وفكّروا في أنفسكم ولا تعجلوا، وإنّي أذكّركم الله ربّكم فاتّقوه إن كنتم مؤمنين. واعلموا أن الله يعلم ما تكتمون وما تقولون، ولا يخفى عليه خافية، فالذي عتا عن أمر ربه وعصاه فسوف يُريه عذابا نُكرًا، ويحاسبه حسابًا شديدًا، ويذيقه وبال أمره، ويُدخله في الهالكين.

لا يقال إن الجملة الآتية في الآية المتقدمة.. يعني وَرَافِعُكَ إِلَيَّ يدلّ على رفع الجسد بعد الإنامة،

بلکہ قرآن اُن کے بھر پور جوانی گزارنے اور اُدھیڑ عمر میں کلام کرنے اور مبعوث ہوکر اللہ کے پیغامات پہنچانے اور منکروں پر حجت تمام کرنے کے بعد ان کی وفات کی خبر دیتا ہے۔

پس اے لوگو! تم حق کی گواہیوں کو اُن کے ظاہر کرنے کے وقت مت چھپاؤ اور زمین میں فساد نہ کرو اور باہم پیار سے رہو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نیکی کے بارے میں باہمی مشورہ کرلیا کرو۔ اور نافرمانی نہ کرو اور حق کی پیروی کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور اپنے نفسوں میں غور کرو اور جلد بازی نہ کرو۔ میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں جو تمہارا رب ہے۔ پس اُس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ اور جان لو کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم کہتے ہو اُسے اللہ جانتا ہے۔ کوئی پوشیدہ چیز اُس پر مخفی نہیں۔ پس جس نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور اُس کی نافرمانی کی تو عنقریب وہ اُسے سخت عذاب سے دو چار کرے گا اور اُس کا سخت محاسبہ کرے گا۔ اور اُس کے کرتوت کا مزہ اُسے چکھائے گا اور اسے ہلاک ہونے والوں میں داخل کرے گا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مذکورہ بالا آیت کا بعد والا جملہ یعنی وَرَافِعُكَ إِلَيَّ نیند کے بعد جسم کے اُٹھائے جانے پر دلالت کرتا ہے۔

فإنــه لـمـا ثبـت وتـحـقّق أن معنى التـوفـى قبـض الروح فقط لا قبض الـجسـم، ثبـت مـن هٰهـنـا أن الرفع يتـعلق بالروح لا بالجسم، فإن الله لا يـرفـع إلا الشـىء الذى قبضـه، ومـعـلـوم أن اللّٰه لا يقبض الأجسام بـل يـقبـض الأرواح فـقـط. وأنـت تـعلم أن القرآن يشهد على هذا فى كـل مواضعه، ولن تجد فى القرآن لـفـظًـا مـن ألفاظ التوفّى الذى كان مـعـنـاه رفـع الـجسـم مع الـروح، وكـذلك جرت عادة اللّٰـه تعالٰى مـن يـومِ خـلـقِ آدم إلٰى هذا اليوم، فـإنـه يـقبـض الأرواح ويتـرك الأجسـام مـطروحةً على الأرض أو السرر أو الفُرش. فالشىء الذى ما قبضه اللّٰه تعالٰى.. كيف يُرفع إليه؟ فإن الـقبض شرط ضرورى للرفع. ثم إذا تفحصنا عن ألفاظ التوفّى فى الـقـرآن فـوجـدنـاهـا فـى خمسة وعشـريـن مـوضـعًـا من مواضعه،

کیونکہ جب یہ بات ثابت اور متحقق ہوگئی کہ تـوفّـی کے معنی صرف قبض روح کے ہیں نہ کہ قبض جسم کے تو اس سے ثابت ہوا کہ رَفع کا تعلق روح سے ہے، جسم سے نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رَفع نہیں کرتا مگر اُسی چیز کا جس کو اُس نے قبض کرلیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ جسموں کو قبض نہیں کرتا بلکہ وہ صرف روحوں کو قبض کرتا ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ قرآن تمام مقامات پر اس کی گواہی دیتا ہے اور تو قرآن میں توفّی کے الفاظ میں سے کوئی لفظ ایسا نہیں پائے گا جس کے معنی روح کے ساتھ جسم کے اُٹھائے جانے کے ہوں۔ اور اسی طرح آدم کی پیدائش کے دن سے لے کر آج تک یہی اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے کہ وہ روحوں کو قبض کرتا ہے اور جسموں کو زمین یا چارپائیوں یا بستروں میں پڑا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا وہ چیز جسے اللہ نے قبض نہ کیا ہو اُس کا اُس کی طرف رَفع کیسے ہوگا؟ کیونکہ رَفع کے لئے قبض (روح) ضروری شرط ہے۔ پھر جب ہم قرآن میں تـوفّـی کے الفاظ تلاش کرتے ہیں تو ہم پچیس جگہ یہ لفظ پاتے ہیں۔

ولـكن الله لم يستعمله في موضع إلا بمعنى قبض الروح. فانظر القرآن من أوّله إلى آخره. هل تجد فيه معنًى يُخالف هذا البيان؟ وانظر في قوله تعالى رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ، وفي قوله تعالى تَوَفَّنِيۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِيۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ، وفي قوله تعالى وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِيۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ، وفي قوله تعالى وَلٰكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِيۡ يَتَوَفّٰكُمۡ، وفي قوله تعالى حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ، وفي قوله تعالى اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ، وفي أقوال أخرى. وتأمّلْ في هذه الألفاظ.. أعني التوفّي.. هل تجد معناه الإماتة في هذه الآيات أو معاني أخرى؟

لیکن اللہ نے کسی ایک جگہ بھی اسے قبض روح کے سوا کسی اور معنی میں استعمال نہیں کیا۔ پس تو قرآن کو اُس کے اوّل سے لے کر آخر تک دیکھ۔ کیا تو اِس میں اس بیان کے خلاف کوئی اور معنی پاتا ہے۔ نیز اللہ کے قول رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ [1] پر غور کر اور (اسی طرح) اللہ کے قول تَوَفَّنِيۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِيۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ [2] اور اللہ تعالیٰ کے قول وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِيۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ [3] اور اللہ تعالیٰ کے قول وَلٰكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِيۡ يَتَوَفّٰكُمۡ [4] اور اللہ تعالیٰ کے قول حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ [5] اور اللہ تعالیٰ کے قول اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ [6] اور قرآن میں آنے والے دیگر اقوال میں۔ اور توفّی کے الفاظ پر غور کر۔ کیا تو ان آیات میں اس کے معنی موت دینے کے پاتا ہے یا اور دوسرے معانی؟

[1] اے ہمارے ربّ! ہم پر صبر انڈیل اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے۔ (الاعراف:۱۲۷)

[2] مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زُمرہ میں شامل کر۔ (یوسف:۱۰۲)

[3] اور اگر ہم تجھے اس (انذار) میں سے کچھ دکھا دیں جس سے ہم انہیں ڈرایا کرتے تھے یا تجھے وفات دیدیں۔ (یونس:۴۷)

[4] لیکن میں اُسی اللہ کی عبادت کروں گا جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ (یونس:۱۰۵)

[5] یہاں تک کہ ان کو موت آجائے۔ (النّساء:۱۶)

[6] جب ہمارے ایلچی اُن کے پاس پہنچیں گے انہیں وفات دیتے ہوئے۔ (الاعراف:۳۸)

وأما نظائره في الصحاح الستّة وأحاديث أخرىٰ وكلام الشعراء فلا تُحصى كثرةً، ففكّرْ ولا تكن من المستنكرين. وينبغي أن تحتاط في فكرك ولا تجيب كالمستعجلين. واعلموا أن الذين خالفوا بياننا هذا وقالوا إن التوفّي في آية يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وفي آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ إنّما جاء بمعنى الرفع مع الجسد، فهو قول لا دليل عليه، وما نصّوا على ذلك، وما استدلوا بمحاورة كلام اللّٰه وتفسير رسوله أو أصحابه أو شهادة أحد من أهل اللسان، فلا شك أنه تحكُّمٌ محضٌ كما هو عادة المتعصّبين.

وإذا ثبت أن لفظ التوفّي في القرآن في كل مواضعها ما جاء إلا للإماتة وقبض الروح،

جہاں تک صحاح ستہ اور دیگر (کتب) حدیث اور شعراء (عرب) کے کلام میں اس کی نظائر کا تعلق ہے تو وہ بے شمار ہیں۔ لہٰذا تو غور وفکر کر اور انکار کرنے والوں میں سے نہ بن اور تجھے چاہئے کہ اپنے فکر میں احتیاط کر اور جلد بازوں کی طرح جواب نہ دے۔ اور جان لو کہ جن لوگوں نے ہمارے اِس بیان کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ آیت یٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ [1] اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ [2] میں توفّی کا لفظ جسم کے ساتھ اُٹھائے جانے کے معنوں میں آیا ہے۔ تو یہ ایسا قول ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔ اور اُنہوں نے اس پر کوئی نَصّ پیش نہیں کی۔ اور نہ ہی کلام اللہ کے محاورے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی تفسیر یا اہلِ زبان میں سے کسی کی شہادت سے استدلال نہیں کیا۔ پس یہ بلاشبہ محض تحکّم ہے جیسا کہ متعصب لوگوں کی عادت ہے۔

اور جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ قرآن میں ہر جگہ توفّی کا لفظ وفات دینے اور قبض روح کے معنوں میں ہی آیا ہے۔

﴿۶۳﴾

۱ اے عیسیٰ یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ (اٰل عمران:۵۶)

۲ پس جب تو نے مجھے وفات دی۔ (المائدۃ:۱۱۸)

فما ظنّك في هذا اللفظ التوفّي الذي جاء في آية: يَا عِيسٰى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ أهو عندك مثل هذه الألفاظ التي تجدها في القرآن بمعنى الإماتة وقبض الروح بالتواتر والتتابع في كل موضع من مواضعه؟ أم له معنى مخصوص الذي لا يوجد في القرآن مثله ولا في حديث ولا في قول صحابي، ولا في كلمات بلغاء العرب وشعرائهم من الأوّلين إلى الآخرين؟ فإن كنت تظن أن لهذا المعنى الذي نحته العلماء في لفظ مُتَوَفِّيْكَ بالتكلّفات الباردة الركيكة أمثالا أخرى في لسان العرب والقرآن المجيد وأحاديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فأْتِ بها إن كنت من الصادقين. وإن لم تأتوا بها ولن تأتوا بها فاتقوا اللّٰه الذي إليه تُرجَعون ثم تُسألون عمّا تعلمون وتعملون، واللّٰه يعلم ما في صدور العالمين.

تو تمہارا اِس توفّی کے لفظ کے بارے میں کیا خیال ہے جو یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کی آیت میں وارد ہوا ہے۔ کیا یہ تمہارے نزدیک اُنہی الفاظ کی طرح ہے جنہیں تو قرآن میں متواتر اور مسلسل ہر جگہ موت دینے اور قبض روح کے معنوں میں پاتا ہے یا اس کے کوئی ایسے مخصوص معنی ہیں جن کی نظیر نہ قرآن وحدیث، نہ ہی کسی صحابی کے قول، نہ بُلغاءِ عرب اور اُن کے متقدّمین اور متأخرین شعراء کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ پس اگر تو یہ خیال کرتا ہے کہ جو معنے علماء نے لفظ مُتَوَفِّیْکَ کے بے فائدہ اور رکیک تکلّفات سے تراش لئے ہیں اُس کی کوئی اور مثالیں عربی زبان، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں پائی جاتی ہیں تو تُو انہیں پیش کر، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ اور اگر تو اُنہیں پیش نہ کر سکے اور تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو پھر اُس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ پھر تم سے تمہارے علم اور عمل کی نسبت سوال کیا جائے گا۔ اور اللہ اُسے جانتا ہے جو تمام جہانوں کے سینوں میں ہے۔

وبوجه اللّٰه وعزّته.. إنّی قرأت کتاب اللّٰه آیةً آیةً وتدبّرت فیه، ثم قرأت کتب الحدیث بنظر عمیق وتدبّرت فیها، فما وجدت لفظ التوفّی فی القرآن ولا فی الأحادیث (إذا کان اللّٰه فاعله وأحد من الناس مفعولا به) إلا بمعنی الإماتة وقبض الروح. ومن یُثبت خلاف تحقیقی هذا فله ألف من الدراهم المروَّجة إنعاما منی، کذلك وعدتُ فی کتبی التی طبعتها وأشعتها للمنکرین وللذین یظنون أن لفظ التوفّی لا یختص بقبض الروح والإماتة عند استعمال اللّٰه لعبد من عِباده بل جاء بمعنی عام فی الأحادیث وکتاب ربّ العالمین.

والحقّ أن لفظ التوفّی إذا جاء فی کلام وکان فاعله اللّٰه، والمفعول به أحد من بنی آدم صریحًا أو إشارة، مثلا إذا کان الکلام هٰکذا توفّی اللّٰه زیدا،

اللہ کی ذات اور اس کی عزت کی قسم! میں نے کتاب اللہ کو آیت آیت پڑھا۔ اور اس میں خوب تدبّر کیا۔ پھر میں نے حدیث کی کتابیں بنظرِ عمیق پڑھیں اور اُن میں بھی خوب غور کیا لیکن مَیں نے نہ تو قرآن میں اور نہ ہی احادیث میں لفظ توفّی کو اس طور پر پایا ہے کہ (جب اُس کا فاعل اللہ ہو اور اُس کا مفعول بہٖ کوئی انسان ہو) تو اُس کے معنی موت دینے اور قبض روح کے سوا کچھ اور ہوں اور جو شخص میری اس تحقیق کے خلاف ثابت کرے تو اُسے ہزار روپیہ رائج الوقت میری طرف سے بطور انعام ہے۔ ایسا وعدہ میں اپنی مطبوعہ اور مشتہرہ کتابوں میں، منکروں اور اُن لوگوں کے سامنے کر چکا ہوں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جب اللہ اپنے بندوں میں سے کسی کے لئے استعمال کرے تو وہ قبض روح اور موت دینے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ وہ احادیث اور ربّ العالمین کی کتاب میں عام معنوں میں آیا ہے۔

اور حق بات یہ ہے کہ جب توفّی کا لفظ کسی کلام میں آئے اور اُس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول بہٖ صراحتاً یا اشارةً بنی آدم میں سے کوئی ہو مثلاً کلام اس طرح ہو کہ تَوَفَّی اللّٰہُ زَیْدًا

أو تـوفّـي الـلّٰـه بـكـرا، أو تُـوُفّـي خـالـد، فـلا يـكـون معناه في لسان الـعـرب إلّا الإمـاتـة والإهـلاك، ولـن تـجـد مـا يُـخـالـفـه في كلام الـلّٰـه ولا في كـلام رسـولـه ولا فـي كـلام أحـد مـن شـعـراء العرب ونـوابـغـهم. فـانـظـرْ إلى كل جهة هـل صـدقـنـا فـي قـولنا هذا أم كنا مـن الـكـاذبين. وقـد أطـنـبـنـا في تـقـريـرنـا هـذا ليتدبّـر من كـان من المتدبّرين.

والـعـجـب مـن بـعـض الجهلاء أنهـم إذا سـمـعـوا مـنّا هذه الحجة فـمـا قبلـوهـا كـالمسترشدين، بـل نهـضـوا معارضين، وقرأوا آية "ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ" ونـحـوهـا نقضًا منهم، ولم يعلموا مِن حمقهم وشدة جهلهم أن هذه الآيات التي يـقـرأون ردًّا عـلـيـنـا هـي كـلـها مـن بـاب التـفـعـيـل لا مـن بـاب التـفـعّـل الـذي هـو محلّ الـنـزاع.

(یعنی اللہ نے زید کو وفات دی) یا تَـوَفَّـی اللّٰـهُ بَكْـرًا (اللہ نے بکر کو وفات دی) یا تُـوُفِّـیَ خَالِدٌ (خالد کو وفات دی گئی) تو اس کے معنی عربی زبان میں صرف مارنے اور ہلاک کرنے کے ہوں گے۔ اور اس کے خلاف تُو اللہ کے کلام، رسول اللہؐ کے کلام، عرب کے شعراء میں سے کسی شاعر اور اُن کے متبحر علماء کے کلام میں اس کے برعکس کوئی معنے نہ پائے گا۔ سو ہر طرف نگاہ ڈال کیا ہم اپنی اس بات میں سچے ہیں یا جھوٹوں میں ہیں۔ اور ہم نے اپنا موقف پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے تا کہ جو تدبّر کرنے والے ہوں وہ تدبّر کریں۔

حیرت ہے جاہلوں پر کہ جب اُنہوں نے ہم سے ہماری اِس دلیل کو سنا تو اُنہوں نے ہدایت کی جستجو کرنے والوں کی طرح اُسے قبول نہ کیا بلکہ مخالفت کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی طرف سے (ہماری دلیل کے) توڑ کے طور پر آیت "ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ"[1] اور کچھ دوسری اِسی قسم کی آیتیں پڑھیں لیکن اُنہوں نے اپنی حماقت اور شدتِ جہالت کی وجہ سے نہ سمجھا کہ یہ تمام آیات جو وہ ہماری تردید میں پڑھتے ہیں وہ سب کی سب بـابِ تَـفْعِيل سے ہیں نہ کہ بـابِ تَـفَـعُّـل سے جو اس وقت محلِ نزاع ہے۔

[1] پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے گا۔ (آل عمران:۱۶۲)

فانظر كيف يسعون هؤلاء إلى كل جهة ليطفئوا نور الحق، ثم انظر كيف ينقلبون خائبين. وكأيّن من آيةٍ في القرآن يقرأونها ثم يمرّون عليها غافلين، وأبطرَهم كثرتُهم فيظلمون الضعفاء متكبّرين.

واعلم.. حماك الله وحفظك ورَحَضَ درن أوزارك.. أن للمخالفين اعتراضات أخرى قد نشأت من سوء فهمهم وقلة تدبرهم، فأردنا أن نكتبها في كتابنا هذا مع جوابها لينتفع بها كل من كان رشيدا من الناس، مُصطفى، مُبرَّأ من دنس التعصّب وكان من الطالبين.

فمنها أنهم يقولون إن الملائكة ينزلون إلى الأرض كنزول الإنسان من جبل إلى حضيض، فيبعُدون عن مقرّهم،

پس دیکھ کہ وہ کس طرح ہر طرف نورِ حق کو بجھانے کے لئے تگ ودَو کر رہے ہیں۔ پھر دیکھ! کہ وہ کس طرح ناکام لوٹتے ہیں اور کتنی ہی قرآنی آیات ہیں جنہیں وہ پڑھتے ہیں، پھر حالت غفلت میں اُن پر سے گزر جاتے ہیں۔ اور اُن کی کثرت نے اُنہیں خودسَر کردیا ہے۔ اس لئے وہ تکبر سے کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ ﴿۶۴﴾

اور جان لے! اللہ تیری حمایت وحفاظت فرمائے اور تیرے گناہوں کی مَیل دھو دے۔ مخالفین کے کچھ اور اعتراضات بھی ہیں جو اُن کے سوءِ فہم اور قلّتِ تدبّر کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم نے یہ اِرادہ کیا ہے کہ ہم ان اعتراضات کو ان کے جوابات کے ساتھ اپنی اس کتاب میں لکھیں تا کہ لوگوں میں سے ہر عقل مند برگزیدہ اور تعصّب کی مَیل سے پاک اور طالب حق شخص اس سے نفع حاصل کرے۔

پس ان اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فرشتے زمین کی طرف اس طرح اُترتے ہیں جس طرح انسان پہاڑ سے نشیب کی طرف اُترتا ہے۔ پس وہ اپنے مقرّ سے دور ہو جاتے ہیں

ويتركون مقاماتهم خالية إلٰى أن يرجعوا إليها صاعدين. هذه عقيدتهم التي يبيّنون، وإنّا لا نقبلها ونقول إنهم ليسوا فيها على الحق فاشتد غيظهم وقالوا إن هؤلاء خرجوا من عقائد أهل السُنّة والجماعة، بل كفروا وارتدوا، فقاموا علينا معترضين.

وأما الجواب فاعلم أنهم قد أخطأوا إذ قاسوا الملائكة بالنّاس، ولا يخفٰى على الذى خُلق من طينة الحرية، وتفوّقَ دَرَّ الدراية اليقينية، أن الملائكة لا يشابهون الناس في صفة من الصفات أصلا، ولم يقم دليل من الكتاب ولا السُنّة ولا الإجماع علٰى أنّهم إذا نزلوا إلى الأرض فيتركون السماوات خالية كبلدة خرجت أهلها منها ويقصدون الناس بِشِقّ الأنفس،

اور اپنے مقامات کو اُس وقت تک خالی چھوڑ دیتے ہیں جب تک کہ وہ صَعُود کرتے ہوئے اُن کی طرف واپس نہ لوٹ جائیں۔ یہ ہے اُن کا عقیدہ جو وہ بیان کرتے ہیں اور ہم اِسے تسلیم نہیں کرتے اور ہم کہتے ہیں کہ وہ اس عقیدہ میں حق پر نہیں۔ پس اُن کا غیظ وغضب شدید ہو جاتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل سُنت والجماعت کے عقائد سے نکل گئے ہیں بلکہ کافر و مرتد ہو گئے ہیں چنانچہ وہ ہم پر اعتراض کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

جہاں تک جواب کا تعلق ہے تو تُو جان لے کہ ان لوگوں نے فرشتوں کو انسانوں پر قیاس کر کے غلطی کی ہے۔ اور اُس شخص پر جس کی تخلیق آزادی کی مٹی سے ہوئی ہو اور جسے یقینی درایت کے دودھ پینے کا شرف حاصل ہوا ہو، یہ امر مخفی نہیں کہ فرشتے قطعاً کسی صفت میں بھی انسانوں سے مشابہت نہیں رکھتے، نیز کتاب اللہ (قرآن)، سنت اور اجماع کی رو سے اس امر پر کوئی بھی دلیل قائم نہیں ہوئی کہ جب وہ (فرشتے) زمین پر اُترتے ہیں تو وہ آسمانوں کو، اُس شہر کی طرح خالی چھوڑ دیتے ہیں جس کے مکین اُس سے نکل گئے ہوں اور وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر لوگوں کا قصد کرتے ہیں

ویصلون الأرض بعد مكابدة الأسفار و آلامِ بُعدِ الشُقّة ومتاعبها وشدائدها، ومعاناةِ كل مشقّةٍ وجهد، بل القرآن الكريم يبيّن أن الملائكة يشابهون بصفاتهم صفاتِ الله تعالٰى كما قال عزّ وجلّ وَ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ، فانظر رزقك الله دقائق المعرفة أنه تعالٰى كيف أشار فى هذه الآية إلى أن مجيئه ومجيء الملائكة ونزوله ونزول الملائكة متّحد فى الحقيقة والكيفية. ولا حاجة إلى أن نذكّرك ما ثبت من نزول الله تعالٰى من العرش فى الثلث الآخر من الليل فإنك تعرفه، ومع ذلك ما أظن أن تحمل ذلك النزول على النزول الجسمانى وتعتقد أن الله تعالٰى إذا ما نزل إلى السّماء الدنيا فبقى العرش خاليًا من وجوده.فاعلم أن نزول الملائكة كمثل نزول الله

اور وہ سفروں کی تکالیف، مسافت کی دوری کے دکھ اور اس کی تھکان اور اس کی سختیوں اور ہر قسم کی محنت ومشقت برداشت کر کے زمین تک پہنچتے ہیں بلکہ قرآنِ کریم یہ کھول کر بیان کرتا ہے کہ فرشتے اپنی صفات میں اللہ تعالیٰ کی صفات سے مشابہت رکھتے ہیں جیسا کہ خدائے عزّ وجلّ نے فرمایا ’’وَ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا‘‘[1] پس دیکھ، اللہ تجھے نکاتِ معرفت عطا کرے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ اشارہ کیا ہے کہ اُس کا آنا اور فرشتوں کا آنا اور اُس کا نزول اور فرشتوں کا نزول حقیقت اور کیفیت میں ایک ہے اور اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم تجھے اللہ کا رات کے تیسرے پہر عرش سے نزول جو ثابت شدہ ہے یاددلائیں کیونکہ تو اُسے جانتا ہے۔ اس کے باوجود میں یہ خیال نہیں کرتا کہ تُو اس نزول کو جسمانی نزول پر محمول کرتا ہو گا۔ اور تو یہ عقیدہ رکھتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جب سَمآءُ الدُّنیا کی طرف اُترتا ہے تو عرش اُس کے وجود سے خالی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا تو یہ جان لے کہ فرشتوں کا نزول اللہ کے نزول کی مانند ہے

[1] اور تیرا ربّ آئے گا اور صف بہ صف فرشتے بھی۔ (الفجر:۲۳)

كما تشير إليه الآيات المتقدمة، والله أدخلَ وجود الملائكة في الإيمانيات كما أدخل فيها نفسه وقال وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ، وقال وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ. فبيّن للناس أن حقيقة الملائكة وحقيقة صفاتهم متعالية عن طور العقل، ولا يعلمها أحد إلا الله، فلا تضربوا لِلّٰهِ ولا لملائكته الأمثال وأْتوه مسلمين.

وأنت تعلم أن كل مسلمٍ مؤمنٍ يعتقد أن الله ينزل إلى السماء الدنيا في الثلث الآخر من الليل مع وجوده واستوائه على العرش، ولا يتوجّه إليه لَوْمُ لائم ولا طعن طاعن لأجل هذه العقيدة، بل المسلمون قد اتفقوا عليها وما حاجّهم أحدٌ من المؤمنين. ﴿۶۵﴾

جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیات اس کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ اور اللہ نے فرشتوں کے وجود کو ایمانیات میں داخل کیا ہے جیسے اُس نے اپنی ذات کو ان میں داخل کیا ہے اور فرمایا ہے ”وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ“[1] نیز فرمایا کہ ”وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ“[2] پس اُس نے تمام لوگوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ فرشتوں کی حقیقت اور اُن کی صفات کی حقیقت عقل کی حدود سے بالا ہے اور اس (حقیقت) کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ پس تم اللہ اور اُس کے فرشتوں کے لئے مثالیں بیان نہ کرو اور اُس کی جناب میں فرمانبرداری کرتے ہوئے حاضر ہو جاؤ۔

اور تو جانتا ہے کہ ہر مسلمان مومن یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر موجود اور متمکن ہونے کے باوجود رات کے آخری ثلث میں سماء الدنیا پر نازل ہوتا ہے پھر بھی اس عقیدے کی وجہ سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور طعن کرنے والے کا طعن اُس کی طرف رُخ نہیں کرتا، بلکہ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں۔ اور مومنوں میں سے کسی نے اُن سے جھگڑا نہیں کیا۔

[1] بلکہ نیکی اسی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر۔ (البقرۃ:۱۷۸)

[2] اور تیرے رب کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی۔ (المدثر:۳۲)

فکذلک الملائکة ینزلون إلی الأرض مع قرارھم وثباتھم فی مقامات معلومة، وھذا سرّ من أسرار قدرته، ولولا الأسرار لما عُرف الربّ القھّار. ومقامات الملائکة فی السماوات ثابتة لا ریب فیھا کما قال عزّ وجلّ حکایةً عنھم وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ. وما نری فی القرآن آیة تشیر إلٰی أنھم یترکون مقاماتھم فی وقت من الأوقات، بل القرآن یُشیر إلٰی أنھم لا یترکون مقاماتھم التی ثبّتھم اللّٰه علیھا، ومع ذلک ینزلون إلی الأرض ویدرکون أھلھا بإذن اللّٰه تعالٰی، ویتبرّزون فی برزاتٍ کثیرة، فتارة یتمثلون للأنبیاء فی صور بنی آدم، ومرة یتراء ون کالنّور، وکرّةً یراھم أھل الکشف کالأطفال وأخری کالأمارد،

پس اسی طرح فرشتے اپنے مقررہ مقامات میں ثبات وقرار کے باوجود زمین کی طرف نازل ہوتے ہیں۔اور یہ اُس کی قدرت کے اسرار میں سے ایک سِرّ ہے۔اور اگر یہ اسرار نہ ہوتے تو ربّ قہّار کی شناخت نہ ہوسکتی۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتوں کے آسمانوں میں مقامات مقرر ہیں جیسا کہ اللہ عزّوجلّ نے ان کی طرف سے حکایۃً کہا ہے کہ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ[1] اور ہم قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں پاتے جو اشارہ کرتی ہو کہ وہ (فرشتے) کسی وقت اپنے ان مقامات کو چھوڑ دیتے ہیں۔بلکہ قرآن یہ اشارہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اُن مقامات کو نہیں چھوڑتے جن پر اللہ نے اُنہیں متمکن فرمایا ہے۔اس کے باوجود وہ زمین کی طرف نازل ہوتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے اہلِ زمین تک پہنچتے ہیں اور بہت سی شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔کبھی وہ انبیاء کے لئے بنی آدم کی صورت میں متمثّل ہوتے ہیں اور کبھی وہ نور کی مانند جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور کبھی اہلِ کشف اُنہیں بچوں کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور کبھی نوخیز جوانوں کی صورت میں۔

[1] اور (فرشتے کہیں گے کہ) ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک معلوم مقام مقرر ہے۔ (الصّٰفّٰت:۱۶۵)

ويخلق لهم الله في الأرض أجسادًا جديدة غير أجسادهم الأصلية بقدرته اللطيفة المحيطة، ومع ذلك تكون لهم أجساد في السماء، وهم لا يفارقون أجسادهم السماوية، ولا يبرحون مقاماتهم، ويجيئون الأنبياءَ وكل من أُرسِلوا إليه مع أنهم لا يتركون المقامات. وهذا سرّ من أسرار الله فلا تعجب منه، ألم تعلم أن الله على كل شيء قدير، فلا تكن من المكذبين.

وانظر إلى الملائكة.. كيف جعلهم الله كجوارحه، وجعلهم وسائط قدره في الأمور ولِكُنْ فَيَكُوْنِيَّتِهٖ (وهذا لفظ مركب من كن فيكون ۱۲) في كل أمر، ينفخون في الصُّور على مكانتهم، ويبلّغون صيحتهم إلى من يشاؤون، ولا يعجز أحد منهم عن أن يدرك كلَّ من في المشارق والمغارب في طرفة عين أو في أقل منها، ولا يشغله شأن عن شأن.

اوراللہ اپنی محیط کُل لطیف قدرت سے اُن کے اصلی جسموں کے علاوہ اُن کے لئے زمین پر نئے جسم پیدا فرماتا ہے اوراس کے ساتھ آسمان میں بھی اُن کے لئے جسم ہیں اور وہ اپنے سماوی اجسام سے علیحدہ نہیں ہوتے اور نہ وہ اپنے مقامات کو چھوڑتے ہیں اور انبیاء اور وہ تمام جن کی طرف انہیں بھیجا جائے وہ فرشتے آتے ہیں جبکہ وہ اپنے اپنے مقامات کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اور یہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اس لئے تو اس پر تعجب نہ کر۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پس تو مکذّبین سے نہ بن۔

اور فرشتوں کی طرف دیکھ کس طرح اللہ نے اُنہیں اپنے جوارح کی طرح بنایا ہے اور تمام امور میں اور ہر امر میں اپنی کُنْ فَیَکُوْنِیَّت کے لئے انہیں اپنی قضاوقدر کا واسطہ بنایا ہے۔ (یہ لفظ کُنْ فَیَکُوْنُ سے مرکّب ہے)۔ (یہ فرشتے) اپنی اپنی جگہ پر رہتے ہوئے ہی نَفخِ صُور کرتے ہیں اور جن لوگوں تک چاہتے ہیں اپنی آواز پہنچا دیتے ہیں۔ اور اُن میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہیں ہوتا کہ وہ ہر ایک تک جو مشارق ومغارب میں ہے آنکھ جھپکنے یا اس سے بھی کم وقت میں پہنچ جائے اور اُس کا کوئی ایک کام دوسرے کام میں حائل نہیں ہوسکتا۔

فانظروا مثلًا إلٰى ملك الموت الذى وُكِّل بالناس كيف يقبض كل نفس فى الوقت المقدر، وإن كان أحد من الذين يُتَوَفَّون فى آن واحد فى أقصى المشرق والآخر فى منتهى بلاد المغرب. فلو كانت سلسلة هذا النظام الإلٰهى موقوفة على نقل خطوات الملائكة من السّماء إلى الأرض، ثم من بلدة إلٰى بلدةٍ، ومن مُلكٍ إلٰى مُلكٍ، لفسد هذا النظام الأمرىّ، ولتطرّق حرج عظيم فى أمور قضاء اللّٰه وقدره، ولَمَا كان لملَكٍ عند انتقاله من مكان إلى مكان أن يأمن إضاعة الوقت وفوت الأمر المقصود، ولَوَرَدَ فى وقت من الأوقات مورد العتاب، ولَأُرْهِقَ فى يوم من الأيام بعتبة رب الأرباب لأجل ما فاته فعلُ الأمر على وقته، وَلَأُخِذَ بأنواع العقاب. وأنت تعلم أن شأن الملائكة منزّهٌ عن هذا، وهم يفعلون من غير مُكثٍ، وفعلُهم فعلُ اللّٰه من غير تفاوت،

مثلاً ملک الموت کی طرف دیکھو جو لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے کہ وہ کس طرح وقت مقدّر میں ہر جان قبض کرتا ہے خواہ ایک ہی وقت میں اُن مرنے والوں میں سے ایک شخص مشرق کے انتہائی کنارے میں اور دوسرا شخص مغربی علاقوں کے آخری کنارے میں رہتا ہو۔ پس اگر نظامِ الٰہی کا یہ سلسلہ فرشتوں کے آسمان سے زمین کی طرف اور پھر ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف قدم اُٹھا کر جانے پر موقوف ہوتا تو حُکمِ الٰہی کا نظام تہ و بالا ہو جاتا اور اللہ کے قضاء وقدر کے معاملات میں عظیم حرج راہ پالیتا۔ اور کسی فرشتے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ ضیاعِ وقت کرنے اور امرِ مقصود کے فوت ہو جانے سے محفوظ رہے۔ اور وہ کسی نہ کسی وقت ضرور موردِ عتاب بھی ہوتا اور کسی نہ کسی دن بروقت کام نہ کرنے کی پاداش میں وہ رَبُّ الاَرْبَاب کی چوکھٹ سے دور پھینک دیا جاتا اور اُسے طرح طرح کی سزائیں ملتیں۔ اور تو جانتا ہے کہ فرشتوں کی شان اس سے پاک ہے۔ اور وہ ہر کام بلا توقف کرتے ہیں اور اُن کا فعل بلا تفاوت اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

فتدبر و لا تكن من الغافلين.☆	پس تو غور کر اور غافلوں میں سے نہ ہو☆
☆۔ههنا سؤال ينشأ طبعًا في كل فهم سليم، وهو أن الملائكة.. هل يستطيعون أن يفعلوا ما أُمِروا في مقدار وقت لا يكتفى لانتقالهم من مكانٍ إلى مكانٍ، بل يمضى قبل أن يقوموا من مقامهم أو لا ؟ فإن قيل في جوابه أنهم يستطيعون، فالنزول عبث وداخل في تضييع الأوقات، بل هو من أمارة العجز، بل الحق إنه نوع من العصيان والغفلة، ومن غفل متعمدا فقد عصىٰ. فإن قيل أنهم لا يستطيعون.. فهذا يوجب أن ينتظر اللّٰه تعالىٰ مطلوبه إلىٰ مدّةِ نزول الملائكة إلى الأرض، ولا يخفى فساد هذا القول على العقلاء ، فإن نقص الانتظار علىٰ اللّٰه مُحال، ولا يصح عليه أن يتطرق في إرادته حرجٌ وفي مشيئته توقُّفٌ، ويأتي عليه زمان كالمنتظرين. فإن الوقت مقدار غيرُ قارٍّ، فلا شكّ أن وقت النزول غير جزء الذى كان هو وقت المقام وسماع الكلام من اللّٰه العلّام، وأنت تعلم أنما أمره إذا أراد شيئا فإنما يقول له كن فيكون. أتحسبون أنّ ملائكة اللّٰه كانوا أقلّ همّة وقوّة من صاحب سليمان الذى ما قام من مجلسه وما نُقل إلى مكان وأتى بعرش بلقيس قبل أن يرتدّ طرف سليمان؟ فتدبّر، والإشارة مكتفية للعاقلين. منه	☆۔یہاں طبعی طور پر فہم سلیم رکھنے والے شخص کے دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرشتے کوئی کام جس کا اُنہیں حکم دیا جائے اتنے وقت میں کر سکتے ہیں یا نہیں جو اُنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے لئے کافی نہ ہو۔ بلکہ وہ اُن کے اپنے مقام پر کھڑا ہونے سے پہلے پہلے ختم ہو جائے؟ پس اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں تو پھر نزول عبث اور تضیع اوقات میں داخل ہوگا بلکہ وہ عجز کی علامت ہوگا۔ بلکہ دراصل وہ نافرمانی اور غفلت کی قسم بن جائے گا۔ اور جس نے جان بوجھ کر غفلت کی تو اُس نے نافرمانی کی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ (فرشتے) طاقت نہیں رکھتے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ فرشتوں کے زمین پر اُترنے کی مدّت تک اپنے مطلوب کی انتظار میں رہے اور اس بات کی خرابی عقلمندوں سے مخفی نہیں۔ پس یقیناً اللہ کے لئے انتظار کرنا ایک ایسا نقص ہے جو محال ہے اور یہ صحیح نہیں کہ اس کے ارادے میں کوئی روک رَہ پا سکے۔ اور اُس کی مشیّت میں توقف ہو۔ اور اُس پر کوئی زمانہ انتظار کرنے والوں کی طرح وارد ہو۔ پس وقت نہ ٹھہرنے والی مقدار ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ نزول کا وقت، قیام کے وقت اور خدائے علّام کے کلام سننے کے وقت کے علاوہ وقت ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہونے لگتی ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اللہ کے فرشتے سلیمان کے ساتھی سے بھی کم ہمت اور کم طاقت رکھتے ہیں جو نہ تو اُن کے دربار سے اُٹھا اور نہ اُس نے نقل مکانی کی مگر سلیمان کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے ہی بلقیس کے تخت کو لا حاضر کیا۔ پس غور کر کیونکہ عاقل را اشارہ کافی است۔ منہ

ثم تدبر.. نصرك الله ورزقك الإقبال على المعارف. أن الملائكة أعظم جسما من كل ما في السماوات والأرض كما ثبت من النصوص القرآنية والحديثية، فلا شكّ أنه لو نزل أحد منهم إلى الأرض بجسمه العظيم القويّ لغشى الأقاليم كلّها، وأهلك أهلها، وما وسعته الأرض فالحق أنهم ينزلون كنزول تمثلي، ولا تنزل أجسامهم الأصلية مِنَ السماوات، ولكن اللّٰه يخلق لهم أجسادًا أخرى على الأرض بحيث تسعها الأرض، وتقتضيها المعدات الخارجية بقدرٍ تدركه أبصار المبصرين.

ففكّر في قولنا هذا كما هو شرط الفكر ولا تعجل، بل تكلّفُ للفهمِ لُبْثَةً، وانظر كلامي هذا بنظر الإنصاف كرّةً، وتَفتّشْ حقيقةَ كلمتي مرّةً، واستمعْ عني نفثتي تارةً،

پھر غور کر، اللہ تیری نصرت فرمائے اور معارف کی طرف توجہ کرنا تجھے نصیب کرے۔ یقیناً جسم کے اعتبار سے فرشتے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز سے بڑے ہیں۔ جیسا کہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قوی اور عظیم جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہو تو وہ تمام اَقالیم کو ڈھانپ لے۔ اور ان میں بسنے والوں کو ہلاک کر دے اور پھر بھی وہ زمین میں سما نہ سکے۔ پس حق یہ ہے کہ اُن کا نزول تمثّل کی
﴿٢٦﴾ صورت میں ہوتا ہے اور اُن کے اصل جسم آسمانوں سے نہیں اُترتے۔ بلکہ اللہ اُن کے لئے زمین پر دوسرے جسم پیدا کر دیتا ہے جو زمین میں سما سکیں۔ جس قدر میں اُن فرشتوں کی تخلیق کا خارجی وسائل تقاضا کریں جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں دیکھ لیں۔

پس تو ہماری اس بات پر غور کر جیسے غور کرنے کا حق ہے اور جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ سمجھنے کے لئے کچھ دیر زحمت اُٹھا اور میرے اس کلام کو ایک مرتبہ انصاف کی نگاہ سے دیکھ اور ایک بار میری بات کی حقیقت کی چھان بین کر اور ایک دفعہ مجھ سے میرا کلام سُن۔

ثم لك الخيار من بعد، وبيدك القبول والردّ وحاصل قولنا أن الملائكة قد خُلقوا حاملين للقدرة الأبدية الإلٰهية، منزّهين عن التعب واللغب والمشقة، ولا يجوز عليهم مشقة السفر وتعبُ طيّ المراحل، والوصول إلى المنازل والمقاصد بِشِقِّ الْأَنفُس وصرف الأوقات، فإنهم بمنزلة جوارح الله لإ تمام أغراضه بمجرد إرادته من غير مكث، فلو كان نزولهم وصعودهم على طرزِ صعود الإنسان ونزوله، لاختل نظام ملكوت السماوات وفسد كل ما فيهما، ولعادَ كل هذا النقص إلى الله الذى أقامهم مقامه فى المهمات الربوبية والخالقية وغيرهما، فإنهم مدبّرات أمره، والحافظون من لدنه علٰى كلّ شيء، وإنما أمرهم إذا أرادوا شيئا فيكون الشيء المقصود من غير توقّف. فأنّى ههنا السفر؟ وأين طيّ المراحل

پھر اس کے بعد تجھے اختیار ہے اور اسے قبول کرنا یا نہ کرنا تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور ہمارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے ابدی الٰہی قدرت کو اُٹھانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ تھکاوٹ، ماندگی اور مشقّت سے منزّہ ہیں۔ سفر کی مشقت، مراحل طے کرنے کی تھکان، منازل اور مقاصد تک جان کو تکلیف میں ڈال کر اور وقت صَرف کر کے پہنچنا اُن کے لئے درست نہیں۔ کیونکہ وہ (فرشتے) اللہ کی اغراض کو محض ارادہ کرنے سے، بلا توقّف پورا کرنے کے لئے بمنزلہ اس کے اعضاء کے ہیں۔ اور اگر ان کا نزول اور صعود انسانی صعود اور نزول کی طرز پر ہوتا تو آسمانی حکومت کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور جو کچھ ان (ارض وسماء) میں ہے وہ تمام تر بگڑ جاتا۔ اور یہ سارا نقص اللہ کی طرف منسوب ہوتا جس نے ان کو ربوبیت اور خالقیت اور دیگر صفات کی مہمات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ پس وہ اُس کے ہر کام کے منتظم اور اُس کی طرف سے ہر چیز پر نگران ہیں اور اُن کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں تو وہ مقصود چیز بلا توقف ہو جاتی ہے۔ پس کہاں یہ سفر اور کہاں مراحل طے کرنے

وتـرك الـمـقـامات والنـزول إلى الأرض بـصرف وقت؟ فلا تُمارِ في هـذا ولا تَسْتَفْتِ الـذيـن اعتراهم جـنـون التعـصّب فكانوا بجنونهم محجوبين.

وقد ثبت من رسول الله صلى الله عليه وسلم مـا يـؤيّد قولنا هذا من عدم نزول الملائكة، كما جاء عن عـائشة رضـى الـله عنها، قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما في السـمـاء موضع قدم إلا عليه ملَكٌ ساجد أو قائم، وذلك قول الملائكة وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ.

فاعلم.. رحمك الله.. أن هذا دليـل قـطـعيّ علٰى أنّ الملائكة لا يتـركـون مـقـامـاتهم، وإلا فكيف يـصـحّ أن يُـقـال إنـه لا يوجد فـي السّـماء موضع قدم إلا عليه ملَكٌ وكيف تبـقـى هـذه الصورة عـنـد نـزول الـمـلائكة إلـى الأرض

اور مقامات چھوڑنے اور وقت خرچ کر کے زمین کی طرف نازل ہونے کا سوال؟ پس اس بارے میں تو جھگڑا نہ کر اور اُن لوگوں سے فتویٰ نہ مانگ جنہیں تعصّب کا جنون لاحق ہوگیا ہے اور اُن کے جنون کی وجہ سے اُن کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔

ملائکہ کے عدمِ نزول کے بارہ میں ہمارے اس قول کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان پر ایک قدم کی بھی ایسی جگہ خالی نہیں جس میں کوئی فرشتہ ساجد یا قائم نہ ہو۔ اور ملائکہ کا یہ قول ہے۔ ’’وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ‘‘[1]

اللہ تجھ پر رحم فرمائے، جان لے کہ یہ قطعی دلیل ہے کہ فرشتے اپنی جگہ نہیں چھوڑتے۔ ورنہ یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ آسمان میں قدم بھر جگہ بھی ایسی پائی نہیں جاتی جس پر کوئی فرشتہ نہ ہو۔ پھر (بتاؤ کہ) فرشتوں کے زمین پر نازل ہوتے وقت یہ صورت کس طرح قائم رہ سکتی ہے؟

[1] اور (فرشتے کہیں گے کہ) ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک معلوم مقام مقرر ہے۔ (الصّٰفّٰت:۱۶۵)

ألا تـعتقدون أن لِجبْرَئِيل جسم يملأ المشرق والمغرب فإذا نزل جبرائيل بذلك الجسم العظيم إلى الأرض وبقيت السماء خالية منه، ففَكِّرْ في مقدارٍ خالٍ وتذكَّرْ حديث "موضع قدم"، وكن من المتندمين.

ثم إذا فكرت في سورة ليلة القدر فيكون لك ندامة وحسرة أزيد من هـذا، فإن الله عزّ وجلّ يقول في هذه السورة أن الملائكة والرّوح تنـزلون في تلك الليلة بإذن ربّهم، ويمكثون في الأرض إلى مطلع الفجر، فإذا نزلت الملائكة كلّهم في تلك الليلة إلى الأرض فلـزم بناءً على اعتقادك أن تبقى السماء كلها خالية بعد نزولهم، وهـذا كـما تقدم في حديثِ "موضع قـدم"، فلا تنقل قدمك إلى الضلالة البـديهة وأنـت تـعـلـم أن الـرشد قد تبـيّن من الغيّ، ولن تستطيع أن تخرج لنا حديثًا دالًّا على أن السماء تبقى خالية بعـد نـزول الـمـلائكة إلى الأرض،

کیا تم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ جبرئیلؑ کا ایک جسم ہے جو مشرق اور مغرب کو پُر کر دیتا ہے۔ پس جب جبرئیلؑ اِس عظیم جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوئے اور آسمان ان سے خالی ہو گیا تو اس خالی جگہ کے متعلق غور کر، نیز قدم بھر والی حدیث کو یاد کر اور شرمسار ہو۔

پھر جب تو لیلۃ القدر والی سورۃ پر غور کرے گا تو تجھے اس سے بھی بڑھ کر ندامت اور حسرت ہوگی کیونکہ اللہ عزّ و جلّ اس سورۃ میں بیان فرماتا ہے کہ فرشتے اور رُوح (الامین) اس رات اپنے ربّ کے اِذن سے نازل ہوتے ہیں۔ اور طلوعِ فجر تک زمین میں ٹھہرتے ہیں۔ پس جب تمام کے تمام فرشتے اس رات زمین پر اُتر آئے تو پھر تیرے اس عقیدے کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ اُن کے نزول کے بعد سارے کا سارا آسمان خالی ہو جائے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موضع قدم والی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے۔ پس تو اپنا قدم واضح گمراہی کی جانب مت اُٹھا اور تو خوب جانتا ہے کہ ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں واضح ہوگئی ہے۔ اور تو کوئی ایسی حدیث نکال کر ہمارے سامنے پیش نہیں کر سکتا جو یہ ثابت کرے کہ فرشتوں کے زمین پر نازل ہونے کے بعد آسمان خالی رہ جاتا ہے۔

فلا تجترء على اللّٰه ورسوله، ولا تقفُ ما ليس لك به علم فتقعد ملومًا مخذولا، وتدخل في الضالين.

إنّ الذين يطلبون سبل اللّٰه لا يُصرّون على ما قالوا أو فعلوا، وإذا رأوا أنهم قد ضلّوا فرجعوا إلى الحق مستغفرين، هنالك ترىٰ أعينهم تفيض من الدمع ربّنا اغفِرْ لنا إنّا كنّا خاطئين، فيغفر لهم ربهم ويتوب عليهم رحمةً وفضلًا، واللّٰه يحبّ التوّابين ويحبّ المتطهّرين. واعلم أن اللّٰه ورسوله الذي أُوتيَ جوامعَ الكَلِمِ، كثيرا ما يستعملان استعارات في الكلام، فيغلط فيها رجل لا ينظر حقّ النظر، والذي يفسّرها قبل وقتها ويعتقد أنها محمولة على الظاهر وما هي محمولة عليه،

پس اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف نہ کر اور اُس کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔ ورنہ تو ملامت کا نشانہ بن بیٹھے گا اور نصرت الٰہی سے محروم اور گمراہوں کے زُمرے میں شامل ہو جائے گا۔

﴿٦٧﴾ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہوں کے طالب ہیں، وہ اپنے قول و فعل پر اصرار نہیں کرتے۔ اور جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بھٹک گئے ہیں تو استغفار کرتے ہوئے حق کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ تب تُو اُن کی آنکھوں کو آنسو بہاتے ہوئے دیکھے گا (وہ یہ دعا کر رہے ہوں گے) کہ اے ہمارے ربّ! تُو ہمیں بخش دے، ہم واقعی خطا کار تھے۔ تب اُن کا ربّ اُنہیں بخش دیتا ہے اور اُن پر اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ رجوع فرماتا ہے اور اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ جان لے کہ اللہ اور اُس کا وہ رسول جسے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں کلام میں بکثرت استعارات استعمال کرتے ہیں اور جو شخص پورا غور نہیں کرتا وہ ان کے (سمجھنے) میں غلطی کر جاتا ہے۔ اور جو اِن کی قبل از وقت تفسیر کرتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ (استعارات) ظاہر پر محمول ہیں، حالانکہ وہ ظاہر پر محمول نہیں ہیں،

ولكنه يُخطى لدخله قبل وقت الدخل، فيصرّ على خطئه أو تدركه عناية اللّٰه فيكون من المبصرين.

وقد جرت عادة الله تعالى أنه قد يكون في أنبائه المستقبلة ومعارفه الدقيقة اللطيفة المزيَّنة بالاستعارات أجزاءٌ تُبلى بها الناس، فالذين يكون في قلوبهم مرض فيزيدهم اللّٰه مرضا بتلك الابتلاء ات، فيستعجلون ويكذّبون كلام الله.. أو يكذّبون الذى رزقه اللّٰه علمه ظلمًا وعُلُوًّا و لا يتدبرون خائفين. ثم إذا ظهرت براء ته وأنارت حُجّته، فيرجعون إليه متندمين، أو يموتون في هوّة التعصّب، ويستغني اللّٰه واللّٰه غنيّ عن العالمين. وأمّا من أوتى فراسة من عند اللّٰه ونور من لدنه، فيمهر في العلم الإلٰهي،

لیکن وہ قبل از وقت دخل اندازی کی وجہ سے غلطی کر بیٹھتا ہے اور اپنی غلطی پر اصرار کرتا ہے یا اُس کو اللہ کا کرم آلیتا ہے تو وہ صاحبِ بصیرت لوگوں میں سے ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سُنتِ جاریہ ہے کہ اُس کی آئندہ پیش خبریوں اور اُس کے لطیف ودقیق معارف میں جو استعارات سے مزیّن ہوتے ہیں، بعض ایسے اجزاء ہوتے ہیں جن سے لوگ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے، تو اللہ ان کو ان ابتلاؤں کی وجہ سے بیماری میں بڑھا دیتا ہے۔ پس وہ جلد بازی سے کام لیتے ہیں اور اللہ کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں یا وہ ازراہِ ظلم وتکبر اُس شخص کو جھٹلاتے ہیں جسے اللہ نے اپنا علم عطا فرمایا ہوتا ہے اور وہ ڈرتے ہوئے غور نہیں کرتے۔ پھر جب اُس کی بریّت ظاہر ہوجاتی ہے اور اُس کی دلیل روشن ہوجاتی ہے تو وہ شرمسار ہوکر اس کی طرف لوٹتے ہیں یا وہ تعصّب کے گڑھے میں گر کر مر جاتے ہیں۔ اور اللہ (اُن سے) مستغنی ہوجاتا ہے اور اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ ہاں البتہ وہ شخص جسے اللہ کی بارگاہ سے فراست اور اُس کی جناب سے نور عطا کیا جاتا ہے وہ علم الٰہی میں مہارت حاصل کر لیتا ہے

ویعرف الحقیقة، وینظر بنور اللّٰہ، ویرزقہ اللّٰہ إصابة المحفوظین.

ولنرجعُ إلی کلامنا الأوّل فنقول إن اللّٰہ تبارك وتعالٰی قال فی کتابہ المحکم اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ، فلمّا کانت الملائکة حافظین لنفوس النجوم والشمس والقمر والأفلاك والعرش وکل ما فی الأرض، لزم أن لا یفارقوا ما یحفظونہ طرفة عین، فانظر کیف ظہر من ہذا الأمر الحقُّ، وبطل ما زعم الزاعمون من نزولہم وصعودہم بأجسامہم الأصلیة.

فلا مفرّ إلی سبیل من قبولِ دقیقةِ المعرفةِ التی کتبناہا.. أعنی أن الملائکة لا ینزلون بنزول حقیقی، ولا یرون وعثاء السفر، بل إذا أراد اللّٰہ إراء تہم فی الناسوت فیخلق لہم وجودا تمثلیا فی الأرض،

اورحقیقت پہچان لیتا ہے۔اوراللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے اور اللہ اُسے محفوظ لوگوں جیسی اصابتِ رائے عطا کرتا ہے۔

اب ہم اپنے پہلے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی محکم کتاب (قرآن) میں فرمایا ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ [1] پس جب فرشتے تمام ستاروں سورج، چاند، افلاک، عرش نیز ہر اُس چیز کے وجود کے محافظ ہیں جو زمین میں ہے، تو یہ لازم آیا کہ وہ اپنی زیرِ حفاظت چیز سے لمحہ بھر کے لئے بھی جدا نہ ہوں۔ پس غور کر کہ اس بات سے حق کیسے کھل گیا اور ان (فرشتوں) کے اپنے اصلی اجسام کے ساتھ نزول اور صعود کا عقیدہ رکھنے والوں کا خیال باطل ہوگیا۔ پس اُس دقیقۂ معرفت کے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں جسے ہم نے تحریر کیا ہے یعنی یہ کہ فرشتے حقیقی طور پر نازل نہیں ہوتے اور وہ سفر کی صعوبتوں سے دوچار نہیں ہوتے۔ بلکہ جب اللہ اُنہیں عالم ناسوت میں دکھانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اُن کا ایک تمثّلی وجود زمین میں پیدا کر دیتا ہے۔

[1] کوئی (ایک) جان بھی نہیں جس پر کوئی محافظ نہ ہو۔ (الطارق:۵)

فتراهم العين التی تسرح فی روضات الكشف. ولو لم يكن كذلك للزم أن يرى الملائكةَ الناسُ كلّهم عند نزولهم إلى الأرض لقبضِ الأرواح وغيرها من المهمّات، وللزم أن يرى مَلَكَ الموت مثلًا كلُّ من تُوُفِّيَ أحدٌ من أقاربه وممن يؤاخيه ومن عشيرته وعقبه وقومه وأصدقائه أمام عينه، فإن جسم الملائكة جسم كأجسام أخرى، فلا وَجهَ لعدم رؤيتهم مع نزولهم بأجسامهم الأصلية. وأنت تعلم أن خَلقًا كثيرا يموتون أمام أعيننا فلا نرى عند نزعهم وغمرةِ موتهم الملائكةَ التی تَوفَّتْهم، وما نسمع ما يسألون الموتی وما يكلّمونهم. فالحق أن هذا الأمر وأمثاله من عالم المثال الذی ما أراد اللّٰه كَشْفَ كُنْهِه على العقول والأعين وأما نظائر عالم المثال فكثيرة ومنها نزول الملائكة،

اس طرح اُنہیں وہ آنکھ دیکھ لیتی ہے جو کشف کے باغوں میں محوِ خرام ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ لازم آتا کہ ارواح کے قبض کرنے اور دیگر مہمات انجام دینے کے موقع پر سب لوگ ان فرشتوں کو زمین پر اُترتے وقت دیکھتے اور یہ بھی لازم آتا کہ مثلاً ملک الموت کو ہر وہ شخص دیکھتا جس کے قریبی رشتے داروں، بھائی بندوں، قبیلے والوں، اولاد، قوم اور دوستوں میں سے کوئی اُس کی آنکھوں کے سامنے مرتا۔ پس اگر فرشتوں کا جسم دوسرے وجودوں کے اجسام کی طرح ہوتو اُن کے نزول کے وقت اپنے اصلی جسم کے ساتھ ان کے دکھائی نہ دینے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ اور تو جانتا ہے کہ بہت سے لوگ ہماری آنکھوں کے سامنے مرتے ہیں۔ پس ہم اُن کے نزع اور موت کی غشی کے وقت اُن فرشتوں کو نہیں دیکھتے جو اُن کی روح قبض کرتے ہیں۔ اور نہ ہم وہ سنتے ہیں جو وہ مُردوں سے پوچھتے اور جو وہ اُن سے کلام کرتے ہیں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ یہ اور اس جیسے دیگر امور عالم مثال میں سے ہیں جس کی حقیقت کو اللہ نے عقول اور آنکھوں پر ظاہر کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہاں البتہ عالم مثال کی نظائر بہت سی ہیں۔ اور ان میں سے ایک ملائکہ کا نزول ہے

ومنها ما جاء في الأحاديث أن قبر المؤمن روضة من روضات الجنة أو حفرة من حفر النار، ومنها ما جاء في بعض الأحاديث أن اللّٰه يكشف لمؤمن غرفة إلى الجنة في قبره، ويكشف لكافر غرفة إلى جهنم، ولكنا ربما نزور القبور أو نحفر أرضها فلا نرى غرفة إلى الجنة أو إلى جهنم، ولا نرى فيها شجرة واحدة فضلًا عن الروضات، ولا جمرة من النار فضلًا عن النيران الموقدة المحرقة، ولا نرىٰ هنالك ميتًا قاعدًا عائشًا بعد الموت، كما أخبر عن قعود الموتٰى وحياتهم عند السؤال والجواب، بل نرىٰ ميتًا مُكَفَّنًا قد أكلت الأرض لحمه وكفنه. وقد جاء في الأحاديث أن الشهداء يُرزَقون من ثمرة الجنات وألبانها وشرابها الطهور،

اور ایک وہ ہے جو احادیث میں آئی ہے کہ مومن کی
قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ یا دوزخ ﴿٦٨﴾
کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اوران مثالوں میں ایک یہ بھی ہے جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''اِنَّ اللّٰہَ یَکْشِفُ لِلْمُؤْمِنِ غُرْفَۃً اِلَی الْجَنَّۃِ فِیْ قَبْرِہٖ وَیَکْشِفُ لِلْکَافِرِ غُرْفَۃً اِلٰی جَھَنَّم'' یعنی اللہ مومن کے لئے اُس کی قبر میں جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولے گا اور کافر کے لئے ایک کھڑکی جہنم کی طرف کھولے گا، لیکن بسا اوقات ہم قبروں کی زیارت کرتے ہیں یا اُن کی زمین کھودتے ہیں تو جنت یا جہنم کی طرف کوئی کھڑکی نہیں دیکھتے اور باغات تو کجا ہم اُن میں ایک درخت تک نہیں دیکھتے۔ اور اسی طرح بھڑکتی ہوئی جلانے والی آگ تو درکنار ہم آگ کا کوئی انگارہ بھی نہیں دیکھتے۔ اور نہ ہی ہم وہاں کسی مُردہ کو اُس کے مَرنے کے بعد زندہ بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ سوال و جواب کے وقت مُردوں کے بیٹھنے اور ان کی زندگی کے متعلق خبر دی گئی ہے بلکہ کفنائی گئی میت دیکھتے ہیں جس کے گوشت اور کفن کو مٹی نے کھالیا ہے۔ نیز احادیث میں یہ بھی تو آیا ہے کہ شہداء کو جنت کے پھل، دودھ اور شراب طہور میں سے رزق دیا جاتا ہے۔

ولكنا لا نرى في قبورهم.. التي هي روضة من روضات الجنة.. من ثمرة أو ريحان أو من قدح اللبن أو كأس خمر. وربما لا ندفن الموتى إلى أيام فلا نرىٰ مجيء الملائكة عندهم ولا ذهابهم وقد أخبر الله تعالى في كتابه أن الملائكة يضربون وجوه الكفار، ولكنا لا نرىٰ ملكًا ضاربًا ولا أثر الضرب، ولا نسمع صراخ المضروبين.

وقد جاء في بعض الأحاديث أن الطفل الرضيع إذا مات قبل تكميل أيام الرضاعة فتتم أيامها في القبر، ولكنا لا نرىٰ مُرضِعًا قاعدة في القبر، ولا طفلًا يمصّ لبنها وقد جاء في بعض الآثار أن قبر المؤمن يُوسَّع عليه بمقدار كذا وكذا، ولكنا لا نرىٰ أثرا من ذلك التوسيع، بل نراه كقبرِ كافر مِن غير تفاوُت سعة وضيق، فكيف ندعي الحقيقة ولا نرىٰ آثارها؟

لیکن ہم اُن کی قبروں میں جو جنت کے باغات سے میں ایک باغ ہیں،کوئی پھل یا کوئی خوشبودار پودا یادودھ کا پیالہ یا شراب کا کوئی جام نہیں دیکھتے۔اور بعض اوقات ہم مُردوں کوکئی دنوں تک دفن نہیں کرتے۔مگر ہم اُن کے پاس فرشتوں کا آنا جانا نہیں دیکھتے۔اوراللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ خبر دی ہے کہ فرشتے کفار کے منہ پرطمانچے مارتے ہیں لیکن ہم نہ تو کسی مارنے والے فرشتے کودیکھتے ہیں اور نہ اُس کی مار کے نشان کواور نہ ہی مار کھانے والوں کی چیخ وپکار سنتے ہیں۔

اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی دودھ پیتا بچہ زمانۂ رضاعت کی تکمیل سے قبل مَر جائے تواس کے دودھ پینے کی مدت کوقبر میں پورا کیا جاتا ہے، لیکن ہم اس کی دودھ پلانے والی کوقبر میں بیٹھے ہوئے نہیں دیکھتے اور نہ ہی بچے کواُس کا دودھ چوستے ہوئے پاتے ہیں۔اور بعض آثار میں آیا ہے کہ مومن کی قبر اتنی اتنی حد تک وسیع کر دی جاتی ہے لیکن ہم اُس توسیع کا کہیں نشان نہیں دیکھتے بلکہ ہم کسی فرق کے بغیر وسعت اور تنگی میں اُسے کافر کی قبر کی طرح ہی دیکھتے ہیں۔پس ہم اس کی حقیقت کا کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں جبکہ ہم اُس کے آثار بھی نہیں دیکھتے۔

وكذلك قيل إن الشهداء أحياء يأكلون ويشربون ولكنا لا نرىٰ أنهم لاقوا الناس كالأحياء ووثبوا من قبورهم ورجعوا إلى دورهم. فلو كانت هذه الأمور. أعني نزول الملائكة، وتوسيع قبور المؤمنين ووجود الجنّات فيها، وقعود الموتىٰ في القبور أحياءً، وغيرها التي يوجد ذكرها في القرآن والأحاديث. من الأمور الحقيقية الحسّيّة التي هي من هذا العالم لا من عالم المثال.. لرأيناه كما نرىٰ أشياءً أُخرى التي توجد في هذه الدنيا. وأنت تعلم أن أحدا منّا لا يرى هذه الواقعات بعين يرى بها أشياء هذا العالم، فإنّا نرى أشجار هذا العالم وبساتينها عن بعيد، ونرى ثمراتها معلّقة بأغصانها، ولكنا إذا كشفنا قبر شهيد من الشهداء فلا نجد فيها أثرًا منها، وقد آمنّا بأن قبورهم أُودِعَت لفائف النعيم،

اسی طرح کہا گیا ہے کہ شہید زندہ ہیں اور وہ کھاتے پیتے ہیں لیکن ہم نہیں دیکھتے کہ وہ لوگوں سے زندوں کی طرح ملے ہوں۔ اور وہ اپنی قبروں سے چھلانگ لگا کر باہر آئے ہوں اور اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے ہوں۔ پس اگر یہ امور یعنی فرشتوں کا نزول، مومنوں کی قبروں کا وسیع کئے جانا اور ان میں باغات کا موجود ہونا اور مُردوں کا قبروں میں زندہ ہو کر بیٹھنا اور کچھ دوسرے اُمور جن کا ذکر قرآن اور احادیث میں پایا جاتا ہے حقیقی اور حسّی امور ہوتے جن کا تعلق اِس عالم سے ہے نہ کہ عالَمِ مَثال سے تو ہم اس کو دیکھتے جیسے ہم اُن دوسری اشیاء کو دیکھتے ہیں جو اس دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ان واقعات کو اُس آنکھ سے نہیں دیکھتا جس کے ساتھ وہ اس عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہم اِس دنیا کے درخت اور اُس کے باغوں کو دور سے دیکھ لیتے ہیں اور ہم اُن کے پھل اُن کی ٹہنیوں سے لٹکے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن جب ہم شہداء میں سے کسی شہید کی قبر کھولتے ہیں تو اُس میں اُن کا کوئی نشان نہیں پاتے حالانکہ ہمارا ایمان ہے کہ اُن کی قبروں کو تہ در تہ نعمتیں ودیعت کی گئی ہیں

وضُمِّخت بالطيب العميم، وسيقَ إليها شربٌ من تسنيم، وأريج نسيم، وفيها روضة من روضات الجنّة، وكأس من كأس اللبن والخمر، ولكنّا ما شاهدنا شيئا منها بأعيننا، ولا تحسّسناه بحاسّةٍ أخرىٰ، فلم نجد بُدًّا من تأويل، فقلنا إن هذه الأمور كلها أعني نزول الملائكة ونزول الجنة وغيرها متشابهة يشابه بعضها بعضًا، ولا شك أن لها حقيقة واحدة من غير اختلاف وتفاوت، ولا شك أن هذه الواقعات كلها منسلكة في سلك واحدٍ فتبصَّرْ تسترحْ من سهام المعترضين، ولا تركنْ إلى الذين ظلموا واكتسَوا ثوب الذل والخطأ بعد ما تبين الرشد من الغيّ، واتبعْ قولًا قد انكشف كل الانكشاف ومزِّق رقعةَ تقليد الجهلاء شَذَرَ مَذَرَ،

اوراُنہیں دوردور تک پھیلنے والی خوشبو سے معطر کیا گیا ہے اوراُن تک تسنیم کا پانی اور بادِنسیم کی خوشبودار لپٹیں لائی گئیں اور اُن میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ بھی ہے اوردودھ اور شراب کے پیالوں سے ایک پیالہ ہے لیکن ہم نے ان میں سے کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نہ کسی دوسری حِس سے اُسے محسوس کیا، لہٰذا تاویل کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ سب امور یعنی فرشتوں کا نزول، جنت کا نزول اوردیگر امور متشابہ ہیں جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بغیر کسی اختلاف اورتفاوت کے ان کی حقیقت ایک ہی ہے اور بیشک یہ سب واقعات ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، پس تُو بصیرت سے کام لے تُو معترضوں کے تیروں سے امن میں آجائے گا۔ اورتُو اُن لوگوں کی جانب مائل نہ ہو جنہوں نے ظلم کیا اور ہدایت کے گمراہی سے ممیّز ہوجانے کے بعد ذلّت اورخطا کا جامہ پہن لیا۔ اوراُس قول کی پیروی کر جو پوری طرح منکشف ہو چکا ہے اور جاہلوں کی تقلید کے کپڑے کو تارتار کردے اوراس کی دھجیاں بکھیر دے۔

﴿٦٩﴾

ولا تبـالِ أعَـذَلَ أحـدٌ أو عَـذَرَ، وكـنْ من الـذين يقومون لـلّٰـه قانتين.

اور پرواہ نہ کر کہ کوئی ملامت کرتا ہے یا معذور گردانتا ہے اور اُن لوگوں میں سے ہو جا جو اللہ کے حضور کامل فرمانبردار ہوتے ہیں۔

ولا بـد لك أن تـؤمـن وتـعتـقـد أن نـزول الملائكة، وحياة الموتٰى فـي قبـورهـم، وقعـودهـم فـي أجـداثهـم، ووجود الجنة والسعير فيهـا، ليـس مـن واقعـات هـذا الـعـالـم ولا مـن مـدركـات هـذه الـحـواس، بـل هـي من عالم آخر، ولا يـنبـغـي لأحـد أن يـحـملها عـلـى واقعـات هـذا الـعـالـم، أو يـقيس عـليه حقائقَ تلك الـعالم، بـل هـي أمـور متعـالية عـن طـور هـذا الـعـالـم ومُـدرَكـاتـه، ولا يـعـلـم كُـنْهَهَـا إلا الـلّٰـه فـلا تـضـربُ لهـا الأمثال ولا تـكـن من المعتدين.

اور تیرے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تو ایمان لائے اور عقیدہ رکھے کہ فرشتوں کا نزول اور مُردوں کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا اور اپنی قبروں میں بیٹھنا اور وہاں جنت اور دوزخ کا وجود اِس عالَم کے واقعات میں سے نہیں اور نہ ہی وہ ان حواس سے محسوس ہو سکتے ہیں بلکہ اُن کا تعلق اُخروی دنیا سے ہے۔ اور کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان کو اس عالَم کے واقعات پر محمول کرے یا اس دنیا کے حقائق کو اس پر قیاس کرے بلکہ یہ امور ایسے ہیں جو اس عالَم کے طور طریق اور اس کے محسوسات سے بالاتر ہیں۔ اور ان کی حقیقت کو صرف اللہ ہی جانتا ہے لہٰذا تو ان کے لئے مثالیں بیان نہ کر اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہو۔

وأنـت تـعلـم أن اللّٰه تعالى ما قال فـي كتـابـه إن الـملائكة يشابهون الـنـاس فـي صعودهم ونـزولهم،

اور تُو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ فرشتے اپنے نزول و صعود میں انسانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

بل أشار في كثير من مقامات كتابه المحكم إلى أن نزول الملائكة وصعودهم كنزوله تعالى وصعوده ولا يخفى عليك أن الله تعالى ينزل في الثلث الأخير من الليل إلى السماء الدنيا، فلا يقال إن العرش يبقى خاليًا عند نزوله وكذلك أشار الله في كتابه إلى نزوله في ظُلل من الغمام مع الملائكة المقربين، فإذا حل الله الأرض مع جميع ملائكته.. فإن كان هذا النزول كنزول الأجسام فلا بد لك أن تعتقد أن العرش والسماوات تبقى خالية يومئذٍ.. ليس فيها الرحمٰن ولا ملائكته فَادَّكِرْ إن كنت من المدّكِرين، وأحسِنِ النظر إلى ما قلنا، واستعِد لقبول المعارف إن كنت من الطالبين.

أفتظن أن السماء لا تبقى على حالة واحدة.. فقد تكون مملوّةً من الملائكة.. مكتظّة بحفلهم،

بلکہ اُس نے اپنی محکم کتاب میں بہت سے مقامات پر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ فرشتوں کا نزول وصعود اللہ کے نزول وصعود کی طرح ہے اور یہ امر تجھ پر مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر، سماء الدنیا پر نزول فرماہوتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کے نزول کے وقت عرش خالی رہتا ہے۔ اور اسی طرح اللہ نے اپنی کتاب میں بادلوں کے سائے میں مقرب فرشتوں کی معیت میں اپنے نزول کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ پس جب اللہ اپنے سب فرشتوں کے ساتھ زمین پر اُتر آیا۔ پھر اگر یہ نزول جسمانی نزول کی طرح ہو تو تب لازمی ہے کہ تُو یہ عقیدہ رکھے کہ عرش اور آسمان اُس دن خالی رہ جاتے ہیں۔ اور اُن میں نہ خدائے رحمان ہوتا ہے اور نہ اُس کے فرشتے۔ پس اگر تو نصیحت حاصل کرنے والوں میں سے ہے تو نصیحت حاصل کر۔ اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اُس پر اچھی طرح غور کر اور اگر تو طالب حق ہے تو معارف کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوجا۔

کیا تو خیال کرتا ہے کہ آسمان ایک حالت پر نہیں رہتا۔ کبھی تو وہ فرشتوں سے اتنا بھرا ہوتا ہے کہ اس میں تِل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی

وقد تكون كمواضع خالية ليس أحد فيها؟ فإن كنت تصدّق هذه العقيدة الباطلة وتصرّ على نزول الملائكة بأجسامهم، فعليك أن تُثبتها من النصوص القرآنية أو الحديثية كما ادعيتَها أو تتوب كرجال متقين.

وقد جاء في بعض الأحاديث أن جبرائيل عليه السلام مكث على الأرض مع عيسٰى عليه السلام إلٰى ثلاثين سنة ما فارقَه في وقت، وجاء في أحاديث أخرى أنه لا يلقي الوحيَ إلا حالَ كونه في السماء، ويَلقَى الوحي مِن لدن ربّه ثم يُطلِع عليه آخرين. فهذه مصيبة أخرىٰ عليك، ولن تقدر علٰى تطبيق هذه الأحاديث وتوفيقها.

وربما يختلج في قلبك وهمٌ وتقول إني لست قائلا بخلوّ السماوات بعد نزول الملائكة فيُقال لك إنك تنسى عقيدتك

اور کبھی وہ ایسی خالی جگہوں کی طرح ہوتا ہے جن میں کوئی بھی نہیں ہوتا۔ پس اگر تو اس باطل عقیدے کی تصدیق کرتا ہے اور فرشتوں کے اپنے جسموں سمیت نازل ہونے پر اصرار کرتا ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ تو اسے قرآن اور حدیث کی نصوص سے ثابت کرے جیسا کہ تو اِس کا دعویدار ہے یا پھر تقویٰ شعار مَردوں کی طرح توبہ کر لے۔

اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زمین پر تیس سال تک ٹھہرے رہے اور وہ ان سے کسی وقت بھی جدا نہ ہوئے اور کچھ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ وہ آسمان میں ہوتے ہوئے ہی وحی کا القاء کرتا ہے اور اپنے رب کی جناب سے وحی پاتا ہے۔ اور پھر دوسروں کو اس سے مُطّلع کرتا ہے۔ پس یہ تجھ پر ایک اور مصیبت ہے اور تو ان احادیث میں تطبیق اور ان میں موافقت پیدا کرنے پر قدرت نہ پائے گا۔

اور اکثر تیرے دل میں وہم کھٹکے گا اور تو کہہ اُٹھے گا کہ میں فرشتوں کے نازل ہونے کے بعد آسمانوں کے خالی ہونے کا قائل نہیں اور اس پر تجھ سے یہ کہا جائے گا کہ تو اپنے عقیدے کو بھول رہا ہے

ألستَ تعتقد أن الملائكة ينزلون بنزول حقيقي؟ فلزمك من هذا أن تقول إنهم ينزلون بأجسامهم الأصلية، وأنت تعلم أن نزولهم بأجسامهم الأصلية يستلزم خُلوَّ السماوات بعد النزول. وإن كنت تعتقد أن الملائكة لا ينزلون بأجسامهم الأصلية بل يخلق الله لهم في الأرض أجساما أخرى التي لا تُدرَك ولا تُرى، فهذا هو مذهبنا. ولكنك إذا أصررت على نزولهم بأجسامهم الأصلية فهذا قول يُخالف القرآن العظيم، لأن القرآن يُدخِل وجودَ الملائكة في الإيمانيات، ويجعل لهم مقامات معلومة في السماء أعني المقامات التي أقامهم الله عليها، ولا يذكر أنهم يتركون مقاماتهم في حين من الأحيان وأمّا ذكر نزولهم فهو كذكر نزول الله، لا تفاوُتَ بينهما، ﴿۷۰﴾

کیا تیرا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ فرشتے حقیقی نزول کے ساتھ اُترتے ہیں۔ لہٰذا اِس سے تجھ پر یہ لازم آیا کہ تو کہے کہ وہ اپنے اصلی جسموں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ ان کا اپنے اصلی جسموں کے ساتھ نزول اس بات کو مستلزم ہے کہ آسمان اُن کے نزول کے بعد خالی ہوں اور اگر تیرا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے اپنے اصلی اجسام کے ساتھ نازل نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے زمین میں دوسرے اجسام پیدا کرتا ہے جن کا نہ تو اِدراک ہوسکتا ہے اور نہ وہ دیکھے جاسکتے ہیں تو ہمارا مذہب بھی یہی ہے لیکن اگر تو ان کے اصلی اجسام کے ساتھ اُن کے نزول پر اصرار کرے تو یہ اعتقاد قرآن عظیم کے مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن فرشتوں کے وجود کو ایمانیات میں داخل کرتا ہے۔ اور اُن کے لئے آسمانوں میں مقررہ مقامات کا تعیّن فرماتا ہے۔ یعنی وہ مقامات جن پر اللہ نے اُنہیں مقرر کیا ہے اور وہ یہ ذکر نہیں فرماتا کہ وہ کسی وقت اپنے مقامات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاں تک اُن کے نزول کے ذکر کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے نزول کے ذکر جیسا ہے اوران دونوں کے درمیان کوئی تفاوت نہیں۔

فمنهم الصافّون، ومنهم المسبِّحون، ومنهم الراكِعون ومنهم الساجدون، ومنهم القائمون كما أشار إليه القرآن، وليس أحد منهم قاعدا كالفارغين.

فإذا نزل أحد منهم بجسمه العنصرى فلزم أن يترك مقامه خاليًا ويخرُج مِن صفّه، ويبعد عن مقام تسبيحه أو ركوعه أو سجدته الذى أقامه اللّٰه عليه، وينزل إلى الأرض كالمسافرين،وما نرى فى القرآن أثرًا من هذا التعليم، بل جعل اللّٰه نزول الملائكة كنزول نفسه، وجعَل مجيئهم كمجيء ذاته.

ألا تنظر إلى هذه الآية.. أعنى قوله تعالىٰ وَ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا، وقوله عزّ وجلّ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ،

پس ان میں سے بعض صف باندھنے والے ہیں، کچھ تسبیح کرنے والے ہیں۔ اور کچھ رکوع کرنے والے اور کچھ سجدہ کرنے والے ہیں اور کچھ قیام کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے اوران (فرشتوں) میں سے کوئی بھی بے کار لوگوں کی طرح بیٹھنے والا نہیں۔

پس ان میں سے جب کوئی اپنے مادی جسم کے ساتھ نازل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ اپنی جگہ کو خالی چھوڑ آئے اور اپنی صف سے باہر نکل جائے اور اپنے مقامِ تسبیح یا رکوع یا سجدہ سے دور ہو جائے جس پر اللہ نے اُسے قائم فرمایا ہے اور مسافروں کی طرح زمین پر نازل ہو۔ اور ہم قرآن میں اس تعلیم کا کوئی شائبہ تک نہیں دیکھتے۔ بلکہ اللہ نے فرشتوں کے نزول کو اپنی ذات کے نزول کی طرح اور اُن کی آمد کو اپنی ذات کی آمد کی طرح قرار دیا ہے۔

کیا تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف نہیں دیکھتا وَ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا [1] اور اللہ عزّ وجلّ کے قول هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ [2] کی طرف نہیں دیکھتا؟

[1] اور تیرا ربّ آئے گا اور صف بہ صف فرشتے بھی۔ (الفجر:۲۳)

[2] کیا وہ محض یہ انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ بادلوں کے سایوں میں اُن کے پاس آئے اور فرشتے بھی اور معاملہ نپٹا دیا جائے اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں۔ (البقرة:۲۱۱)

وههنا نكتة أخرى.. وهي أن الله إذا نزل إلى الأرض مع ملا ئكته فلا بد من أن ينزل الملائكة كلهم، فإن الملا ئكة جند الله فلا يجوز أن يتخلف أحد منهم عند نزول ربّ العرش إلى الأرض، فإذا تقرر هذا فيلزم منه أن تبقى كل سماءٍ من العرش إلى السماء الدنيا خالية عند نزول الله تعالٰى على الأرض، ليس فيها رب رحيم رب العرش ولا ملَكٌ من الملا ئكة، واللازم باطل فالملزوم مثله كما لا يخفى على المتفكرين.

ثم إذا فرضنا أن فى الأرض مثلا مائة ألف من الأنبياء ، بعضهم فى المشرق وبعضهم فى المغرب، وبعضهم فى نواحى الجنوب وبعضهم فى أقصى بلاد الشمال، وأمَر اللّٰه تعالى لجبرائيل أن يُوحى إليهم كلهم فى آن واحد لا يتأخر منه أحد ولا يتقدم؛

اور یہاں ایک اور نکتہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ جب اپنے فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف نزول فرماتا ہے تو ضروری ہے کہ تمام کے تمام فرشتے بھی اُتریں کیونکہ فرشتے اللہ کی فوج ہیں۔ اس لئے جائز نہیں کہ ان میں سے کوئی ربّ العرش کے زمین پر نزول فرمانے کے وقت پیچھے رہ جائے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا تو اس سے یہ بھی لازم آیا کہ عرش سے لے کر سماءِ الدنیا تک ہر آسمان اللہ تعالیٰ کے زمین پر نزول فرماہوتے وقت خالی ہوجائے۔ نہ اُس میں ربّ رحیم اور ربّ العرش ہو اور نہ فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ اور جیسا کہ غور وفکر کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ (جب) لازم باطل ہو تو ملزوم بھی ویسے ہی (باطل) ہوگا۔

پھر اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ مثلاً زمین میں ایک لاکھ انبیاء ہیں۔ جن میں سے بعض مشرق میں ہیں اور بعض مغرب میں ہیں بعض جنوب کے نواح میں اور بعض شمال کے انتہائی دور مقامات میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جبرائیل کو یہ حکم دے کہ وہ ان سب کی طرف ایک ہی وقت میں وحی کرے۔ اور اُن میں سے کوئی ایک بھی وحی پانے میں آگے پیچھے نہ ہو

أو إذا فرضنا أن اللّٰه أمَر مَلَكَ الموت أن يتوفى مائة ألف من الرجال الذين بعضهم في المشرق وبعضهم في المغرب في طرفة عين، لا يقدم ولا يؤخر، فما ظنك أن جبرائيل أو ملك الموت يعجز عن ذلك أو يقدر على إتمام أمر المغرب مع كونه في المشرق، فإن كان قادرا، فكذلك يقدر أن لا ينزل من السماء ويفعل كل ما يشاء كالنازلين.

ومثل آخر نستفسرك جوابه.. وهو أن ملك الموت حلَّ بلدةً عظيمة من البلاد المشرقية في أيام الوباء ليقبضَ أرواح سكان تلك البلدة، فاشتدت الضرورة لقيامه فيها إلى الشهرين بما كثرت فيها واقعات الموت مسلسلة متواترة، وما فرغ مِن قبض نفس إلا وجاء وقت قبض نفس أخرى،

یا اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ اللہ نے ملک الموت کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک لاکھ لوگوں کو جن میں سے بعض مشرق میں رہتے ہیں اور بعض مغرب میں پلک جھپکنے کی مدت میں مار دے اور اِس میں تقدیم وتاخیر نہ ہو۔ (تو ایسی صورت میں) تمہارا کیا خیال ہے کہ جبرائیل یا ملک الموت اس سے عاجز رہیں گے یا وہ مشرق میں ہوتے ہوئے مغرب والے حکم کو پورا کرنے پر قادر ہوں گے؟ پس اگر وہ اس بات پر قادر ہیں تو پھر اسی طرح وہ اس بات پر بھی قادر ہیں کہ وہ آسمان سے نہ اُتریں لیکن اُترنے والوں کی طرح جیسا چاہے کام کر دکھائیں۔

اور ایک اور مثال میں ہم تجھ سے جواب کا استفسار کرتے ہیں اور وہ یہ کہ کسی وباء کے ایام میں ملک الموت مشرقی ممالک کے کسی بڑے شہر میں اس غرض سے اُترا کہ وہ اس شہر کے رہنے والوں کی روحوں کو قبض کرے پھر اس کی اس شہر میں دو ماہ تک قیام کی سخت ضرورت پڑ گئی کیونکہ اُس میں موت کے واقعات زیادہ متواتر اور مسلسل تھے۔ اور وہ ابھی ایک روح کے قبض کرنے سے فارغ نہیں ہوتا تھا کہ دوسری روح کے قبض کرنے کا وقت آ جاتا۔

فحبَسه هذه السلسلة المتوالية
المتتابعة فيها، وما كان أن
يتحاماها قبل أن يتوفى أهلَها،
فمكث فيها إلى أن تمادى المُقام
وامتدت الأيام إلى الشهرين، فما بال
قوم قد جاء أجلهم في تلك الأيام
في البلاد المغربية، وما قدر ملَكُ
الموت على أن يصلهم على
وقتهم، أ هُمْ يموتون مِن غير أن
يحضرهم قابض الأرواح أَوْ تطيش ﴿۷۱﴾
سهام مناياهم بَيِّنوا إن كنتم
صادقين. لا يُقال إن ملك الموت
قادر على أن يقبض نفوس
المغربيِّين مع كونه مقيما في
المشرق.. لأنّا نقول إنه لو كان
قادرًا علىٰ مثل تلك الأفعال لما
اضطر إلى النزول من السماء وما
كان محتاجًا إلى سير الأرضين.

وإذا قبلتم وسلّمتم أن ملكًا من
الملائكة يتصرّف على كل وجه
الأرض مع كونه في بلدة من البلاد،

یوں اس متواتر اور لگاتار سلسلہ نے اس شہر میں اُسے روک لیا اور وہ وہاں سے اُس وقت تک علیحدہ نہیں ہوسکتا تھا جب تک وہ وہاں کے رہنے والوں کو نہ مارلے۔ پس وہ اس (شہر) میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ قیام لمبا ہوگیا اور عرصہ دو مہینوں تک ممتد ہوگیا۔ پس اُس قوم کا کیا حال ہوگا جن کی موت کا وقت اُن دنوں میں مغربی ممالک میں ہوگیا ہو اور ملک الموت نے اُن کے مقررہ وقت پر اُن تک پہنچنے کی قدرت نہ پائی ہو۔ کیا وہ روحوں کے قبض کرنے والے فرشتے کے اُن تک پہنچے بغیر وہ مرجائیں گے، یا اُن کی موتوں کے تیر خطا جائیں گے، اگر تم سچے ہو تو کھول کر بیان کرو۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ملک الموت مشرق میں قیام کرنے کے باوجود مغرب میں رہنے والے نفوس کی روح قبض کرنے پر قادر ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ ایسے افعال پر قادر ہے تو وہ آسمان سے نازل ہونے پر کیوں مجبور ہوا۔ حالانکہ وہ زمینوں میں پھرنے کا محتاج نہیں۔

اور جب تم نے قبول کرلیا اور تسلیم کرلیا کہ فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ کسی ملک میں ہوتے ہوئے تمام روئے زمین پر تصرف کرسکتا ہے

ولا يشغله شأن عن شأن، ويتوفى المشرقي في المشرق مع كونه في المغرب، فأيّ حرج في ذلك أن تقول إن الملائكة مع كونهم في السماء يتصرفون في الأرض بإذن اللّٰه تعالٰى فأى ضرورة اشتدت لنزولهم مع كونهم قادرين على أن يتصرّفوا في سُكّان مكان مع كونهم في مكان آخر من الأرضين.

وإن كنت تطلب منّا من مثلٍ ينكشف به عليك مذهبنا فاعلم أنه أمرٌ أرفعُ وأبعدُ عن ضرب الأمثال، وقد يقال تقريبًا لا تحقيقا إن مَثل نزول الملائكة إلى الأرض كمثل نجوم السماء.. تنطبع أشكالها في البحار والأنهار والحياض والمرايا التي قابلتْها، والحق أن أمر النزول أمرٌ متعالٍ عن طور العقل وضرب الأمثال، وإن هو إلا خلق جديد من القادر الذي هو بكل خلقٍ عليمٌ،

اور کوئی صورتِ حال اس کو کسی دوسرے کام سے روک نہیں سکتی اور وہ مغرب میں ہوتے ہوئے کسی بھی مشرقی کو مشرق میں وفات دے سکتا ہے تو اس میں کیا حرج ہوگا کہ تُو کہے کہ فرشتے آسمان میں ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے اِذن سے زمین میں تصرف کرتے ہیں اور اُن کے نزول کی کون سی ایسی شدید ضرورت پڑ گئی ہے جبکہ وہ زمین پر کسی جگہ ہوتے ہوئے دوسری جگہ کے رہنے والوں میں تصرف کرنے پر قادر ہیں۔

اگر تو ہم سے کسی ایسی مثال کا مطالبہ کرتا ہے کہ جس سے تجھ پر ہمارا مذہب منکشف ہو جائے تو خوب جان لے کہ یہ امر مثالوں کے بیان کرنے سے بہت بلند و بالا ہے۔ حقیقتاً تو نہیں البتہ تقریباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کے زمین پر اُترنے کی مثال آسمانی ستاروں کی مانند ہے جن کی شکلیں سمندروں، دریاؤں، تالابوں اور آئینوں میں منعکس ہیں جو اُن کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ نزول کا معاملہ عقل کی حد اور مثالوں کے بیان سے بالاتر ہے۔ اور یہ تو اُس قادر خدا کی طرف سے ایک نئی پیدائش ہے جو ہر تخلیق کو خوب جاننے والا ہے

ولا تـدرك الأبـصـار كُـنـهَ حِكمه وكـوائف أسـراره فتشبيـه نـزول الـمـلائكة بـنـزول الناس حمقٌ وضـلالة، والإنـكـار مـنـه إلـحـادٌ و زنـدقة، وقبـول مـعـنـى يـليق بشـأن الـمـلائـكة الـذيـن هـم كـجوارح الله معرفةٌ تامة وصراط مستقيم، رزَقها الـلّـهُ لنا ولجميع عباده الصالحين.

وهـذا مـن أحسـن العبـارات عن معـنـى الـنـزول الذى تشابهَ على أكثـر الـنـاس، فخُذْها منّى شاكرا، فإنهـا من علوم نفثها الله فى روعى وشـرح بهـا صـدرى، وإنهـا هـى السـكـيـنة التـى تـنـطـق على لسان الـمـحـدَّثـين حيـن يـحتـاج الخَلق إلى إزالة أوهامهم، فتفكّرْ ولا تَحِدْ مـنـه إن كـنـت تـطلب سبل اليقين وقـد جـعـلنى الله إمامًا لحلّ تلك الـغـوامـض، وإن كـانـت طبيعتى تـأبـى الإمـامـةَ وتـأنف مـنـهـا،

اورجس کی حکمتوں کی حقیقت اور اس کے مخفی بھیدوں کے حالات کا آنکھیں اِدراک نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا فرشتوں کے نزول کوانسانوں کے نزول سے تشبیہ دینا حماقت اورگمراہی ہے اوراس سے انکارالحاد اور بے دینی ہے اور ایسے معنیٰ قبول کرنا جوان فرشتوں کی شان کے لائق ہوں جواللہ کے اعضاء کی مانند ہیں،معرفت تامّہ اور صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ ہمیں اوراپنے نیک بندوں کو یہ (معرفت تامّہ اورصراط مستقیم)عطا کرے۔

اور یہ نزول کے معنوں کی نہایت خوبصورت تعبیر ہے جو اکثر لوگوں پر مشتبہ ہوگئی ہے۔پس شکر گزار ہوکرتو (اس تعبیر) کومجھ سے حاصل کر کیونکہ یہ اُن علوم میں سے ہے جو اللہ نے میرے دل میں ڈالے ہیں اورجن پر مجھے شرح صدر عطا کیا ہے اور یہ وہی سکینت ہے جومحدَّثین کی زبان پر جاری ہوتی ہے۔جب لوگ اپنے اوہام کے ازالہ کے محتاج ہوتے ہیں پس غور کراوراس سے روگردانی نہ کر اگر تو یقین کی راہوں کا متلاشی ہے۔اللہ نے ان گہرے پیچیدہ مسائل کوحل کرنے کے لئے مجھے امام بنایا ہے۔ اگر چہ میری طبیعت امامت سے انقباض محسوس کرتی اوراسے ناپسند کرتی ہے

ولكنه فعَل كذلك فضلًا من لدنه ليُحسِن إلى مَن كُذِّبَ ولُعِنَ وكُفِّرَ، ويُحسِن إلى خَلقه، وليُرِى الأعداء أنهم كانوا كاذبين مخدوعين، وليرزقَ أبناءَ الزمان علوما اقتضت طبائعهم كَشْفَها، والله يفعل ما يشاء، ما كان للناس أن يسألوه عما فعل وهم من المسؤولين.

ووالذي نفسي بيده.. إنه نظَر إليَّ فقبِلني، وأحسن إليَّ وربّاني، وأعطاني من لدنه فهما سليما وعقلا مستقيما. وكم من نور قذف في قلبي، فعرفتُ من القرآن ما لا يعرف غيري، ودركت منه ما لا يُدرك مخالفي، ووصلتُ في فهمه إلى مرتبة تتقاصر عنها أفهامُ أكثر الناس، وإنْ هذا إلا إحسانه وهو خير المحسنين.

لیکن اُس نے اپنی جناب سے فضل کرتے ہوئے ایسا کیا تا کہ وہ اُس شخص پر احسان فرمائے جس کی تکذیب کی گئی اور جس پر لعنت کی گئی اور جسے کافر کہا گیا اور تا اپنی مخلوق پر احسان کرے اور وہ دشمنوں کو یہ دکھلاوے کہ وہ جھوٹے اور فریب خوردہ ہیں اور تا وہ اہلِ زمانہ کو وہ علوم عطا کرے جن کے انکشاف کا تقاضا اُن کی طبائع کرتی ہیں اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لوگوں کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کے کام کے بارے میں اُس سے سوال کریں جبکہ وہ خود جوابدہ ہیں۔

اور قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے مجھے دیکھا اور مجھے قبول کیا۔ مجھ پر احسان کیا اور میری پرورش کی اور مجھے اپنی جناب سے فہمِ سلیم اور عقلِ مستقیم عطا کی اور کتنے ہی نور ہیں جو اُس نے میرے دل میں ڈالے جن کے باعث میں نے قرآن سے وہ کچھ جان لیا جو میرے غیر نہیں جانتے اور میں نے اس سے وہ کچھ پایا جو میرے مخالف نہیں پاتے اور میں اس کے سمجھنے میں اس مرتبہ پر پہنچ گیا جس سے اکثر لوگوں کے فہم قاصر رہتے ہیں۔ اور یہ اُس کا سراسر احسان ہے اور وہ سب سے بہتر احسان کرنے والا ہے۔

ومن اعتراضاتهم أنهم إذا قرأوا كتابي "التوضيح"، ووجدوا فيه مكتوبًا أن للشمس والقمر والنجوم تأثيرات يُربّي الله بها كل ما يوجد في الأرضين.. فاعترضوا عليّ وقالوا إن هذه العقيدة عقيدة فاسدة يتخالف ما جاء في الأحاديث فيا حسرة عليهم! إنهم ما فهموا معنى الأحاديث، وما فهموا معنى قولي، وقاموا مستعجلين ظانّين ظن السوء، وما استفسروا معنى كلماتي مني كدأب أهل الصلاح، بل امتلأوا غضبًا وغيظًا، وردّوا عليّ وكفّروني وأطالوا الألسنة، وقلّلوا الانظار و أرَوا خبثهم وهِتارهم، وما هتكوا إلا أستارهم، وما كانوا على جهلهم متنبهين. ﴿۷۲﴾

فاعلموا يا أولي الأبصار الرامقة والبصائر الرائقة، أنّا ما كتبنا في كتاب شيئا يُخالف النصوص القرآنية أو الحديثية،

اوراُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ جب اُنہوں نے میری کتاب توضیح مرام پڑھی اور انہوں نے اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ سورج، چاند اورستاروں کی ایسی تاثیرات ہیں جن کے ساتھ اللہ ہراُس چیز کی پرورش فرماتا ہے جو زمین میں پائی جاتی ہے تو اُنہوں نے مجھ پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ عقیدہ فاسد عقیدہ ہے اوراحادیث میں جو آیا ہے اس کے مخالف ہے۔ پس ہائے افسوس اُن پر کہ اُنہوں نے نہ تو احادیث کے معنی سمجھے اور نہ ہی میرے قول کے معنی سمجھے اور جلد بازی اور بدظنّی کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اورجیسا کہ نیک لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے اُنہوں نے میرے کلمات کے معنے مجھ سے دریافت نہ کئے بلکہ وہ غیظ وغضب سے بھر گئے اوراُنہوں نے میری تردید کی۔ مجھے کافر کہا اورزبان درازی کی اور غوروفکر نہ کیا اوراپنا خُبث اورحماقت دکھائی۔ اور اُنہوں نے اپنی ہی پردہ دری کی اور وہ اپنی جہالت پر متنبہ نہ ہوئے۔

پس اے گہری نگاہ رکھنے والواور عمدہ بصیرت والو جان لو کہ ہم نے کتاب میں کوئی ایسی چیز تحریر نہیں کی جو نصوص قرآنیہ یا حدیثیہ کے خلاف ہو

وما تفوَّهنا به يومًا من الدهر، وقد أعاذنا الله من مثل ذلك، ولكنهم يعترضون قبل أن يفهموا، ويحسبوننا ضالين قبل أن يكونوا مهتدين. والله يعلم. ونُشهد الثَّقَلين أنّا لا نعتقد أن أحدًا من الشمس والقمر والنجوم فاعل مستقل فی فعله ومؤثر بذاته، أو له اختيار فی إفاضة التأثيرات أو له دخلٌ إراديّ فی إيصال الأنوار وإنزال الأمطار وتربية الأبدان والأجسام والثمرات ولا نعتقد أن أحدًا من تلك الأجرام النورانية يستحق الحمدَ والشكر والعبادة على إفاضته،أو له مِنّة وإحسان على أهل الأرض مثقال ذرّة، أو هو يسمع دعاء الناس ويرضى عن الحامدين. ومن عزا إلينا أمرًا من هذه الأمور فقد ظلمَنا، والله يعلم أنه مفترٍ كذّاب، ومُجاهِرٌ بالقِحَة والفِرْية، ويتّبع سبل الخادعين.

اور نہ ہم نے کبھی بھی ایسی بات کہی اور اللہ نے ہمیں ایسی باتوں سے اپنی پناہ میں رکھا ہے۔لیکن وہ ہیں کہ سمجھنے سے پہلے ہی اعتراض کرتے اور قبل اس کے کہ وہ ہدایت پانے والے ہوں وہ ہمیں گمراہ تصور کرتے ہیں۔اور اللہ جانتا ہے اور ہم جنّ و انس کو بطور گواہ پیش کرتے ہیں کہ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ سورج، چانداور ستاروں میں سے کوئی ایک بھی اپنے فعل میں مستقلاً آزاداور ذاتی طور پر مؤثر ہے یا اُسے افاضہ تأثیرات میں کوئی اختیار ہے یا انوار کے پہنچانے اور بارشوں کو برسانے اور ابدان، اجسام اور ثمرات کی نشو ونما میں انہیں بالارادہ کوئی دخل ہے۔اور نہ ہی ہمارا (یہ) عقیدہ ہے کہ ان نورانی اجرام میں سے کوئی حمد،شکر اور عبادات کا اپنی فیض رسانی کی وجہ سے مستحق ہے یا اُس کا اہلِ زمین پر ذرّہ بھر احسان ہے۔یا وہ لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور تعریف کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔اور جس نے ان باتوں میں سے کوئی بات ہماری طرف منسوب کی تو اُس نے ہم پر ظلم کیا۔اور اللہ جانتا ہے کہ وہ مفتری، کذاب اور بے حیائی کرنے والا اور افتراء کرنے والا ہے اور دھوکا بازوں کے راستوں پر قدم مارنے والا ہے۔

بل نؤمن ونعتقد أنّ اللّٰه أحد صمد، لا شريك له في ذاته ولا في جميع صفاته، لا في السماوات ولا في الأرضين. ومن أشرك باللّٰه شيئًا من أشياء السماء أو الأرض فهو كافر مرتد عندنا، ومُفارِقٌ لدين الإسلام، وداخل في المشركين.

ومع ذلك إنّا نعتقد أن خواص الأشياء حق، وفيها تأثيرات بإذن العليم الحكيم الذي ما خلق شيئا باطلا، ونرىٰ أن في كل شيء خاصية وأثرًا أودعَه اللّٰه، حتى البعوضة والذباب والقمّل والدود وما دونها، فكيف نظن أن خلق الشمس والقمر والنجوم هي أدنى من هذه الأشياء وما في طبائعها من خاصة ونفع للناس، وإنما هي باطلة الحقيقة، وخلَقها اللّٰه كأشياء عبثٍ و رَدِيٍّ ما أودعَها اللّٰه منفعةً عظيمة لعباده

بلکہ ہم ایمان لاتے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ اکیلا ہے، بے نیاز ہے، اُس کی ذات اور اُس کی تمام صفات میں اُس کا کوئی شریک نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں۔ اور جس نے آسمان یا زمین کی کسی شے کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تو وہ ہمارے نزدیک کافر، مرتد اور دینِ اسلام سے الگ ہونے والا ہے اور مشرکوں میں داخل ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اشیاء کے خواص ایک حقیقت ہیں اور ان میں اُس علیم و حکیم خدا کے اِذن سے جس نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی، تأثیرات ہیں۔ اور ہم ہر چیز میں کوئی خاصیت اور اثر پاتے ہیں جو اللہ نے اُسے ودیعت فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ مچھر، مکھی، جوؤں اور کیڑوں اور ان سے بھی کمتر چیزوں میں۔ پس ہم کیسے یقین کریں کہ سورج، چاند اور ستاروں کی پیدائش ان اشیاء سے بھی کمتر ہے۔ اور ان کی طبائع میں کوئی خاصیت اور لوگوں کا فائدہ نہیں اور یہ سب بے حقیقت محض ہیں۔ اور انہیں اللہ نے بے فائدہ اور ردّی اشیاء کی طرح پیدا کیا ہے اور اللہ نے ان میں اپنے بندوں کے لئے کوئی بڑا فائدہ نہیں رکھا

إلا القليل الذی يقوم مقامه كثير من الأشياء ، كما أنت تزعم فی خلق النجوم وتقول إنها علامات هادية للمسافرين. وأنت تعلم أن الناس قد صنعوا وعملوا لأنفسهم لأسفار برّهم وبحرهم طرقا أخرى أغنتهم عن النجوم، بل ما بقی لهم حاجة إلی هذه العلامات أصلًا. ثم إذا أنصفتَ فوجب عليك أن تقول إن الناس لا يحتاجون إلی النجوم كلها ليتخذوها علامات عند أسفارهم إلا إلی كواكب معدودة، وأمّا النجوم التی كثرت عدّتها فی السماء حتی إنكم لا تستطيعون أن تعدّوها.. فأیّ حاجة للمسافرين إليها بيِّنوا تُوجروا إن كنتم لدعواكم مبيّنين، و إن لم تبيّنوا ولن تبيّنوا فاتقوا اللّٰه الذی لا يُحب المبطلين.

سوائے اس تھوڑے سے فائدے کے جس کی قائم مقامی بہت سی اشیاء کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ تو ستاروں کی تخلیق کے بارے میں خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ مسافروں کے لئے رہنمائی کرنے والی علامات ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ لوگوں نے اپنے واسطے اپنے برّی اور بحری سفروں کے لئے اور طریقے بھی بنائے اور اپنائے ہیں۔ جنہوں نے اُنہیں ستاروں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ بلکہ اُنہیں ان علامات کی بالکل کوئی حاجت نہیں رہی۔ پھر جب تو انصاف سے کام لے تو تجھ پر ضروری ہوگا کہ تو یہ کہے کہ لوگ سوائے چند ستاروں کے باقی تمام ستاروں کے محتاج نہیں کہ وہ انہیں اپنے سفروں کے دوران علامات قرار

﴿۷۳﴾ دیں اور وہ ستارے جن کی آسمان میں اتنی کثیر تعداد ہے کہ جنہیں تم گن نہیں سکتے۔ ان کی مسافروں کو کیا ضرورت ہے؟ اگر تم اپنے دعویٰ کو وضاحت سے بیان کر سکتے ہو تو بیان کرو تا اجر پاؤ۔ اور اگر تم نے بیان نہ کیا اور تم ہرگز بیان نہ کر سکو گے تو اُس اللہ سے ڈرو جو باطل والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وكيف تظن أن اللّٰه خلق النجوم باطلة الحقيقة وما خلق فيها تأثيرات عجيبة وإنّا نرى خواصا وتأثيرات فى أدنٰى مخلوقاته.. وكيف نعتقد أن اللّٰه الذى وشّح تلك الأجرام بالأنوار الظاهرة، وزيّنها بالصور المنيرة المشرقة المعجبة، لم يلتفت إلى أن يُودع بواطنها أنوارا أخرى.. أعنى تأثيرات ممّا ينفع الناس؟ وقد سخّر الشمس والقمر والنجوم للناس، وأشار إلى أن كل منها خُلق لمصالح العباد، وإلى أن وجود تلك الأجرام من أعظم إحساناته وتفضّلاته. وإنه لم يذكر تأثيرات بعض الأشياء فى كتابه المحكم وأنها قد ثبتت عند أولى التجارب، فما لنا أن لا نقر بتأثيرات أشياء قد ذكرها اللّٰه تعالٰى فى القرآن العظيم، بل فضّلها على أكثر النعماء وحث عباده على أن يُفكّروا فى خلق السّماوات والأرض وآياتها

پھر تو کیسے خیال کرتا ہے کہ اللہ نے ستاروں کو بے حقیقت پیدا کیا ہے اور ان میں تأثیراتِ عجیبہ نہیں رکھیں۔ حالانکہ ہم اُس کی ادنیٰ مخلوقات میں بھی خواص اور تاثیرات مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر ہم کیسے یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ جس اللہ نے ان اجرام کو ظاہری انوار دیئے اور انہیں روشن، چمکدار اور دلفریب صورتوں سے مزین کیا ہے۔ اُس نے اُن کے باطن میں ودیعت کئے ہوئے دیگر انوار یعنی تأثیرات کی طرف التفات نہ فرمایا ہو۔ جو لوگوں کو فائدہ دیں۔ اور اُس نے سورج، چاند اور ستاروں کو لوگوں کے لئے مسخر کیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ ان میں سے ہر ایک کو بندوں کے مصالح کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہ کہ ان اجرام کا وجود اُس کے عظیم احسانات وعنایات میں سے ہے اور یہ بھی کہ اُس نے بعض چیزوں کی تاثیرات کو اپنی محکم کتاب میں بیان نہیں کیا اور اہل تجربہ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان اشیاء کی تاثیرات کا اقرار نہ کریں جن کا اللہ نے قرآن عظیم میں ذکر فرمایا ہے بلکہ اُنہیں اکثر نعمتوں پر فضیلت دی ہے اور اپنے بندوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور اُن کے نشانات پر غور کریں۔

وقال اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ. والحق أن تأثيرات الشمس والقمر والنجوم شيء يراه الخَلق في كل وقت وحين، ولا سبيل إلى إنكارها. مثلًا اختلاف الفصول وطبائعها، وخصوصية كل فصل بأمراض مخصوصة ونباتات معروفة وحشرات مشهورة.. شيء تعرفه فلا حاجة إلى تفصيلها. وأنت تعلم أنه إذا طلعت الشمس وفاضت الأنوار فلا شك لهذا الوقت تأثير في النباتات والجمادات والحيوانات، ثم إذا هرم النهار وكاد جُرُفُ اليوم ينهار، ففي ذلك الوقت تاثيرات أُخرىٰ والحاصل أن لبعد الشمس وقربها أثرًا جليًّا وتأثيرات قويّة في الأشجار والأثمار والأحجار وأمزجة بني آدم، ولا بد من أن نقرّ بها وإلا فأين نفرّ من علومٍ حسّيّة بديهة ثابتة عند كل قوم

اور اُس نے فرمایا:۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ [1] اور حق یہ ہے کہ سورج، چاند اور ستاروں کی تأثیرات ایسی چیزیں ہیں جنہیں مخلوق ہر وقت اور ہر آن دیکھتی ہے اور ان سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ مثلاً موسموں اور اُن کی حالتوں کا اختلاف اور ہر موسم کا مخصوص امراض، معروف نباتات اور مشہور کیڑے مکوڑوں کے ساتھ خاص ہونا ایسی چیز ہے جسے تو جانتا ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ جب سورج طلوع ہو اور روشنیاں پھیلیں تو بلاشبہ اس وقت نباتات، جمادات اور حیوانات میں خاص اثر ہوتا ہے۔ (اور) پھر جب دن ڈھلنے اور غروب ہونے کے قریب ہو تو اس وقت میں اور طرح کی تأثیرات ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ سورج کے بُعد اور اس کے قُرب کا درختوں، پھلوں پتھروں اور بنی آدم کے مزاجوں میں نمایاں اثر اور قوی تأثیرات ہوتی ہیں۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ان کا اقرار کریں۔ ورنہ ہم اِن محسوس ہونے والے بدیہی علوم سے کہاں بھاگ سکتے ہیں جو ہر قوم کے نزدیک ثابت شدہ ہیں۔

[1] یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں صاحبِ عقل لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (ال عمران:۱۹۱)

وكم من خواص القمر يعلمها الدهاقين وأرباب الفلاحة، فيا حسرة على الذين يقولون إنّا نحن العلماء ثم يتكلمون كأرذل الجاهلين.

وقد اتفق الحكماء على أن أعدل أصناف الناس سكّان خط الاستواء، وما هذا إلا لتأثير خاص يكون سببا لكمال صحتهم وزيادة فهمهم وحزمهم. ولا شك أن هذا من العلوم الحسّيّة البديهة المرئية، ولا يُعرِض عنه إلا الذى لا يحظى بسراج الحجة ويزيغ عن المحجّة، فتعسًا للمعرضين. وقد تقرر فى ديننا أن بعض الأوقات مباركة تُجاب فيها الدعوات، وتُسمع فيها التضرّعات.. كلَيلةِ القدر وثُلث الأخير من اللّيل. وقال المحقّقون إن فى الأوقات التى عُنيت للصلاة بركات مخفية فلذلك خصّها الله للعبادات، فمن حافظ عليها

اور چاند کی کتنی خاصیتیں ہیں جنہیں دہقان اور زراعت پیشہ لوگ جانتے ہیں۔ وائے حسرت اُن لوگوں پر جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم علماء ہیں لیکن پھر وہ رذیل جاہلوں کی طرح باتیں کرتے ہیں۔

اور حکماء اس بات پر متفق ہیں کہ لوگوں کی سب سے زیادہ معتدل صنف خطِ استواء میں رہنے والے لوگ ہیں اور کوئی خاص تأثیر ہی اُن کی صحتِ کامل اور اُن کے فہم اور فراست کی برتری کا سبب ہے۔ اور بلاشبہ یہ امر حِسی، بدیہی اور نظر آنے والے علوم میں سے ہے۔ اور اس (حقیقت) سے صرف وہی شخص اعراض کرسکتا ہے جسے دلائل وبراہین کا چراغ نصیب نہیں ہوا۔ اور وہ رستے سے ہٹ گیا ہے۔ پس اِعراض کرنے والوں پر ہلاکت ہو۔ اور ہمارے دین میں یہ امر مسلّم ہے کہ بعض اوقات بابرکت ہوتے ہیں جن میں دعائیں قبول ہوتیں اور تضرّعات سُنی جاتی ہیں۔ جیسے شبِ قدر اور رات کا آخری تیسرا حصہ۔ اور محققین نے کہا ہے کہ ان اوقات میں جن میں نماز کا التزام واہتمام معین ہے مخفی برکات ہیں۔ پس اسی لئے اللہ نے انہیں عبادات کے لئے مخصوص کیا ہے۔ لہٰذا جس شخص نے ان (اوقات) کی حفاظت کی

وقضى كل صلاة بحضور القلب في وقتها فلا شك أنه يُعطى بركاتها ويُصيبه حظ منها، وينال سعادة مطلوبة ويُنجّى مِن بئس القرين. فتأمّلْ هذا الموضع حق التأمل فإنه موضع عظيم. ومَن جدّ في الطلب وجاهد فتقارنه العناية والتوفيق والاجتباء، ويعصمه الله من الخذلان، ويجعله من الموفّقين.

وإذا عرفتَ هذا..فإن كنت ذا قلب سليم فقد عرفتَ الحقيقة، وزالت عنك شكوك كثيرة وشبهات في هذا الباب، وانجابت غشاوة الاسترابة، وبانت أمارة الحق، وكُشف عنك الغمّى، وهُديت إلى نور اليقين. وإن كنت لا يكفيك هذا، وتجد في نفسك طلب الزيادة في الإيضاح والإفصاح، فاعلم أن القرآن قد صرّح بهذا في غير موضع،

اور ہر نماز کو حضورِ قلب کے ساتھ اُس کے وقت پر ادا کیا تو بلاشُبہ اُسے اُس کی برکات عطا کی جائیں گی اور وہ اُن میں سے حصہ پائے گا اور مطلوبہ سعادت حاصل کرے گا اور وہ بُرے ساتھی سے نجات پائے گا۔ پس اس مقام پر غور کر جس طرح غور کرنے کا حق ہے کیونکہ یہ بڑی عظمت والا مقام ہے۔ اور جس نے کسی چیز کی تلاش میں کوشش اور محنت کی تو عنایتِ الٰہی، توفیق اور پسندیدگی اُس کی قرین ہوگی اور اللہ اُسے ہر رُسوائی سے بچالے گا اور اُسے توفیق پانے والوں میں سے بنادے گا۔ ﴿۷۴﴾

اور جب تجھے یہ عرفان حاصل ہو گیا تو اگر تُو قلبِ سلیم بھی رکھتا ہے تو تُو اِس حقیقت سے آگاہ ہو جائے گا اور تجھ سے اس سلسلہ میں بہت سے شکوک و شبہات زائل ہو جائیں گے اور شکوک وشبہات کا پردہ چاک ہو جائے گا اور حق کی علامت ظاہر ہو جائے گی اور تجھ سے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ اور تو نورِ یقین کی طرف ہدایت پائے گا۔ اور اگر تجھے اتنا کافی نہ ہو اور تو اپنے نفس میں زیادہ وضاحت اور فصاحت کی طلب پائے۔ تو پھر یہ جان لے کہ قرآن نے اس کی متعدد مقامات پر تصریح فرمادی ہے۔

کقولہ عزّ وجلّ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا. وكقوله يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ وكقوله يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ،فهذه الآيات كلها تدل على أن الله الحكيم العليم الرحيم الكريم المتفضل خلق السماوات والأرض كذكرٍ وأنثى، واقتضت حكمته أن يجمعهما من حيث الفعل والانفعال، ويجعل بعضهما مؤثرًا في بعض، وهذا معنى قوله فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا. ففكِّرْ في هذه الآية حق الفكر، ولا تفرّطْ في جنب الله، وقُمْ لكسب الحسنات وتلافي الهفوات قبل الوفاة، ولا تكن من الغافلين.

جیسا کہ خدائے عزّ وجلّ نے فرمایا: فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ. فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا[1] نیز فرمایا يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ[2] نیز فرمایا يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ[3] یہ ساری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حکیم وعلیم اور رحیم وکریم اور فضل فرمانے والے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو نر و مادہ کی صورت میں تخلیق فرمایا اور اُس کی حکمت نے تقاضا کیا کہ وہ ان دونوں کو مؤثرہ اور متأثرہ صورت میں جمع کرے اور ان دونوں میں سے بعض کو بعض میں مؤثر کرے۔ اور یہ معنی اللہ کے قول فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا کے ہیں۔ پس تو اِس آیت پر خوب غور کر! اور اللہ کی ذات کے بارے میں اِفراط سے کام نہ لے۔ اور وفات سے پہلے نیکیاں کمانے اور لغزشوں کی تلافی کے لئے اُٹھ کھڑا ہو اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

[1] اُس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے یا مجبوراً چلے آؤ اُن دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پس اُس نے ان کو دو زمانوں میں سات آسمانوں کی صورت میں تقسیم کر دیا اور ہر آسمان کے قوانین اس میں وحی کئے۔ (حٰم السجدة:۱۲،۱۳)

[2] (اس کا) حکم اُن کے درمیان بکثرت اُترتا ہے۔ (الطّلاق:۱۳)

[3] وہ فیصلے کو تدبیر کے ساتھ آسمان سے زمین کی طرف اُتارتا ہے۔ (السجدة:٦)

ثم انظر أنه تعالٰی قال فی مقام آخر قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا، وقال اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ. وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ، ومعلوم أن هذه الأشياء لا تنزل من السماء فما عزاها اللّٰه إليها إلا إشارة إلى أن العلّة الأولى من العلل التى قدّر اللّٰه تعالى لخلق تلك الأشياء وتولُّدها وتكوُّنها تأثيراتٌ فلكية وشمسية وقمرية ونجومية، وأشار عزّوجلّ فى هذه الآيات إلى أن الأرض كامرأة والسّماء كبعلها، ولا تتمّ فعل احدهما إلّا بالأخرى، فزوّجهما حكمةً من عنده وكان اللّٰه عليمًا حكيمًا.

فتدبَّرْ فى هذه الآيات بنظر عميق وكرِّرِ النظر فيها، واعلم أن هذا الموضع من أجلّ المواضع لمن حقّقه وفهمه ونظره بدقّة النظر.

پھراس پر بھی غور کر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا [1] نیز فرمایا اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ [2] وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ [3] اورظاہر ہے کہ یہ اشیاء آسمان سے نازل نہیں ہوتیں۔اس لئے اللہ کا ان (اشیاء) کوآسمان کی طرف منسوب کرنا صرف اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان اشیاء کی پیدائش اوراُن کے تولّد اورتکوین کی علّتوں میں سے عِلّتِ اُولیٰ جسے اللہ نے مقدر فرمایا وہ فلکی، شمسی، قمری اورنجومی تاثیرات ہیں۔اوراللہ عزّوجلّ نے ان آیات میں اشارہ کیاہے کہ زمین ایک عورت کی طرح اورآسمان اُس کے خاوند کی طرح ہے۔اور ان دونوں میں سے کسی ایک کافعل دوسرے سے مل کر ہی پورا ہوسکتا ہے۔پس اس نے اپنی حکمت سے ان دونوں کا جوڑا بنایا اوراللہ علیم وحکیم ہے۔

پس توان آیات میں گہری نظر کے ساتھ غور کراور بار باران میں نگاہ ڈال اورجان لے کہ یہ مقام اُس شخص کے لئے سب سے بڑا مقام ہے جس نے اس کی تحقیق کی اوراُسے سمجھا اوراسے باریک بینی سے دیکھا۔

[1] یقیناً ہم نے تم پرلباس اُتارا ہے۔(الاعراف:۲۷)

[2] ہم نے لوہا اُتارا۔(الحدید:۲۶)

[3] اوراس نے تمہارے لئے چوپائے نازل کئے۔(الزمر:۷)

ویؤید هذه الآیاتِ قولُه تعالٰی فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ. وأنت تفهم أن فی هذا القول إشارة إلی أن للنجوم ومواقعها دخل لتحسُّسِ زمان النبوة ونزول الوحی، ولأجل ذلك قیل إن بعض النجوم لا یطلع إلا فی وقت ظهور نبی من الأنبیاء. فطوبٰی للذی یفهم إشارات اللّٰه ثم یقبلها كالتقاة، ولا یصول كالذی هو خلیع الرسن ومدید الوسن ومن العصاة ومن المتكبرین.

وإن كنت ما سمعت من قبل بیانا واضحا كمثل بیاننا هذا.. فلا تعجب من ذلك، فإن لكل موطن رجال، ولكل وقتٍ مقال، وإن اللّٰه لا یُنزل دقائق المعارف ولا یبسطها كل البسط إلا فی وقت ضرورتها. وكم من لطائف ونكات تخفی من أهل زمان ثم یأتی وقت إظهارها فی زمان آخر، ﴿۷۵﴾

ان آیات کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کرتا ہے کہ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ[1] اور تو جانتا ہے کہ اس قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ ستاروں اور اُن کے ٹوٹنے کے مواقع کا نبوت کے زمانہ اور وحی کے نزول کے اِدراک میں خاص دخل ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ بعض ستارے نبیوں میں سے کسی نبی کے ظہور کے وقت ہی طلوع ہوتے ہیں۔ پس مبارک ہو اُس شخص کے لئے جو اللہ کے اشاروں کو سمجھتا ہے اور پھر متقیوں کی طرح اُنہیں قبول کرتا ہے۔ اور اُس شخص کی طرح حملہ نہیں کرتا جو بے لگام، مادر پدر آزاد، نافرمان اور متکبروں میں سے ہو۔

اگر تو نے ہمارے اس بیان سے پہلے کوئی اس جیسا واضح بیان نہ سُنا ہو تو اس پر تعجب نہ کر۔ کیونکہ ہر میدان کے اپنے بطل جلیل ہوتے ہیں اور ہر وقت کا اپنا موضوعِ کلام ہوتا ہے اور اللہ لطیف معارف کا نزول اور ان کا شرح و بسط سے بیان صرف ان کی ضرورت کے وقت ہی کرتا ہے۔ اور کتنی ہی لطیف باتیں اور نکات ہیں جو اہلِ زمانہ سے مخفی رہتے ہیں۔ پھر دوسرے زمانے میں ان کے اظہار کا وقت آتا ہے۔

[1] پس میں ضرور ستاروں کے جھرمٹوں کو گواہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ (الواقعۃ:۷۶)

فيبعث اللّٰه مجدّدًا في ذلك الوقت، وينطق محدَّث الوقت بتلك النكات، فيفصّل مجملاتٍ اقتضتْ حالةُ الزمان تفصيلَها، وتُلقَى على لسانه معارفُ كتابِ اللّٰه التي قد جاء وقتُ تبيُّنها، فيُبيّنُها للناس على وجه البصيرة بجأشٍ متين. فيقبَله الذي رَكَنَ من الدنيا إلى اللّٰه، ويُعرِض عنه الجاهل لغباوته وغلبة شقاوته، فاتق اللّٰه وكُنْ من الصالحين.

واعلم أن كثيرا من العلماء الراسخين ذهبوا إلى ما ذهبنا في تفسير هذه الآيات المتقدمة، وكانوا يعتقدون أن في الشمس والقمر والنجوم تأثيرات خلقها اللّٰه لمصالح عباده، كما قال الرازي في تفسيره الكبير وهو هذا. ”فإن الشمس سلطان النهار، والقمر سلطان الليل، ولولا الشمس لما حصلت الفصول الأربعة،

تب اللہ اُس وقت کسی مجدد کو مبعوث فرماتا ہے اور وہ محدّثِ وقت ان نکات کو بیان کرتا ہے اور حالاتِ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان مُجملات کی تفصیل خوب کھول کر پیش کرتا ہے اور اُس کی زبان پر کتاب اللہ کے وہ معارف جاری کئے جاتے ہیں جن کے کھول کر بیان کرنے کا وقت آ جاتا ہے اور وہ اُنہیں لوگوں کے لئے علٰی وجہِ البصیرت مضبوط دل کے ساتھ بیان کرتا ہے پھر دنیا سے خدا کی طرف مائل ہونے والا شخص اُسے قبول کر لیتا ہے اور جاہل اپنی کند ذہنی اور بدبختی کے غلبہ کی وجہ سے اُس سے اپنا رُخ پھیر لیتا ہے۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کر اور نیکوں میں سے ہو جا۔

اور جان لے کہ اکثر راسخ علماء مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں اُسی طرف گئے ہیں جس طرف ہم گئے ہیں اور وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سورج، چاند اور ستاروں میں تاثیرات ہیں جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کی مصلحتوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں یہ کہا ہے کہ ”سورج دن کا بادشاہ اور چاند رات کا بادشاہ ہے۔ اور اگر سورج نہ ہوتا تو چار موسم حاصل نہ ہوتے

ولولاها لاختلّت مصالح العالم بالكلّية. وقد ذكرنا منافع الشمس والقمر بالاستقصاء في أوّل هذا الكتاب."

اور اگر یہ موسم نہ ہوتے تو دنیا کے کاروبار کلیۃً مختل ہو جاتے اور ہم نے آفتاب و ماہتاب کے فوائد اس کتاب کے شروع میں پوری تحقیق کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔"

تمّ كلامه، فتفكّرْ فيه ولا تمرّ بها كالنائمين.

امام رازی کا کلام پورا ہوا۔ پس تو اس بارے میں غور کر اور خوابیدہ لوگوں کی طرح (پاس سے) گزر نہ جا۔

وقال صاحب "**حُجّة الله البالغة**"

"**حُجّةُ الله البالغه**" کے مصنف (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) فرماتے ہیں کہ:۔

"أما الأنواء والنجوم فلا يبعد أن يكون لهما حقيقة، فإن الشرع إنما أتى بالنهي عن الاشتغال به لا نفي الحقيقة البتّة. وإنما توارث من السلف الصالح ترك الاشتغال به وذمّ المشتغلين وعدمُ القبول بتلك التأثيرات لا القولُ بالعدم أصلا وإن منها ما يلحق البديهاتِ الأوّلية كاختلاف الفصول باختلاف أحوال الشمس والقمر ونحو ذلك، ومنها ما يدل عليه الحدس والتجربة والرصد..

"جہاں تک علم انواء اور علم نجوم کا تعلق ہے تو یہ بعید نہیں کہ ان دونوں کی کوئی حقیقت ہو کیونکہ شریعت نے صرف ان میں مشغول ہونے سے منع کیا ہے، قطعی حقیقت کی نفی نہیں کی۔ سلف صالح سے یہی بات متوارث چلی آتی ہے کہ ان علوم میں انہماک کو ترک کیا جائے اور ان میں منہمک لوگوں کی مذمت کی گئی ہے اور ان تاثیرات کو قبول نہ کرنا ثابت ہے نہ یہ کہ ان کی اصلیت کا کلیۃً انکار، کیونکہ ان میں سے بعض تأثیرات ایسی ہیں جو بنیادی بدیہیات میں سے ہیں جیسے سورج اور چاند کے حالات کے اختلاف سے موسموں کا بدلنا وغیرہ اور ان میں سے بعض باتیں ایسی ہیں جن پر فراست، تجربہ اور مشاہدہ دلالت کرتے ہیں

كـمثـل مـا تـدل هـذه عـلـى حـرارة الزنجبيل وبرودة الكافور. ولا يبـعـد أن يـكـون تـأثيـرهـا على وجهين.. وجهٌ يُشبه الطبائع، فكـمـا أن لكل نوعٍ طبائع مختصة بـه مـن الـحـر والبـرد واليبوسة والـرطـوبة، بهـا يـتـمسك فـى دفـع الأمـراض.. فـكـذلك لـلأفـلاك والـكـواكـب طبائع وخـواص كـحـرّ الشمس ورطوبة الـقـمـر، فإذا جاء ذلك الكوكب فـى محلّه ظهرت قوّته فى الأرض. ألا تـعـلـم أن المرارة إنما اختصّت بـعـادات الـنسـاء وأخلاقهن بشيء يـرجـع إلـى طبيـعتهـا.. وإن خَـفِـيَ إدراكهـا، والـرجـل إنـمـا اختص بالجرأة والجهوريّة ونـحـوهـمـا لـمعنى فى مزاجه، فلا تـنـكـر أن يـكـون لـحـلـول قـوى الـزهـرة والـمـريخ بـالأرض أثـر كـأثـر هـذه الـطبـائـع الـخـفـيّة.

جیسا کہ یہ علوم زنجبیل (سونٹھ) کی حرارت اور کافور کی بَرُودَت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ بعید نہیں کہ ان کی تاثیر دو طرح سے ہو۔ ایک صورت طبائع سے مشابہ ہو۔ پس جس طرح کہ ہر نوع کی تاثیرات ہوتی ہیں۔ جو اس نوع کے ساتھ مُختصّ ہوتی ہیں۔ جیسے گرم اور سرد ہونا اور خشک اور تر ہونا وغیرہ۔ ان میں سے (موزوں ترکو) بیماریوں کے علاج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح افلاک اور ستاروں کی تاثیرات اور خاصیتیں ہیں۔ جیسے سورج کی حرارت اور چاند کی رطوبت۔ پس جب وہ ستارہ اپنی جگہ پر آ جاتا ہے تو اُس کی قوت (کی تاثیرات) زمین پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ عورتوں کی عادات و اخلاق میں پائی جانے والی سختی ایک ایسی چیز سے مُختصّ ہے جو ان ستاروں کی تاثیرات سے تعلق رکھتی ہے اگرچہ اس کا اِدراک مخفی ہی ہو اور مرد سے بہادری رعب دبدبہ اور ان سے ملتی جلتی (خصوصیات) کا اُن کے مزاج پر اثر ہوتا ہے۔ اس لئے تو اِس امر سے انکار نہ کر کہ جس طرح ان طَبائع خَفِیَّہ کا اثر ہوتا ہے اُسی طرح زُہرہ اور مریخ کی تاثیرات کا زمین پر حلول کا اثر ہوتا ہے۔

وثانيهما وجهٌ يُشبه قُوّةً روحانيّة مشتركة مع الطبيعة، وذلك مثل قوة نفسانية في الجنين من قِبَلِ أُمّه وأبيه . والمواليد بالنسبة إلى السماوات والأرضين كالجنين بالنسبة إلى أبيه وأمّه، فتلك القوة تُهيّء العالم لفيضانِ صورةٍ حيوانية ثم إنسانية. ولحلول تلك القوى بحسب الاتصالات الفلكية أنواع، ولكل نوع خواص، فأمعنَ قوم في هذا العلم فحصل لهم علم النجوم.. يتعرّفون به الوقائع الآتية. غير أن القضاء إذا انعقد على خلافه جعَل قوة الكواكب متصورةً بصورة أخرى قريبة من تلك الصورة، وأتم الله قضاءه من غير أن ينخرم نظام الكواكب في خواصها.“ ﴿۷۶﴾

تمّ **كلامه**، رحمه الله.

اوران میں دوسرا پہلو ایسی قوت روحانیہ سے مشابہ ہے جس کا فطرت سے اشتراک ہے اور یہ اُس قوت نفسانیہ کے مشابہ ہے جو جنین میں اُس کی ماں اور اُس کے باپ کی طرف سے پائی جاتی ہے۔اور موالید (یعنی نباتات، حیوانات، جمادات) کو آسمانوں اور زمین سے وہی نسبت ہے جو جنین کو اپنے ماں اور باپ سے ہوتی ہے۔پس یہ قوت (پہلے تو) عالَم کو حیوانی صورت اور پھر انسانی صورت کے فیضان کے لئے تیار کرتی ہے اور فلکی اِتصالات کے لحاظ سے ان تأثیرات کا حلول کئی طرح سے ہوتا ہے اور ہر نوع کے لئے خواص ہیں۔پس ایک قوم نے اس علم میں غور وخوض کیا تو اُنہیں علم نجوم حاصل ہو گیا۔جس کے ذریعہ وہ آئندہ کے واقعات سے واقف ہو جاتے ہیں۔لیکن جب قضاء وقدر اس کے خلاف مقرر ہو جاتی ہے تو ستاروں کی تأثیر کو ایک دوسری صورت میں ظاہر کر دیتی ہے۔جو اس پہلی صورت کے قریب تر ہوتی ہے۔اور اللہ اپنی قضاء وقدر کو مکمل کرتا ہے بغیر اس کے کہ ستاروں کے خواص کے نظام میں کوئی خلل واقع ہو۔“

یہاں حجۃ اللہ البالغہ کے مصنفؒ کا کلام ختم ہوا۔

فانظر أيها العزيز.. كان الله معك.. إن هذا القائل بتأثير النجوم عالم ربّاني من علماء الهند، وكان هو مجدّد زمانه، وفضائله متبيّنة في هذه الديار، وهو إمام في أعين الكبار والصغار، ولا يختلف في عُلوّ شأنه أحد من المؤمنين. فويل للذين يطيلون لُسُنَهم لتكفير المسلمين كالوَقاح المتسلطة، ولا يتفكرون في كلماتِ أئمّتهم، ويريدون أن يزيدوا الكفار ويُقلّلوا أهل الإسلام، ويريدون أن يُلقُوا الأُمّةَ في فتنة صمّاء يكفر بعضهم بعضا، ويبيعون الإيمان لفضالة المأكل وثمالة المنهل، ويسقطون كالذباب على قَيح ومُخاط وبُراز الناس، ويتركون وَردًا وريحانًا ومسكًا وعنبرا وأنهارَ ماءٍ مَعين. ثم اعلم أن الفاضل الذي كتبنا قليلًا من كلامه

پس اے عزیز! غور کر۔ اللہ تیرے ساتھ ہو کہ ستاروں کی تأثیرات کا قائل یہ شخص علماءِ ہند میں سے ایک عالم ربّانی ہے جو اپنے زمانے کا مجدد تھا۔ جس کے فضائل اس مُلک میں ظاہر و باہر ہیں اور وہ بڑوں اور چھوٹوں کی نگاہ میں امام ہے اور مومنوں میں سے کوئی بھی اِن کی بلند شان میں اختلاف نہیں رکھتا۔ پس ہلاکت ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایک بے حیا، بے باک شخص کی طرح اپنی زبانیں مسلمانوں کی تکفیر کے لئے دراز کرتے ہیں۔ اور اپنے ائمہ کے ارشادات پر غور نہیں کرتے اور وہ چاہتے ہیں کہ کافروں کی تعداد کو زیادہ اور مسلمانوں کی تعداد کو کم کریں اور خواہش رکھتے ہیں کہ اُمّتِ مسلمہ کو سخت فتنے میں ڈال دیں کہ بعض بعض کو کافر قرار دیتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو دسترخوان کے پس خوردہ ٹکڑوں اور گھاٹ کے بچے کھچے پانی کی خاطر بیچ دیتے ہیں اور پیپ، رینٹھ اور لوگوں کے پاخانے پر مکھیوں کی طرح گرتے ہیں اور گلاب، ریحان، مُشک، عَنبر اور صاف پانی کی نہروں کو ترک کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی جان لے کہ جس فاضل شخص کے کلام کا تھوڑا سا حصہ ہم نے لکھا ہے۔

قال فی "فیوض الحرمین" أزید من هـذا، فلنذکُرْ قلیلا من عباراته التی فیهـا بیان تأثیر النجوم والأفلاك، وهی هذه:

"ربـمـا لم یکن الرجل شریفا فی الأصل، ولکنه وُلِد فی زمان تقضی الاتـصـالاتُ الـفـلـکیة یومئذ نباهةَ نسبـــه. وأری أن ذلك بـنـــوع امتـــزاج زُحـــل مـع الشمـــس والـمشتـری، بـحیث یکون الزحل مرآةً ونـورُ الشمـس والمشتری منعکسًا فیه، فحینئذ یکون.. والله أعلم.. بـراعة النسب والنباهة من أجلـه. ویکـون ذلك الاتـصـال بحیث ینحفظ فی صورته المُفاضة حُکْمُ هذا الاتصال کما ینحفظ فی الأولاد أشـکـــال الـوالـدیـن وتخاطیطهما، وهذا الرجل لیس له شرفٌ موروث."

ثـم قـال فـی مـقـام آخر من کتابه "الفیوض"

اُس نے (کتاب) "فیوض الحرمین" میں اس سے بھی زیادہ لکھا ہے پس ہم اُس کی عبارتوں کا تھوڑا سا حصہ جو ستاروں اور افلاک کی تاثیرات سے تعلق رکھتا ہے یہاں بیان کرتے ہیں۔ اور وہ عبارتیں یہ ہیں:۔

"بسا اوقات ایک شخص اپنی اصل میں اعلیٰ استعدادوں کا حامل نہیں ہوتا لیکن وہ ایسے زمانے میں پیدا ہوتا ہے کہ اُس وقت فلکی اتّصالات اس کی شرافتِ نسب کا تقاضا کرتے ہیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ اس وقت ہوتا ہے جب زُحل کا سورج اور مُشتری کے ساتھ ایک لحاظ سے امتزاج ہو اور اس امتزاج کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زُحل کی حیثیت ایک آئینے کی ہو اور سورج اور مُشتری کا نور اس میں منعکس ہو رہا ہو۔ پس اس کی وجہ سے اُس وقت نسب اور شرافت کا کمال پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ اتّصال اس طرح ہوتا ہے کہ اس اتّصال کا اثر اس کی عطا کی جانے والی صورت پر اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے جس طرح اولاد میں والدین کے نقوش اور خدّ وخال آ جاتے ہیں حالانکہ اس مولود کو شرف موروثی طور پر حاصل نہیں ہوتا۔"

پھر اُنہوں نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ:۔

"ھاكَ ما فهَّمني ربّي.. أنه يجيء مِن مدد السماء الأولى نُقولٌ وتوسّطاتٌ وزيٌّ، ومن السماء الثانية قواعدُ منضبطة، فتُكتَب وتُسطَر وتُعلَّم وتُؤثَر كابرًا عن كابر، وتُوقَر بها الصدور وتُملَأُ به الصحف، ومن السماء الثالثة لون طبعي، فتصير طبيعته وتميل إليه الطبائع وتهيج لها حميّةٌ منهم فيحمونها وينصرونها ويناضلون دونها، ويحبونها كحب الأموال والأولاد والأنفس. ومن السماءِ الرابعة غلبة وقوة وتسخير، فيكون مسخَّرًا لها أكابرُ الناس وأصاغرهم، علماؤهم وأمراؤهم، ومن السّماء الخامسة نِكايةٌ وشدّة، فلن ترى منكرا لها إلا وقد امتُحن بالمحن، وابتُلي بالبلايا

''اس بارے میں میرے ربّ نے جو مجھے سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے آسمان کی مدد سے نقول، باہمی روابط اور لباس کا نزول ہوتا ہے اور دوسرے آسمان میں منضبط قواعد ہیں جو لکھے جاتے اور تحریر میں لائے جاتے ہیں اور جنہیں سیکھا جاتا ہے اور وہ نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔اور وہ سینوں میں ڈالے جاتے ہیں اور جن سے صحیفے پُر کئے جاتے ہیں۔اور تیسرے آسمان سے قدرتی رنگ آتا ہے جو (انسان) کی طبیعت بن جاتا ہے اور طبائع اس کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اس کے لئے اپنی حمیّت کی وجہ سے جوش مارتی ہیں۔پس وہ اس کی حفاظت کرتے اور مدد کرتے ہیں۔اور اس کے لئے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔اور اس سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے وہ اموال، اولاد اور نفوس سے محبت کرتے ہیں۔ اور چوتھے آسمان سے غلبہ، قوت اور تسخیر نازل ہوتی ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے سب چھوٹے بڑے اور ان کے علماء وامراء اُس کے لئے مسخر کر دیئے جاتے ہیں۔اور پانچویں آسمان سے تکلیف اور سختی نازل ہوتی ہیں اور تو دیکھے گا کہ اس کا ہر منکر مصائب میں گرفتار اور دکھوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

ولُعن وعوقب كأن من الغيب ناصرا لها. ومن السماء السادسة هداية معظّمة، فيكون سببا لاهتدائهم و مثابةً للناس إلى كمالهم. ومن السابعة الشرفُ الدائم الذی كالندب فی الحجر لا يزال حتی تُمزَّع أو صاله و تُقطَع أجزاؤه. فهذه أركانٌ سبعة نلتم☆ فی الملأ الأعلی، فيكون جسدًا مسوًّی فيهم، فيُنفَخ مِن التدلّی الأعظم جذبٌ فيها بمنزلة الروح فی الجسد، فمن تلبّسَ بتلك الأذكار والأفكار، وتزيّنَ بذلك الزیّ شملتْه الرحمة الإلهية، وأتاه الجذب من فوقه ومن تحته ويمينه وشماله ومن حيث لا يحتسب. ثم يربّی هذا الطفل ساداتُ الملأ الأعلی، ﴿۷۷﴾

اور اُس پر لعنت کی جاتی ہے اورعذاب دیا جاتا ہے۔ گویا غیب سے کوئی اس کی مدد کررہا ہے اور چھٹے آسمان سے عظمت والی ہدایت نازل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ شخص اُن کی ہدایت کا سبب بن جاتا ہےاورلوگوں کے کمالات کے لئے ان کا مرجع بن جاتا ہے۔اورساتویں آسمان سے ایک دائمی شرف عطا ہوتا ہے۔ جو پتھر میں اُس نقش کی طرح ہوتا ہے کہ جب تک پتھر کے جوڑ جوڑ الگ نہ کئے جائیں اوراُس کے اجزاء کاٹے نہ جائیں وہ اُس میں رہتا ہے۔پس یہ سات ارکان ہیں جو مَلاِ اعلیٰ میں آپس میں مل جاتے ہیں اورایک متناسب جسم بن جاتا ہے۔پھر تدلّی اعظم (ان میں سے سب سے بڑی قوتِ مؤثرہ) کی طرف سے اُس جسم میں جذب کی روح پھونکی جاتی ہے جواس کے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جوایک انسانی جسم میں روح کی ہوتی ہے۔پھر جو ان اذکار وافکار کا لباس زیب تن کرلیتا ہےاوراس سے آراستہ ہوجاتا ہے تو رحمت الٰہی اُسے ڈھانپ لیتی ہے تواس کے پاس اُوپر، نیچے، دائیں، بائیں سے اورایسی جگہ سے جس کا گمان بھی نہیں ہوسکتا جذب آتا ہے۔پھر سرداران مَلاِ اعلیٰ اس بچے کی تربیت کرتے ہیں۔

☆ ''نلتم'' سہو کتابت ہے۔درست لفظ'' تلتئم'' ہے۔(ناشر)

ويخدمه الملأ السافل، فلا يزال يتقرر أمره و يزداد شأنه، حتى يأتي أمر اللّٰه على ذلك. فهذه هي الطريقة، وقِسْ عليه المذهب في الفروع و الأصول. فكل من ادّعى أن اللّٰه تعالٰى أعطٰى طريقة أو مذهبًا ولم يكن الذي أُعطى كما وصفْنا فقد عجز عن معرفة الأمر على ما هو عليه. ثم ليس كل أحد يُقضى له بالطريقة، وليس عند اللّٰه جزاف ولا تخمين في شيء من الأشياء، بل إنما يعطى من جِبِلّ مبارك زكيا فيه إمداد الأفلاك السبعة والملأ الأعلى والسافل، وله رحمة خاصة من التدلی الأعظم. وكم من عارف عظيم المعرفة أو فاني باقيٍ شديد الفناء سابغ البقاء ليس بمبارك وزكيّ فلا يُعطاها. وكذلك لا يتعاطى حفظها كل أحد،

اور مَلاِ أَسفَل اُس کی خدمت کرتے ہیں۔اس طرح اُس کا معاملہ قرار پکڑتا جاتا ہے اور اُس کی شان بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر اُس پر نازل ہوتا ہے۔پس یہی طریقت ہے، مذہب کے فُروع اور اُصول کو تو اس پر قیاس کر لے۔پس ہر وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کوئی اور طریقہ یا مَسلک عطا کیا ہے اور وہ شخص جسے یہ طریق عطا کیا ہو وہ ایسا نہ ہو کہ جیسا ہم نے بیان کیا ہے تو ایسا شخص اپنے اس اعتقاد میں حقیقت حال سمجھنے سے عاجز رہا ہے۔پھر ہر کوئی ایسا ہوتا بھی نہیں کہ اُس کے لئے طریقت دیئے جانے کا فیصلہ کیا جائے اور اللہ کے پاس کسی چیز میں تخمینہ اور اندازہ نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کو عطا کرتا ہے جو مبارک اور پاکباز ہو اور اس میں ساتوں آسمانوں اور مَلاِ اَعلیٰ و أَسفَل کی امداد شامل ہوتی ہے۔اور وہ قوت مقتدرہ (تدلّیِ اعظم) کی ایک خاص رحمت ہوتی ہے اور کتنے ہی عظیم معرفت رکھنے والے عارف ہیں یا مقام فنا میں انتہاء تک پہنچے ہوئے اور مقام بقا میں کمال درجہ رکھنے والے لیکن چونکہ (اُن کی جبلّت) مبارک اور پاک نہ تھی اس لئے اُنہیں یہ نعمت عطا نہ ہوئی۔اور اسی طرح اُس (رحمت خاصہ) کی حفاظت کے کام کا ذمہ ہر شخص نہیں لیتا۔

بــل لــكــل أمــر رجــلٌ خُـلـق لــه ويُسِّــرتْ جبـلّةٌ لـذلك. وأما صورةُ ظهـورهـا فنشأة أخرى وراء النشأة المتعارفة حقيقتها بــركة فــائضة فـى الأعـراض والأفعال."

بلکہ ہر کام کے لئے خاص آدمی ہوتا ہے جو اُس کام کے لئے پیدا کیا جاتا ہے اور اسے اِس کام کے کرنے کی جبلّی استعداد دی جاتی۔ ہاں البتہ اُس کے ظہور کی صورت معروف حقیقی پیدائش سے ماوراء ایک اور پیدائش ہے جس کی برکت اَعراض☆ واَفعال میں جاری رہتی ہے۔

تـمّ كـلامـه رحـمـه الـلّـه.

مصنف کا کلام مکمل ہوا، اللہ اس پر رحم کرے۔

فــإن كــفــرتَ أحـدًا بهـذه الـعـقـائد فكفّره أوّلا، فـإن الفضل للمتقدمين.

اگر تو ان عقائد کی وجہ سے کسی کی تکفیر کرتا ہے تو سب سے پہلے اس مصنّف موصوف کی تکفیر کر کیونکہ فضیلت متقدمین کے لئے ہے۔

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن هـذا الـرجـل يـحـقّـر مـعـجـزاتِ الـمسيـح ويستهزء بها ويقول إنها ليسـت بشـيء، ولـو أردتُ لارى مثـلَهـا بـل أكبر منها، ولكنى أكره ولا أتوجّه إليها كالشائقين.

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص مسیح کے معجزات کی تحقیر وتضحیک کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ معجزات کچھ بھی نہیں۔ اور اگر میں چاہوں تو ان جیسا بلکہ ان سے بھی بڑا معجزہ دکھا تا لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں اور شائقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

أما الجواب فاعلم أن المعجزة ليس من فعل العباد بل من أفعال الله تعالى

اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ بندوں کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے۔

☆ ''اعراض'' ۔ یہ عَرَض کی جمع ہے۔ عَرَض وہ شے جو بذاتِ خود قائم نہ ہو بلکہ دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو جیسے کپڑے پر رنگ یا کاغذ پر حروف۔ رنگ یا حروف کپڑے یا کاغذ کی وجہ سے قائم ہیں اس لئے عَرَض ہیں اور کپڑا اور کاغذ جوہر۔ (عَرَض جوہر کا نقیض ہے) (اردو لغت تاریخی اصول پر۔ شائع کردہ (ترقی اردو بورڈ) کراچی۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۳۶۸)۔

فما كان لرجل أن يقول أن أفعل كذا وكذا باختياري وإرادتي. وما يفعل إنسان باختياره وإرادته وتدبيره فهو فعلٌ من أفعال الإنسان، ولا نسمّيه معجزة بل هو مكيدة أو سحر. فافْهَمْ يا أخي.. زادك اللّٰه رشدا.. أني ما قلت كما فهِم المستعجلون، بل قلتُ متكلّما بزيّ رجلٍ محمّديّ نظرًا على فضلٍ كان على سيّدنا محمدن المصطفٰى خاتم النبيين.

وما ضحكتُ على المسيح وما استهزأت بمعجزاته، بل كان مرادي من كلماتي كلها أنّا أُوتينا دينًا كاملًا ونبيًّا كاملًا، ولا شك أنّا نحن خير أُمّة أُخرجتْ للناس فكم من كمال يوجد في الأنبياء بالإصالة، ويحصُل لنا أفضلُ منه وأولٰى منه بالطريق الظلّي، وهذا فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء. ألا ترىٰ إلى قول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

کوئی شخص یہ کہنے کا مجاز نہیں کہ میں اپنے اختیار اور ارادے سے یہ یہ کام کروں گا۔ انسان جو اپنے اختیار، ارادے اور تدبیر سے کرتا ہے وہ انسانی افعال میں سے ایک فعل ہے اور ہم اُس کا نام معجزہ نہیں رکھتے بلکہ وہ ایک منصوبہ یا جادو ہے۔ پس اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے رُشد میں بڑھائے۔ تو ذہن نشین کرلے میں نے ایسے نہیں کہا جیسے جلد بازوں نے سمجھا ہے بلکہ میں نے ایک مردِ محمدی کے پیرائے میں اپنے آقا و مولا محمد مصطفیٰ خاتم النبیّین پر جو فضل تھا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی ہے۔

مَیں نے نہ تو مسیح (علیہ السلام) کی تضحیک کی اور نہ ہی اُن کے معجزات سے استہزاء کیا ہے بلکہ میری ساری گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک کامل دین اور کامل نبی عطا کیا گیا ہے اور لاریب یقیناً ہم ہی بہترین امت ہیں جو لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پس کتنے ہی کمال ہیں جو حقیقی طور پر انبیاء میں پائے جاتے ہیں اور (یہ کمال) اس سے افضل و اعلیٰ شکل میں ظلّی طور پر ہمیں حاصل ہیں۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر غور نہیں کرتا

إذ قال: إن في الجنة مكانا لا يناله إلا رجل واحد وأرجو أن أكون أنا هو، فبكى رجل من سماع هذا الكلام وقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم، لا أصبر على فراقك، ولا أستطيع أن تكون في مكان وأنا في مكان بعيد عنك محجوبا عن رؤية وجهك، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أنت تكون معي وفي مكاني فانظرْ كيف فضّله على الأنبياء الذين لا يجدون ذلك المكان. ثم انظر إلى قوله تعالى ودعائه الذي علّمنا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، فإنّا أُمِرنا أن نقتدي الأنبياء كلهم ونطلب من الله كمالاتهم، ولما كانت كمالات الأنبياء كأجزاء متفرقة وأُمِرنا أن نطلبها كلها ﴿۷۸﴾

جب آپؐ نے فرمایا: کہ جنت میں ایک مکان ہے جس تک صرف ایک ہی شخص پہنچے گا اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مَیں ہی ہوں گا۔ یہ بات سُن کر ایک شخص رو پڑا اور آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی جُدائی برداشت نہیں کر سکوں گا اور مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور جگہ ہوں اور میں آپ سے دور کسی اور جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کے دیدار سے محروم ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ اور میرے ہی مکان میں ہوگے۔ پس دیکھ کہ کس طرح (اللہ) نے اُسے اُن انبیاء پر فضیلت دے دی جو اس مکان کو نہیں پا سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اور دعا کو بھی پیش نظر رکھ جو اُس نے ہمیں سکھائی، یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] پس ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سب انبیاء کی پیروی کریں اور اللہ سے اُن (انبیاء) کے کمالات طلب کریں۔ اور جبکہ انبیاء کے کمالات متفرق اجزاء کی مانند ہیں اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سب (کمالات) کو طلب کریں

[1] ہمیں سیدھے راستہ پر چلا، ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔ (الفاتحۃ:۶،۷)

ونجمع مجموعة تلك الأجزاء فی أنفسنا، فلزم أن يحصل لنا شیء بالظلية ومتابعةِ رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لم يحصل لفردٍ فردٍ من الأنبياء وقد اتفق علماء الإسلام أنه قد يوجد فضيلة جزئية فی غير نبی لا توجد فی نبی. ثم انظر إلى كلام ابن سيرين حين سُئل عن مرتبة المهدی.. وقيل أهو كأبی بكر فی فضائله قال بل هو أفضل من بعض الأنبياء . وما اختلف اثنان من علماء هذه الأمة فی أن الفضائل الظلية التی توجد فی هذه الأمة قد تفوق بعض الفضائل التی توجد فی الأنبياء بالأصالة، ولذلك قيل إن الأنبياء السابقين كانوا ينظرون إلى هذه الأمة بعين الغبطة، وتمنى أكثرهم أن يكونوا منهم. فلو لم يكن فی هذه الأمة شیء من أنواع الفضائل التی لم توجد فی أنبياء بنی إسرائيل

اور ان تمام اجزاء کے مجموعہ کو اپنی ذات میں جمع کریں تو یہ لازم ہے کہ ہمیں ظلّی رنگ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں وہ چیز حاصل ہو جائے جو دیگر انبیاء کو فرداً فرداً حاصل نہیں ہوئی۔ اور علماءِ اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ کبھی کوئی جزوی فضیلت غیر نبی میں ایسی بھی پائی جاتی ہے جو نبی میں نہیں پائی جاتی۔ پھر تو ابنِ سیرین کے کلام پر غور کر کہ جب اُن سے مہدی کے مرتبے کے متعلق سوال کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے فضائل میں ابوبکرؓ کی مانند ہوگا؟ تو اُنہوں نے فرمایا: بلکہ وہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔ اس اُمّت کے علماء میں سے دو نے بھی اس بات میں اختلاف نہیں کیا کہ وہ ظلّی فضائل جو اس اُمّت میں پائے جاتے ہیں وہ کبھی کبھی اُن بعض فضائل پر فوقیت لے جاتے ہیں جو دیگر انبیاء میں اصالتاً پائے جاتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ سابق انبیاء اِس اُمّت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اُن میں سے بیشتر نے یہ تمنّا کی کہ وہ اِس (اُمّت) میں سے ہو جائیں۔ پس اگر اس اُمّت میں فضائل کی اقسام سے کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جو بنی اسرائیل کے انبیاء میں نہ پائی گئی

فلِمَ سألوا ربهم أن يجعلهم من هذه الأمة وأما كراهتنا من بعض معجزات المسيح فأمرٌ حق، وكيف لا نكرَه أمورًا لا توجد حِلّتها في شريعتنا مثلا.. قد كُتب في إنجيل يوحنا الإصحاح الثاني أن عيسى دُعي مع أُمّه إلى العُرس وجعَل الماء خمرًا من آنية ليشرب الناس منها. فانظر.. كيف لا نكره مثل هذه الآيات فإنّا لا نشرب الخمر، ولا نحسبه شيئا طيّبًا، فكيف نرضى بمثل هذه الآية؟ وكم من أمور كانت من سنن الأنبياء، ولكنّا نكرَهها ولا نرضى بها، فإن آدم صفيّ الله.. كان يُزوّج بنته ابنه ونحن لا نحسب هذا العمل حسنًا طيّبًا في زماننا، بل كُنّا كارهين.

فلكلّ وقت حكمٌ، ولكلّ أُمّة منهاجٌ، وكذلك نكره أن يكون لنا آيةُ خَلْق الطيور،

تو اُنہوں نے اپنے ربّ سے یہ سوال کیوں کیا کہ وہ اُنہیں اِس اُمّت سے بنا دے۔ جہاں تک مسیح کے بعض معجزات کو پسند نہ کرنے کی بات ہے تو یہ درست بات ہے، ہم اُن اُمور کو کیسے پسند کر سکتے ہیں جو ہماری شریعت میں حلال نہیں ہیں۔ مثلاً انجیل یوحنا کے دوسرے باب میں ہے کہ عیسیٰؑ کو آپ کی والدہ کے ساتھ ایک شادی میں مدعو کیا گیا اور آپؑ نے ایک برتن کے پانی کو شراب بنا دیا تا کہ لوگ اس میں سے پئیں۔ سو دیکھ کہ ہم اس قسم کے معجزات کو ناپسند کیوں نہ کریں کیونکہ نہ تو ہم شراب پیتے ہیں اور نہ ہی ہم اسے کوئی طیّب شے سمجھتے ہیں۔ پس ہم اس قسم کے معجزے پر کیسے راضی ہو جائیں؟ اور کتنے ہی ایسے امور ہیں جو سنن انبیاء میں سے ہیں لیکن ہم اُنہیں ناپسند کرتے ہیں۔ اور اُن پر راضی نہیں۔ آدم صفی اللہ اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کر دیتے تھے لیکن ہم اپنے اِس زمانے میں اس عمل کو اچھا اور طیّب خیال نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اسے ناپسند کرتے ہیں۔

پس ہر وقت کا الگ حکم اور ہر اُمّت کا الگ طریق کار ہے۔ اور اسی طرح ہمیں یہ ناپسند ہے کہ ہمارے لئے پرندے پیدا کرنے کا معجزہ ہو۔

فـإن الـلّٰـه مـا أعطىٰ رسولنـا هذا الإعجاز، وما خلَق نبيُّنا ذبابة فضلًا عـن أن يـخـلق طيرًا عظيمًا. وكان السر فی ذٰلك إعلاء كلمة التوحيد وتـنـجية الـناس من كل ما هو كان مـحـلّ الـخطر، بل قد يكون كبذر الشرك. هذا ما كان مرادنا فی كتابنا، و إنّما الأعمال بالنِّيّات، فتدبَّرْ ساعةً، لعل اللّٰه يجعلك من المصدّقين.

ومـن اعتـراضـاتهم أنهم قالوا إن هـذا الـرجـل يـحـسـب الملائكة أرواح الشـمـس والقمر والنجوم. أمـا الجواب فاعلم أنهم قد أخطأوا فـی هـذا، والـلّٰـه يعلم أنی لا أجعل أرواح النجوم ملائكة، بل أعلم من ربّی أن الملائكة مدبِّرات للشمس والـقـمـر والـنـجوم وكلِّ مـا فـی السّـمـاء والأرض، وقـد قـال اللّٰـه تـعـالٰـى اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ، وقـال فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا

کیونکہ اللہ نے ہمارے رسول ﷺ کو یہ معجزہ عطا نہیں کیا۔ اور ہمارے نبی ﷺ نے بڑا پرندہ پیدا کرنا تو کُجا ایک مکھی بھی پیدا نہیں کی۔ اور اس میں راز اعلاءِ کلمہءِ توحید اور لوگوں کو ہر خطرے کی جگہ سے بچانا تھا۔ بلکہ کبھی (اس قسم کا معجزہ) شرک کے بیج کی طرح ہو جاتا ہے۔ ہماری کتاب میں ہمارا مقصود یہی تھا۔ اور اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔ پس تو تھوڑی دیر کے لئے سوچ۔ شاید اللہ تجھے تصدیق کرنے والوں میں سے بنا دے۔

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص فرشتوں کو سورج، چاند اور ستاروں کی ارواح خیال کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ وہ اس بارے میں غلطی خوردہ ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ میں ستاروں کی ارواح کو فرشتے قرار نہیں دیتا بلکہ میرے رب نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ فرشتے، سورج، چاند، ستاروں اور آسمان اور زمین میں موجود ہر چیز کی تدبیر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ[1] نیز فرمایا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا[2]

﴿۷۹﴾

[1] کوئی (ایک) جان بھی نہیں جس پر کوئی محافظ نہ ہو۔ (الطارق:۵)

[2] پھر (قسم ہے) کسی اہم کام کے منصوبے بنانے والیوں کی۔ (النازعات:۶)

ومثل تلك الآيات كثير في القرآن، فطوبىٰ للمتدبرين.

ومن اعتراضات المكفِّرين أنهم قالوا إن هذا الرجل ادّعى النبوة وقال إنّي من النبيّين. **أما الجواب** فاعلم يا أخي أني ما ادّعيتُ النبوة وما قلت لهم إني نبي، ولكن تعجّلوا وأخطأوا في فهم قولي، وما فكّروا حق الفكر بل اجترأوا على نحتِ بهتان مبين. وتراهم يسارعون إلى التكفير ويكفّرون بعض المؤمنين ويخادعون البعض، ولا يخفى على الله ما في صدور الظالمين. ومنهم من يُعجِب الناسَ قولُه ويُقسِم بالله أنه على الحق وهو أوّل المُبطِلين. يلبِس الحقَّ بالباطل ويغطّي الصدقَ على الكذب، ويسعى سَعْيَ العفاريت، وينجّس وجه الأرض بالتمويهات والتلبيسات،

اوران جیسی اور بہت سی آیات قرآن میں موجود ہیں۔پس تدبر کرنے والے کے لئے خوشخبری ہو۔

مکفرین کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور کہتا ہے کہ میں نبیوں میں سے ہوں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اے میرے بھائی! تو جان لے کہ میں نے نہ تو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی مَیں نے اُنہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔لیکن ان لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا اور میری بات سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور پوری طرح سے غور و فکر نہیں کیا۔ بلکہ کھلی کھلی بہتان تراشی کی جرأت کی۔اور تو اُنہیں دیکھتا ہے کہ وہ کفر کا فتویٰ لگانے میں جلدی کرتے ہیں۔بعض مومنوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور بعض کو دھوکا دیتے ہیں اور ظالموں کے سینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ سے مخفی نہیں۔اوران میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کی بات لوگوں کو پسند آتی ہے اور وہ اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ وہ حق پر ہے حالانکہ وہ اوّل درجے کا جھوٹا ہے اور وہ حق کو باطل کے ساتھ ملاتا اور جھوٹ کو سچائی بنا کر پیش کرتا ہے اور شیاطین جیسی حرکتیں کرتا ہے اور روئے زمین کو ملمع کاریوں اور حق و باطل کو گڈمڈ کرکے ناپاک کرتا ہے

ويفُوق بمكره كل مكّار، ثم يسمّي الصادقين دجالين.

وما قلت للناس إلا ما كتبت في كتبي من أنني محدَّث ويكلّمني اللّٰه كما يكلّم المحدَّثين. واللّٰهُ يعلم أنه أعطاني هذه المرتبة، فكيف أردّ ما أعطاني اللّٰه ورزقني من رزق.. أ أعرضُ عن فيض ربّ العالمين وما كان لي أن أدّعي النبوة وأخرج من الإسلام وأَلحَق بقوم كافرين. وها إنّني لا أصدّق إلهامًا من إلهاماتي إلا بعد أن أعرضه على كتاب الله، وأعلم أنه كل ما يخالف القرآن فهو كذب وإلحاد وزندقة، فكيف أدّعي النبوة وأنا من المسلمين؟ وأحمد اللّٰه على أني ما وجدت إلهاما من إلهاماتي يخالف كتاب اللّٰه، بل وجدت كلها موافقا بكتاب رب العالمين.

اور اپنی فریب کاریوں میں ہر مکار پر فوقیت لے جاتا ہے اور پھر وہ صادقوں کو دجال کا نام دیتا ہے۔

اور میں نے لوگوں سے وہی کچھ کہا ہے جو میں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے یعنی یہ کہ میں محدَّث ہوں اور اللہ مجھ سے ویسے ہی ہمکلام ہوتا ہے جیسے وہ محدَّثوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ اُسی نے مجھے یہ رُتبہ عطا فرمایا ہے۔ پس میں اللہ کی عطا اور جو اُس نے مجھے اپنے رزق سے دیا ہے اُسے کیسے ردّ کرسکتا ہوں۔ کیا میں ربّ العالمین کے فیض سے منہ موڑلوں؟ اور میرے لئے یہ جائز نہیں کہ میں دعوئ نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہوجاؤں اور کافر قوم سے جاملوں۔ اور سُنو کہ میں اپنے الہامات میں سے کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا جب تک کہ میں اُسے کتاب اللہ پر پیش نہ کرلوں اور میں جانتا ہوں کہ ہر وہ بات جو قرآن کے مخالف ہو جھوٹ، الحاد اور بے دینی ہے۔ پھر میں مسلمان ہوتے ہوئے کیسے نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہوں۔ اور میں اس بات پر اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ میں نے اپنے الہامات میں سے کسی الہام کو ایسا نہیں پایا جو کتاب اللہ کے مخالف ہو بلکہ میں نے ان سب کو ربّ العالمین کی کتاب کے عین موافق پایا۔

ومن الناس من يقول إن باب الإلهام مسدودٌ على هذه الأمة، وما تدبَّرَ فى القرآن حق التدبر، وما لقى المُلهَمين. فاعلم أيها الرشيد أن هذا القول باطل بالبداهة، ويخالف الكتاب والسنة وشهادات الصالحين. أما كتاب اللّٰه.. فأنت تقرأ فى القرآن الكريم آياتٍ تؤيد قولنا هذا، وقد أخبر اللّٰه تعالىٰ فى كتابه المحكم عن بعض رجال ونساء كلّمهم ربهم وخاطبهم وأمرهم ونهاهم، وما كانوا من الأنبياء ولا رسل رب العالمين. ألا تقرأ فى القرآن وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.

فتدبَّرْ أيها المنصف العاقل كيف لا يجوز مكالماتُ اللّٰه ببعض رجال هذه الأمة التى هى خير الأمم وقد كلّم اللّٰهُ نساءَ قوم خلوا من قبلكم،

اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس امت پر الہام کا دروازہ بند ہے۔ اُنہوں نے قرآن میں اس طرح تدبر نہیں کیا جیسا کہ تدبر کرنے کا حق ہے اور نہ وہ ملہموں سے ملے ہیں۔ اے دانا شخص تو جان لے کہ یہ بات بالبداہت باطل ہے اور کتاب اللہ، سُنت اور صالح لوگوں کی شہادت کے مخالف ہے۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو تو قرآن کریم میں متعدد ایسی آیات پڑھتا ہے جو ہمارے اس قول کی تائید کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں بعض اُن مردوں اور عورتوں کے متعلق خبر دی ہے جن سے اُن کے رب نے مکالمہ ومخاطبہ کیا۔ اُنہیں (بعض امور کا) حکم دیا اور بعض باتوں سے روکا۔ حالانکہ وہ رب العالمین کے نبیوں اور رسولوں میں سے نہ تھے۔ کیا تو قرآن میں نہیں پڑھتا کہ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ[1]

اے عقلمند مُنصف! غور کر کہ اُمتوں میں سے اس بہترین امت کے بعض مردوں کے ساتھ اللہ کے مکالمات کیوں جائز نہیں جبکہ اللہ نے تم سے پہلے گزری ہوئی قوموں کی عورتوں کے ساتھ بھی کلام فرمایا ہے۔

[1] کوئی خوف نہ کر اور کوئی غم نہ کھا ہم یقیناً اسے تیری طرف دوبارہ لانے والے ہیں اور اسے مرسلین میں سے (ایک رسول) بنانے والے ہیں۔ (القصص:۸)

وقد أتاكم مثل الأولين فإن كان بعض الناس في شكّ من إلهامي، وكان لهم عجبٌ من أن يخاطب اللّٰه أحدا من هذه الأُمّة ويكلّمه من غير أن يكون نبيا.. فلِمَ لا يحكّمون القرآنَ فيما شجر بينهم؟ ولِمَ لا يردّون الأمر إلى الله ورسوله إن كانوا مؤمنين وقد قال الله تعالىٰ: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، وقال اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ـ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ،

﴿۸۰﴾ اور تمہارے پاس گزشتہ لوگوں کی مثالیں موجود ہیں۔ اگر کچھ لوگوں کو میرے الہام کے بارے میں شک ہے اور اُنہیں اِس بات پر تعجب ہے کہ اللہ اس اُمّت کے کسی فرد کو بغیر اس کے کہ وہ نبی ہو، مخاطبہ و مکالمہ کا شرف بخشے اگر وہ مومن ہیں تو پھر وہ کیوں اپنے باہمی متنازعہ فیہ معاملے میں قرآن کو اپنا حَکَم نہیں بناتے اور اس معاملے کو کیوں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف نہیں لوٹاتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1] نیز فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ[2]

۱ اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے۔ (یونس:۶۵)

۲ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ ہم اس دنیوی زندگی میں تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔ (حٰم السجدۃ:۳۱،۳۲)

وقال يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ، وقال وَيَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا، وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ. فالنور الذى هو الأمر الفارق بين خواص عباد الله وبين عباد آخرين هو الإلهام والكشف والتحديث، وعلوم غامضة دقيقة تنزل على قلوب الخواص من عند الله. وكذلك قال عزّوجلّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ .وأنت تعلم أن الذين يصلون مقاماتِ الكمال من الاتقاء وخوفِ هجر الرب، لا يبقى لهم همٌّ واهتمام فى فكر الرّزق الّذى هو حظّ الجسم أعنى الخُبز واللحم وأنواع الطعام والشراب والألبسة، بل ينهضون لاكتساب الأموال الروحانية،

نیز فرمایا: يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ[1] نیز وہ فرماتا ہے کہ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا[2] نیز اُس نے فرمایا کہ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ[3] ایسا نور جو اللہ کے خاص بندوں اور دوسرے بندوں کے درمیان امر فارق ہے، وہ الہام، کشف، مکالمہ ومخاطبہ اور گہرے دقیق علوم ہیں جو اللہ کی طرف سے خاص لوگوں کے دلوں پر نازل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ عزّوجلّ نے فرمایا ہے کہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[4] اور تو جانتا ہے کہ وہ لوگ جو تقویٰ اور ربّ (کریم) کی جدائی کے خوف میں انتہائی مقام تک پہنچ جاتے ہیں، تو انہیں اس رزق کے فکر کا نہ کوئی غم ہوتا ہے اور نہ اس کی ضرورت باقی رہتی ہے جس سے جسم محظوظ ہوتا ہے۔ یعنی روٹی، گوشت اور طرح طرح کے خورد ونوش اور ملبوسات، بلکہ وہ روحانی اموال کمانے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں

[1] اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے امر سے روح کو اُتارتا ہے تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ (المؤمن:۱٦)
[2] وہ تمہارے لئے ایک امتیازی نشان بنا دے گا۔ (الانفال:۳۰)
[3] اور تمہیں ایک نور عطا کرے گا جس کے ساتھ تم چلو گے۔ (الحدید:۲۹)
[4] اور جو اللہ سے ڈرے اُس کے لئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ (الطلاق:۳،۴)

ویُجذَب قلبهم وروحهم وشوقهم إلى المولٰى، وإلى رزقٍ يزيد لهم يقينًا ومعرفةً و يُدخلهم في الواصلين. ولا يريدون الدنيا وشهواتها ولذّاتها، وما كان أعظم مراداتهم الدنيا ولا أن يأكلوا ويشربوا ويُتلفوا أعمارهم في الخَضْم والقَضْم، ويعيشوا كالمترَفين. فالرزق الذى هو مُرادُ رجالٍ أُولى التقوىٰ إنما هو فيوض الغيب من الكشف والإلهام والمخاطبات، ليبلغوا مراتب اليقين كلها، ويدخلوا فى عباد الله العارفين. فقد وعد الله لهم وقال مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وأما الذين يظنون أن الرزق منحصر فى التنعمات الجسمانية، فقد أخطأوا خطأً كبيرًا، وما تدبّروا فى القرآن حقّ التدبر، وكانوا من الغافلين.

اور اُن کا دل، اُن کی روح اور اُن کا شوق مولیٰ کریم کی طرف اور اُس رزق کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے جو اُنہیں یقین اور معرفت میں آگے بڑھاتا ہے اور اُنہیں واصل باللہ لوگوں میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ دنیا اور اُس کی شہوات ولذّات کی خواہش نہیں کرتے۔ اور اُن کی سب سے بڑی مراد دنیا نہیں ہوتی۔ اور نہ یہ کہ وہ کھائیں، پئیں اور اپنی زندگیوں کو کھانا چبانے اور چٹخارے لینے میں ضائع کر دیں اور آسودہ حال لوگوں کی طرح زندگی گزاریں۔ پس وہ رزق جو صاحب تقویٰ لوگوں کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ وہ صرف کشف، الہام اور مکالمہ و مخاطبہ کے غیبی فیوض ہیں تا کہ وہ جملہ مراتب یقین تک رسائی حاصل کر لیں۔ اور اللہ کے عارف بندوں میں داخل ہو جائیں۔ پس اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[1] اور وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ رزق جسمانی نعمتوں تک محدود ہے تو اُنہوں نے بہت بڑی غلطی کھائی ہے اور اُنہوں نے قرآن پر اس طرح غور نہیں کیا جیسے غور کرنے کا حق ہے اور وہ غافلوں میں سے ہیں۔

[1] جو اللہ سے ڈرے اُس کے لئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ (الطلاق:۳،۴)

وكذلك قوله تعالى إِذْ يُوحِىْ رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ أَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[1] أي هاتوا قلوبهم وألقُوا فيها كلماتِ التثبيت، يعني قولوا لا تَخافُوا وَ لَا تَحزَنوا، وكمثله مِن كلمات تطمئن بها قلوبهم. فهذه الآيات كلها تدل على أن الله قد يكلّم أولياءه ويخاطبهم ليزداد يقينهم وبصيرتهم وليكونوا من المطمئنّين.

وكذلك علّم الله عباده دعاء إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ـ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، ومعلوم أن من أنواع الهداية كشفٌ وإلهام ورؤيا صالحة ومكالمات ومخاطبات وتحديث لينكشف بها غوامض القرآن ويزداد اليقين، بل لا معنى للإنعام من غير هذه الفيوض السماويّة، ﴿۸۱﴾

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[1] (یاد کرو) یعنی تم اُن کے دلوں تک پہنچو اور اُن میں ثابت قدمی کے کلمات القاء کرو یعنی تم ان سے کہو کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور کچھ اسی قسم کے اور کلمات کہو جن سے اُن کے دل مطمئن ہوں۔ پس یہ سب کی سب آیات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اپنے اولیاء سے ہمکلام اور اُن سے مخاطب ہوتا ہے تا کہ اُن کا یقین اور اُن کی بصیرت بڑھے اور تا وہ مطمئن ہو جائیں۔

اور اسی طرح اللہ نے اپنے بندوں کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ـ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ[2] کی دعا سکھائی اور یہ معلوم ہی ہے کہ کشف، الہام اور رؤیاءِ صالحہ، مکالمات و مخاطبات اور محدّثیت ہدایت کی قسمیں ہیں تا کہ ان کے ذریعہ قرآن کے اسرار منکشف ہوں اور یقین میں اضافہ ہو۔ بلکہ اِنعام کے ان سماوی فیوض کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں

[1] (یاد کرو) جب تیرا ربّ فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں انہیں ثبات بخشو۔ (الانفال:۱۳)

[2] ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ اُن لوگوں کے راستہ پر جن پر تُو نے انعام کیا جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔ (الفاتحۃ:۶، ۷)

فإنها أصل المقاصد للسالكين الذين يريدون أن تنكشف عليهم دقائق المعرفة، ويعرفوا ربّهم في هذه الدنيا، ويزدادوا حُبًّا وإيمانا، ويصِلوا محبوبهم متبتّلين. فلأجل ذٰلك.. حثَّ اللّٰه عبادَه على أن يطلبوا هذا الإنعام من حضرته، فإنه كان عليمًا بما في قلوبهم من عطش الوصال واليقين والمعرفة، فرحِمهم وأمدّ كلَّ معرفة للطالبين، ثم أمرهم ليطلبوها في الصباح والمساء والليل والنهار، وما أمرهم إلا بعد ما رضي بإعطاء هذه النعماء، بل بعدما قدّر لهم أن يُرزَقوا منها، وبعدما جعلهم ورثاء الأنبياء الذين أُوتوا مِن قبلهم كلَّ نعمة الهداية على طريق الأصالة. فانظر كيف منَّ اللّٰه علينا.. وأمَرنا في أمّ الكتاب لنطلب فيه هدايات الأنبياء كُلّها، ليكشف علينا كل ما كشف عليهم،

کیونکہ یہ سالکین کے اصل مقاصد ہیں جو چاہتے ہیں کہ اُن پر معرفت کے دقائق منکشف ہوں اور وہ اس دنیا میں اپنے رب کو پہچان لیں اور محبت اور ایمان میں ترقی کریں اور دنیا سے ناطہ توڑ کر اپنے محبوب کا وصال حاصل کریں۔ پس یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو ترغیب دلائی کہ وہ اس کی بارگاہ سے یہ انعام مانگیں، کیونکہ وہ ان کے دلوں میں موجود وصال، یقین اور معرفت کی پیاس کو خوب جانتا ہے اس لئے اللہ نے اُن پر رحم فرمایا اور جستجو کرنے والوں کے لئے ہر طرح کی معرفت مہیا کی اور پھر اُنہیں حکم دیا کہ وہ اسے صبح وشام اور شب وروز طلب کریں۔ اور اُس نے یہ حکم اُنہیں اِن نعمتوں کے دینے پر راضی ہونے کے بعد ہی دیا۔ بلکہ اس کے بعد کہ اُس نے اِن نعمتوں کا دیا جانا اُن کے لئے مقدر کر دیا اور بعد اس کے کہ انہیں ان انبیاء کا وارث بنایا جو ان سے قبل اصالتاً ہدایت کی ہر نعمت عطا کئے گئے تھے۔ پس دیکھ کہ اللہ نے ہم پر کس طرح احسان فرمایا ہے اور اُمّ الکتاب (سورہ فاتحہ) میں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں انبیاء کی سب ہدایات طلب کریں تا ہم پر اُن تمام باتوں کا انکشاف ہو جو اُن پر کھولی گئی تھیں۔

ولكن بالاتباع والظلّية، وعلى قدرِ ظروف الاستعدادات والهمم. فكيف نردّ نعمة اللّٰه التي أُعِدّت لنا إن كنّا طُلباء الهداية؟ وكيف نُنكرها بعد ما أُخبرنا عن أصدق الصادقين.

وأمّا ما ثبت من **سُنة رسول الله** وآثارِه في هذا الباب فاعلمْ أنه قال صلى الله عليه و سلم لقد كان فيمن كان قبلكم من بني إسرائيل رجال يُكلَّمون مِن غير أن يكونوا أنبياء ، فإن يَكُ في أمتي منهم أحدٌ فعمرُ. وقال قد كان فيما مضٰى قبلكم من الأُمم محدَّثون، وإنه إن كان في أمتي هذه منهم فإنه **عمر بن الخطاب**. وجاء في البخاري في آية وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى الآية عن ابن عباس أنه كان يزيد فيه "**ولا مُحَدَّثٍ**"،

لیکن یہ اتباع سے اور ظلّیت کے طور پر استعدادات اور ہمتوں کے ظرف کے مطابق ہوگا۔ پس اگر ہم ہدایت کے طالب ہیں تو ہم اللہ کی اُس نعمت کو کیسے ردّ کر سکتے ہیں جو ہمارے لئے مہیا فرمائی گئی؟ اور اصدق الصادقین ﷺ سے خبر پانے کے بعد ہم کس طرح اس کا انکار کر سکتے ہیں؟

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جو اس باب میں رسول اللہ ﷺ کی سُنت اور احادیث سے ثابت ہے تو جان لو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے مرد پائے جاتے تھے جو نبی نہ ہوتے ہوئے (اللہ سے) ہمکلام ہوتے تھے۔ پس اگر اُن میں سے کوئی میری اُمت میں ہو تو وہ عمرؓ ہے۔ نیز فرمایا کہ تم سے پہلی اُمتوں میں محدّث پائے جاتے تھے۔ اور اگر میری اس اُمّت میں کوئی محدّث ہے تو وہ **عمر بن الخطاب** ہیں۔ اور بخاری میں آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى[1] کے متعلق ابن عباس سے یہ روایت درج ہے کہ آپؓ اس آیت میں "**وَلَا مُحَدَّثٍ**" کے الفاظ کا اضافہ کرتے تھے

[1] اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ نبی مگر جب بھی اس نے (کوئی) تمنا کی۔ (الحج:۵۳)

يعني يقرأ وما أرسلنا من قبلك من رسول ولا نبيّ ولا محدَّث. وتجد هذا الذكر مفصّلا في "فتح الباری". فلا تُعرِضْ عن الحق بعدما جاءك، وتدبّر مع المُتدبّرين.

وإني كتبت في بعض كتبي أنّ **مقام التحديث** أشدّ تشبُّهًا بمقام النبوّة، ولا فرق إلا فرق القوّة والفعل. وما فهموا قولي وقالوا إنّ هذا الرجل **يدّعي النبوة**، والله يعلم أن قولهم هذا كذب بحت، لا يُمازجه شيء من الصدق، ولا أصل له أصلا، وما نحتوه إلا ليهيّجوا الناس على التكفير والسبّ واللعنِ والطعن، وينهضوا هم للعناد والفساد، ويفرّقوا بين المؤمنين.

وإنّي والله **أؤمن بالله ورسوله**، وأؤمن بأنه خاتم النّبيّين. نعَمْ، قلت إن أجزاء النبوة توجد في التحديث كُلّها،

یعنی آپ اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ ۔ اور تو اس کا تفصیلی ذکر فَتْحُ الباری میں پائے گا۔ پس تو حق کے آ جانے کے بعد اِس سے رُوگردانی نہ کر اور غور کرنے والوں کے ساتھ غور کر۔

اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ محدّثیت کا مقام نبوت کے مقام کے ساتھ گہری مشابہت رکھتا ہے اور ان میں سوائے قوت اور فعل کے اور کوئی فرق نہیں۔ لیکن لوگوں نے میری بات نہ سمجھی اور کہنے لگے کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ اُن کی یہ بات سراسر جھوٹ ہے جس میں سچائی کا شائبہ تک نہیں اور نہ ہی کوئی اصلیت ہے۔ اور اُنہوں نے یہ بہتان تراشی صرف اس لئے کی ہے تا کہ مجھے کافر قرار دینے، گالیاں دینے اور لعن وطعن کرنے پر لوگوں کو بھڑکائیں اور اُنہیں عناد اور فساد پر اُبھاریں اور مومنوں کے درمیان تفریق پیدا کریں۔

اللہ کی قسم! یقیناً، میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور میرا اس بات پر ایمان ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ ہاں البتہ میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ نبوت کے سارے اجزاء محدثیت میں پائے جاتے ہیں۔

ولكن بالقوّة لا **بالفعل**، فالمحدَّث نبيٌّ بالقوّة، ولو لم يكن سدُّ باب النبوة لكان نبيًا بالفعل، وجاز على هذا أن نقول النّبيّ مُحدَّث على وجه الكمال، لأنه جامع لجميع كمالاته على الوجه الأتم الأبلغ بالفعل، وكذلك جاز أن نقول إن المحدَّث نبي بناءً على استعداده الباطني أعني أن المحدَّث نبي بالقوّة، وكمالات النبوة جميعها مخفيّة مضمَرة في التحديث، وما حبس ظهورها وخروجها إلى الفعل إلّا سدّ باب النبوة. وإلى ذٰلك أشار النبي صلى الله عليه وسلم في قوله: "**لو كان بَعْدِي نبيّ لكان عمر**" وما قال هذا إلا بناءً على أن عمر كان محدَّثا، فأشار إلى أن مادة النبوة وبذرها يكون موجودًا في التحديث، ولكن اللّٰه ما شاء أن يُخرجها مِن مكمن القوّةِ إلى حَيِّز الفِعل، ﴿٨٢﴾

لیکن بالقوۃ، نہ کہ بالفعل۔ پس محدّث نبی بالقوۃ ہے۔اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل نبی ہوتا۔ اوراس بناء پر ہمارا یہ کہنا جائز ہے کہ نبی علیٰ وجہ الکمال محدّث ہے کیونکہ وہ (نبی) عَلٰی وَجْهِ الْاَتَمّ وَاَبْلَغ محدّثیت کے تمام کمالات کا بالفعل جامع ہے۔اوراسی طرح ہمارے لئے یہ کہنا بھی جائز ہوا کہ اپنی استعدادِ باطنیہ کی بناء پر ہر محدّث نبی ہے۔یعنی محدّث نبی بالقوۃ ہے۔اورنبوت کے تمام کمالات محدّثیت میں مخفی و پوشیدہ ہیں۔اوراُن کے بالفعل ظہور اورخروج کونبوت کے دروازے کے بند ہونے نے ہی روک رکھا ہے۔ اوراسی کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے ''لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَر'' کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صرف اس بناء پر ہے کہ (حضرت) عمر محدّث تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ نبوت کا مادہ اوراس کا بیج محدّثیت میں موجود ہوتا ہے لیکن اللہ نے یہ نہ چاہا کہ وہ اسے مخفی قوت سے حَیِّزِ فِعل کی طرف نکال کرلے آئے۔

وإلٰی ذٰلک إشارة فی قراء ة ابن عباس وما أرسلنا من رسول ولا نبیّ ولا محدَّث، فانظرْ کیف أُدخل الرّسل والنبیّون والمحدَّثون فی هذه القراء ة فی شأن واحد، وبیّن اللّٰه أن کلّهم من المحفوظین ومن المرسلین.

ولا شکّ أن التحدیث موهبة مجردة لا تُنال بکسبٍ البتّة.. کما هو شأن النبوة، ویُکلِّم اللّٰه المحدَّثین کما یُکلِّم النبیّین، و یرسل المحدَّثین کما یرسل الرسل، ویشرب المحدَّث من عینٍ یشرب فیها النبیّ، فلا شک أنه نبیٌّ لولا سدّ الباب، وهذا هو السرّ فی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا سمّی الفاروق محدَّثا فقفّی علی أثره قوله لو کان بعدی نبی لکان عمر، وما کان هذا إلّا إشارة إلی أن المحدث یجمع کمالاتِ النبوة فی نفسه،

اور اسی کی طرف ابن عباسؓ کی قراءت وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ وَلَا مُحَدَّثٍ میں اشارہ ہے۔ پس غور کر کس طرح رسولوں اور نبیوں اور محدّثوں کو اس قراءت میں ایک شان میں داخل کر لیا گیا ہے۔ اور اللہ نے واضح فرما دیا ہے کہ یہ سب کے سب محفوظ ہیں اور فرستادہ ہیں۔

بے شک محدّثیت ایک خالص موہبت ہے جو شانِ نبوت کی طرح محض کسب کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ محدّثین سے اُسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح وہ نبیوں سے کلام کرتا ہے اور محدّثوں کو اُسی طرح مبعوث فرماتا ہے جس طرح وہ رسولوں کو مبعوث فرماتا ہے اور محدّث اُسی چشمے سے پیتا ہے جس سے نبی پیتا ہے۔ پس بلاشبہ وہ (محدَّث) نبی ہوتا اگر یہ دروازہ بند نہ ہوتا۔ اور یہی وہ راز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے (حضرت) عمر فاروق کا نام محدَّث رکھا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اپنے (مذکورہ) قول کے بعد فرمایا لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَر یعنی میرے علاوہ اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور یہ اس بات ہی کی طرف اشارہ تھا کہ محدَّث اپنی ذات میں کمالاتِ نبوت جمع رکھتا ہے

و لا فرق إلّا فرق الظاهر والباطن، والقوة والفعل. فالنبوة شجرة موجودة في الخارج مثمرة بالغة إلى حدّ ها، والتحديث كمثل بذر فيه يوجد في القوة كلُّ ما يوجد في الشجر بالفعل وفي الخارج. وهذا مثال واضح للذين يطلبون معارف الدّين، وإلى هذا أشار رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث **علماء أمّتي كأنبياء بني إسرائيل**، والمراد من العلماء المحدَّثون الذين يُؤتَون العلم من لدن ربهم ويكونون من المكلَّمين.

وقد استصعب الفرق بين التحديث والنبوة على بعض الناس، فالحق أن بينهما فرق القوة والفعل كما بيّنتُ آنفا في مثال الشجرة وبذرها، فخُذْها منّي ولا تخفْ إلّا اللّهَ، وادعو اللّٰه أن تكون من العارفين.

اورفرق صرف (نبوت کے) ظاہر اور باطن اور بالقوۃ اور بالفعل ہونے کا ہے۔ درحقیقت نبوت خارج میں موجود اپنی حد (کمال) کو پہنچا ہوا ایک بارآور درخت ہے اور محدّثیت ایک بیج کی طرح ہے جس میں بالقوۃ وہ سب کچھ موجود ہے جو درخت میں بالفعل اور خارج میں پایا جاتا ہے اور یہ دین کے معارف کے طلبگاروں کے لئے ایک واضح مثال ہے اور اسی کی طرف رسول اللہ ﷺ نے "**عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْل**" (یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) والی حدیث میں اشارہ فرمایا ہے اور علماء سے مراد محدَّث ہیں جنہیں اپنے ربّ کی طرف سے علم عطا کیا جاتا ہے۔ اور مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں کو محدّثیت اور نبوت کے درمیان فرق کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے تو بالقوۃ اور بالفعل کا جیسا کہ میں نے ابھی درخت اور اُس کے بیج کی مثال میں واضح کیا ہے۔ پس مجھ سے یہ (نکتہ) لے لے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈر۔ اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو عارفوں میں سے ہو جائے۔

هـذا ما قلنا في بعض كتبنا استنباطًا من الأحـاديـث الـنبوية والقـرآن الـكريم، وما قال بعض السلف فهو أكبـر من هذا، ألا ترى إلى قول ابن سيـريـن أنـه ذُكـر الـمهدي عنده وسـئـل عنــه هـل هـو أفـضـل من أبـي بكر فقال ما أبو بكر هو أفضلُ من بعض النبيّين.

هــذا مــا كتـب صـاحـب "فتح البيـان" صـدّيق حسن في كتـابـه "الـحـجـج"، ومثلـــه أقـوال أخـرى ولـكـنـا نتـركها خـوفا مـــن الإطـنــاب وعـليك أن تـدقّق الـنظر بـالإنـصاف الكامل ليتـضـح لك الـحـق الـحقيـق وتـكـون مـن الـفـائـزيـن. وقـد بيّـنـت لك كُـلّ مـا هـو كـلـمة الـكـفـر في أعيـن الـمستعجلين، فـانـظـر.. أيـن هـذا وأيـن ادعـاء النبوة؟ فلا تـظـن يا أخي أني قلت كـلـمة فيـه رائحةُ ادّعـاء الـنبوة

یہی وہ بات ہے جو ہم نے احادیث نبویہ اور قرآنِ کریم سے استنباط کر کے اپنی بعض کتابوں میں بیان کی ہے۔ اور جو کچھ بعض علماءِ سلف نے کہا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیا تو ابن سیرین کے قول کو نہیں دیکھتا کہ اُن کے پاس مہدی کا ذکر کیا گیا اور اُس کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ (مہدی) ابوبکرؓ سے افضل ہوگا۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ ابوبکر کیا، وہ تو بعض نبیوں سے بھی افضل ہوگا۔

یہی بات (تفسیر) فتح البیان کے مصنّف صدیق حسن نے اپنی کتاب حجج الکِرامہ میں تحریر کی ہے۔ اور اسی طرح کے اور اقوال بھی ہیں۔ لیکن ہم انہیں طوالت کے خوف سے چھوڑتے ہیں اور تجھ پر یہ لازم ہے کہ تو پورے انصاف کے ساتھ باریک نظر سے دیکھے تا تجھ پر اصل حقیقت واضح ہو جائے اور تو کامیاب ہونے والوں میں سے ہو جائے۔ اور میں نے ہر وہ بات جو جلد بازوں کی نگاہ میں کلمۂ کفر ہے تمہارے لئے بیان کر دی ہے۔ لہٰذا غور کر کہ کہاں یہ بات اور کہاں دعویٰ نبوت؟ سواَے برادرِ من! تو یہ مت خیال کر کہ میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جس میں دعویٰ نبوت کی کوئی بُو پائی جاتی ہو

﴿۸۳﴾

كـمـا فهِـم الـمتهـوّرون في إيماني وعِـرضـي، بـل كُـلّ مـا قُلت إنما قلتهـا تَبيينًـا لـمعارف القرآن ودقائقه، وإنما الأعمال بالنّيّات ومعاذَ اللّٰه أن أدّعي النبوة بعدما جعل اللّٰه نبيَّنا وسيدنا محمدًا المصطفٰى صلى الله عليه وسلم خاتم النبيّين.

جیسا کہ میرے ایمان اور میری عزت پر دیدہ دلیری سے حملہ کرنے والوں نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ جب کبھی میں نے یہ بات کہی ہے تو صرف معارف و دقائق قرآنیہ کی وضاحت کے لئے کہی ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ معاذ اللہ کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ بعد اس کے کہ اللہ نے ہمارے نبی سیّد و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا ہے۔

ومن **اعتراضاتهم** أنهم قالوا إن **المسيح الموعود** لا يأتي إلا عند قُرب القيامة وظهور أماراتها الكبرىٰ يعني ظهور يأجوج ومأجوج، ودابّة الأرض، والدجّال الذي تسير معه الجنة والنار، وطلوع الشمس من مغربها، وما ظهر شيء من هذه العلامات.. فمن أين جاء المسيح الموعود مع عدم مجيء آيات أخرىٰ؟ وكيف يطمئن القلب على هذا وكيف يحصل الثلج واليقين؟

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود قیامت کے قریب اور اُس کی بڑی بڑی علامات کے ظہور کے وقت یعنی یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض اور اُس دجال کے ظہور کے وقت جس کے ساتھ ساتھ جنت اور دوزخ چلیں گے اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت آئے گا، حالانکہ ان علامات میں سے کوئی علامت بھی ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔ تو پھر دیگر نشانات کے آئے بغیر مسیح موعود کہاں سے آ گیا اور اس پر دل کیسے مطمئن ہوسکتا ہے اور تشفی اور یقین کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟

أما الجواب فاعلم أن هذه الأنباء قد تمّتْ كلها،

اس (اعتراض) کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ یہ تمام کی تمام پیش خبریاں اسی طرح پوری ہوگئیں

ووقعت كما كان فی الآثار المنتقاة المدوّنة عن الثقات، ولكن الناس ما عرفوها وكانوا غافلين.

والكلام المفصّل فی ذلك أن أمارات القيامة علٰی قسمين: الأمارات الصغرىٰ، والأمارات الكُبرىٰ. أما الأمارات الصغرىٰ فقد تبدو وتظهر علٰی صورتها الظاهرة، وقد تنكشف وجودها فی حُلل الاستعارات. ولكن الأمارات الكبرىٰ فلا تظهر علٰی صورتها الظاهرة أصلًا، ولا بُدَّ فيها أن تظهَر فی حُلل الاستعارات والمجازات.

والسرّ فی هذا الأمر أن الساعة لا تأتی إلا بغتة كما قال الله تعالىٰ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اور وقوع میں آ گئیں جیسا کہ اہل ثقہ کی مدوّن و منتخب احادیث میں وہ موجود ہیں لیکن لوگوں نے اُنہیں نہ پہچانا اور غافل رہے۔

اور اِس بارے میں تفصیلی کلام یہ ہے کہ قیامت کی نشانیاں دو قسم کی ہیں۔ علاماتِ صغریٰ اور علاماتِ کُبریٰ۔ جہاں تک علامات صغریٰ کا تعلق ہے تو وہ کبھی اپنی ظاہری شکل میں ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی ان کا وجود استعارات کے پیرائے میں منکشف ہوتا ہے۔ لیکن علاماتِ کُبریٰ اپنی ظاہری شکل میں بالکل ظاہر نہیں ہوتیں۔ اور اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ استعارات اور مجازات کے لبادے میں ظاہر ہوں۔ اور اس معاملہ میں راز یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

لَا یَعْلَمُوْنَ.

وقال فی مقام آخر اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللهِ اَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ.

بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ.

وقال كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ. لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ. فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ.

لَا یَعْلَمُوْنَ [1]

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللهِ اَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔ [2]

(نیز سورۃ الانبیاء میں فرمایا کہ)

بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ [3]

نیز فرمایا كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ [4]

---

[1] وہ تجھ سے قیامت سے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اُسے بپا ہونا ہے تُو کہہ دے کہ اس کا علم صرف میرے ربّ کے پاس ہے اسے اپنے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کرے گا مگر وہی وہ آسمانوں اور زمین پر بھاری ہے وہ تم پر نہیں آئے گی مگر دفعۃً وہ (اس کے بارہ میں) تجھ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا کہ تُو اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہے تُو کہہ دے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔ (الاعراف:۱۸۸)

[2] پس کیا وہ اس بات سے امن میں ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ دینے والی (مصیبت) آئے یا (انقلاب کی) گھڑی اچانک آجائے جب کہ وہ (اس کا) کوئی شعور نہ رکھتے ہوں۔ تُو کہہ دے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بصیرت پر ہوں اور وہ بھی جس نے میری پیروی کی۔ (یوسف:۱۰۸،۱۰۹)

[3] بلکہ وہ (گھڑی) اُن تک اچانک آئے گی اور انہیں مبہوت کر دے گی اور وہ اسے (اپنے سے) پرے کر دینے کی طاقت نہیں رکھیں گے اور نہ ہی وہ مہلت دیئے جائیں گے۔ (الانبیاء:۴۱)

[4] اسی طرح ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس (بات) کو داخل کر دیا ہے۔ (کہ) وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ پس وہ (عذاب) ان کی لاعلمی میں ان کے پاس اچانک آجائے گا۔ (الشعراء:۲۰۱ تا ۲۰۳)

وقال هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. و قال وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ.

فثبت من قوله عزّوجلّ أعنى وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ. أن العلامات القطعية المزيلة للمِرية، والأمارات الظاهرة الناطقة الدّالة على قُرب القيامة.. لا تظهر أبدًا، وإنما تظهر آيات نظرية التى تحتاج إلى التأويلات، ولا تظهر إلّا فى حُلل الاستعارات، وإلّا فكيف يمكن أن تنفتح أبواب السماء وينزل منها عيسٰى أمام أعين الناس وفى يده حربة، وتنزل الملائكة معه، وتنشقّ الأرض وتخرج منها دآبّة عجيبة تكلّم الناسَ

نیز فرمایا: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔[1]

نیز فرمایا: وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ۔[2]

پس اللہ عزّوجلّ کے قول وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ سے یہ ثابت ہوگیا کہ شک وشبہ کو دور کرنے والے قطعی نشانات اور ظاہری ناطق نشانیاں جو قرب قیامت پر دلالت کرتی ہیں کبھی ظاہر نہ ہوں گی۔ ہاں البتہ وہ نظری نشانات ظاہر ہوں گے جو تاویلات کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ بھی صرف استعارات کے لبادہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں اور ان سے عیسیٰؑ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نازل ہوں اور اُن کے ہاتھ میں ایک برچھی ہو اور فرشتے اُن کے ساتھ نازل ہوں اور زمین پھٹ جائے اور اس میں سے ایک عجیب جانور نکلے جو لوگوں سے یہ کہے

﴿۸۴﴾

[1] کیا وہ اس کے سوا کچھ اور انتظار کر رہے ہیں کہ (قیامت کی) گھڑی ان کے پاس اچانک اس طرح آ جائے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے۔(الزخرف:۶۷)

[2] اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہمیشہ اس کے متعلق شک میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان تک انقلاب کی گھڑی آ پہنچے گی یا ایسے دن کا عذاب انہیں آ لے گا جو خوشیوں سے عاری ہوگا۔(الحج:۵۶)

أن الدّين عند اللّٰه هو الإسلام، ويخرج يأجوج ومأجوج بصورهم الغريبة وآذانهم الطويلة، ويخرج حمار الدجّال ويرى الناس "بين أذنيه سبعون باعًا"، ويخرج الدجّال ويرى الناس الجنةَ والنّار معه والخزائن التي تتبعه، وتطلُع الشمس من مغربها كما أخبر عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويسمع الخَلق أصواتا متواترة عن السماء أن المهدى خليفة اللّٰه، ومع ذلك يبقى الشك والشبهة فى قلوب الكافرين.

ولأجل ذٰلك كتبتُ فى كتبى غير مرّة أن هذه كلها استعارات وما أراد اللّٰه بها إلّا ابتلاء الناس ليعلم من يعرفها بنور القلب ومن يكون من الضالين. ولو فرضنا أنها تظهر بصورها الظاهرة فلا شكّ أن من ثمراتها الضرورية أن يرتفع الشكّ والشبهة والمِرية من قلوب الناس كلّهم

کہ اللہ کے نزدیک اصل دین اسلام ہی ہے۔ اور یاجوج ماجوج اپنی عجیب شکلوں میں نکلیں اور اُن کے کان لمبے ہوں۔ اور دجال کا گدھا نکلے اور لوگ اُس کے دو کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ دیکھیں۔ اور دجال نکلے اور لوگ اُس کے ساتھ جنت اور دوزخ دیکھیں اور اُن خزانوں کو دیکھیں جو اُس (دجال) کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور سورج اپنے مغرب سے طلوع ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی نسبت خبر دی ہے۔ اور مخلوق آسمان سے لگاتار یہ آوازیں سُنیں کہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے اور اِس کے باوجود کافروں کے دلوں میں شک وشبہ باقی رہے۔

اور اسی وجہ سے میں نے اپنی کتابوں میں کئی بار یہ تحریر کیا ہے کہ یہ سب کے سب استعارات ہیں۔ اور ایسا کرنے میں اللہ کی منشاء صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو آزمائے تا اُسے یہ معلوم ہو کہ کون اُن کو نورِ قلب سے پہچانتا ہے اور کون گمراہوں میں سے ہے اور اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ وہ (علامات) اپنی ظاہری شکل میں ظاہر ہوں گی تو بلاشبہ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمام لوگوں کے دلوں سے شک وشبہ اور وہم دور ہوگا

كما يرتفع في يوم القيامة، فإذا زالت الشكوك ورُفعت الحجب فأيُّ فرقٍ بقي بعد انكشاف هذه العلامات المهيبة الغريبة في تلك الأيام وفي يوم القيامة؟

انظر اِليها العاقل أنه إذا رأى الناس رجلا نازلًا من السّماء وفي يده حربة ومعه ملائكة الذين كانوا غائبين من بدء الدنيا وكان الناس يشكّون في وجودهم، فنزلوا وشهدوا أن الرسول حق، وكذلك سمع الناس صوت اللّٰه من السماء أن المهدي خليفة اللّٰه، وقرأوا لفظ "الكافر" في جبهة الدجّال، ورأوا أن الشمس قد طلعت من المغرب، وانشقّت الأرض وخرجت منها دآبة الأرض التي قدمه في الأرض ورأسه تمسّ السماء، ووسمت المؤمن والكافر، وكتبتْ ما بين عينهم مؤمن أو كافر، وشهدت بأعلى صوتها بأن الإسلام حق،

جیسا کہ قیامت کے دن دور ہوگا۔ پس جب تمام شکوک کا ازالہ ہوگیا اور سب حجاب اُٹھ گئے تو پھر ان (موجود) دنوں میں اور قیامت کے دن میں ان ہولناک عجیب علامات کے انکشاف کے بعد کون سا فرق باقی رہ گیا؟

اے صاحب عقل غور کر! کہ جب لوگ ایک شخص کو آسمان سے نازل ہوتے ہوئے دیکھیں کہ اُس کے ہاتھ میں ایک برچھی ہے اور اس کے ساتھ ایسے فرشتے ہیں جو دنیا کے آغاز سے غائب تھے اور لوگ اُن کے وجود کے بارے میں شک کیا کرتے تھے پھر وہ (فرشتے) اُتریں اور یہ گواہی دیں کہ یہ رسول سچا ہے اور اسی طرح لوگ آسمان سے اللہ کی یہ آواز سنیں کہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے اور وہ دجال کی پیشانی پر کافر کا لفظ (لکھا ہوا) پڑھیں اور یہ دیکھیں کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگیا ہے، زمین پھٹ گئی ہے اور اُس سے وہ دآبۃ الارض نکل کر باہر آ گیا ہے جس کا پاؤں زمین پر اور سَر آسمان کو چھو رہا ہے اور اُس نے مومن اور کافر پر نشان لگایا ہے اور اُس نے اُن کی آنکھوں کے درمیان مومن یا کافر (کا لفظ) لکھا ہے اور اُس نے بآوازِ بلند اس بات کی گواہی دی ہے کہ اسلام سچا ہے

وحصحص الحق وبرق من كل جهة، وتبينت أنوار صدق الإسلام حتى شهد البهائم والسباع والعقارب على صدقه، فكيف يمكن أن يبقى كافر على وجه الأرض بعد رؤية هذه الآيات العظيمة، أو يبقى شك في الله وفي يوم الساعة؟ فإن العلوم الحسّية البديهة شيء يقبله كافر ومؤمن، ولا يختلف فيه أحد من الذين أُعطوا قوى الإنسانية؛ مثلًا إذا كان النهار موجودًا والشمس طالعة والناس مستيقظين فلا يُنكره أحد من الكافرين والمؤمنين. فكذلك إذا رُفعت الحجب كلها، وتواترت الشهادات، وتظاهرت الآيات، وظهرت المخفيّات، وتنزلت الملائكة، وسُمعتْ أصوات السماء ، فأی تفاوُت بقيت بين تلك الأيام وبين يوم القيامة، وأی مفرّ بقی للمنكرين؟

اور سچائی واضح ہوگئی ہے اور ہر پہلو سے روشن ہوگئی ہے اور اسلام کی صداقت کے انوار ایسے ظاہر ہوگئے ہیں کہ چوپایوں، درندوں اور بچھوؤں تک نے اس کی صداقت کی گواہی دے دی ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ یہ عظیم نشانات دیکھنے کے بعد بھی کوئی کافر روئے زمین پر باقی رہ جائے یا اللہ اور روزِ قیامت کے بارے میں کوئی شک باقی رہ جائے کیونکہ حِسّی بدیہی علوم ایسی چیز ہیں کہ جنہیں کافر اور مومن ہر دو قبول کرتے ہیں اور اس بارے میں اُن لوگوں میں سے جنہیں انسانی قویٰ دیئے گئے ہیں کوئی ایک بھی اختلاف نہیں کرتا مثلاً جب دن موجود ہو اور سورج نکلا ہوا ہو اور لوگ جاگ رہے ہوں تو کافروں اور مومنوں میں سے کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرے گا۔ سو اسی طرح جب تمام حجاب اُٹھا دیئے جاویں اور گواہیاں تواتر سے ظاہر ہوں اور نشانات ایک دوسرے کو تقویّت پہنچائیں اور مخفی امور ظاہر ہو جائیں اور فرشتوں کا نزول ہو جائے اور آسمانی آوازیں سنائی دیں تو (پھر بتاؤ کہ) کون سا فرق ان دنوں اور قیامت کے دن کے درمیان باقی رہ جائے گا اور منکرین کے لئے کون سی جائے فرار باقی رہ جائے گی؟

فلزم من ذلك أن يُسلِم الكفار كلهم في تلك الأيام، ولا يبقى لهم شك في الساعة؛ ولكن القرآن قد قال غير مرة إن الكفار يبقون على كفرهم إلى يوم القيامة، ويبقون في مِريتهم وشكّهم في الساعة حتى تأتيهم الساعة بغتة وهم لا يشعرون. ولفظ "البغتة" تدل بدلالة واضحة علٰى أن العلامات القطعية التي لا تبقى شك بعده، على وقوع القيامة لا تظهر أبدا، ولا تجليها اللّٰه بحيث تُرفع الحجب كلّها وتكون تلك الأمارات مرآة يقينية لرؤية القيامة، بل يبقى الأمر نظريا إلى يوم القيامة، والأمارات تظهر كلها ولكن لا كالأمر البديهي الذى لا مفر من قبوله، بل كأمور ينتفع منها العاقلون، ولا يمسّها الجاهلون المتعصبون، فتدبَّرْ في هذا المقام فإنه تبصرة للمُتدبّرين.

لہٰذا اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان دنوں میں سب کافر مسلمان ہو جائیں اور اُنہیں قیامت کے بارے میں کوئی شک باقی نہ رہے۔لیکن قرآن نے کئی بار کہا ہے کہ کافر تا روزِ قیامت اپنے کفر پر قائم رہیں گے اور وہ قیامت کے بارے میں اُس وقت تک شک وشبہ میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ وہ گھڑی ان پر اچانک آ جائے اور اُنہیں احساس تک نہ ہو۔اور بَغْتَةً کا لفظ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسی قطعی علامات جن کے بعد ظہورِ قیامت میں کوئی شک نہیں رہتا، کبھی ظاہر نہ ہوں گی۔اور اللہ اُنہیں اس طور پر ظاہر نہیں کرے گا کہ تمام حجاب اُٹھ جائیں اور یہ علامات قیامت کو دیکھنے کے لئے ایک یقینی آئینہ ہوں۔ بلکہ یہ معاملہ قیامت کے دن تک غیر واضح رہے گا اور تمام علامات ظاہر ہو جائیں گی۔لیکن ایسے بدیہی امر کی طرح نہیں جس کے قبول کرنے سے کوئی مَفَر نہ ہو بلکہ اُن امور کی مانند جن سے عقلمند لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور جنہیں جاہل متعصب لوگ چھو نہیں سکتے۔لہٰذا تو اِس مقام پر تدبر کر کیونکہ یہ تدبّر کرنے والوں کے لئے بصیرت افروز ہے۔

﴿۸۵﴾

وأنت تعلم أن هذه الأنباء كلها كخروج دابّة الأرض ويأجوج ومأجوج وغيرها، قد اختلفت الآثار في تبيينها، ولم تُبيَّن على نهج واحد، حتى إن بعض الصحابة زعموا أن دآبة الأرض عليٌّ رضي اللّٰه عنه، فقيل له إن الناس يظنون أنك أنت دآبّة الأرض، فقال ألا تعلمون أنه إنسان ومعه لوازم بعض الحيوانات، ولها وبر وريش، وشيء فيه كالطير، وشيء فيه كالسباع، وشيء فيه كالبهائم، وهو يسعٰى كمثل فرس ضليع ثلاث مرة ولم يخرج إلا أقلّ من ثلثيه، وما أنا إلا إنسان بحتٌ ليس علٰى جلدي وبر ولا ريش.. فكيف أكون دآبّة الأرض؟ وقال بعض الناس إن دآبة الأرض التي ذكره القرآن هو اسم الجنس لا اسم شخص معيّن، فإذا انشقت الأرض فيخرج منه ألوف من دوآبّ الأرض

اور تو جانتا ہے کہ یہ سب پیشگوئیاں مثلاً دآبۃ الارض کا خروج اور یاجوج ماجوج اور دیگر علامات کے ظہور کے بارے میں روایات نے ان کی وضاحت کے بیان کرنے میں باہم اختلاف کیا ہے اور اُن کی تشریح ایک طرز اور طریق پر نہیں کی۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ دآبۃ الارض (حضرت) علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ آپ دآبۃ الارض ہیں۔ تو اس پر انہوں نے کہا، کیا تم نہیں جانتے کہ وہ انسان ہے لیکن اس کے ساتھ بعض حیوانوں کے لوازم ہوں گے۔ اس کی پشم اور پَر ہوں گے اور اُس میں کچھ چیزیں پرندوں جیسی اور کچھ درندوں جیسی اور کچھ چوپاؤں جیسی ہوں گی۔ اور وہ تین بار ایک مضبوط گھوڑے کی طرح تیز بھاگے گا لیکن اپنے دو تہائی سے کم ہی نکلے گا۔ جبکہ میں تو محض ایک انسان ہوں۔ میری جلد پر نہ تو پشم ہے اور نہ ہی پَر۔ پھر میں کیسے دآبۃُ الارض ہوسکتا ہوں؟ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ دابۃُ الارض جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ اِسم جنس ہے کسی ایک معیّن شخص کا نام نہیں۔ پس جب زمین پھٹ جائے گی تو اس سے ہزاروں دآبۃ الارض نکلیں گے۔

سُمی کل واحد منها دآبة الأرض لهم صور كصور الإنسان وأبدان كأبدان السباع والكلاب والبهائم. وقيل إنها حيوان لها عنق طويلة.. يراها المغربي كما يراه المشرقي، ولها مناقير الطيور، وهي حيوان أصوف ذاتُ زَغَبٍ وذات وبر وريش، وفيها من كل لونٍ من ألوان الدواب، ولها أربع قوائم، وفيها من كل أُمّةٍ سِيْمَى، وسيماها من هذه الأمة أنها تكلّم الناسَ بلسان عربي مبين، تكلّمهم بكلامهم. هذا قول ابن عباس. وجاء من أبي هريرة أنها ذات عَصَبٍ وريش، وأن فيها من كل لونٍ، ما بين قرنيها فرسخ للراكب المُجِدّ. وعن ابن عمر قال إنها زَغْباءُ ذات وبر وريش. وعن حذيفة قال إنها سَلَمَّعَةٌ ذات وبر و ريش،

جن میں سے ہر ایک کو دآبۃ الارض کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ ان کی شکلیں انسانوں کی سی اور اُن کے بدن درندوں، کتوں اور چوپاؤں کے بدنوں جیسے ہوں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک حیوان ہے جس کی گردن لمبی ہے جسے ایک مغرب میں رہنے والا شخص ویسے ہی دیکھے گا جیسے مشرق میں رہنے والا شخص۔ اور اس کی پرندوں جیسی چونچیں ہوں گی اور وہ اُون والا روئیں والا پشمی اور بالوں والا حیوان ہوگا۔ اور اُس میں جانوروں کے رنگوں میں سے ہر رنگ ہوگا۔ اُس کی چار ٹانگیں ہوں گی۔ اور اس میں ہر اُمّت کا نشان ہوگا اور اِس اُمّت کے لئے اس کا نشان یہ ہے کہ وہ لوگوں سے فصیح عربی زبان میں کلام کرے گا۔ اور اُن سے اُنہیں کی زبان میں کلام کرے گا۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ اعصاب اور پروں والا ہوگا اور اس میں ہر رنگ موجود ہوگا۔ اور اُس کے دوسینگوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے لئے ایک فرسخ کا فاصلہ ہوگا۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ نرم روئیں رکھنے والا پشمی اور بالوں والا ہوگا۔ اور حضرت حُذَیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ پشم اور بالوں والا بھیڑیا ہے

لن يدركها طالب ولا يفوتها هارب. وعن عمرو بن العاص قال إنها حيوان طويل القامة، رأسه يبلغ السماء ويمسّها ولم يخرج رجلاه من الأرض، وإنها لتخرج كجرى الفرس ثلاثة أيام لم يخرج ثلثا وعن ابن زبير قال هي دآبة رأسها كرأس البقر، وعينها كعين الخنزير، وأذنها كأذن الفيل، وقرنها كقرن الأيّل، وعنقها كعنق النعامة، وصدرها كصدر الأسد، ولونها كلون النمر، وخاصرها كخاصر السنور، وذنبها كذنب المعيز، وأرجلها كقوائم الإبل، وما بين مفصليها اثنا عشر ذراعا. وعن عاصم بن حبيب بن اصبهان قال رأيت عليًّا يقول إن دآبة الأرض تأكل بفيها وتتكلم مِن إسُتها. وجاء في بعض الأحاديث أنها تخرج ويكون معها عصا موسى وخاتم سليمان بن داوٗد،

کوئی پکڑنے والا اُس تک پہنچ نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی بھاگنے والا اُس سے آگے نکل سکتا ہے۔اور حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ دراز قد حیوان ہے جس کا سر آسمان کو پہنچا ہوگا اور اُس کے دونوں پاؤں زمین سے نہیں نکلیں گے۔ اور وہ گھوڑے کی طرح تین دن سرپٹ دوڑے گا۔اور ایک تہائی بھی نہیں نکلے گا۔اور حضرت ابن زبیرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک ایسا جانور ہوگا جس کا سر گائے کے سر جیسا، آنکھیں سؤر کی آنکھوں جیسی، کان ہاتھی کے کان جیسے اور سینگ بارہ سنگے کے سینگ جیسے اور اُس کی گردن شتر مرغ کی گردن جیسی اور اُس کا سینہ شیر کے سینے جیسا اور اُس کا رنگ چیتے کے رنگ کی طرح اور اُس کی کمر بلّی کی کمر جیسی اور اُس کی دُم بکرے کی دم جیسی اور اُس کی ٹانگیں اُونٹ کی ٹانگوں کی طرح اور اُس کے ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا۔ اور عاصم بن حبیب بن اصبہان سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت) علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دآبۃ الارض اپنے منہ سے کھائے گا اور اپنے سُرین سے کلام کرے گا۔اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ وہ خروج کرے گا اور اُس کے ساتھ موسیٰؑ کا عصا اور سلیمان ابن داوٗدؑ کی انگوٹھی ہوگی

ويـنـادي بـأعـلـٰى صوت أن النـاس كـانوا بـآيـاتنـا غـافلين، وتـسِم الـمـؤمـن والكـافر.. أما الـمـؤمن فيبرق وجهه بعد الوسم كـالـكـوكـب الـدرّي، وتكتب الـدابة مـا بين عينيه لفظ المؤمن، وأمـا الـكـافر فتكتب ما بين عينيه لفظ الكافر كنقطة سوداء . وجاء فـي رواية أن لهـا صوتـا عـالٍ يسمعها كل من هو في الخافقين، وهـي تـقتـل إبـليس وتمزّقه. وفي مـواضع خروجها وأزمنة ظهورها اختـلافـات عـجيبة تـركنا ذكرها اجتنـابا من طول الكلام. وقالوا إنهـا تـخـرج فـي زمـان واحد من أمكنة متعددة.. تخرج من أرض مـكة، وتخرج من أرض المدينة، وتـخـرج مـن أرض اليمن، فيُرى صورته في الأمكنة المختلفة بطور خـرق الـعادة في الصور المثالية. فـمـن هٰهـنـا يثبـت عـالم المثال.

اور وہ بآ واز بلند منادی کرے گا کہ لوگ ہمارے نشانوں سے لاپرواہ تھے۔ اور وہ مومن اور کافر پر نشان لگائے گا۔ پھر جو مومن ہوگا تو اُس کا چہرہ نشان لگنے کے بعد روشن ستارے کی طرح دمک اُٹھے گا اور وہ دآبۃ (الارض) اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ مومن لکھے گا۔ اور جو کافر ہوگا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر سیاہ نقطے کی طرح لکھے گا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اُس کی آواز اتنی بلند ہے جسے مشرق و مغرب میں جو بھی ہے سُنے گا۔ اور وہ ابلیس کو قتل کرے گا اور پارہ پارہ کردے گا۔ اور اُس کے خروج کی جگہوں اور اس کے ظہور کے زمانوں میں عجیب طرح کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہم نے طولِ کلام سے اجتناب کرتے ہوئے اُس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ اور لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اُس کا ایک زمانے میں متعدد جگہوں سے خروج ہوگا۔ وہ سرزمین مکّہ سے بھی نکلے گا اور سرزمین مدینہ سے بھی نمودار ہوگا اور یمن کی سرزمین سے بھی خروج کرے گا۔ پس وہ مختلف جگہوں میں خارق عادت طور پر مثالی شکلوں میں اپنی صورت دکھائے گا۔ پس یہاں سے عالَم مثال ثابت ہوتا ہے

﴿۸۶﴾

وأعجبني أن علماء نا قد جوّزوا هذه الصور المثالية في خروج دابّة الأرض، وقالوا إن لها تكون قدرةٌ على كونها موجودة في المشرق والمغرب في آن واحد، وهم لا يجوّزون هذه القدرة للملائكة، ويقولون إنهم إذا نزلوا من السماء فلا بد من أن تبقى السماوات خالية منهم، وإنْ هذا إلا حمق مبين.

هذا ما جاء في حال دابة الأرض في كتب الأحاديث مع اختلافات وتناقضات حتى إن أكثر الصحابة ظنوا أنه إنسان فقط، ولأجل ذلك حسبوا أن عليًّا هو دابة الأرض. ومن أعجب العجائب أن بعض الأحاديث تدل علٰى أن دابة الأرض مؤمنة تؤيّد المؤمنين وتخزي الكافرين، وتشهد أن دين الإسلام حق، حتى إنها تقتل إبليس وتمزّقه،

اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے علماء نے دآبۃ الارض کے خروج کے بارے میں اِن مثالی صورتوں کو جائز قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بیک وقت اُسے مشرق اور مغرب میں موجود ہونے کی قدرت حاصل ہوگی۔ جبکہ وہ ایسی قدرت کو فرشتوں کے لئے جائز قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ جب وہ (فرشتے) آسمان سے نازل ہوں تو ضروری ہے کہ تمام آسمان اُن سے خالی ہوجائیں۔ حالانکہ یہ کھلی کھلی حماقت ہے۔

یہ وہ بیان ہے جو دآبۃ الارض کے بارے میں کتب احادیث میں اختلافات اور تناقضات کے ساتھ آیا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر صحابہؓ یہ خیال کرنے لگے کہ وہ فقط انسان ہی ہے۔ اور اسی وجہ سے اُنہوں نے خیال کیا کہ (حضرت) علیؓ ہی دآبۃ الارض ہیں۔ اور سب سے عجیب تو یہ ہے کہ بعض احادیث دلالت کرتی ہیں کہ دآبۃ الارض مومن ہوگا جو مومنوں کی تائید کرے گا اور کافروں کو ذلیل کرے گا۔ اور گواہی دے گا کہ دینِ اسلام حق ہے یہاں تک کہ وہ ابلیس کو قتل کرکے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔

وبعض الأحاديث يدل على أنها امرأة كافرة خادمة للشيطان وجسّاسة للدجّال وليس فيها خير؛ فلا يمكن التوفيق بينهما إلا أن نقول إن المراد من دابة الأرض علماء السوء الذين يشهدون بأقوالهم أن الرسول حق والقرآن حق، ثم يعملون الخبائث ويخدمون الدجّال، كأن وجودهم من الجزئين.. جزء مع الإسلام وجزء مع الكفر، أقوالهم كأقوال المؤمنين، وأفعالهم كأفعال الكافرين. فأخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أنهم يكثرون في آخر الزمان، وسُمّوا دابة الأرض لأنهم أخلدوا إلى الأرض، وما أرادوا أن يُرفعوا إلى السماء، واطمأنوا بالدنيا وشهواتها، وما بقي لهم قلب كالإنسان، واجتمعت فيهم عادات السباع والخنازير والكلاب.

اور بعض احادیث دلالت کرتی ہیں کہ وہ (دآبۃ الارض) ایک کافر عورت ہے جو شیطان کی خادمہ اور دجال کی جاسوس ہے اور اُس میں کوئی نیکی نہیں پائی جاتی۔ان دونوں قسم کی احادیث میں مطابقت کا اس کے سوا کوئی امکان نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ دابۃ الارض سے مراد علماءِ سوء ہیں جو اپنے اقوال سے یہ گواہی دیتے ہیں کہ رسول حق ہے اور قرآن حق ہے لیکن پھر بھی وہ گندے کام کرتے ہیں۔ اور دجال کی خدمت کرتے ہیں۔ گویا اُن کا وجود دو اجزا سے مرکب ہے۔ایک جز اسلام کے ساتھ ہے۔ اور دوسرا جز کفر کے ساتھ۔ اُن کے اقوال مومنوں کے اقوال کی مانند اور اُن کے افعال کافروں کے افعال جیسے ہیں۔ پس (یہی وجہ سے کہ) رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ (علماءِ سوء) آخری زمانے میں کثرت سے ہوں گے۔ اور ان کا نام دآبۃ الارض رکھا گیا ہے کیونکہ وہ زمین کی جانب جھکے ہوئے ہوں گے اور نہیں چاہیں گے کہ اُنہیں آسمان کی طرف بلند کیا جائے اور وہ دنیا اور اُس کی شہوات پر مطمئن ہوں گے اور انسان جیسا دل اُن میں باقی نہیں رہے گا۔ اور درندوں، سؤروں اور کتوں کی عادات اُن میں جمع ہوں گی۔

تراهم مستكبرين متبخترين كأنهم بلغوا السماء ومسّوها، ولم تخرج أرجلهم من الأرض من شدة انتكاسهم إلى الدنيا، فهم كالذى شُدِّدَ أَسْرُه وكالمسجونين. يكلّمون الناس من الإست لا من الأفواه، يعنى ولا تجد فى كلماتهم طهارة وبركة واستقامة ونورانية ككلمات الصالحين.☆

انہیں تو متکبر اور خود پسند پائے گا۔ گویا کہ انہوں نے آسمان تک پہنچ کر اُسے چھولیا ہے حالانکہ دنیا کی طرف شدید جھکاؤ کی وجہ سے اُن کے پاؤں زمین سے نکلے ہی نہیں۔ وہ اُس شخص کی طرح ہیں جس کی قیدیوں کی طرح مُشکیں کسی گئی ہوں۔ وہ لوگوں سے منہ کے ذریعہ نہیں بلکہ سُرین کے ذریعہ کلام کریں گے یعنی تو اُن کی گفتگو میں وہ پاکیزگی، برکت، استقامت اور نورانیت نہیں پائے گا جو نیکوں کی گفتگو میں ہوتی ہے۔☆

﴿٨٦﴾ ☆۔قال قائل لو كان هذا هو الحق.. أن دابّة الأرض هى طائفة علماء هذا الزمان، فيلزم أن يكون تكفيرهم حقًّا وصدقا، فإن من شأن دابة الأرض أنها تسِم المؤمن والكافر، فمن جعله الدابةُ كافرا (يُشير المعترض إلينا) فعليكم أن تقرّوا بكفره، فإن التكفير بمنزلة الوسم من دابّة الأرض. فيُقال فى جواب هذا المعترض إن المراد من الوسم إظهارُ كفرِ كافر وإيمان مؤمن، فهذا الإظهار على نوعين قد يكون بالأقوال وقد يكون بالأفعال ونتائجها. وقد جرت سُنة اللّٰه أنه قد يجعل الكافرين والفاسقين علّةً موجبة لظهور أنوار إيمان أنبيائه وأوليائه ،

☆۔ایک شخص نے اعتراض کیا ہے کہ اگر یہی سچ ہے کہ دآبّۃ الارض اِس زمانے کے علماء کا ایک گروہ ہی ہے تو پھر لازم آئے گا کہ اُن کا کسی کو کافر قرار دینا حق اور سچ ہو، کیونکہ دابّۃ الارض کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ مومن اور کافر کو نشان لگائے گا تو پھر جس شخص کو وہ دآبّۃ الارض کافر قرار دے۔ (معترض کا اشارہ ہماری جانب ہے) تو تم پر یہ لازم ہے کہ تم اُس کے کفر کا اقرار کرو۔ (دآبّۃ الارض علماء کا) کسی کو کافر قرار دینا دآبّۃ الارض کے نشان لگانے کے مترادف ہے۔ پس اس معترض کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ نشان سے مراد کافر کے کفر اور مومن کے ایمان کا اظہار ہے۔ پس یہ اظہار دو قسم کا ہے۔ کبھی تو وہ اقوال کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی افعال اور ان کے نتائج کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ کبھی تو وہ کافروں اور فاسقوں کو اپنے انبیاء اور اولیاء کے انوارِ ایمان کے اظہار کا لازمی سبب بنا دیتا ہے۔

ومن اعتراضاتهم ما قيل إن بعض أجلّ مشائخهم قال إنی رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فی المنام وسألته عن هذا الرجل (يعنی عن المؤلف) أهو كاذب أم صادق؟

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُن کے بڑے مشائخ میں سے ایک نے یہ کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے اس شخص (یعنی مولف کتاب ہذا) کے بارہ دریافت کیا کہ آیا وہ شخص کاذب ہے یا صادق؟

بقية الحاشية۔ ألا ترى إلى سيدنا ونبينا محمدٍ المصطفٰى صلعم كيف كانت عداوة أبی جهل وأمثاله موجبةً لإنارة صدقه وضياء إيمانه؟ ولو لم يكن أبو جهل وإخوانه من المعادين لبقی كثير من أنوار الصدق المحمّدی فی مكمن الاختفاء، فإذا أراد اللّٰه أن يُظهر صدق نبيه صلعم بين الناس فجعل له الحاسدين المعاندين المعادين فی الأرض كأبی جهل وشياطين آخرين، فمكروا كل المكر وآذوا كل الإيذاء، وسعوا لإطفاء أنوار نزلت من السماء، فعجزوا عن ذلك، وجاء الحق وزهق الباطل، وظهر أمر الله ولو كانوا كارهين فجاز أن يُقال إن أبا جهل وأمثاله كانوا سببا لظهور صدق المصطفٰى وإيمانه الطيب وأنواره العلياء، فكذلك نقول إن دابّة الأرض التی هی خادمة الشيطان.. أعنی التی تتكلم بالإست لا بالفم كالصالحين من نوع الإنسان

بقیہ حاشیہ۔ کیا تو ہمارے آقا، ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح ابوجہل اور اُس جیسے لوگوں کی عداوت آپؐ کے صدق کی تنویر اور آپؐ کے نورِ ایمان کی ضیاء پاشی کا موجب بنی۔ اگر ابوجہل اور اُس کے دوسرے معاند بھائی بند نہ ہوتے تو صدقِ محمدی کے بہت سے انوار پردۂ اخفاء میں رہ جاتے۔ پس جب اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے نبی ﷺ کے صدق کو لوگوں میں ظاہر کرے تو اُس نے اس زمین میں ابوجہل اور دوسرے شریروں کو آپ ﷺ کا حاسد، معاند اور دشمن بنا دیا تو انہوں نے ہر طرح کے منصوبے بنائے اور ہر طرح کی ایذا پہنچائی اور آسمان سے نازل ہونے والے انوار کو بجھانے کی پوری کوشش کی۔ لیکن وہ اس سے عاجز رہے۔ اور حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور اللہ کا امر ظاہر ہوگیا۔ گو وہ اُسے ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا جائز ہے کہ ابوجہل اور اس جیسے دوسرے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدق، آپؐ کے پاکیزہ ایمان اور آپؐ کے انوار عالیہ کو ظاہر کرنے کا سبب بنے۔ پس اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ دابۃ الارض جو شیطان کی خادمہ ہے۔ یعنی جو مقعد سے بات کرتی ہے، نہ کہ صالحین کی طرح منہ سے، جو نوع انسان میں سے ہیں۔

فقال صادق ومن عندالله، ولكن الله يمازحه☆ أما الجواب فاعلم أن ذلك الشيخ قد أرسل إليّ رسولين من عنده، كان اسم أحدهما الخليفه عبد اللطيف، واسم الثاني الخليفه عبد الله العرب، فجاءا إليّ في مقام فيروزفور وقالا قد أرسلَنا إليك شيخنا صاحب العَلم يقول إنّي رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واستفسرته في أمرك وقلت بيّنْ لي يا رسول الله أهو كاذب مفترى أم صادق؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم **إنه صادق ومن عند الله**. ﴿۸۷﴾

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سچا ہے اور اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن اللہ اُس سے ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ اس بزرگ نے اپنے دو قاصد میری طرف بھیجے۔ ان میں سے ایک کا نام خلیفہ عبداللطیف اور دوسرے کا نام خلیفہ عبداللہ عرب ہے۔ وہ میرے پاس فیروز پور مقام میں آئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی طرف ہمارے بزرگ **صَاحِبُ الْعَلَم** پیر جھنڈے والے نے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بارے میں استفسار کیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کہ کیا وہ جھوٹا مفتری ہے یا سچا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**اِنَّــهٗ صَادِقٌ وَمِنْ عِنْـدِاللّٰـه**" یعنی وہ سچا ہے اور منجانب اللہ ہے۔

☆۔اسم هذا الشيخ :پير صاحب العَلَم، ويسكن في بعض بلاد السندھ. وسمعت أنه من مشاهير مشائخ تلك البلاد وجماعةُ مبايعيه قريب من مئة ألف أو يزيدون .منه

☆۔اس بزرگ کا نام پیر جھنڈے والا ہے اور وہ سندھ کے علاقے کے رہنے والے ہیں۔ اور میں نے سُنا ہے کہ وہ اس علاقے کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ اور اُن کے مریدوں کی جماعت ایک لاکھ کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔منہ

بقية الحاشية۔هي تسم المؤمن بمعنى أنها تُظهر أنوار إيمانه كما أظهر أبو جهل أنوار إيمان خاتم النبيّين. فتفكرْ ولا تكن كالمعتوه والمجانين. منه

بقیہ حاشیہ۔جو مومن کو اس معنی میں نشان لگاتی ہے کہ وہ اُس (مومن) کے ایمان کے انوار کو ویسے ہی ظاہر کرتی ہے جیسے ابوجہل نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ ایمانیہ کو ظاہر کیا۔ پس غور کر اور پاگل دیوانوں کی طرح مت ہو۔منہ

فعرفتُ أنك على حق مبين. وبعد ذلك لا نشكّ في أمرك ولا نرتاب في شأنك، ونعمل كما تأمر، فإن أمرتنا أن اذهبوا إلى بلاد الأمريكه فإنّا نذهب إليها، وما تكون لنا خِيرةٌ في أمرنا، وستجدنا إن شاء اللّٰه من المطاوعين.

هذا ما قال رسولاه وكانا من شرفاء القوم، بل الذي كان اسمه عبد اللّٰه العرب هو من مشاهير التجار، ومنَّ اللّٰه عليه بأموال كثيرة وباقيات صالحة، وأظن أنه رجل صالح لا يكذب، وقد أنفق مالا كثيرا في سبيل اللّٰه ومهمّات الدين، وله همٌّ كثير لإعلاء كلمة الإسلام، وما جاء ني إلا على قدم الصدق والإخلاص، وما جاءا إلا بعد ما أرسلهما شيخهما، ففكِّرْ ديانةً وإنصافًا

تو میں نے پہچان لیا کہ آپ واضح حق پر ہیں۔ اور اس کے بعد ہم آپ کے بارے میں کوئی شک نہیں کرتے اور نہ آپ کی شان میں ہمیں کوئی شبہ ہے۔ اور ہم آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں گے، اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ امریکہ کے علاقے میں چلے جاؤ، تو ہم وہاں چلے جائیں گے اور ہمیں اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہ ہوگا اور انشاء اللہ آپ ہمیں بشاشت کے ساتھ اطاعت گزاروں میں پائیں گے۔

یہ وہ بات ہے جو اُس (بزرگ) کے دونوں پیغام لانے والوں نے کہی اور یہ دونوں ہی اپنی قوم کے شرفاء میں سے ہیں۔ بلکہ وہ شخص جس کا نام عبداللہ عرب ہے، مشہور تاجروں میں سے ہے۔ اور اللہ نے اُسے کثرت اموال اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ سے نوازا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ نیک آدمی ہے جھوٹ نہیں بولتا اور اُس نے اللہ کی راہ اور مہماتِ دینیہ میں بہت سا مال خرچ کیا ہے اور اُسے اعلائے کلمۂ اسلام کی بہت فکر ہے اور وہ میرے پاس محض صدقِ قدم اور اخلاص کے ساتھ آیا تھا اور وہ (دونوں) نہیں آئے جب تک کہ اُن کے شیخ نے ان کو (میرے پاس) نہیں بھیجا۔ پس تو دیانت اور انصاف کے ساتھ سوچ!

أ أرسلَهما شيخهما من ديار بعيدة علـى تحمُّل مصارف السبيل وتكاليف السفر في أيام الشتاء ليبلّغا منه كلمةَ المزاح، ويؤذيا على خلاف السُنة أهل الصلاح؟ وإنهما حيّانِ موجودان، والشيخ حيّ موجود، فاسألْهما وشيخهما إن كنت من المرتابين. ومع ذلك نسبة المزاح إلى اللّٰه تعالٰى قول ترى حقيقته، وأنت تعلم أن المزاح نوع من الكذب، ولا يصح عليه سبحانه الكذب، فإنه رجس ومن النقائص، والنقائص كلها تستحيل عليه تعالٰى ذاتًا، عقـلًا وعُرفًا، وقد اتّفق العلماء على أن اللّٰه تعالٰى لا يكذب ولا يُخلف الميعاد، والكذب عليه مُحال لما فيه من أمارة العجز أو الجهل أو العبث، ولما فيه زيادة ونقص، ويتعالى اللّٰه عن النقائص كلها وكل أنواعها.

کہ کیا ان کے شیخ نے اُنہیں اتنے دور کے علاقے سے راستے کے اخراجات اور موسم سرما میں سفر کی صعوبتیں اُٹھانے کے بعد اس لئے بھیجا تھا کہ وہ دونوں اُس (شیخ) کی طرف سے مزاح کی بات پہنچائیں اور وہ دونوں خلاف سنت نیکوکاروں کو ایذا دیں؟ وہ دونوں زندہ موجود ہیں اور شیخ صاحب بھی زندہ موجود ہیں۔ پس تو ان سے اور ان کے شیخ سے پوچھ لے اگر تو شک کرنے والوں میں سے ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی طرف مزاح کو منسوب کرنا ایک ایسی بات ہے جس کی حقیقت کو تُو خوب جانتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ مزاح جھوٹ کی ایک قسم ہے اور اللّٰہ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی کی طرف جھوٹ منسوب کرنا درست نہیں۔ کیونکہ جھوٹ پلید اور عیوب میں سے ہے اور تمام عیوب ذاتاً، عقلاً اور عرفاً اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔ اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بولتا اور وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ جھوٹ بولنا اُس کے لئے محال ہے کیونکہ جھوٹ میں بے بسی، جہالت اور بیہودگی کی علامت پائی جاتی ہے۔ اور پھر اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سب نقائص سے اور اُن کی ہر قسم کی انواع سے بالا ہے

وجواز الكذب فی أخباره تعالیٰ ووحیه وإلهامه يُفضی إلى مفاسد لا تُحصٰی؛ قال فی شرح المواقف ويمتنع عليه الكذب اتفاقًا، ولو كان الله كاذبا لكان كذبه قديمًا إذ لا يقوم الحادث بذاته تعالیٰ، فكيف يكون الكذب من صفاته القديمة وهو أصدق الصادقين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا قد ثبت من القرآن أن عيسى عليه السلام رُفع إلى السماء غير مقتول ولا مصلوب، وجاء فی الأحاديث أنه سينزل☆

اور اللہ تعالیٰ کی پیش خبریوں، اُس کی وحی اور اُس کے الہام میں جھوٹ کا جواز بے حساب مفاسد کی طرف لے جائے گا۔ صاحب شرح المواقف کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف جھوٹ کا منسوب کرنا بالاتفاق ممتنع ہے۔ اور اگر (بالفرض) اللہ جھوٹا ہوتا تو اُس کا جھوٹ بالضرور قدیم سے ہوتا۔ جبکہ حادث، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا تو جھوٹ اُس کی صفات قدیمہ سے کیسے ہو گیا۔ جبکہ وہ اَصدق الصادقین ہے۔

اور اُن کے اعتراضوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقتول اور مصلوب ہوئے بغیر آسمان کی طرف رفع ہو چکا ہے اور احادیث میں آیا ہے کہ وہ عنقریب نازل ہوگا۔☆

☆الحاشية:۔ ولو كان عيسٰی راجعا إلى الدنيا بعد الرفع لقال رسول الله صلى الله عليه وسلم واللهِ ليوشكنّ أن يرجع، ولكنه قال والله ليوشكن أن ينزل، فتركُ رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ الرجوع واختيارُه لفظ النزول دليل قوی على أنه أراد من عيسٰی رجلا آخر، لا عيسى الذی هو نبی الله ابن مريم. منه

☆حاشیہ:۔ اگر عیسیٰؑ رَفع کے بعد دنیا کی طرف واپس آنے والے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ یوں فرماتے: کہ بخدا قریب ہے کہ وہ لَوٹ آئے۔ لیکن آپؐ نے تو یہ فرمایا ہے کہ بخدا قریب ہے کہ وہ نازل ہو۔ پس رسول اللہ ﷺ کا رجوع کے لفظ کو ترک کرنا اور نزول کے لفظ کو اختیار فرمانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عیسیٰ سے آپؐ کی مراد کوئی اور شخص ہے۔ نہ کہ وہ عیسیٰ ابن مریم جو اللہ کے نبی ہیں۔ منہ

ویقتل الدجّال، ویتزوج ویولد له، ثم یموت فیُدفن فی قبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم. وقد جاء فی بعض الأحادیث أنه لم یمت، وقد انعقد الإجماع علی مجیئه قبل موته فی زمان یبعث اللّٰہ المهدی فیه، ویدعو علٰی یأجوج ومأجوج فیموتون بدعائه، فکیف یمکن الإنکار من هذه الأحادیث التی اتفق علیها السلف والخلف والصحابة والتابعون والأئمة وأکابر المحدثین؟ **أمّا الجواب** فاعلم أن وفاة عیسٰی ثابت بالآیات التی هی قطعیة الدلالة، لأن القرآن ما استعمل لفظ التوفّی إلّا للإماتة والإهلاك، وصدّق ذلك المعنی رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وشهد علیه رجل من الصحابة الذی کان أعلم بلغات قومه، وکان استنبط علم التفسیر ووضعه، وکان له الید الطولٰی والقدح المُعَلّٰی فی تحقیق لسان العرب وکان من العارفین. ﴿۸۸﴾

اور وہ دجال کو قتل کرے گا اور شادی کرے گا اور اُس کی اولاد ہوگی۔ پھر وہ فوت ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ وہ فوت نہیں ہوا اور جس زمانہ میں اللہ مہدی کو مبعوث کرے گا اُس میں عیسٰی کی قبل از موت آمد پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ یاجوج اور ماجوج کے خلاف بددعا کرے گا۔ تو وہ اُن کی بددعا سے مَر جائیں گے۔ تو پھر ان احادیث کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے جن پر سَلف اور خَلف، صحابہؓ، تابعین، ائمہ اور اکابر محدّثین نے اتفاق کیا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ عیسٰی (علیہ السلام) کی وفات قطعیۃ الدلالت آیات سے ثابت ہے۔ کیونکہ قرآن نے لفظ توفّی کو صرف موت دینے اور ہلاک کرنے کے لئے ہی استعمال کیا ہے اور اس کے ان معنوں کی رسول اللہ ﷺ نے بھی تصدیق فرمائی ہے۔ اور اس پر صحابہؓ میں سے ایک ایسے شخص نے شہادت بھی دی ہے جو اپنی قوم کی عام لُغات کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا۔ جس نے علمِ تفسیر کا استنباط کیا اور اُسے وضع کیا اور جسے عربی زبان کی تحقیق میں یدطولیٰ اور مہارت تامّہ تھی اور وہ عارفوں میں سے تھا۔

وأمّا شهادته فكما جاء في البخاری متوفّيك مميتك، وقال العينی شارح البخاری رواه ابن أبی حاتم عن أبيه، قال حدثنا أبو صالح حدثنا معاوية عن عليّ بن أبی طلحة عن ابن عباس قال متوفّيك مميتك. ثم اعلم أن ادعاء الإجماع فی عقيدة رفع عيسىٰ حيًا بجسمه العنصری باطل و كذب صريح قال ابن الأثير فی كتابه "الكامل" إن أهل العلم قد اختلفوا فی عيسىٰ هل رُفع قبل الموت أو بعده، فبعضهم ذهبوا إلی أنه رُفع قبل الموت، وبعضهم ذهبوا إلى أنه مات إلىٰ ثلاث ساعات أو سبع ساعات، وذهب فريق من المعتزلة والجهمية أنه ما رُفع بجسمه العنصری بل مات ورُفع بالرفع الروحانی، وما يكون نزوله إلا نزولًا روحانيا كما كان الرفع روحانيا. وقد أثبت البخاری موته فی صحيحه بكتاب الله وحديث رسوله وقول بعض الصحابة.

اُس کی شہادت جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے اور عینی شارح بخاری نے ابن ابی حاتم سے پوری سند کے ساتھ اس روایت کو حضرت ابن عباس تک پہنچایا ہے انہوں نے کہا کہ مُتَوَفِّيكَ: مُمِيْتُكَ (یعنی مُتَوَفِّيكَ کے معنی مُمِيْتُكَ کے ہیں) پھر تو یہ جان لے کہ (حضرت) عیسیٰؑ کے بجسمہ العنصری زندہ اُٹھائے جانے کے عقیدہ کے بارہ میں اجماع کا دعویٰ باطل اور صریح جھوٹ ہے۔ ابن الاثیر نے اپنی کتاب الکامل میں کہا ہے کہ اہل علم نے عیسیٰؑ کے رَفع کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا اُن کا رَفع موت سے قبل ہوا یا بعد میں۔ پس اُن میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ اُن کا رَفع موت سے پہلے ہوا اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ وہ تین گھنٹے یا سات گھنٹے تک مرے رہے۔ اور معتزلہ اور جہمیّہ میں سے ایک فریق اس طرف گیا ہے کہ آپ کا رَفع بجسمہ العنصری نہیں ہوا۔ بلکہ وہ وفات پا گئے اور اُن کا رَفع روحانی رَفع ہوا۔ اور اُن کا نزول بھی روحانی نزول ہوگا۔ جیسا کہ اُن کا رَفع روحانی تھا۔ اور بخاری نے اُن کی وفات کو اپنی صحیح میں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور بعض صحابہؓ کے قول سے ثابت کیا ہے۔

فأين ثبت الإجماع على رفعه حيًا وعدم موته وكذلك ما اتفق المسلمون على دفنه فى قبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وقال العينى فى شرح البخارى قيل يُدفن فى الأرض المقدسة وكذلك اختُلِفَ فى موضع نزوله، وفى حديث ابن عباس قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول" ينزل أخى عيسى ابن مريم على جبلِ أَفِيقَ إمامًا هاديًا حَكَمًا عادلا، بيده حربةٌ لقتل الدجّال، وتضع الحرب أوزارها." وأخرج نعيم بن حماد من طريق جبير بن نفير وشريح وعمر بن الأسود وكثير بن مرة قال قالوا إنما الدجّال شيطان لا غيره، يعنى يخرج فى آخر الزمان ويوسوس فى صدور الناس ويقتله المسيح بالحربة السماوية، يعنى بالنور والذين آمنوا من الصحابة بنزوله ما آمنوا إلا إجمالا،

(پھر بتاؤ کہ) تو اُن کے زندہ اُٹھائے جانے اور اُن کے نہ مرنے پر اجماع کہاں ثابت ہوا۔ اور اسی طرح مسلمان اُن کے رسول اللہ ﷺ کی قبر میں دفن کئے جانے پر بھی متفق نہیں۔ اور عینی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ کہا گیا ہے کہ وہ اَرض مقدّسہ میں دفن ہوں گے۔ اور اسی طرح اُن کے نزول کے مقام کے متعلق بھی اختلاف ہے اور ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرا بھائی عیسیٰ ابن مریم امام، ہادی، حَکَم وعدل ہونے کی حالت میں جبل افیق پر نازل ہوگا۔ اُس کے ہاتھ میں دجال کو قتل کرنے کے لئے ایک برچھی ہوگی اور لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے گی۔ نعیم ابن حماد نے جُبَیر ابن نَفِیر اور شُریح اور عمر ابن اسود اور کثیر ابن مرہ کے طریق پر روایت کی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ دجال ہی شیطان ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ یعنی وہ (دجال) آخری زمانے میں نکلے گا اور لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرے گا اور مسیح اُسے آسمانی حربے یعنی نور کے ذریعے قتل کرے گا اور صحابہؓ میں سے جو اُن کے نزول پر ایمان لائے تھے وہ صرف اجمالی طور پر ایمان لائے تھے۔

والذين صرّحوا في هذا الباب بعد الصحابة فقد أخطأوا، ولا يجب علينا أن نتبع آراء هم هم رجال ونحن رجال، وقد منّ الله علينا وكشف علينا بإلهاماته ما لم يكشف عليهم، وهذا فضل الله يؤتيه من يشاء من عباده المؤمنين.

وقد أشار الله تعالى في القرآن أن التوراة إمام يعني فيه نظير كل واقعة يقع في هذه الأمة، ولذلك قال فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، ولكنّا لا نجد في التوراة نظير النزول الجسماني، بل نجد نظيرا فيه للنزول الروحاني كما ذكرْنا قصّة نزول إيلياء النبي، فتدبّرْ بقلب سليم أمين. ثم مع ذلك قد ثبت أن الواقعات الآتية التي أخبر عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم أو غيرُه من الأنبياء ما وقعت كلها بصورتها الظاهرة المرجوّة،

اور جنہوں نے اس باب میں صحابہؓ کے بعد زیادہ وضاحت سے بات کی ہے تو اُنہوں نے غلطی کی ہے اور ہم پر فرض نہیں کہ ہم اُن کی آراء کی پیروی کریں۔ وہ بھی مرد تھے اور ہم بھی مرد ہیں۔ اور اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے اور اُس نے اپنے الہامات کے ذریعہ ہم پر وہ کچھ کھولا ہے جو اُن پر نہیں کھولا گیا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ اپنے مومن بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اشارہ فرمایا ہے کہ تورات امام ہے۔ یعنی اس میں ہر اُس واقعے کی نظیر موجود ہے۔ جو اس امت میں وقوع پذیر ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُس نے فرمایا ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] لیکن ہم توراۃ میں جسمانی نزول کی نظیر نہیں پاتے بلکہ اس میں ہم روحانی نزول کی نظیر پاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ایلیاء نبی کے نزول کا قصہ بیان کیا ہے۔ پس تو امین قلبِ سلیم کے ساتھ تدبّر کر۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آئندہ کے واقعات جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے انبیاء نے دی ہے وہ تمام کے تمام عین اُس ظاہری صورت میں واقع نہیں ہوئے جیسے کہ امید کی جاتی تھی۔

[1] پس اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ (الانبیاء: ۸)

بل وقع بعضها على الظاهرة وبعضها على وجه التأويل. فإذا كان سُنة الله كـذلك في ظهور الأنباء المستقبلة فأيّ دليل على أن خبر نزول المسيح محمول على الظاهر؟ ولِمَ لا يجوز أن يكون محمولا على الباطن؟ بل إذا دقّقنا النظر فيأمر العقل أن الأخبار التي هي أمارات كبرىٰ للقيامة لا بد لها أن لا تقع إلا في حُلل الاستعارات، فإن القيامة لا تأتي إلا بغتة، ولا يزول ريب المرتابين أبدًا حتى تأتيهم كما ثبت من نصوص القرآن. وأمّا إذا جوّزْنا ظهور الأمارات الكبرىٰ على صورها الظاهرة.. فلا تبقى الساعة أمرًا ظنيا في أعين المنكرين. فوجب أن نعتقد أن الأمارات الكُبرىٰ لا تقع على صورها الظاهرة، وكذلك النزول نزول روحاني بتوسط رجل يُشابه في صفاته، كما فُسِّر معنى نزول إيلياء النبي من قبل في صحف النبيين.

بلکہ اُن میں سے بعض ظاہری شکل میں اور بعض تاویل کی صورت میں واقع ہوئے پس جب اللہ کی سنت مستقبل کی خبروں کے ظہور کے بارہ میں یہ ہے تو اس بات پر کون سی دلیل ہے کہ نزول مسیح کی خبر ظاہر پر محمول ہو اور اُس کا باطن پر محمول ہونا کیوں کر جائز نہ ہو۔ بلکہ جب ہم باریک نظر سے دیکھتے ہیں تو عقل یہی حکم دیتی ہے کہ وہ خبریں جو قیامت کے لئے بڑی بڑی علامات ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ استعارات کے پیرائے میں واقع ہوں۔ قیامت تو اچانک ہی آئے گی۔ اور شک کرنے والوں کا شک کبھی زائل نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ اُن کے پاس آ جائے۔ جیسا کہ قرآنی نصوص سے ثابت ہے۔ اور اگر ہم بڑی بڑی علامات کے ظہور کو اُن کی ظاہری صورتوں میں جائز قرار دیں تو منکروں کی نگاہ میں قیامت ظنی امر نہیں رہے گا۔ پس واجب ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ بڑی بڑی علامات اپنی ظاہری صورتوں پر واقع نہیں ہوں گی۔ اور اسی طرح نزول (مسیح) بھی روحانی نزول ہے جو ایک ایسے شخص کے توسّط سے ہوگا جو مسیح کی صفات سے مشابہت رکھتا ہو جیسا کہ ایلیاء نبی کے نزول کے مفہوم کی تفسیر صحفِ انبیاء میں پہلے کی گئی ہے۔

وأما قولهم ان الأحاديث تشهد على أن عيسٰى يقتل الدجّال بحربته، فنحن لا نُسلّم أن الأحاديث تدل عليها بالاتفاق، بل الحديث الذى جاء فى البخارى فى أمر عيسٰى يعنى قول رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع الحرب، يدل بدلالة صريحة على أن عيسٰى لا يقتل الدجّال بآلةٍ من آلات الحرب، وكيف يأخذ حربته بيده مع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى حقّه إنه يضع الحرب فلا شك أن حربة قتل الدجّال حربة روحانية منزَّلة من السماء كما يدل عليه حديث رُوى عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل أخى عيسَى بن مريم على جبلِ أَفِيقَ إمامًا هاديًا حَكَمًا عادلا بيده حربة يقتل به الدجّال، فقد ظهر من هذا الحديث أن الحربة سماوية لا أرضية، فالقتل أمر روحانى لا جسمانى.

اور رہا اُن کا یہ قول کہ احادیث گواہی دیتی ہیں کہ عیسیٰ دجال کو اپنے حربے سے قتل کرے گا۔ لیکن ہم تسلیم نہیں کرتے کہ احادیث اس پر بالاتفاق دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ وہ حدیث جو بخاری میں عیسیٰ کے بارے میں آئی ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ وہ لڑائی کو موقوف کرے گا واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ عیسیٰ، دجال کو جنگی آلات میں سے کسی آلے سے قتل نہیں کرے گا۔ اور وہ اپنے ہاتھ میں اپنا حربہ کیسے پکڑ سکتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اُس کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ لڑائی کو موقوف کردے گا۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ دجال کو قتل کرنے کا حربہ آسمان سے نازل کیا جانے والا روحانی حربہ ہوگا جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی حدیث اِس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھائی عیسیٰ ابن مریم جبل اَفیق پر بطور امام، ہادی اور بطور حَکَم، عدل نازل ہوگا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا جس سے وہ دجال کو قتل کرے گا۔ پس اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ حربہ آسمانی ہے نہ کہ زمینی۔ تو قتل بھی روحانی امر ہے نہ کہ جسمانی۔

ثم لما كان الدجّال شيطان آخر الزمان يبسط ظل الضلالة على مظاهره فما معنى القتل الجسماني؟ وما نقلوا أنه بعد قتله يُدفَن أو يُحرق أو يُلقى في البحر أو يُطرح في الأرض حتى تأكله الطير. فهذه كلها دلائل قاطعة على أن القتل أمر روحاني. واعلم أن حربة عيسَى الذي ينزل معه من السماء إنما هو حربة نَفَسِه التي يهلك بها كل كافر، فما لكم لا تتدبرون كالعاقلين؟ وقد علمتم أن الدجّال شيطان كما جاء في بعض الأحاديث، فحربة قتل إبليس لا تكون إلا حربة روحانية، فحديث وضع الحرب حديث صحيح يوجد في البخاری، وكل ما يخالفه من الأحاديث فهو مدسوس عليه أو مؤوّل، والذى يُجادل في ذلك فقد نسي هذا الحديث الذى يوجد في كتاب هو أصحّ الكتب بعد كتاب اللّه،

پھر جب دجال آخری زمانے کا شیطان ہے جو اپنے مظاہر پر گمراہی کا سایہ پھیلائے گا تو جسمانی قتل کے کیا معنے؟ اورانہوں نے بیان نہیں کیا کہ دجال کواُس کے قتل کے بعد دفن کیا جائے گا یا جلا دیا جائے گا یا سمندر میں ڈال دیا جائے گا یا زمین پر پھینک دیا جائے گا یہاں تک کہ پرندے اُسے کھا جائیں۔پس یہ تمام قطعی دلائل ہیں کہ قتل (دجال) ایک روحانی امر ہے۔اور جان لے کہ عیسیٰ کا وہ حربہ جواُس کے ساتھ آسمان سے نازل ہوگا۔وہ اُس کے سانس کا حربہ ہے جس سے ہر کافر ہلاک ہوجائے گا۔تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم عقلمندوں کی طرح تدبّر نہیں کرتے۔ اورتم جان چکے ہو کہ دجال شیطان ہے جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے۔ پس ابلیس کے قتل کا حربہ بجز روحانی حربہ کے اور کچھ نہیں۔ پس وضع حرب کی حدیث صحیح ہے جو بخاری میں پائی جاتی ہے۔اور ہر وہ حدیث جو بخاری کے مخالف ہے یا تو اس میں (کسی راوی نے) ملاوٹ کی ہے یا وہ تاویل شدہ ہے۔ اور جو اس بارے میں بحث کرتا ہے وہ اِس حدیث کوبھول گیا ہے جواس کتاب میں پائی جاتی ہے جو أصحّ الكتب بعد كتاب اللّٰہ ہے۔

وهــذا هــو الـحق ولا يُـنـكـره إلا قُبــاعٌ غــافـل، فـتـدبّـرْ ولا تـكـنْ من المستعجلين.

وأمّـا أحـاديـث مـجـيء المهدى فــأنــت تـعـلـم أنهــا كلهـا ضعيفة مـجـروحـة ويُـخـالف بعضها بعضًا، حتـى جـاء حـديـث فـى ابـن مـاجـه وغـيـره مـن الكتب أنه لا مهدى إلا عيسٰـى ابـن مـريـم؛ فـكـيف يُتّـكـأُ علـٰى مثل هذه الأحاديث مع شدّة اختـلافهــا وتـنــاقضهــا وضعفهــا، والـكـلامُ فـى رجـالها كثير كما لا يخفى على المحدثين.

فـالحاصل أن هذه الأحاديث كُلّها لا تخلو عن المعارضات والتناقضات، فـاعـتــزِلْ كـلـهــا، ورُدَّ التنـازعـات الـحـديثية إلـى الـقـرآن، واجـعَلْـه حَـكَـمًـا عـليهـا ليتبيّن لك الرشد وتكون من المسترشدين. فإن كنتَ تقبَل الأحـاديـث مع شدة اختلافها وتـنـاقُضها وتـنـزُّلها عن مرتبة اليقين،

اور یہی حق ہے اور اس کا انکار کوئی احمق غافل شخص ہی کر سکتا ہے۔ پس سوچ اور جلد بازوں میں سے نہ ہو۔

اور جہاں تک مہدی کی آمد سے متعلقہ احادیث کا تعلق ہے تو تُو جانتا ہے کہ وہ سب کی سب ضعیف، مجروح ہیں اور ایک دوسری کی مخالف ہیں یہاں تک کہ ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسری کتب میں ایک حدیث آئی ہے کہ ’’لَا مَهْدِیْ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَم ‘‘ یعنی عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی ہوگا۔ پس کس طرح ان جیسی احادیث پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جن میں شدت سے باہم اختلافات، تناقض اور ضُعف پایا جاتا ہے اور ان کے راویوں پر بہت جرح ہوئی ہے جیسا کہ محدّثین پر یہ بات مخفی نہیں۔ ﴿۹۰﴾

حاصل کلام یہ کہ یہ ساری احادیث اختلافات اور تناقضات سے خالی نہیں۔ پس ان سب سے الگ رَہ اور احادیث کے تنازعات کو قرآن کی طرف لوٹا اور قرآن کو ان پر حاکم بنا، تا کہ تجھ پر رُشد و ہدایت ظاہر ہو۔ اور تو اُن لوگوں میں سے ہو جائے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ لیکن اگر تو احادیث کو، ان کے تناقض اور اُن میں شدید اختلاف اور اُن کے یقین کے مرتبہ سے گرے ہوئے ہونے کے باوجود قبول کرتا ہے

فکم من حری أن تقبل القرآن الیقینی القطعی الذی لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه، إن کنت ترید أن تتبع سبل الیقین.

ومن اعتراضاتهم أنّهم قالوا إنّ هذا الرجل لا یؤمن بأن المسیح کان خالق الطیور وکان محیی الأموات وکان فی العصمة مخصوصًا متفردًا محفوظا من مسّ الشیطان لا یُشابهه فی هذه الصفة أحد من النبیین.

أما الجواب فاعلم أنّا نؤمن بإحیاءٍ إعجازی وخلق إعجازی، ولا نؤمن بإحیاء حقیقی وخلق حقیقی کإحیاء اللّٰه وخلق اللّٰه، ولو کان کذلک لتشابهَ الخلق والإحیاء، وقال اللّٰه سبحانه فَیَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰہِ، وما قال فیکون حیًّا بإذن اللّٰه،

تو تیرے لئے یہ کہیں زیادہ مناسب ہوگا کہ تو قرآن کو قبول کرے جو ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ باطل نہ تو اُس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے۔ اگر تُو یقین کی راہوں کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔

اور اُن کے اعتراضوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص ایمان نہیں رکھتا کہ مسیح پرندوں کا پیدا کرنے والا اور مُردوں کو زندہ کرنے والا اور عصمت میں مخصوص ومنفرد اور مسِّ شیطان سے محفوظ تھا۔ نیز اس وصف میں انبیاء میں سے کوئی اُس سے مشابہ نہیں ہے۔

اس (اعتراض) کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ ہم (عیسیٰؑ کے) اعجازی احیاء اور اعجازی خَلق پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہم اسے حقیقی احیاء اور حقیقی خَلق نہیں مانتے۔ جو اللہ کے زندہ کرنے اور اللہ کے پیدا کرنے کے مشابہ ہو۔ اور اگر ایسا ہوتا تو خَلق اور احیاء میں مشابہت ہو جاتی حالانکہ اللہ سُبحانہ نے فرمایا ہے کہ فَیَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰہِ[1] اور یہ نہیں فرمایا کہ فَیَکُوْنُ حَیًّا بأذن اللّٰه کہ وہ اللہ کے اِذن سے زندہ ہو جاتا تھا۔

[1] وہ اللہ کے حکم سے پرندہ (یعنی طَیرِ روحانی) بن جائے گا۔ (اٰل عمران:۵۰)

وما قال فيصير طيرًا بإذن اللّٰه. وإن مثل طير عيسٰى كمثل عصا موسٰى، ظهرت كحيّة تسعى ولكن ما تركتْ للدوام سيرته الأولٰى. وكذلك قال المحقّقون إن طير عيسٰى كان يطير أمام أعين الناس وإذا غاب فكان يسقط ويرجع إلى سيرته الأولٰى. فأين حصل له الحياة الحقيقي؟ وكذٰلك كان حقيقةُ الإحياء .أعني أنه ما ردّ إلى ميّت قط لوازمَ الحياة كلها، بل كان يُرىٰ جلوةٌ من حياة الميّت بتأثير روحه الطيب، وكان الميّت حيًّا ما دام عيسٰى قائم عليه أو قاعدًا، فإذا ذهب فعاد الميّت إلى حاله الأوّل ومات. فكان هذا إحياءً إعجازيًّا لا حقيقيًّا، واللّٰه يعلم أن هذا هو الحقيقة الواقعة، ثم مازَجها أغلاطُ بيان الناس، وزادوا فيها ما شاء وا

اور نہ ہی یہ فرمایا ہے کہ ’’فَيَصِيْرُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰه ‘‘یعنی وہ اللہ کے اذن سے پرندہ ہوجاتا ہے۔ یقیناً عیسیٰؑ کے پرندے کی مثال موسیٰؑ کے عصا کی مانند ہے جو ایک دوڑنے والے سانپ کی طرح ظاہر ہوا تھا لیکن اُس نے ہمیشہ کے لئے اپنی پہلی سیرت کو نہیں چھوڑا تھا۔ اور اسی طرح محققین نے کہا ہے کہ عیسیٰ کا پرندہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اُڑتا تھا اور جب وہ نظروں سے غائب ہو جاتا تو گر پڑتا اور پھر اپنی پہلی حالت میں لوٹ آتا تھا۔ پس اُسے حقیقی زندگی کہاں حاصل ہوئی؟ اور احیاء کی حقیقت بھی کچھ ایسی ہی تھی یعنی اُس نے مُردے کی طرف تمام لوازم حیات ہرگز نہیں لوٹائے۔ بلکہ مُردے کی زندگی کا جَلوہ آپ کی پاک روح کی تاثیر کی وجہ سے دکھائی دیتا تھا۔ اور مُردہ اُس وقت تک زندہ رہتا تھا جب تک عیسیٰ اُس کے پاس کھڑے یا بیٹھے رہتے لیکن جب وہ چلے جاتے تو مُردہ اپنی پہلی حالت میں لوٹ آتا اور مَر جاتا۔ پس یہ زندہ کرنا اعجازی تھا نہ کہ حقیقی۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہی واقعاتی حقیقت ہے۔ اس میں لوگوں کی غلط بیانیوں کی آمیزش ہوئی اور اُنہوں نے جو چاہا اس میں اضافہ کر دیا۔

كـمـا لا يـخـفـى عـلـى من لـه شمة مـن الـعـلـم والبصيرة، فدَقِّقِ النظر فـي مـطـاوى الآيـات ومـعـانيهـا لِيُكشَف عـنـك الـضلال والظلام وتكون من المتبصّرين.

ومـن اعتـراضـاتهم أنّهم قالوا إنّ اللّٰـه تـعـالٰى قد أخبـر عن نـزول الـمسيح عـنـد قُـرب الـقيامة كما قال: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ.

أمّا الجواب فاعلم أنّه تعالٰى قال: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ، ومـا قـال إنه سيكون علما للساعة، فالآية تدلّ على أنـه علم للساعة من وجه كان حاصل له بالفعل، لا أن يكون مِن بعدُ في وقت مـن الأوقـات. والـوجـه الحاصل هو تولُّده من غير أب، والتفصيل في ذلك أن فـرقة مـن اليهود أعنى الصدوقين كـانـوا كـافـريـن بوجود القيـامة، فـأخبرهم الله على لسان بعض أنبيائه أن ابنًا من قومهم يولد من غير أب،

جیسا کہ ہر ایسے شخص پر مخفی نہیں جسے ذرہ بھر بھی علم اور بصیرت حاصل ہے۔ پس آیتوں کے بطون اور اُن کے معانی معلوم کرنے میں باریک بینی سے کام لے تا کہ تجھ سے گمراہی اور ظلمتیں دور ہو جائیں اور تو صاحبِ بصیرت لوگوں میں سے ہو جائے۔

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قربِ قیامت کے وقت مسیح کے نزول کی خبر دی ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا کہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔[1]

اِس کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ اللہ نے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ علما لِلسَّاعَةِ نہیں فرمایا۔ پس یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک پہلو سے ساعت کا نشان تھے جو اُنہیں بالفعل حاصل تھا۔ نہ کہ اُنہیں بعد کے کسی وقت میں حاصل ہونا تھا۔ اور وہ حاصل شدہ پہلو اُن کی بِن باپ پیدائش تھی۔ اور اِس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ یہودیوں کا ایک فرقہ یعنی صدوقی قیامت کے وجود کے منکر تھے۔ پس اللہ نے اُنہیں بعض انبیاء کی زبان سے خبر دی کہ اُن کی قوم سے ایک لڑکا بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔

[1] اور وہ آخری گھڑی کا علم بخشتا ہے۔ (الزخرف:۶۲)

وهــذا يــكــون آيةً لهــم علــى وجود القيـامة، فـإلٰى هٰــذا أشـــار فـــى آية وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ، وكـذلك فـى آية وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ، أى للصدوقين.

وقال بعض المفسرين إنه ضمير إنـه لعلم للساعة يرجع إلى القرآن، فإن القرآن أحيا خلقًا كثيرا وبعثهم مـن القبـور، فهذا البعث الروحاني دليـل على البعث الجسماني، يعنى علـى الســاعة، كـمـا فى معالم التنــزيل وغيره. فالحاصل أن آية وإنـه لعلم للساعة لا يدل علٰى نـزول المسيح قـطّ، بل يفحم المنكرين بدليل موجود ثابت، فلهـذا قال : فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا، ولا يُقـال مثل هـذا القول لآيةٍ ما ثبت وجودها بعد، وما رآها أحد من المخالفين.

اور وہ اُن کے لئے قیامت کے وجود پر ایک نشان ہوگا۔ پس اُس نے آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اسی طرح اس آیت وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ[1] میں بھی اشارہ ہے یعنی ہم اسے لوگوں یعنی صدوقیوں کے لئے نشان بنائیں گے۔

﴿۹۱﴾ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں انّہ کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے بہت سی مخلوق کو زندہ کیا اور انہیں قبروں سے اُٹھایا ہے۔ پس یہ روحانی بعث دلیل ہے جسمانی بعث پر۔ یعنی قیامت پر۔ جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ آیت اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ نزول مسیح پر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ وہ منکروں کا منہ ایک موجود متحقق پختہ دلیل سے بند کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا فرمایا ہے۔ اور کسی ایسے قول کو نشان نہیں کہا جا سکتا جس کا بعد ازاں وجود ہی ثابت نہ ہو۔ اور جسے مخالفوں میں سے کسی نے بھی نہ دیکھا ہو۔

[1] تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنا دیں۔ (مریم:۲۲)

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن كان هـذا هـو المسيح الذى أُرسِل لكسر الـصـليـب وقتل الخنازير فقد مضت عليه إحدىٰ عشر سنة من رأس القرن، فـأىّ صليب كُسر، وأىّ خنـزير قُتل، وأىّ جزية وضع، ومن ذا الذى دخل فى الإسلام وترك سُبل الكافرين.

أمـا الجواب فـاعـلـم أن الحق لا يـأتـى دفعةً بـل يأتى تدريجًا، وفى العينى عن ابن عباسؓ : يُقيم عيسىٰ تسع عشـر سنة لا يكون أميرًا ولا شـرطيًّا ولا مِلِكًا. وقد مضت على رسـول الـلّٰـه صـلى الله عليه وسلم ثـلاث عشـر سنة فى مكة وما لحق بـه فـى هـذه المدة إلا فئة قليلة من المساكين. وكان من بعض علاماته الـمـكـتـوبة فـى التـوراة فتح الروم والشـام وبـلاد فـارس، فـمـا عاينَها الـنـاس فـى وقـت حيـاتـه، وما تبعه جـمـوع كثيرة من كل قوم ومُلكٍ إلا بـعـد انتـقـالـه إلىٰ رفيقه الأعلىٰ،

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ وہی مسیح ہے جو صلیب توڑنے اور سؤروں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تو اس پر صدی کے سَر سے گیارہ سال گزر چکے ہیں۔ تو کون سی صلیب توڑی گئی اور کون سا خنزیر قتل کیا ہے اور کونسا جزیہ موقوف کیا گیا؟ اور کون ہے جس نے کافروں کی راہوں کو چھوڑا اور اسلام میں داخل ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ حق یکدم نہیں آیا کرتا بلکہ تدریجاً آتا ہے۔ اور عینی (عمدۃ القاری فی شرح البخاری) میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عیسیٰؑ اُنیس سال قیام کریں گے۔ وہ نہ تو امیر ہوں گے، نہ حاکم اور نہ ہی بادشاہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ سال کا عرصہ گزرا اور اس مدت میں آپ کے ساتھ کمزوروں کا صرف ایک چھوٹا سا گروہ شامل ہوا تھا۔ اور تورات میں لکھی ہوئی حضورؐ کی بعض علامات میں سے روم، شام اور فارس کے علاقوں کا فتح ہونا تھا۔ لیکن یہ (فتوحات) لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہیں دیکھیں اور نہ ہی قوموں اور ملکوں کے بڑے بڑے گروہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی مگر آپؐ کے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملنے کے بعد۔

بل ما رأى في أوائل زمانه إلا مصيبة علٰى مصيبة، والذين آمنوا معه آذاهم القوم إيذاءً كثيرًا وعيّروهم وطردوهم وقالوا عليهم كل كلمة شريرة كاذبين. وهكذا طردوا الأنبياء كلهم، ومسّتهم البأساء والضرّاء في أوائل زمانهم، فمضت على ذلك الابتلاء مدة طويلة حتى قالوا متٰى نصر الله، فهلك من كان من الهالكين، كما قال اللّٰه تعالٰى اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ . فكذلك يريد أبناء هذا الزمان ليقتلوني أو يصلبوني أو يطرحوني في غيابة جُبٍّ، ويدوسوا الصداقة بأرجلهم،

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوائل زمانہ میں مصیبت پر مصیبت کے سوا کچھ نہ دیکھا۔اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تھے اُنہیں بھی قوم نے بہت اذیّت دی اُن پر الزام تراشی کی،انہیں دھتکارا اوران کے خلاف جھوٹ بولتے ہوئے ہر طرح کی شرانگیز باتیں کیں۔اوراسی طرح تمام انبیاء دھتکارے گئے اوراُن کواُن کے زمانے کے اوائل میں دکھ اور تکلیفیں پہنچیں۔اوراس ابتلا پر ایک طویل مدت گزرگئی۔یہاں تک کہ وہ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ پکاراُٹھے۔پھر(یوں ہوا کہ)جو ہلاک ہونے والوں میں سے تھے وہ ہلاک ہوگئے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ [1] پس اسی طرح اس زمانے کے لوگ چاہتے ہیں کہ مجھے قتل کریں یا مجھے صلیب دیں یا مجھے کسی اندھے کنویں میں ڈال دیں اورصداقت کواپنے پاؤں تلے روندیں۔

[1] کیاتم گمان کرتے ہوکہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے جبکہ ابھی تک تم پراُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جوتم سے پہلے گزر چکے ہیں انہیں سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اوروہ ہلا کررکھ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اوروہ جواس کے ساتھ ایمان لائے تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔(البقرة:۲۱۵)

ویحرقوا الأشجار الخضرة کما یُحرَق الحشائش الیابسة، فاللّٰہ المستعان علی ما یکیدون و ھو خیر الناصرین وأما نصرہ الذی ینکرونہ فشیء ستری ما لا تسمع، بل ظھرت علاماتہ فی أعین الناظرین.

أ لا تریٰ أن الزمان کیف انقلب إلی التوحید .. و کیف ھبّتْ ریاح الإسلام فی بلاد المشرکین. و کیف یدخلون فی دین اللّٰہ أفواجا فی کل مُلك؟ فما ھذا إلا النور الذی نزل من السماء مع الذی أُنزل لإصلاح الناس، فأیّ دلیل واضح من ھذا إن کنت من المُنْصِفین؟ یا مسکین. قُمْ وافتح العین لتنظر کیف یُکسَر الصلیب ویُقتَل الخنزیر بحربة السماء. وأما قتل الناس بآلات ھذہ الدنیا فلیس بشیء عجیب. ﴿۹۲﴾

اور سرسبز درختوں کو اُسی طرح جلا دیں جیسے خشک گھاس کو جلا دیا جاتا ہے۔ پس اللہ کی ذات ہی ہے جس سے اُن کے مکروہ منصوبوں کے خلاف مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور وہی بہتر مدد کرنے والا ہے۔ البتہ اُس کی وہ مدد جس کا وہ انکار کرتے ہیں تو وہ ایک ایسی چیز ہے کہ عنقریب تو وہ کچھ دیکھے گا جسے تو سنتا نہیں بلکہ اُس کی علامات دیکھنے والوں کی نگاہوں میں ظاہر ہوگئی ہیں۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ زمانہ کیسے توحید کی طرف پلٹ گیا ہے۔ اور کس طرح اسلام کی ہوائیں مشرکوں کے ملکوں میں چل پڑی ہیں۔ اور کس طرح لوگ اللہ کے دین میں ہر مُلک سے فوج درفوج داخل ہورہے ہیں۔ پس یہ وہی نور ہے جو آسمان سے اُس شخص کے ساتھ نازل ہوا جو لوگوں کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا۔ اس سے واضح تر دلیل اور کون سی ہوسکتی ہے۔ اگر تو انصاف کرنے والوں میں سے ہے۔ اے سادہ لوح اُٹھ اور آنکھ کھول تا کہ تو دیکھے کہ آسمانی حربہ سے کس طرح صلیب توڑی جارہی ہے اور سؤر قتل کئے جارہے ہیں؟ جہاں تک لوگوں کو اس دنیا کے آلات سے قتل کرنے کا تعلق ہے تو یہ کوئی عجیب چیز نہیں۔

أليس الملوك يفعلون أيضا ذلك؟ فتحسَّسْ حربة الله، ولا تكن من المنكرين.

وقد ذكرتُ آنفا أن الدجّال لا يكون إلا شيطانًا، فيوسوس في صدور قوم تبعوه فيكونون عَمَلَتَهُ له، ويكون فعلهم فعله، فينزل في هذا الزمان المسيحُ الموعود بالحربة الملكية السماوية، فيقتل ذلك الشيطان ويقتل خنازيره؛ وإلى هذا أشار القرآن في مقامات شتّٰى، وأشار إلى أنه يفتح في آخر الزمان. فالذين يتنزل الشيطان عليهم يعثون في الأرض مفسدين، وينسلون من كل حدب، ثم يجمع الله عباده على كلمة الحق بنفخ الصُوْر السماويّ، وكان ذلك قدرًا مقدورًا من ربّ العالمين.

وهذا سرّ من أسرار اللّٰه تعالٰى، وسُنّةٌ من سُننه.. أنه إذا أراد إصلاح الناس في وقت تسلّط الشيطان على قلوبهم،

کیا بادشاہ ایسے نہیں کیا کرتے؟ پس تو اللہ کے حربہ کو تلاش کر اور انکار کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اور میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ دجال ہی شیطان ہوگا جو اُن لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے گا جو اس کی پیروی کریں گے۔ پس اس طرح وہ اُس کے لئے اُس کے کارندے بن جائیں گے اور اُن کا فعل اُس (شیطان) کا فعل ہو جائے گا۔ تب اس زمانے میں مسیح موعود ملکوتی آسمانی حربے کے ساتھ نازل ہوگا۔ پھر وہ اس شیطان کو قتل کرے گا اور اُس کے خنزیروں کو بھی قتل کرے گا۔ اور قرآن نے مختلف مقامات میں اس کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ نیز یہ بھی اشارہ فرمایا کہ وہ آخری زمانے میں فتح حاصل کرے گا۔ سو جن لوگوں پر شیطان نازل ہوگا وہ زمین میں فسادی بن کر خرابی پیدا کریں گے۔ اور ہر بلندی کو پھاندیں گے۔ پھر اللہ اپنے بندوں کو کلمہءِ حق پر آسمانی بگل پھونک کر جمع فرمائے گا۔ اور یہ ربّ العالمین کی طرف سے مقدر تقدیر ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز اور اُس کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے کہ جب وہ لوگوں کے دلوں پر شیطان کے تسلط کے وقت ان کی اصلاح کا ارادہ کرتا ہے

فيُـنـزل روحـه على قلب عبد من عبـاده ومعـه ملائكة، فيتنـزل الملائكة في كل طرف، فيوحون إلى عبـاده أن قـومـوا واقبلـوا الحق، فيأتونهم ويعطونهم قوةً لقبول الحق وتحمُّل المصائب وما يظهر هذه التحريكات إلا عند ظهور رسول أو نبي أو محدَّث، ولكن الجاهلون ما يعرفون هذا السر الذى تهبّ منه رياح الهداية، ويغلطون فيه ويسلكون مسلك الاتفاقات، ولا يتدبّرون في أن اللّٰه قد جعل لكل شيء سببا، وما من متحرك في الكون إلّا وله مُحرّك، أولئك الذين ضلّ سعيهم في الحياة الدنيا ورضوا بخيالات سطحيّة وما كانوا من المتدبّرين.

والحق أن للملَك لمّةً بقلب بني آدم وللشياطين لمّة، فإذا أراد اللّٰه أن يبعث مصلحا من رسول أو نبي أو محدَّث

تو وہ اپنے روح القدس کو اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے دل پر نازل کرتا ہے اور اُس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔ پس فرشتے ہر طرف سے اُترتے ہیں اور وہ اُس کے بندوں کو یہ وحی کرتے ہیں کہ اُٹھو اور حق کو قبول کرو پھر وہ ان کے پاس آتے ہیں اور اُنہیں قبول حق اور مصائب برداشت کرنے کی قوت دیتے ہیں۔ اور یہ تحریکیں صرف کسی رسول، نبی یا محدث کے ظہور کے وقت ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن جاہل لوگ اس راز کو نہیں پہچانتے جس سے ہدایت کی ہوائیں چلتی ہیں اور وہ اس کے بارے میں غلطی کھاتے اور انہیں اتفاقات قرار دینے کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اور اس میں تدبر نہیں کرتے کہ اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک سبب بنایا ہے۔ اور اس عالمِ کون و مکاں میں ہر متحرک چیز کے لئے کوئی محرک ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی کوشش اس دنیا کی زندگی میں اکارت گئی اور وہ سطحی خیالات پر خوش ہوئے اور تدبر کرنے والوں میں سے نہ ہوئے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ فرشتے کا بنی آدم کے دل کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہوتا ہے اور شیطانوں کا بھی تعلق ہوتا ہے۔ پس جب اللہ کسی نبی یا رسول یا محدَّث کو بطور مصلح مبعوث کرنے کا ارادہ فرماتا ہے

فیقوّی لمّۃَ الملک ویجعل استعداداتِ الناس قریبۃً لقبول الحق، ویعطیھم لھم عقلا وفھما وھمّۃ وقُوّۃَ تحمُّلِ المصائب ونورَ فھمِ القرآن ما کانت لھم قبل ظھور ذلک المصلح، فتصفی الأذھان، وتتقوی العقول، وتعلو الھمم، ویجد کل أحد کأنہ أُوقظَ من نومہ، وکأن نورًا ینزل من غیب علی قلبہ، وکأن معلّمًا قام بباطنہ، ویکون الناس کأن اللّٰہ بدّل مزاجھم وطبیعتھم، وشحّذ أذھانھم وأفکارھم. فإذا ظھرت واجتمعت ھذہ العلامات کلھا فتدلّ بدلالۃ قطعیۃ علی أن المجدّد الأعظم قد ظھر، والنور النازل قد نزل، وإلی ھذا أشار سبحانہ فی سورۃ القدر وقال اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ. لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ

تو وہ فرشتے کے تعلق کو تقویت دیتا ہے اور لوگوں کی استعدادوں کو قبولِ حق کے قریب کر دیتا ہے اور ان کو عقل، فہم، ہمت اور مصائب برداشت کرنے کی قوت اور فہمِ قرآن کا نور عطا فرماتا ہے، جو اس مصلح کے ظہور سے قبل انہیں میسر نہیں ہوتا۔ پس ذہن صاف ہو جاتے ہیں اور عقلیں قوت پکڑتی ہیں۔ اور ہمتیں بلند ہو جاتی ہیں۔ اور ہر ایک یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا اُسے اس کی نیند سے بیدار کر دیا گیا ہے اور اُس کے دل پر غیب سے نور نازل ہو رہا ہے اور ایک معلّم اُس کے باطن میں کھڑا ہو گیا ہے اور لوگ ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا اللہ نے اُن کے مزاج اور طبیعت کو بدل ڈالا ہے اور اُن کے اذہان وافکار کو تیز کر دیا ہے۔ پس جب یہ سب علامات ظاہر اور جمع ہو جائیں تو وہ اس بات کی قطعی دلیل ہوتی ہیں کہ مجدّدِ اعظم ظاہر ہو گیا ہے اور نازل ہونے والا نور نازل ہو چکا ہے۔ اور اسی کی جانب اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ قدر میں اشارہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ

فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ. سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ. وأنت تعلم أن الملائكة والروح لا ينزلون إلا بالحق، وتعالى اللّٰه عن أن يُرسلهم عبثًا وباطلًا. فإرسال الروح هٰهنا إشارة إلى بعث نبي أو مرسَل أو محدَّث يُلقَى ذلك الروح عليه، وإرسال الملائكة إشارة إلى نزول ملائكة يجذبون الناس إلى الحق والهداية والثبات والاستقامة، كما قال اللّٰه تعالى في مقام آخر: اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، أي هاتوا قلوبَهم وحَبِّبوا إليهم الإيمانَ والثبات والاستقامة، فهذا فعل الملائكة إذا نزلوا. ففي سورة القدر إشارة إلى أن اللّٰه تعالى قد وعد لهذه الأمة ﴿۹۳﴾

فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۔ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ [1] اور تُو جانتا ہے کہ فرشتے اور رُوح القدس صرف حق کے ساتھ ہی اُترتے ہیں اور اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ اُنہیں عبث اور بے فائدہ بھیجے۔ پس روح القدس کے بھیجنے سے یہاں کسی نبی یا مرسل یا محدّث کی بعثت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ روح اس پر ڈالی جاتی ہے اور فرشتوں کے بھیجنے سے ایسے فرشتوں کے نزول کی طرف اشارہ ہے جو لوگوں کو حق، ہدایت، ثبات اور استقامت کی طرف مائل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [2] یعنی تم اُن کے دلوں میں اُترو اور اُن کے لئے ایمان، ثبات اور استقامت کو محبوب بنا دو اور جب فرشتے اُترتے ہیں تو اُن کا یہی فعل ہوتا ہے۔ پس سورہ قدر میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے اِس امت سے وعدہ کیا ہے

[1] یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا ہے۔ اور تجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ بکثرت نازل ہوتے ہیں اُس میں فرشتے اور روح القدس اپنے ربّ کے حکم سے ہر معاملہ میں۔ سلام ہے یہ (سلسلہ) طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔ (القدر: ۲ تا ۶)

[2] (یاد کرو) جب تیرا ربّ فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں انہیں ثبات بخشو۔ (الانفال: ۱۳)

أنه لا يضيّعهم أبدا، بل إذا ما ضلوا وسقطوا فی ظلمات يأتی عليهم ليلة القدر، وينزل الروح إلی الأرض، يعنی يلقيه اللّٰه علی من يشاء من عباده ويبعثه مجدّدا، وينزل مع الروح ملائكة يجذبون قلوب الناس إلی الحق والهداية، فلا تنقطع هذه السلسلة إلی يوم القيامة. فاطلبوا تجدوا، واقرَعوا يُفتَح لكم. وإن هذا الزمان زمان قد انفتحت فيه أبواب النعماء الجسمانية والترقيات الجديدة، وترون نعمًا جديدة فی ركوبكم ولباسكم وأنواع تمدُّنكم، وقد انكشف كثير من دقائق العلم الطبعی والرياضی وخواص النفس، ونجد أبناء الدنيا فی علومهم الجديدة كأنهم يصعدون إلی السماء، ويرون أشياء تتحير فيها العقول، ويتأخر منها المنقول،

کہ وہ اُنہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ جب بھی وہ گمراہ ہو جائیں گے اور اندھیروں میں گر جائیں گے تو لیلۃ القدر اُن پر آئے گی اور روح القدس زمین کی طرف نازل ہوگا۔ یعنی اللہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے گا نازل کرے گا۔ اور اُس (بندے کو) مجدّد بنا کر مبعوث کرے گا۔ اور روح القدس کے ساتھ (دیگر) فرشتوں کو بھی نازل کرے گا جو لوگوں کے دلوں کو حق اور ہدایت کی طرف مائل کریں گے۔ پھر یہ سلسلہ روزِ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ لہٰذا تلاش کرو، تو پالو گے اور کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ اور یہ زمانہ وہ ہے کہ جس میں جسمانی نعمتوں اور جدید ترقیات کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور تم اپنی سواریوں اور اپنے لباس میں اور اپنے تمدن کی مختلف اقسام میں نئی نئی نعمتیں دیکھ رہے ہو۔ اور علم طبعیات اور علم ریاضی اور خواص نفس کے بہت سے دقائق ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ہم دنیا والوں کو علوم جدیدہ میں اسی طرح پاتے ہیں کہ گویا وہ آسمان کی طرف بلند ہو رہے ہیں اور ایسی چیزیں دیکھ رہے ہیں کہ جن سے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور منقولی باتیں اس سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔

ونجد من كل طرف صنعة جديدة وفنونا جديدة وأعمالا معجبة دقيقة كسحر مبين.

ولا نجد من هذه الصنائع أثرا في الأوّلين، كأن الأرض بُدّلت غير الأرض وإذا ثبت أن في الأرض أمواجا من علوم جديدة ومعارف جديدة، وفتق الله حُجبَ العلوم الأرضية من قدرته، فلِم تعجبُ من فتق السّماء؟ وألهمني ربي وقال "إِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا"، فافهَمْ هذا السرّ ولا تيأس من رَوح رب العالمين.

وأنت ترى أن أدنى المساكين في هذه الأيام تنعم بنعماء ما رآها أحد من آبائه بل من الملوك السابقين، ولا سليمان مع كل مجده فإذا منّ الله على عباده بنعمائه الجسمانية..

اور ہم ہر طرف نئی ایجادات اور نئے فنون اور عجیب و دقیق کام واضح جادو کی مانند دیکھتے ہیں۔

اور ہم ان ایجادات کا کوئی نشان پہلے لوگوں میں نہیں پاتے۔ گویا زمین کسی اور زمین سے بدل گئی ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ روئے زمین میں علوم جدیدہ اور نئے نئے معارف موجزن ہیں۔ اور اللہ نے زمینی علوم کے پردوں کو اپنی قدرت سے چاک کر دیا ہے۔ تُو پھر تو آسمان کے پھٹ جانے پر کیوں تعجب کرتا ہے۔ اور میرے رب نے مجھے الہام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا یعنی آسمان اور زمین دونوں بند تھے سو ہم نے اِن دونوں کو کھول دیا۔ پس تو اِس راز کو سمجھ اور رب العالمین کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس زمانے کے ادنیٰ سے ادنیٰ مسکین شخص کو بھی وہ نعمتیں میسر ہیں جو اس کے باپ دادوں میں سے کسی نے بلکہ پہلے بادشاہوں اور (حضرت) سلیمان نے بھی تمام شان وشوکت کے باوجود نہیں دیکھی تھیں۔ پس جب اللہ نے اپنی مادی نعمتوں کے ساتھ اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے۔

فكيف تظنون أنه تركهم محرومين من نعمائه الروحانية؟ فتدبّرْ فيما سردنا عليك واعتذِرْ إلى اللّٰه وإلى أهل الحق إن كنت من المتورعين. اصبروا أيها المستعجلون حتى يأتي اللّٰه بأمره. ما لكم لا ترون الفتن التي كثرت فيكم، وما كان اللّٰه ليذر المؤمنين على ما هم عليه حتّى يميز الخبيث من الطيّب، فلا تيأسوا من أيّام اللّٰه وهو أرحم الراحمين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن الأولياء لا يدّعون ويقولون نحن كذا وكذا، بل أحوالهم ومسراهم تدل على كونهم أولياء، فالذي ادّعى فهو ليس وليّ اللّٰه، بل لا شك أنه من الكاذبين. **أمّا الجواب** فاعلم أن السلف والخلف قد جوّزوا إظهار الولاية تحديثًا لنعمة اللّٰه، وإنّ كُتُب الشيخ الجيلي والمجدد السرهندي مملوّة من ذلك،

تو کیسے خیال کرتے ہو کہ اُس نے انہیں اپنی روحانی نعمتوں سے محروم رکھا ہوگا۔ پس تو اس میں خوب غور کر جو ہم نے تجھے تفصیل سے بتایا ہے اور اللہ اور اہل حق سے معذرت کر اگر تو پرہیزگاروں میں سے ہے۔ سوائے جلد بازو! صبر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اُن فتنوں کی طرف نہیں دیکھتے جو تم میں بکثرت ہیں اور اللہ مومنوں کو اُن کے اس حال میں جس حال پر وہ اب ہیں چھوڑنے والا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ خبیث کو طیّب سے ممتاز کر دے۔ پس تم ایام اللہ کے آنے سے مایوس نہ ہو اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

اور اُن کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اولیاء دعویٰ نہیں کیا کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ، یہ ہیں۔ بلکہ ان کے احوال اور اُن کی چال ڈھال، خود اُن کے اولیاء ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے ایسا شخص جو دعویٰ کرے وہ ولی اللہ نہیں ہوتا بلکہ بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ تو جان لے کہ (ائمہ) سَلف اور خَلف نے ولایت کے اظہار کو اللہ کی تحدیثِ نعمت کے طور پر جائز قرار دیا ہے۔ اور شیخ (عبدالقادر) جیلانی اور مجدّد (احمد) سرہندی کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔

وقال تعالٰی: وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ
فَحَدِّثۡ وروى ابن جرير في
تفسيره عن أبي يسرة غفاري أن
الصحابة كانوا لا يحسبون الشكر
شكرًا إلا بشرط الإظهار، لأن الله
تعالٰى قال لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ
لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ
اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ. وروى الديلمي في
"الفردوس" وأبو نعيم في "الحلية"
أن عمر بن الخطاب رقِيَ المنبر
وقال الحمد لله الذي صيّرني كما
ليس فوقي أحد. فسأله الناس عن
ذلك القول، فقال ما قلتُ إلا ﴿۹۴﴾
شكرًا لنعمة الله تعالٰى. وأمّا ما قال
الله تعالٰى فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ،
ففرّق بين تزكية النفس
وإظهار النعمة، وإن كانا
مشابهين في الصورة. فإنك إذا
عزوت الكمال إلى نفسك

اور اللہ تعالیٰ نے وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ[1] فرمایا ہے۔ نیز ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابو یسرۃ غفاری سے روایت کی ہے کہ صحابہ (کرامؓ) شکر کو صرف اظہارِ شکر کی شرط کے ساتھ ہی شکر تصور کرتے تھے۔ کیونکہ ارشادِ ربّانی ہے کہ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ[2] اور دیلمی نے (اپنی کتاب) فردوس میں اور ابونعیم نے (اپنی کتاب) حلیۃ الاولیاء میں روایت کی ہے کہ (حضرت) عمر بن خطابؓ ممبر پر چڑھے اور فرمایا کہ سب تعریف اللہ کو زیبا ہے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ مجھ سے بڑھ کر (اس وقت) کوئی دوسرا نہیں۔ اس پر لوگوں نے آپ سے اس قول کے متعلق دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ نہیں کہا مگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکر کے طور پر اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ[3] پس اپنے آپ کو مزکّی ٹھہرانے اور اظہارِ نعمت کے درمیان فرق کر۔ اگرچہ یہ دونوں بظاہر صورت مشابہ ہیں۔ پس جب تو کمال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرے

۱ ہر ایک نعمت جو خدا سے تجھے پہنچے اس کا ذکر لوگوں کے پاس کر۔ (الضحٰی:۱۲)
۲ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اپنی دی ہوئی نعمت کو زیادہ کروں گا اور بصورت کفر عذاب میرا سخت ہے۔ (ابراھیم:۸)
۳ تم اپنے آپ کو مزکّی مت کہو۔ (النجم:۳۳)

ورأيتك كأنك شيء ، ونسيتَ الخالق الذي مَنَّ عليك فهذا تزكية النفس، ولكنك إذا عزوتَ كمالك إلى ربّك، ورأيت كل نعمة منه، وما رأيت نفسك عند رؤية الكمال بل رأيت في كل طرفٍ حولَ الله وقوته ومنّه وفضله، ووجدتَ نفسك كميّتٍ في يد الغسّال، وما أضفتَ إليها شيئا من الكمال، فهذا هو إظهار النعمة. فالذين في قلوبهم مرض يسعون إلى الاعتراض مستعجلين، ولا يفرّقون بين الشاكرين المأمورين والمرائين البطّالين، ويلتبس عليهم الأمر من القرين. وهذا آخر كلامنا في ردّ اعتراضاتهم، والله يحكم بيننا وبينهم، وهو خير الحاكمين.

واعلم أن لهم اعتراضات ركيكة غير ذلك، بل كل دقيقة المعرفة في نظرهم محل اعتراض،

اور اپنے تئیں کچھ سمجھنے لگے اور تو اس خالق کو بھول جائے جس نے تجھ پر احسان کیا۔ تو یہ خود کو مزکی ٹھہرانا ہے لیکن جب تو اپنے کمال کو اپنے رب کی طرف منسوب کرے اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے سمجھے اور کمال کو دیکھتے وقت اپنے نفس کو نہ دیکھے بلکہ ہر طرف اللہ کی طاقت اور قوت اور اُس کا احسان اور فضل دیکھے اور اپنے آپ کو ایک ایسے مُردے کی طرح سمجھے جو غسّال کے ہاتھ میں ہو۔ اور تو (اپنے) نفس کی طرف کوئی کمال منسوب نہ کرے تو یہ اظہارِ نعمت ہے۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ جلدی سے اعتراض کی طرف بھاگتے ہیں اور وہ شکرگزار ماموروں اور باطل پرست ریا کاروں کے درمیان فرق نہیں کرتے اور اس طرح ان دونوں (تزکیہ نفس اور اظہار نعمت) کے ایک جیسے ہونے کی وجہ سے معاملہ اُن پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اُن کے اعتراضات کے جواب میں یہ ہمارا آخری قول ہے۔ اور اللہ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور جان لے کہ اس کے علاوہ اُن کے بعض اور رکیک اعتراضات بھی ہیں۔ بلکہ معرفت کا ہر نکتہ اُن کی نظر میں محلِّ اعتراض ہے۔

وقد فرغنا من ردّ اعتراضاتهم الكبيرة، وأما الاعتراضات الصغيرة الواهية فالكتاب نُزّهَ عنها، وجاء الكتاب بفضل اللّٰه كاملا شافيا كما ستراه إذا قرأته بتدقيق النظر. وقد سردنا في هذا الكتاب أدلة قطعية يقينية صحيحة من كتاب اللّٰه وسُنة رسوله، وأتممنا الحجة على المخالفين. واللّٰه يعلم أني ما انتصرتُ لنفسي في استيصال اعتراضاتهم، ولستُ أن أعادي أحدا لِما عاداني، وليس لي عدو في الأرض إلا الذي هو عدوّ اللّٰه ورسوله، وإنما انتصاري لهمافما أسبّ السابّين ولا ألعن اللاعنين، ولا أضيّع وقتي الذي هو أزكى وأنفسُ في أمور لا طائل تحتها، وأفوّض أمري إلى اللّٰه ربّ العالمين.

(اب) ہم اُن کے بڑے بڑے اعتراضات کے جواب سے فارغ ہوگئے ہیں۔رہے وہ چھوٹے چھوٹے اور بودے اعتراضات تو یہ کتاب ان سے منزّہ ہے۔اور یہ کتاب، اللہ کے فضل سے، جیسا کہ تو اسے باریک نظر سے پڑھنے کے بعد پائے گا، ایک کامل اور تسلی بخش کتاب ہے۔اور ہم نے اس کتاب میں قطعی یقینی اور صحیح صحیح دلائل، اللہ کی کتاب (قرآن) اور اُس کے رسول کی سنت سے تفصیل سے بیان کردیئے ہیں۔اور ہم نے مخالفوں پر اتمام حجت کردی ہے۔اور اللہ جانتا ہے کہ میں اُن کے اعتراضات کی بیخ کنی کرنے میں اپنے نفس کے لئے انتقام نہیں لیا۔ اور میں ایسا شخص نہیں کہ کسی سے اس وجہ سے دشمنی رکھوں کہ اُس نے میرے ساتھ دشمنی کی ہے۔اور روئے زمین پر میرا دشمن صرف وہ ہے جو اللہ اور اُس کے رسول کا دشمن ہے اور میرا انتقام انہی دونوں کے لئے ہے۔اس لئے میں گالی دینے والوں کو گالی نہیں دیتا اور نہ ہی لعنت کرنے والوں پر لعنت بھیجتا ہوں اور نہ ہی میں اپنا پاک قیمتی وقت ایسی بے فائدہ باتوں میں ضائع کرتا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ ربّ العالمین کے سپرد کرتا ہوں۔

فإن كان ربّي يخذلني فمن ذا الذي يُعزّني و إن كان يُعزّني فمن ذا الذي يخذلني فكل أمري في يد ربّي. إن كان لي عنده قدر فيهَب سترًا يمتدّ، و إلّا فيتركني بوجهٍ يسودّ، فلا أعلم غيره أحدا الذي يُهلكني أو كان من المُنجِين وأرجو فضله، وأنتظر نصرته، وهو ربّي منّ عليّ وأتم عليّ نعمته، يعلم ما في قلبي، وهو أرحم الراحمين. وإني وضعتُ في نفسي أن أموت على بابه، و لا أبرحها في كل حال من الفتح والهزيمة، حتى يأتيني نصر منه، و من ينصرُ إلا اللّٰه، و هو نعم المولى و نعم النصير. وآذاني قومي و لعنوني

پس اگر میرا رب مجھے بے یارومددگار چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو مجھے عزت دے سکتا ہے۔ اور اگر وہ مجھے عزت بخشے تو کون ہے جو مجھے نصرت سے محروم کر سکتا ہے۔ پس میرا ہر معاملہ میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اُس کی بارگاہ میں میری کوئی قدرو قیمت ہے تو وہ خود مجھے ایسی ڈھال عطا کرے گا جو بڑھتی جائے گی ورنہ وہ مجھے روسیاہ کر کے چھوڑے گا۔ لہٰذا میں اس کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا جو مجھے ہلاک کرے یا میرا نجات دہندہ بنے۔ اور میں اُس کے فضل کا امیدوار ہوں اور اُس کی نصرت کا منتظر۔ وہ میرا رب ہے اُس نے مجھ پر احسان کیا اور مجھ پر اپنی نعمت تمام کی۔ وہ میرے نہاں خانۂ دل کو خوب جانتا ہے اور سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اور میں نے اپنے دل میں تہیہ کر رکھا ہے کہ میں اُس کے دَر پر ہی مروں گا۔ فتح ہو یا شکست، کسی بھی حالت میں اُس کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اُس کی نُصرت میرے پاس آ جائے۔ اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو مدد کر سکتا ہے؟ اور وہ بہترین حامی اور بہترین مددگار ہے۔ میری قوم نے مجھے دکھ دیا، مجھ پر لعنت کی

وكفّروني وقالوا كافر دجّال، وسمّوني بأسماء يكرهون أن يُسموا بها، ولقّبوني بألقاب لا يحبّون أن يلقَّبوا بها، وأكثروا القول في إيماني وكانوا معتدين. فأفوّض أمري إلى اللّٰه هو يعلم ما في قلبي وما في قلوبهم، ولا يخفى على اللّٰه خافية. أليس اللّٰه بأعلم بما في صدور العالمين.

ويا قوم.. أُذكّركم بآيات الله.

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ.

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ.

اور مجھے کافر قرار دیا۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ کافر دجال ہے۔ اور جن ناموں کو وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں، انہوں نے مجھے وہ نام دیئے ہیں۔ اور مجھے وہ القاب دیئے جن القاب کو وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ اُنہوں نے میرے ایمان کے متعلق بہت سی باتیں کیں۔ اور وہ حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔ پس میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور جو کچھ میرے دل میں ہے اور جو اُن کے دلوں میں ہے وہ اُسے جانتا ہے۔ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں کیا اللہ تمام جہانوں کے سینوں میں جو کچھ ہے اُس کو نہیں جانتا؟

اے میری قوم میں تم کو اللہ کی آیات یاد دلاتا ہوں۔

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ [1]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ [2]

---

[1] تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو (اس کی) چھان بین کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔ (الحجرات:۷)

[2] مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو۔ (الحجرات:۱۱)

وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ. وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا.

وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ [1]

﴿۹۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ [2]

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا [3]

[1] اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (الحجرات:۱۰)

[2] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بُری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (الحجرات:۱۲،۱۳)

[3] اور جو تم پر سلام بھیجے اس سے یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں ہے۔ (النّساء:۹۵)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ. وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ.

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ.

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ [1]

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ [2]

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [3]

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

---

[1] اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ یقیناً متقیوں کے ساتھ ہے۔ (البقرة:۱۹۵)

[2] اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اُسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔ اور وہی ہے جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دیتے ہوئے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادل اُٹھا لیتی ہیں تو ہم اسے ایک مردہ علاقہ کی طرف ہانک لے جاتے ہیں۔ پھر اس سے ہم پانی اُتارتے ہیں اور اس (پانی) سے ہر قسم کے پھل اُگاتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو (زندہ کرکے) نکالتے ہیں تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ اور پاک ملک (وہ ہوتا ہے کہ) اس کا سبزہ اس کے رب کے اِذن سے (پاک ہی) نکلتا ہے اور جو ناپاک ہو (اس میں) کچھ نہیں نکلتا مگر ردّی (چیز)۔ (الاعراف:۵۷تا۵۹)

[3] وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے۔ (الصّف:۱۰)

لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ.
اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ
الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ
السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ
اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ.
اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ
سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا
كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. وَمَا
يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ.
فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ.

لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔[۱]
اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ
الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ
السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ
هُوَ يَبُوْرُ ۔[۲]
اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ
سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ
مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ ۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ
خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۔[۳]

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ۔[۴]

۱ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں بچانے کا سامان نہ کیا جاتا تو زمین ضرور فساد سے بھر جاتی۔ لیکن اللہ تمام جہانوں پر بہت فضل کرنے والا ہے۔(البقرۃ:۲۵۲)

۲ اُسی کی طرف پاک کلمہ بلند ہوتا ہے اور اسے نیک عمل بلندی کی طرف لے جاتا ہے اور وہ لوگ جو بری تدبیریں کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے اور اُن کا مکر ضرور اکارت جائے گا۔(فاطر:۱۱)

۳ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی آیات کے بارہ میں ایسی کسی قطعی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو اُن کے پاس آئی ہو، اُن کے دلوں میں ایسی بڑائی کے سوا کچھ نہیں جسے وہ کبھی بھی پا نہیں سکیں گے۔ پس اللہ کی پناہ مانگ۔ یقیناً وہ ہی بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے بڑھ کر ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔(المؤمن:۵۷تا۵۹)

۴ پس تیزی سے اللہ کی طرف دوڑو۔ یقیناً میں اُس کی طرف سے تمہیں ایک کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔(الذّاریات:۵۱)

وقد خصّني الله تعالى بآيات من عنده، وبارك في قولي ونُطقي، وجعل البركة في دُعائي، وأنزل الأنوار على أنفاسي وعلى داري وجُدران بيتي، وهو معي حيثما كنت، وأرسلني ليعلم المخالفون المعادون أن تلك النعم ثابتة في الإسلام، ولا حظ منها لغيرهم، وليعلموا كيف مرتبة المسلمين عند الله. فوالله إن هذا الأمر صحيح حق، ومن يقصدني بقلب سليم ونيّة صحيحة، ويأتيني مستفيضا مستغيثا.. فبِابتهالي وبركةِ دُعائي يُدرِك ما طلبه، ويفوز في كل أمر، إلا في الذي جفّ القلم بكونه من قدر السوء. وقد شرحتُ لك يا أخي قصّتي هذه على غاية الاقتصار، فانظر مكتوبي هذا بنظر الإمعان، واستعمل الإنصاف فيه، وإني لك لمن الناصحين.

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی جناب سے نشانات سے خاص کیا ہے۔اور اُس نے میرے قَول اور نُطق میں برکت رکھ دی ہے،اور میری دعا میں برکت دی ہے اور میری سانسوں میں اور میرے گھر اور اُس کے در و دیوار پر انوار نازل فرمائے ہیں۔وہ میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی میں ہوں۔اور اُس نے مجھے بھیجا ہے تا کہ مخالف اور دشمن یہ جان لیں کہ یہ نعمتیں اسلام میں پائی جاتی ہیں۔اور مسلمانوں کے سوا دوسروں کے لئے اِن میں سے کوئی حصہ نہیں۔نیز وہ یہ بھی جان لیں کہ اللہ کے نزدیک مسلمانوں کا کیا مرتبہ ہے۔ پس اللہ کی قسم کہ یہ امر صحیح اور حق ہے۔اور جوکوئی قلبِ سلیم اور صحتِ نیت کے ساتھ میرا قصد کرے گا اور میرے پاس فیض کا طالب ہو کر اور مدد مانگتے ہوئے آئے گا۔تو وہ میری تضرعات اور میری دعا کی برکت سے اپنا مطلوب پالے گا اور ہر امر میں کامیاب ہو جائے گا۔سوائے اُس کے جس کے بارے میں بُری تقدیر کے نافذ ہونے کا قلم چل چکا ہو۔اے بھائی! میں نے تیرے لئے اپنے احوال کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔پس تو میرے اِس مکتوب کو گہری نظر سے دیکھ اور اس بارہ میں انصاف سے کام لے۔یقیناً میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

فَخَفْ ممن هو أكبر من كل كبير، وهو الملِك الحقيقي الذى أشرق بنور وجهه ما فى السماوات والأرض، ويرتعد الملائكة من سلطانه، ويهتز العرش من عظمته، وقد أعدَّ للمؤمنين الصالحين نعماء الأبد التى لا انقطاع لها، والحياةَ التى لا موت بعدها. وقد خصّكم اللّٰه يا جيران بيت الحرام بمزايا كثيرة، وأعطاكم قلبا متقلّبًا مع الحق رحمةً من عنده، فانظروا فى أمرى يامعشر الكرام. وليس هذا الأمر من الأمور التى يُغفَلُ عنها، ولا تدرى نفسٌ بأى وقت تُدعى إلَى السماء. واعلموا أن هذه الأيام أيام الفتن، وزمانُ أمواج المفاسد، وقد زُلزلت الأرض زلزالا شديدا، وتكاثرت الآفات على الإسلام، فاذكروا عهد الله واتقوا أيّام الطوفان والطغيان، واستمسِكوا بالعروة الوثقى التى لا انفصام لها،

پس تو اُس سے ڈر جو تمام بڑوں سے بڑا ہے۔ اور وہ حقیقی بادشاہ ہے جس کے چہرے کے نور سے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے، چمک اُٹھا ہے۔ اور اُس کے جاہ وجلال سے فرشتے کانپتے ہیں۔ اور اُس کی عظمت سے عرش لرز جاتا ہے۔ اور اُس نے صالح مومنوں کے لئے ایسی ابدی نعمتیں تیار کی ہیں جو کبھی منقطع نہ ہوں گی۔ اور ایسی زندگی جس کے بعد کوئی موت نہیں۔ اور اے بیت الحرام کے قریب بسنے والو! تمہیں اللہ نے بہت سی خوبیوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور اپنی جناب سے رحمت کے طور پر تمہیں ایسا دل دیا ہے جو حق کے ساتھ ڈھل جاتا ہے۔ پس اے معززین کے گروہ! تم میرے معاملے میں غور کرو اور یہ معاملہ اُن معاملوں میں سے نہیں جن سے تغافل برتا جائے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کب آسمان کی طرف سے بلاوا آجائے اور یہ جان لو کہ یہ دن فتنوں کے دن ہیں۔ اور یہ مفاسد کی موجوں کا زمانہ ہے۔ زمین پوری شدت سے ہلا دی گئی ہے اور اسلام پر آفتوں کا ایک ہجوم ہے۔ سو اللہ کے عہد کو یاد کرو اور طوفان اور طُغیانی کے ایام سے ڈرو اور ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لو جو ٹوٹنے والا نہیں۔ ﴿۹۶﴾

واطلبوا رضی الربّ الکریم، واجعلوا بعد خوفه کلَّ خوف تحت أقدامکم.

ونسأل اللّٰه أن یوفقکم، ویعطیکم من لدنه قوة، ویهبکم من عنده إلهامًا موقنًا، ویعصمکم من الخطأ فی النظر والاستعجال فی إقامة الرأی وسوء الظن، ونسأله أن یُدخلکم فی ملکوته مع الأنبیاء والرسل والصدّیقین والشهداء والصالحین. ونحن ننتظر الجواب.

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه ربّ العالمین.

الراقم المفتقر إلی اللّٰه الصّمَدُ **غلام أحمد** عافاه اللّٰه وأیّد

وقد کُتب فی آخر الربیع الأوّل سنة ۱۳۱۱ ھـ من قادیان ضلع غورداسفور من الهند، البنجاب



اور رب کریم کی رضا کے طلب گار ہو اور اُس کے خوف کے بعد ہر دوسرے خوف کو اپنے قدموں کے نیچے ڈال دو۔

اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں اپنی جناب سے توفیق دے اور اپنی جناب سے تمہیں قوت عطا کرے اور اپنی بارگاہ سے یقین پیدا کرنے والا الہام عنایت کرے اور تحقیق میں غلطی کرنے اور رائے قائم کرنے میں جلد بازی اور بدظنی سے محفوظ رکھے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی بادشاہت میں تمہیں نبیوں، رسولوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں داخل کرے۔ اور ہم جواب کے منتظر ہیں۔

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ہر تعریف اللہ کو زیبا ہے جو ربّ العالمین ہے۔

خدائے صمد کی عنایات کا محتاج الراقم **غلام احمد** (اللہ اُسے اپنے حصارِ عافیت میں رکھے اور اُس کی تائید ونصرت فرمائے) یہ (رسالہ) آخر ربیع الاوّل ۱۳۱۱ھ میں قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہندوستان سے لکھا گیا۔



﴿۹۷﴾

قَصِیْدَۃٌ لَطِیْفَۃٌ لِمُؤَلِّفِ ھٰذِہِ الرِّسَالَۃِ فِیْ بَیَانِ مَفَاسِدِ الزَّمَانِ

اس رسالہ کے مؤلف کا لطیف قصیدہ جو زمانہ کے مفاسد

وَضُرُوْرَۃِ رَجُلٍ یَھْدِیْ اِلٰی طُرُقِ الرَّحْمٰنِ

اور خدائے رحمان کی راہوں کی طرف رہنمائی کرنے والے ایک شخص کی ضرورت

وَنَعْتِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَفَخْرِ الْاِنْسِ وَالْجَانّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور حضرت سید الانبیاء، فخر جن وانس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے بیان میں ہے۔

دُمُوْعِیْ تَفِیْضُ بِذِکْرِ فِتَنٍ أَنْظُرُ وَ إِنِّیْ أَرٰی فِتَنًا کَقَطْرٍ یُّمْطُرُ

ان فتنوں کے ذکر سے جنہیں میں دیکھ رہا ہوں، میرے آنسو بہہ رہے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے اس بارش کی طرح ہیں جو برس رہی ہو۔

تَھُبُّ رِیَاحٌ عَاصِفَاتٌ مُبِیْدَۃٌ وَ قَلَّ صَلَاحُ النَّاسِ وَ الْغَیُّ یَکْثُرُ

تند اور مہلک ہوائیں چل رہی ہیں۔ لوگوں کی نیکی کم ہو گئی ہے اور گمراہی بڑھ رہی ہے۔

وَ قَدْ زُلْزِلَتْ اَرْضُ الْھُدٰی زِلْزَالَھَا وَ قَدْ کُدِّرَتْ عَیْنُ التُّقٰی وَ تَکَدَّرُ

اور ہدایت کی زمین پر سخت زلزلہ آ گیا ہے اور تقویٰ کا چشمہ مکدّر ہو گیا ہے اور گدلا ہوتا جا رہا ہے۔

وَ مَا کَانَ صَرْخٌ یَصْعَدَنَّ اِلَی الْعُلٰی وَ مَا مِنْ دُعَاءٍ یُّسْمَعَنَّ وَ یُنْصَرُ

اور کوئی چیخ نہیں جو بلندی (آسمانوں) کی طرف چڑھتی ہو اور نہ کوئی دعا ہے جو سنی جاتی اور نصرت پاتی ہو۔

فَلَمَّا طَغَی الْفِسْقُ الْمُبِیْدُ بِسَیْلِہٖ تَمَنَّیْتُ لَوْ کَانَ الْوَبَاءُ الْمُتَبِّرُ

جب مہلک فسق اپنے سیلاب کے ساتھ طغیانی پر آ گیا تو میں نے آرزو کی۔ کاش تباہ کن وبا (نازل) ہوتی۔

فَاِنَّ ھَلَاکَ النَّاسِ عِنْدَ اُوْلِی النُّھٰی اَحَبُّ وَ اَوْلٰی مِنْ ضَلَالٍ یُّخَسِّرُ

کیونکہ لوگوں کا ہلاک ہو جانا عقلمندوں کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے گھاٹے میں ڈالنے والی گمراہی سے۔

عَلٰی جُدُرِ الْاِسْلَامِ نَزَلَتْ حَوَادِثٌ وَ ذَاکَ بِسَیِّئَاتٍ تُذَاعُ وَ تُنْشَرُ

اسلام کی دیواروں پر حوادث نازل ہو چکے ہیں اور یہ ان برائیوں کی وجہ سے ہیں جو عام ہو رہی ہیں اور پھیلائی جا رہی ہیں۔

وَ فِیْ کُلِّ طَرْفٍ نَارُ فِتَنٍ تَاَجَّجَتْ وَ فِیْ کُلِّ ذَنْبٍ قَدْ تَرَاءَ ی التَّقَعُّرُ

ہر طرف فتنوں کی آگ بھڑک رہی ہے اور ہر گناہ میں گہرائی دکھائی دے رہی ہے۔

وَ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ كُلُّ ذِئْبٍ وَ نَمْرَةٍ ‏ يَعِيثُ بِوَثْبٍ وَّ الْعَقَارِبُ تَأْبُرُ

اور ہر طرف سے ہر بھیڑیا اور چیتا حملے کے ذریعہ تباہی ڈال رہا ہے اور بچھو کاٹ رہے ہیں۔

وَ عَيْنُ هِدَايَاتِ الْكِتَابِ تَكَدَّرَتْ ‏ بِهَا الْعِيْنُ وَالْاٰرَامُ يَمْشِيْ وَ يَعْبُرُ

اور کتاب اللہ کی ہدایتوں کا چشمہ گدلا ہوگیا ہے۔ اس چشمے میں جنگلی گائیں اور ہرن چل اور گزر رہے ہیں۔

تَرَاءَتْ غَوَايَاتٌ كَرِيْحٍ عَاصِفٍ ‏ وَ اَرْخٰى سُدُوْلَ الْغَيِّ لَيْلٌ مُّكَدِّرُ

گمراہیاں تُند ہوا کی طرح نظر آرہی ہیں اور تاریکی پیدا کرنے والی رات نے گمراہی کے پردے لٹکا دیئے ہیں۔

وَ لِلدِّيْنِ اَطْلَالٌ اَرَاهَا كَلَاهِفٍ ‏ وَ دَمْعِيْ بِذِكْرِ قُصُوْرِهٖ يَتَحَدَّرُ

اور دین کے صرف کھنڈرات باقی رہ گئے ہیں جنہیں مَیں افسردہ شخص کی طرح دیکھ رہا ہوں اور میرے آنسو اس کے محلات کی یاد میں بہہ رہے ہیں۔

اَرَى الْعَصْرَ مِنْ نَّوْمِ الْبَطَالَةِ نَآئِمًا ‏ وَ كُلُّ جَهُوْلٍ فِي الْهَوٰى يَتَبَخْتَرُ

میں زمانہ کو باطل پرستی کی نیند میں سویا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ہر جاہل اپنی خواہشوں میں اِترا رہا ہے۔

وَ لَيْلًا كَعَيْنِ الظَّبْيِ غَابَتْ نُجُوْمُهٗ ‏ وَ دَاءً لِشِدَّتِهٖ عَنِ الْمَوْتِ تُخْبِرُ

اور میں ہرن کی آنکھ جیسی سیاہ رات کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کے ستارے غائب ہوگئے ہیں۔ اور اس بیماری کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی شدت کی وجہ سے موت کی خبر دے رہی ہے۔

نَسُوْا نَهْجَ دِيْنِ اللّٰهِ خُبْثًا وَّ غَفْلَةً ‏ وَ اَفْعَالُهُمْ بَغْيٌ وَّ فِسْقٌ وَّ مَيْسِرُ

انہوں نے دینِ الٰہی کا راستہ خبث اور غفلت سے بھلا دیا ہے اور ان کے افعال بغاوت، فسق اور جوا بازی ہیں۔

وَ مَا هَمُّهُمْ اِلَّا لِحَظِّ نُفُوْسِهِمْ ‏ وَ مَا جَهْدُهُمْ اِلَّا لِعَيْشٍ يُّوَفَّرُ

اور ان کا سارا فکر صرف حظِّ نفوس کے لئے ہے اور ان کی ساری کوشش صرف عیش وعشرت کے لئے ہے جو بڑھائی جارہی ہے۔

وَ قَدْ ضَيَّعُوْا بِالْجَهْلِ لَبَنًا سَائِغًا ‏ وَ لَمْ يَبْقَ فِي الْاَقْدَاحِ اِلَّا مَاضِرُ

اور انہوں نے نادانی سے خوشگوار دودھ ضائع کر دیا ہے اور پیالوں میں صرف کھٹا دودھ باقی رہ گیا ہے۔

وَ رَكْبُ الْمَنَايَا قَدْ دَنَاهُمْ بِسَيْفِهِمْ ‏ وَ هُمْ خَيْلُ شُحٍّ مَادَنَاهُمْ تَحَسُّرُ

اور موتوں کا قافلہ اپنی تلوار کے ساتھ ان کے قریب آگیا ہے اور یہ لوگ حرص کے شاہسوار ہیں (اس پر) افسوس ان کے قریب بھی نہیں پھٹکا۔

تَصِيْدُهُمُ الدُّنْيَا بِعَظْمَةِ مَكْرِهَا ‏ فَيَا عَجَبًا مِّنْهَا وَ مِمَّا تَمْكُرُ ﴿٩٩﴾

اپنے عظیم مکر سے دنیا ان کا شکار کر رہی ہے پس اس دنیا پر تعجب ہے اور اس کے مکر پر بھی جو وہ کر رہی ہے۔

تُذَكِّرُ اِفْلَاسًا وَّجُوْعًا وَّ فَاقَةً ‏ فَتَدْعُوْ اِلَى الْاٰثَامِ مِمَّا تُذَكِّرُ

وہ انہیں افلاس، بھوک اور فاقہ یاد دلاتی ہے پھر ان باتوں کو یاد دلانے سے انہیں گناہوں کی طرف دعوت دیتی ہے۔

تُرِیْدُ لِتُهْلِكَ فِی التَّغَافُلِ اَهْلَهَا وَ قَدْ عُقِرَتْ هِمَمُ اللِّئَامِ وَ تُعْقَرُ
وہ چاہتی ہے کہ اہل دنیا کو غفلت میں ہی ہلاک کردے اور کمینوں کی ہمتیں پست ہو چکی ہیں اور ان کی کونچیں کاٹی جارہی ہے۔

وَ اَلْهَتْ عَنِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ قُلُوْبَهُمْ فَمَالُوْا اِلٰی لَمَعَاتِهَا وَ تَحَیَّرُوْا
اور دنیا نے ان کے دلوں کو سچے دین سے غافل کردیا ہے پس وہ اس کی چمک دمک پر لٹو ہو کر اسی کے ہو رہے ہیں۔

تَقُوْدُ اِلٰی نَارِ اللَّظٰی وَجَنَاتُهَا وَ لَمَعَاتُهَا تُصْبِی الْقُلُوْبَ وَ تَخْتِرُ
اس کے رخسار شعلوں والی آگ کی طرف کھینچ کے لے جاتے ہیں اور اس کی چمک دمک دلوں کو مائل کرتی اور دھوکا دیتی ہے۔

وَ تَدْعُوْ اِلَیْهَا كُلَّ مَنْ كَانَ هَالِكًا فَكُلٌّ مِّنَ الْاَحْدَاثِ یَدْنُوْ وَ یَخْطِرُ
اور اپنی طرف ہر اس شخص کو جو ہلاک ہونے والا ہو دعوت دیتی ہے۔ پس نوجوانوں میں سے ہر ایک اس کے قریب ہو رہا ہے اور جھوم رہا ہے۔

تَمِیْسُ كَبِكْرٍ فِیْ نِقَابِ الْمَكَائِدِ وَ تُبْدِیْ وَمِیْضًا كَاذِبًا وَّ تُزَوِّرُ
وہ (دنیا) کنواری کی طرح مکروں کے نقاب میں مٹک کر چلتی ہے۔ اور جھوٹی چمک دمک ظاہر کرتی ہے اور دھوکا دیتی ہے۔

وَ دَقَّتْ مَكَائِدُهَا فَلَمْ یُدْرَ سِرُّهَا لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ فُنُوْنٍ تُكَوِّرُ
اور اس کے مکر باریک ہیں پس اس کا بھید نہیں جانا جاسکتا اس لئے کہ اس نے ان کا جال ایسی حیلہ سازیوں سے بُنا ہے جنہیں وہ چھپا رہی ہے۔

وَ تَبْدُوْ كَتُرْسٍ فِیْ زَمَانٍ بِكَیْدِهَا وَ فِیْ سَاعَةٍ اُخْرٰی حُسَامٌ مُّشَهَّرُ
اور کبھی تو وہ اپنے فریب سے ڈھال کی طرح سامنے آتی ہے اور دوسری ہی گھڑی وہ کھچی ہوئی تلوار ہوتی ہے۔

وَ عَیْنٌ لَّهَا تُصْبِی الْوَرٰی فَتَّانَةٌ وَ لِقَتْلِ اَهْلِ الْفِسْقِ كَشْحٌ مُّخَصَّرُ
اور اس کی فتنہ پرداز آنکھ مخلوق کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اور فاسقوں فاجروں کے قتل کے لئے وہ دنیا پتلی کمر (والی حسینہ) ہے۔

عَجِبْتُ لِمَنْظَرِ ذَاتِ شَیْبٍ عَجُوْزَةٍ اَنِیْقٌ لِّعَیْنِ النَّاظِرِیْنَ وَ اَزْهَرُ
مجھے حیرت ہے اس عاجز بڑھیا کے منظر پر جو دیکھنے والوں کی نگاہ میں خوبصورت اور روشن جمال ہے۔

لَزِمْتُ اصْطِبَارًا اِذْ رَأَیْتُ جَمَالَهَا فَقُلْتُ اِلٰهِیْ اَنْتَ كَهْفِیْ وَ مَأْزَرُ
میں نے صبر کو لازم کرلیا جب میں نے اس کے جمال پر اطلاع پائی۔ میں نے کہا میرے خدا! تو ہی میرا ملجاء اور ماویٰ ہے۔

﴿۱۰۰﴾ فَصَیَّرَهَا رَبِّیْ لِنَفْسِیْ سُرِّیَّةً كَجَارِیَةٍ تُلْقٰی بِطَوْعٍ وَّ تُهْجَرُ
سو میرے رب نے اسے میرے لئے لونڈی بنا دیا۔ ایسی لونڈی کی طرح جس سے وصال اور جدائی خود اپنی مرضی سے اختیار کی جاتی ہے۔

وَذٰلِكَ فَضْلٌ مِنْ كَرِیْمٍ وَّ مُحْسِنٍ وَ یُعْطِی الْمُهَیْمِنُ مَنْ یَّشَاءُ وَ یَحْجُرُ
اور کریم اور محسن خدا کی طرف سے یہ ایک فضل ہے اور نگران خدا جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور (جس سے چاہتا ہے) روک لیتا ہے۔

وَ قَدْ ضَاقَتِ الدُّنْيَا عَلٰى عُشَّاقِهَا وَ يَبْغُوْنَهَا عِشْقًا وَّ حُبًّا فَتُدْبِرُ

اوردنیا اپنے عاشقوں پر تنگ ہوگئی ہے وہ اسے عشق اور محبت سے چاہتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر لیتی ہے۔

تَزَاحَمَتِ الطُّلَّابُ حَوْلَ لُحُوْمِهَا كَمِثْلِ كِلَابٍ وَالْمَنَايَا تَسْخَرُ

(اس کے) طالب اس کے گوشت کے گرد ہجوم کر رہے ہیں کتوں کی مانند اور موتیں (ان پر) ہنس رہی ہیں۔

وَ إِنَّ هَوَاهَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ فَخَفْ حُبَّهَا يَا اَيُّهَا الْمُتَبَصِّرُ

اس کا عشق ہر ایک خطا کی جڑ (منبع) ہے پس اس کی محبت سے ڈر۔ اے بصیرت رکھنے والے!

وَ قَدْ مَضَغَتْ اَنْيَابُهَا كُلَّ طَالِبٍ وَ اَنْتَ اَثَارَتُهُمْ فَسَوْفَ تُكَسَّرُ

بے شک اس کی کچلیوں نے ہر طالب کو چبا ڈالا ہے اور تو ان کا بقیہ ہے پس تو بھی جلد توڑ دیا جائے گا۔

عَلٰى كُلِّ قَلْبٍ قَدْ اَحَاطَ ظَلَامُهَا سِوٰى قَلْبِ مَسْعُوْدٍ حَمَاهُ الْمُيَسِّرُ

ہردل پر اس کی تاریکی نے احاطہ کررکھا ہے سوائے خوش نصیب کے دل کے کہ جس کی حفاظت آسانی پیدا کرنے والے خدا نے کی ہو۔

اِذَا مَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ كِلَابَهَا فَفَاضَتْ دُمُوْعُ الْعَيْنِ وَ الْقَلْبُ يَضْجَرُ

جب میں نے مسلمانوں کو اس (دنیا) کے کتے پایا تو آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اس حال میں کہ دل گھبرا رہا تھا۔

عَلٰى فِسْقِهِمْ لَمَّا اطَّلَعْتُ وَ كَسْلِهِمْ بَكَيْتُ وَلَمْ اَصْبِرْ وَ لَا اَتَصَبَّرُ ﴿۱۰۱﴾

جب میں نے ان کے فسق اور سستی پر اطلاع پائی تو میں رو پڑا اور صبر نہ کر سکا اور نہ صبر کی تاب رکھتا ہوں۔

اَكَبُّوْا عَلَى الدُّنْيَا وَمَالُوْا اِلَى الْهَوٰى وَ قَدْ حَلَّ بَيْتَ الدِّيْنِ ذِئْبٌ مُّدَمِّرُ

وہ دنیا پر جھک گئے اور حرص و ہوا کی طرف مائل ہو گئے اس حال میں کہ دین کے گھر میں ایک تباہ کن بھیڑیا اُتر پڑا ہے۔

اَرٰى ظُلُمَاتٍ لَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَهَا وَ ذُقْتُ كُئُوْسَ الْمَوْتِ لَوْلَا اُنَوَّرُ

میں تاریکیاں دیکھ رہا ہوں۔ کاش میں ان سے پہلے مر چکا ہوتا! اور میں موت کے پیالے چکھتا اگر میں منور نہ ہو رہا ہوتا۔

فَسَادٌ كَطُوْفَانٍ مُّبِيْدٍ وَّ اِنَّنِىْ أَرَاهُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ أَوْ هُوَ أَكْثَرُ

مہلک طوفان کی طرح ایک فساد برپا ہے اور بے شک میں اسے سمندر کی لہر کی طرح پاتا ہوں یا وہ اس سے بھی بڑا ہے۔

أَرٰى كُلَّ مَفْتُوْنٍ عَلَى الْمَوْتِ مُشْرِفًا وَ كُلُّ ضَعِيْفٍ لَّا مَحَالَةَ يَعْثَرُ

میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر مبتلائے فتنہ موت کے کنارے پہنچ چکا ہے اور ہر ایک کمزور بالضرور ٹھوکر کھاتا ہے۔

فَأَنْقَضَ ظَهْرِىْ ضُعْفُهُمْ وَ وَبَالُهُمْ وَ مِنْ دُوْنِ رَبِّىْ مَنْ يُّدَاوِىْ وَ يَنْصُرُ

پس ان کے ضعف اور وبال نے میری کمر توڑ دی ہے اور میرے رب کے سوا کون علاج کرے گا اور مدد دے گا؟

فَیَارَبِّ اَصْلِحْ حَالَ اُمَّةِ سَیِّدِیْ وَ عِنْدَكَ هَیْنٌ عِنْدَنَا مُتَعَسِّرُ

اے میرے ربّ! میرے آقا کی امّت کے حال کی اصلاح کر دے اور یہ تیرے لئے آسان ہے (اور) ہمارے لئے مشکل ہے۔

وَ لَیْسَ بِرَاقٍ قَبْلَ اَنْ تَأْخُذَنْ یَدًا وَ لَیْسَ بِسَاقٍ قَبْلَ كَأْسٍ تُقَدِّرُ

اور کوئی بلندی پر نہیں جاسکتا پیشتر اس کے کہ تُو اس کا ہاتھ پکڑے اور کوئی کسی کو (کچھ) پلا نہیں سکتا پیشتر اس پیالے کے جو تُو مقدر کر دے۔

وَ قَدْ نُشِرَتْ ذَرَّاتُنَا مِنْ مَّصَائِبٍ وَ مِتْنَا فَلَا تَذْكُرْ ذُنُوْبًا تَنْظُرُ

اور ہمارے ذرّات مصائب کی وجہ سے منتشر کر دیئے گئے ہیں اور ہم مرچکے ہیں۔ پس ان گناہوں کو جو تو دیکھ رہا ہے نہ بیان کر۔

وَ لَا تُخْرِجَنْ سَیْفًا طَوِیْلًا لِّقَتْلِنَا وَ تُبْ وَاعْفُوَنْ یَارَبَّ قَوْمٍ صُغِّرُوْا

اور ہمارے قتل کے لئے لمبی تلوار نہ نکال اور رجوع برحمت ہو اور معاف کر دے۔ اے ان لوگوں کے ربّ! جو ذلیل کئے گئے۔

وَ اِنْ تُهْلِكَنَا یَارَبَّنَا بِذُنُوْبِنَا فَنَفْنٰی بِمَوْتِ الْخِزْیِ وَالْخَصْمُ یُبْطِرُ

اور اگر تو اے ہمارے ربّ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا تو ہم رسوائی کی موت سے فنا ہو جائیں گے اور دشمن فخر کرے گا۔

وَ لَا اَبْرَحُ الْمِضْمَارَ حَتّٰی تُعِیْنَنِیْ وَلَا بُدَّ لِیْ اَنْ اَهْلِكَنْ اَوْ اُظْفَرُ

اور میں میدان سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ تو مجھے مدد دے اور ضروری ہے میرے لئے کہ میں ہلاک ہو جاؤں یا کامیاب کیا جاؤں۔

وَ اِنِّیْ اَرٰی اَنَّ الذُّنُوْبَ كَبِیْرَةٌ وَ اَعْرِفُ مَعَهٗ اَنَّ فَضْلَكَ اَكْبَرُ

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ گناہ عظیم تر ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرا فضل عظیم ترین ہے۔

اِلٰهِیْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَاحْمِ عِرْضَنَا بِسُلْطَانِكَ الْأَجْلٰی وَ إِنَّكَ أَقْدَرُ

اے میرے اللہ! ہماری فریاد رسی کر اور ہمیں سیراب کر اور ہماری عزت کی حفاظت کر اپنی بہت بڑی قوت سے۔ بے شک تو بڑی قدرت والا ہے۔

یَئِسْنَا مِنَ الْمَخْلُوْقِ وَانْقَطَعَ الرَّجَا وَ جِئْنَاكَ یَامَنْ یَّعْلَمَنْ مَایُضْمَرُ

ہم مخلوق سے مایوس ہو گئے اور امید منقطع ہو گئی ہے اور ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ اے وہ ہستی جو جانتی ہے اس امر کو جو دلوں میں پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

تَعَالَیْتَ یَا مَنْ لَّا تُحَاطُ كَمَالُهٗ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَّیْسَ یُحْصٰی وَ یُحْصَرُ

تیری شان بلند ہے اے وہ ہستی جس کے کمال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ تیری تعریف ایسی تعریف ہے جس کا شمار و احاطہ نہیں ہو سکتا۔

﴿۱۰۲﴾ تَصَدَّقْ بِأَلْطَافٍ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهَا وَ أَدْرِكْ عِبَادًا لَّكَ كَمَا أَنْتَ أَقْدَرُ

مہربانیوں سے نواز۔ جیسا کہ تیری شایانِ شان ہے اور دستگیری کر اپنے بندوں کی جیسا کہ تو بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔

فَخُذْ بِیَدِیْ یَارَبِّ فِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ وَ أَیِّدْ غَرِیْبًا یُّلْعَنَنْ وَ یُكَفَّرُ

اے میرے ربّ! ہر معرکہ میں میرا ہاتھ پکڑ اور اس بے یار و مددگار کی تائید فرما جو لعنت اور تکفیر کیا جا رہا ہے۔

اَتَیتُكَ مِسكِینًا وَّ عَونُكَ اَعظَمُ وَ جِئتُكَ عَطشَانًا وَّ بَحرُكَ اَزخَرُ
میں مسکین ہوکر تیرے حضور آیا ہوں اور تیری مدد سب سے بڑی ہے اور میں پیاسا ہوکر تیرے پاس آیا ہوں اور تیرا سمندر بہت موجزن ہے۔

قَدِ اندَرَسَت آثَارُ دِینِ مُحَمَّدٍ فَأَشكُوا اِلَیكَ وَ اَنتَ تَبنِی وَ تَعمُرُ
دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے نشان مٹ چکے ہیں۔ پس میں تیرے حضور شکایت کرتا ہوں' تو ہی تعمیر کرتا اور آباد کرتا ہے۔

أَرٰی کُلَّ یَومٍ فِتنَةً قَد مُدِّدَت وَ مُتنَا وَ أَموَاتُ الأَعَادِی بُعثِرُوا
میں ہر روز ایک فتنہ دیکھتا ہوں جو پھیلایا گیا ہے اور ہم تو مر گئے ہیں اور دشمنوں کے مُردے جی اٹھے ہیں۔

وَ قَد أَزمَعُوا اَن یُّزعِجُوا سُبُلَ الهُدٰی وَ کَم مِن أَرَاذِلَ مِن شَقَاهُم تَنَصَّرُوا
اورانہوں نے عزم کرلیا ہے کہ ہدایت کے راستوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں اور بہت سے کمینے اپنی بدبختی سے عیسائی ہوگئے ہیں۔

أَرٰی کُلَّ مَحجُوبٍ لِّدُنیَاهُ بَاکِیًا فَمَن ذَا الَّذِی یَبکِی لِدِینٍ یُّحقَّرُ
میں دین سے ہر بے بہرہ کو اپنی دنیا کے لئے رونے والا پاتا ہوں۔ پس کون ہے وہ جو روئے اس دین کے لئے جس کی تحقیر کی جارہی ہے۔

فَیَا نَاصِرَ الْاِسلَامِ یَارَبَّ اَحمَدَا اَغِثنِی بِتَائِیدٍ فَاِنِّی مُدَحَّرُ
اے اسلام کے ناصر! اے احمد کے ربّ! تائید کے ساتھ میری فریاد رسی کر۔ میں تو ذلیل کیا گیا ہوں۔

اَیَا رَبَّ مَن اَعطَیتَهُ کُلَّ دَرَجَةٍ وَ شَانًا بِرُؤیَتِهِ الوَرٰی تَتَحَیَّرُ
اے اس رسول کے ربّ جسے تو نے ہر درجہ دیا ہے اور ایسی شان جسے دیکھ کر مخلوق حیران ہو رہی ہے۔

وَ مَا زِلتَ ذَا لُطفٍ وَّعَطفٍ وَّ رَحمَةٍ وَ مَا کُنتُ مَحرُومًا وَّکُنتُ اُوَقَّرُ
اور تو ہمیشہ لطف' مہربانی اور رحمت کرنے والا رہا ہے اور میں کبھی بھی محروم نہیں رہا اور عزت ہی پاتا رہا ہوں۔

فَلَا تَجعَلَنِّی مُضغَةً لِمُحَارِبِی وَ أَنتَ وَحِیدِی کُلَّ خَطأٍ تَغفِرُ
سو مجھے لقمہ نہ بنا دینا مجھ سے لڑنے والے کا۔ تو میرا یگانہ خدا ہے۔ تو ہر ایک خطا بخش دیتا ہے۔

وَ أَنتَ المُهَیمِنُ مَرجِعُ الخَلقِ کُلِّهِم وَ أَنتَ الحَفِیظُ تُعِینُنِی وَ تُعَزِّرُ
اور تو نگہبان خدا ہی تمام مخلوق کا مرجع ہے اور تو ہی محافظ ہے۔ تو میری مدد کرتا ہے اور (مجھے) عظمت دیتا ہے۔

وَ مَا غَیرُ بَابِ الرَّبِّ اِلَّا مَذَلَّةٌ وَ مَا غَیرُ نُورِ الرَّبِّ اِلَّا تَکَدُّرُ ﴿۱۰۳﴾
اور ربّ کے دروازے کے سوا تو صرف ذلّت ہی ذلّت ہے اور رب کے نور کے سوا تو صرف ظلمت ہی ظلمت ہے۔

وَ عُلِّمتُ مِنكَ حَقَائِقَ الدِّینِ وَالهُدٰی وَ تَهدِی بِفَضلِكَ مَن تَرٰی وَ تُنَوِّرُ
اور مجھے تیری طرف سے دین وہدایت کے حقائق سکھائے گئے ہیں۔ اور تو اپنے فضل سے ہدایت دیتا ہے جسے قابل دیکھتا ہے اور منور کرتا ہے۔

إِذَا مَا بَدَا لِیْ اَنَّ عِلْمِیْ غَامِضٌ   فَأَیْقَنْتُ أَنِّیْ عَنْ قَرِیْبٍ سَأُکْفَرُ

جب مجھے معلوم ہوا کہ میرا علم تو بہت گہرا ہے تو میں نے یقین کر لیا کہ میں جلد ہی کافر قرار دیا جاؤں گا۔

فَسَلَّمْتُ بَعْدَ الْاِهْتِدَاءِ بِفَضْلِهٖ   سَلَامَ الْوَدَاعِ عَلَی الَّذِیْ یَسْتَنْکِرُ

پس میں نے اس کے فضل سے ہدایت پانے کے بعد الوداعی سلام کہہ دیا۔ سلام اس شخص کو جو (مجھے) نہیں پہچانتا۔

وَ إِنَّ الْهِدَایَةَ یَرْجِعَنْ نَحْوَ طَالِبٍ   وَ مَنْ غَضَّ عَیْنَیْ رُؤْیَةٍ اَیْنَ یُبْصِرُ

اور یقیناً ہدایت طالب ہدایت کی طرف لوٹتی ہے۔ جس نے اپنے دیکھنے کی دونوں آنکھیں بند کر لیں وہ کہاں دیکھے گا۔

وَ وَاللّٰهِ لَا یَشْقَی الَّذِیْ هُوَ یَطْلُبُ   وَ مَنْ جَدَّ فِیْ تَحْصِیْلِ هُدًی سَیُنْصَرُ

اور خدا کی قسم! وہ شخص جو طالب (ہدایت) ہو بے نصیب نہیں ہوتا اور جو شخص ہدایت پانے کی کوشش کرتا ہے اس کی مدد ضرور کی جاتی ہے۔

وَ مَنْ کَانَ اَکْبَرُ هَمِّهٖ جَلْبَ لَذَّةٍ   وَ حَظٍّ مِّنَ الدُّنْیَا فَکَیْفَ یُطَهَّرُ

اور جس کا بڑا مقصد لذّت اور دنیا کی خوش نصیبی کا حصول ہو تو وہ کیسے پاک کیا جائے گا۔

أَ مُکْفِرِ! مَهْلًا بَعْضَ هٰذَا التَّحَکُّمِ   وَ خَفْ قَهْرَ رَبٍّ قَالَ "لَا تَقْفُ" فَاحْذَرُوْا

اے مجھے کافر قرار دینے والے! اس تحکم کو قدرے چھوڑ دے اور ڈر اس رب کے قہر سے جس نے 'لاتقف' کہا سو تم لوگ بھی ڈرو۔

وَ إِنَّ ضِیَآءَ الدِّیْنِ قَدْ حَانَ وَقْتُهٗ   فَتَعْرِفُ شَجَرَتَنَا بِمَا هِیَ تُثْمِرُ

اور یقیناً دین کی روشنی کا وقت آ پہنچا ہے۔ تُو پہچان لے گا ہمارے درخت کو ان پھلوں سے جو وہ دے گا۔

وَ یَا حَسَرَاتٍ مُّوْبِقَاتٍ عَلَی الَّذِیْ   یُکَذِّبُنِیْ مِنْ غَیْرِ عِلْمٍ وَّ یُکْفِرُ

اور بہت سی ہلاکت خیز حسرتیں ہیں ایسے شخص پر جو بغیر علم کے میری تکذیب اور تکفیر کرتا ہے۔

وَ مَا جِئْتُ قَوْمِیْ مِنْ دِیَارٍ بَّعِیْدَةٍ   وَ قَدْ عَرَفُوْنِیْ قَبْلَهٗ ثُمَّ اَنْکَرُوْا

اور میں اپنی قوم کے پاس دور کے ملکوں سے نہیں آیا حالانکہ وہ تو مجھے پہلے سے ہی جانتے تھے پھر (بھی) انہوں نے انکار کر دیا۔

وَ اَعْرَضَ عَنِّیْ کُلُّ مَنْ کَانَ صَاحِبِیْ   وَ اُفْرِدْتُّ اِفْرَادَ الَّذِیْ هُوَ یُقْبَرُ

اور مجھ سے ہر اس شخص نے جو میرا ساتھی تھا منہ پھیر لیا اور میں اس شخص کی طرح اکیلا چھوڑ دیا گیا ہوں جو قبر میں اکیلا داخل کیا جاتا ہے۔

تَمَنَّیْتُ اَنْ یُّخْفٰی تَطَاوُلُ قَوْلِهِمْ   وَ هَلْ یَخْتَفِیْ مَا فِی الْمَجَالِسِ یُذْکَرُ ﴿۱۰۴﴾

میں نے خواہش کی کہ ان کی باتوں کی زیادتی مخفی رہے۔ اور کیا مخفی رہ سکتی ہیں وہ باتیں جو مجلسوں میں بیان کی جائیں؟

وَ یَعْوِیْ عَدُوِّیْ مِثْلَ ذِئْبٍ مِّنْ طَوًی   وَ لَیْسَ لَهٗ عِلْمٌ بِمَا هُوَ اُذْکُرُ

اور میرا دشمن بھیڑیئے کی طرح دنیا کی بھوک کے مارے چلّا رہا ہے اور اسے علم نہیں ہے ان باتوں کا جو میں بیان کر رہا ہوں۔

وَ مَا رُزِقَتْ عَیْنَاہُ مِنْ نَیِّرِ الْعُلٰی فَاَخْلَدَ نَحْوَ الْاَرْضِ جَھْلًا وَّ یُنْکِرُ

اورنہیں عطا کیا گیا اس کی آنکھوں کو کچھ بھی آسمانی آفتاب سے۔ سو وہ اپنی نادانی سے زمین سے جالگا اور انکار کر رہا ہے۔

اُولٰئِکَ قَوْمٌ ضَیَّعُوْا اَمْرَ دِیْنِھِمْ وَخَانُوا الْعُھُوْدَ وَ زَیَّنُوْا مَا زَوَّرُوْا

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کے معاملہ کو ضائع کر دیا اور اپنے عہدوں میں خیانت کی اور اس چیز کو جو انہوں نے فریب سے گھڑی تھی آراستہ کر کے پیش کیا۔

وَ یَعْلَمُ رَبِّیْ سِرَّقَلْبِیْ وَ سِرَّھُمْ وَ کُلُّ خَفِیٍّ عِنْدَہٗ مُتَحَضِّرٗ

اور میرا ربّ میرے دل کے بھید کو اور ان کے بھید کو جانتا ہے اور ہر مخفی چیز اس کے سامنے حاضر ہے۔

وَ لَوْ کُنْتُ مَرْدُوْدَ الْمَلِیْکِ لَضَرَّنِیْ عَدَاوَۃُ قَوْمٍ کَذَّبُوْنِیْ وَ کَفَّرُوْا

اور اگر میں راندۂ درگاہِ الٰہی ہوتا تو ضرور ضرر پہنچاتی مجھے عداوت ان لوگوں کی جنہوں نے مجھے جھٹلایا اور تکفیر کی۔

وَ ھَمُّوْا بِتَکْفِیْرِیْ وَ قَامُوْا لِلَعْنَتِیْ وَ لَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ الْمُھَیْمِنَ یَنْظُرُ

اور انہوں نے میری تکفیر کا قصد کیا اور مجھے لعنت کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہ جانا کہ یقیناً خدائے نگہبان سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

اِذَا قِیْلَ اِنَّکَ مُرْسَلٌ خِلْتُ اَنَّنِیْ دُعِیْتُ اِلٰی اَمْرٍ عَلَی الْخَلْقِ یَعْسِرُ

جب کہا گیا کہ تُو رسول ہے تو مَیں نے خیال کیا کہ مَیں ایک ایسے امر کی طرف بلایا گیا ہوں جو مخلوق پر گراں گزرے گا۔

وَ کُنْتُ عَلٰی نُوْرٍ فَزَاغُوْا مِنَ الْعَمٰی وَ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ رَجُلٌ یُّبْصِرُ

اور مَیں تو نور پر قائم تھا سو وہ اندھے پن سے ٹیڑھے ہو گئے اور کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا اور وہ شخص جو دیکھ رہا ہے۔

وَ مَا دِیْنُنَا اِلَّا ھِدَایَۃُ اَحْمَدَ فَیَالَیْتَ شِعْرِیْ مَا یَظُنُّ الْمُکَفِّرُ

اور نہیں ہے ہمارا کوئی دین سوائے احمد کی ہدایت کے۔ کاش میں جانتا کہ کیا ہے وہ بات جسے مکفّر (دین وہدایت) گمان کر رہا ہے۔

وَ قَدْ کُنْتُ اَنْسٰی کُلَّ جَوْرٍ مُعَیِّرِیْ وَ لٰکِنَّہٗ جَوْرٌ کَبِیْرٌ مُّکَوَّرُ

اور میں اپنے عیب لگانے والے کا ہر ظلم بھلا دیتا رہا ہوں۔ لیکن یہ تو ایک کئی گنا بڑا ظلم ہے۔

وَکَمْ مِّنْ دَلَائِلَ قَدْ کَتَبْتُ لِطَالِبٍ یُفَکِّرُ فِیْھَا لَوْذَعِیٌّ مُّدَبِّرُ

اور بہت سے دلائل ہیں جو میں نے طالبِ حق کے لئے لکھے ہیں، ایک مدبّر عالم ان میں سوچ سے کام لے گا۔

اَلَا اَیُّھَا الْمُتَکَبِّرُ الْمُتَشَدِّدُ تُرِیْدُ ھَوَانِیْ وَالْکَرِیْمُ یُعَزِّرُ ﴿۱۰۵﴾

اے متکبّر تشدّد کرنے والے! تو میری ذلت چاہتا ہے حالانکہ کریم خدا مجھے عظمت دے رہا ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُ اِنِّیْ مُسْلِمٌ قُلْتَ کَافِرٌ فَاَیْنَ التُّقٰی یَا اَیُّھَا الْمُتَھَوِّرُ

اور جب میں نے کہا میں مسلمان ہوں۔ تو نے کہا کافر ہے۔ تو کہاں چلا گیا تقویٰ؟ اے دلیری کرنے والے!

وَ بَعْدَ بَيَانِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ مُنْكِرًا   اَتَعْلَمُ يَا مِسْكِيْنُ مَا هُوَ مُضْمَرُ

اور میرے بیان کے بعد تُو انکار کرتا ہوا کہاں جائے گا؟ اے مسکین! کیا تو جانتا ہے اس امر کو جو پوشیدہ ہے؟

فَلَا تَتَجَرَّعْ اَيُّهَا الضَّآلُّ فِي الْهَوٰى   بِاَيْدِيْكَ كَأْسَ الْمَوْتِ مَالَكَ تُخْطِرُ

اے حرص و ہوا میں گمراہ! تو گھونٹ گھونٹ مت پی؛ اپنے ہاتھوں سے موت کا پیالہ جو تیرے لئے آ رہا ہے۔

وَاِنْ كُنْتَ لَا تَخْشٰى فَقُلْ لَسْتَ مُؤْمِنًا   وَ يَأْتِيْ زَمَانٌ تُسْئَلَنَّ وَ تُخْبَرُ

اوراگرتو ڈرتا نہیں تو (مجھے) کہتارہ کہ تُو مومن نہیں اورایک زمانہ آئے گا کہ تجھ سے ضرور پوچھا جائے گااور تجھے پتہ لگ جائے گا۔

وَ كُلُّ سَعِيْدٍ يَّعْرِفُ الْحَقَّ قَلْبُهٗ   وَ اَمَّا الشَّقِيُّ فَيَعْلَمَنْ حِيْنَ يَخْسَرُ

اور ہر ایک سعید کا دل حق پہچان لیتا ہےاور جو بدبخت ہے سو وہ اس وقت جانے گا جب وہ خسارے میں پڑے گا۔

وَ اِنِّيْ تَرَكْتُ النَّفْسَ وَالْخَلْقَ وَالْهَوٰى   فَلَا السَّبُّ يُؤْذِيْنِيْ وَلَا الْمَدْحُ يُبْطِرُ

اور بے شک میں نے نفس کو، مخلوق کو اور خواہشات کو چھوڑ دیا ہے سواب نہ گالی مجھے تکلیف دیتی ہے اور نہ مدح مجھے فخر دلاتی ہے۔

وَ كَمْ مِّنْ عَدُوٍّ بَعْدَ مَا اَكْمَلَ الْاَذٰى   اَتَانِيْ فَلَمْ اُصْعِرْ وَمَا كُنْتُ اُصْعِرُ

اور بہت سے دشمن ہیں کہ پورا دکھ دے لینے کے بعد میرے پاس آئے پس میں نے بے رُخی نہ کی اور نہ ہی میں پہلے بے رُخی کیا کرتا تھا۔

أُحِنُّ اِلٰى مَنْ لَّا يَحِنُّ مَحَبَّةً   وَ أَدْعُوْ لِمَنْ يَّدْعُوْ عَلَيَّ وَ يَهْذِرُ

میں تو محبت کی وجہ سے اس کی طرف بھی مائل ہوتا ہوں جو میری طرف مائل نہیں ہوتا اور میں اس کیلئے بھی دعا کرتا ہوں جو مجھ پر بددعا کرتا ہے اور بکواس کرتا ہے۔

خُذِ الرِّفْقَ اِنَّ الرِّفْقَ رَأْسُ الْمَحَاسِنِ   وَ يَكْسِرُ رَبِّيْ رَأْسَ مَنْ يَّتَكَبَّرُ

تو نرمی اختیار کر کہ نرمی تمام خوبیوں کی جڑ ہے اور میرا ربّ اس شخص کا جو تکبّر کرتا ہے، سر توڑ دیتا ہے۔

عَجِبْتُ لِأَعْمٰى لَا يُدَاوِيْ عُيُوْنَهٗ   وَمِنْ كُلِّ ذِي الْاَبْصَارِ يَلْوِيْ وَ يَسْخَرُ

میں اس اندھے پر تعجب کرتا ہوں جو اپنی آنکھوں کا علاج نہیں کرتا اور ہر آنکھوں والے سے منہ پھیرتا اور ہنسی کرتا ہے۔

اَتَنْسٰى نَجَاسَاتٍ رَّضِيْتَ بِأَكْلِهَا   وَ تَذُمُّ مَا هُوَ مُسْتَطَابٌ وَّ أَطْهَرُ

کیا تو بھول گیا ہے ان نجاستوں کو جن کے کھانے پر تو راضی ہوگیا ہے؟ اور مذمت کر رہا ہے اس کی جو عمدہ اور بہت پاک ہے۔

تُسَمِّيْنَ جَهْلًا يَا ابْنَ اٰوٰى ثَعْلَبًا   وَ مَا اَنَا اِلَّا اللَّيْثُ لَوْ تَتَفَكَّرُ ﴿۱۰۶﴾

اے گیدڑ! تو نادانی سے میرا نام لومڑی رکھتا ہے حالانکہ میں تو ایک شیر ہوں اگر تُو غور کرے۔

تَفِيْضُ عُيُوْنُ الْعَارِفِيْنَ بِقَوْلِنَا   وَ لٰكِنْ غَبِيٌّ يَّضْحَكَنْ وَّ يُحَقِّرُ

ہماری باتوں سے عارفوں کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں لیکن غبی ہنستا ہے اور تحقیر کرتا ہے۔

تُعَيِّرُنِىْ ظُلْمًا وَّكِبْرًا وَّ نَخْوَةً وَ هَيْهَاتَ اَهْلُ الْحَقِّ كَيْفَ يُعَيَّرُ

تو مجھے ظلم تکبّر اور نخوت سے عیب لگاتا ہے اور یہ بات دور از عقل ہے۔ اہل حق پر کیسے عیب لگایا جا سکتا ہے۔

صَبَرْنَا عَلٰى ظُلْمِ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا وَ تُبْنَا اِلَى الرَّبِّ الَّذِىْ هُوَ أَقْدَرُ

ہم نے ساری مخلوق کے ظلم پر صبر کیا اور اس ربّ کی طرف متوجہ ہو گئے جو سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

تَرَكْنَا الْقِلٰى وَاللّٰهُ كَافٍ لِّصَادِقٍ وَ اِنَّ الصَّدُوْقَ بِفَضْلِهٖ يُتَخَيَّرُ

ہم نے بغض وعداوت کو چھوڑ دیا اور اللہ صادق کے لئے کافی ہے اور بے شک صادق اس کے فضل سے مقبول ہوتا ہے۔

وَ لَيْسَ الْفَتٰى مَنْ يَّقْتُلُ النَّاسَ سَيْفُهٗ وَ لٰكِنَّهٗ مَنْ يُّظْلَمَنَّ وَ يَصْبِرُ

اور جواں مرد وہ نہیں جس کی تلوار لوگوں کو قتل کرے لیکن جواں مرد وہ ہے جو مظلوم ہو اور صبر کرے۔

اَرَى الظُّلْمَ يُبْقِىْ فِى الْخَرَاطِيْمِ وَسْمَهٗ وَ اَمَّا عَلَامَاتُ الْاَذٰى فَتُغَيَّرُ

میں ظلم کو ایسا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالموں کی ناکوں پر اپنا نشان چھوڑ جاتا ہے لیکن تکلیفوں کے نشانات (مظلوم سے) مٹ جاتے ہیں۔

أَتُكْفِرُنِىْ يَا اَيُّهَا الْمُسْتَعْجِلُ وَ اَىَّ عَلَامَاتٍ تَرٰى اِذْ تُكْفِرُ

اے جلد باز! کیا تو میری تکفیر کرتا ہے اور (مجھ میں) کون سی باتیں تو پاتا ہے جب تکفیر کرتا ہے۔

وَ اِنَّ اِمَامِىْ سَيِّدُ الرُّسُلِ اَحْمَدُ رَضِيْنَاهُ مَتْبُوْعًا وَّ رَبِّىْ يَنْظُرُ

یقیناً میرا پیشوا تو رسولوں کا سردار احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہم نے اس کو متبوع کے طور پر پسند کر لیا ہے اور میرا رب دیکھ رہا ہے۔

وَ لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا شَمْسُ الْهُدٰى اِلَيْهِ رَغِبْنَا مُؤْمِنِيْنَ فَنَشْكُرُ

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے آفتاب ہیں ہم نے اس کی طرف مومن ہو کر رغبت کی پس ہم شکر کرتے ہیں۔

لَهٗ دَرَجَاتٌ فَوْقَ كُلِّ مَدَارِجٍ لَهٗ لَمَعَاتٌ لَا يَلِيْهَا تَصَوُّرُ

آپ کے درجات تمام درجات سے بلند تر ہیں۔ آپ کی ایسی تجلیات ہیں کہ وہ تصوّر میں نہیں آ سکتیں۔

أَ بَعْدَ نَبِىِّ اللّٰهِ شَىْءٌ يَّرُوْقُنِىْ أَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَجْهٌ مُّنَوَّرُ

کیا نبی اللہ کے بعد کوئی چیز مجھے اچھی لگ سکتی ہے کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور منور چہرہ بھی ہے؟

عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ يَا مَرْجَعَ الْوَرٰى لِكُلِّ ظَلَامٍ نُوْرُ وَجْهِكَ نَيِّرُ ﴿۱۰۷﴾

تجھ پر اللہ کا سلام ہے، اے مرجعِ خلائق! ہر تاریکی کے لئے تیرے چہرے کا نور ایک آفتاب ہے۔

وَ يَحْمَدُكَ اللّٰهُ الْوَحِيْدُ وَ جُنْدُهٗ وَ يُثْنِىْ عَلَيْكَ الصُّبْحُ اِذْ هُوَ يَجْشُرُ

اور خدائے یکتا تیری تعریف کرتا ہے اور اس کا لشکر بھی۔ نیز صبح بھی تیری تعریف کرتی ہے جب وہ طلوع ہوتی ہے۔

مَدَحْتُ اِمَامَ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّهٗ ... لَاَرْفَعُ مِنْ مَّدْحِيْ وَاَعْلٰى وَ اَكْبَرُ

میں نے انبیاء کے امام کی مدح کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ میری مدح سے بالا اور اعلیٰ اور اکبر ہے۔

دَعُوْا كُلَّ فَخْرٍ لِلنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ... اَمَامَ جَلَالَةِ شَانِهِ الشَّمْسُ اَحْقَرُ

ہر فخر کو نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی لئے رہنے دو۔ آپ کی جلالتِ شان کے سامنے تو سورج بھی بہت حقیر ہے۔

وَ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا اَيُّهَا الْوَرٰى ... وَذَرُوْا لَهٗ طُرُقَ التَّشَاجُرِ تُوْجَرُوْا

اور اے تمام لوگو! اس پر درود و سلام بھیجو اور اس کی خاطر جھگڑے کی راہیں چھوڑ دو کہ اجر پاؤ۔

وَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّدًا ... وَ فِيْ كُلِّ اٰنٍ مِّنْ سَنَاهُ اُنَوَّرُ

اور خدا کی قسم! یقیناً میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے اور ہر لحظہ آپ کی روشنی سے ہی منور ہو رہا ہوں۔

وَ فَوَّضَنِيْ رَبِّيْ اِلٰى رَوْضِ فَيْضِهٖ ... وَ اِنِّيْ بِهٖ اَجْنِي الْجَنٰى وَ اُنَضَّرُ

مجھے میرے رب نے آپ کے فیض کے باغوں کے سپرد کر دیا ہے اور یقیناً میں آپ کے ذریعہ ہی پھل چنتا اور تروتازہ کیا جاتا ہوں۔

وَ لِدِيْنِهٖ فِيْ جَذْرِ قَلْبِيْ لَوْعَةٌ ... وَ اِنَّ بَيَانِيْ عَنْ جَنَانِيْ يُخْبِرُ

اور آپ کے دین کے لیے میرے دل کی گہرائی میں ایک تڑپ ہے۔ اور یقیناً میرا بیان میرے دل کی حالت کی خبر دے رہا ہے۔

وَرِثْتُ عُلُوْمَ الْمُصْطَفٰى فَاَخَذْتُهَا ... وَ كَيْفَ اَرُدُّ عَطَاءَ رَبِّيْ وَ اَفْجُرُ

میں مصطفٰے کے علوم کا وارث ہوا سو میں نے ان کو لے لیا اور میں اپنے رب کی عطا کو کیسے رد کروں اور گنہگار بنوں۔

وَ كَيْفَ وَ لِلْاِسْلَامِ قُمْتُ صَبَابَةً ... وَ اَبْكِيْ لَهٗ لَيْلًا نَّهَارًا وَ اَضْجَرُ

اور یہ ہو کیسے سکتا ہے حالانکہ اسلام کی تائید کے لئے میں از راہ عشق کھڑا ہوں اور اسی کے لیے رات دن روتا ہوں اور کڑھتا ہوں۔

وَ عِنْدِيْ دُمُوْعٌ قَدْ طَلَعْنَ الْمَاٰقِيَا ... وَ عِنْدِيْ صُرَاخٌ مِّثْلَ نَارٍ مُّسَعَّرُ

اور میرے آنسو آنکھوں کے کونوں سے باہر آ گئے اور میری چیخ و پکار بھڑکائی ہوئی آگ کی طرح ہے۔

تَضَوَّعَ اِيْمَانِيْ كَمِسْكٍ خَالِصٍ ... وَ قَلْبِيْ مِنَ التَّوْحِيْدِ بَيْتٌ مُّعَطَّرُ

میرا ایمان خالص کستوری کی طرح مہک پڑا ہے اور میرا دل توحید کی وجہ سے ایک معطر گھر بنا ہوا ہے۔

وَ فِيْ كُلِّ اٰنٍ يَّاْتِيَنْ مِنْ خَالِقِيْ ... غِذَائِيْ نَمِيْرُ الْمَاءِ لَا يَتَغَيَّرُ ﴿۱۰۸﴾

اور ہر لحظہ میرے پاس میرے خالق کی طرف سے میری غذا آ رہی ہے، جو ایسا خالص مصفّا پانی ہے جو تغیّر پذیر نہیں ہوتا۔

تُضِيْءُ الظَّلَامَ مَعَارِفِيْ عِنْدَ مَنْطِقِيْ ... وَ قَوْلِيْ بِفَضْلِ اللّٰهِ دُرٌّ مُّنَوَّرُ

میری گفتگو کے وقت میرے معارف ظلمت کو روشنی سے بدل دیتے ہیں اور میرا قول اللہ کے فضل سے روشن موتی ہے۔

اِلٰی مَنْطِقِیْ یَرْنُو الْفَهِیْمُ تَعَشُّقًا وَ یُزْعِجُ نُطْقِیْ کُلَّ وَهْمٍ وَّ یَجْذَرُ

میری گفتگو کی طرف ہر فہیم عاشقانہ رنگ میں نظر جمائے رکھتا ہے اور میری گفتگو ہر وہم کو ہلا دیتی ہے اور اس کی جڑا کھاڑ دیتی ہے۔

سَنَا بَرْقِ اِلْهَامِیْ یُنِیْرُ لَیَالِیًا وَ کَشْفِیْ کَصُبْحٍ لَیْسَ فِیْهِ تَکَدُّرُ

میرے الہام کی بجلی کی روشنی راتوں کو منور کر دیتی ہے اور میرا کشف صبح کی طرح (روشن ہے) اس میں کوئی کدورت نہیں۔

وَ اِنَّ کَلَامِیْ مِثْلَ سَیْفٍ قَاطِعٌ وَ اِنَّ بَیَانِیْ فِی الصُّخُوْرِ یُؤَثِّرُ

میرا کلام تلوار کی طرح کاٹ دینے والا ہے اور میرا بیان چٹانوں میں بھی اثر پیدا کر دینے والا ہے۔

حَفَرْتُ جِبَالَ النَّفْسِ مِنْ قُوَّةِ الْعُلٰی فَصَارَ فُؤَادِیْ مِثْلَ نَهْرٍ یُّفَجَّرُ

میں نے نفس کے پہاڑوں کو آسمانی قوت سے کھود ڈالا ہے سو میرا دل نہر کی طرح ہو گیا ہے جو کھود کر جاری کی جاتی ہے۔

وَاَدْعِیَتِیْ عِنْدَ الْوَغٰی تَقْتُلُ الْعِدَا فَطُوْبٰی لِقَلْبٍ یَّتَّقِیْهَا وَ یَحْذَرُ

اور میری دعائیں لڑائی کے وقت دشمنوں کو قتل کرتی ہیں۔ پس خوشخبری ہے اس دل کے لئے جو ان سے ڈرے اور بچے۔

وَ اٰذَانِیْ قَوْمِیْ بِسَبٍّ وَّ لَعْنَةٍ وَ کَمْ مِنْ لِّسَانٍ لَا یُضَاهِیْهِ خَنْجَرُ

اور میری قوم نے مجھے ایذا دی ہے گالی دینے اور لعنت سے۔ اور بہت سی زبانیں ایسی ہیں کہ خنجر بھی ان کی برابری نہیں کرتا۔

اِذَا مَا تَحَامَتْنِیْ مَشَاهِیْرُ مِلَّتِیْ فَقُلْتُ اخْسَأُوْا اِنَّ الْخَفَایَا سَتَظْهَرُ

جب مجھ سے میری قوم کے سرکردہ لوگوں نے اجتناب کیا تو میں نے کہا دور ہو جاؤ۔ یقیناً مخفی باتیں عنقریب ظاہر ہو جائیں گی۔

فَرِیْقٌ مِّنَ الْاِخْوَانِ لَا یُنْکِرُوْنَنِیْ وَحِزْبٌ یُّکَذِّبُ کُلَّ قَوْلِیْ وَ یَزْجُرُ

بھائیوں میں سے ایک گروہ تو میرا انکار نہیں کرتا اور ایک گروہ میرے ہر قول کو جھٹلاتا اور جھڑکتا ہے۔

وَ قَدْ زَاحَمُوْا فِیْ کُلِّ اَمْرٍ اَرَدْتُّهٗ وَ کُلٌّ یُخَوِّفُنِیْ وَ رَبِّیْ یُبَشِّرُ

اور انہوں نے ہر کام میں جس کا میں نے ارادہ کیا روک ڈالی ہے اور ہر ایک مجھے ڈراتا ہے حالانکہ میرا ربّ مجھے بشارت دے رہا ہے۔

فَاَقْسَمْتُ بِاللّٰهِ الَّذِیْ جَلَّ شَاْنُهٗ عَلٰی اَنَّهٗ یُخْزِیْ عَدُوِّیْ وَ یَشْزِرُ

سو میں نے اس اللہ کی قسم کھائی ہے جس کی شان بڑی ہے اس بات پر کہ وہ میرے دشمن کو رسوا کرے گا اور اس کو غضب کی نظر سے دیکھے گا۔

وَ مَا اَنَا عَنْ عَوْنِ الْمُعِیْنِ بِمُبْعَدٍ اِذَا اللَّیْلُ وَارَانِیْ فَنُوْرٌ یُّنَوِّرُ ﴿۱۰۹﴾

اور میں مددگار خدا کی مدد سے دور نہیں۔ جب رات مجھے ڈھانپتی ہے تو ایک نور مجھے منور کرتا رہتا ہے۔

وَ قَدْ قَادَنِیْ رَبِّیْ اِلَی الرُّشْدِ وَالْهُدٰی وَ وَقَّرَنِیْ مِنْ عِنْدِهٖ فَاُوَقَّرُ

اور مجھے راہنمائی کر کے میرے ربّ نے رُشد و ہدایت تک پہنچا دیا ہے۔ اور اس نے مجھے اپنی جناب سے اعزاز بخشا ہے سو میں عزت پا رہا ہوں۔

وَ اِنَّ کَرِیْمِیْ یُطْلِقُ الْکَفَّ بِالنَّدٰی وَ لِیْ مِنْ عَطَاءِ الرَّبِّ رِزْقٌ یُّوَفَّرُ
اور میرا کریم خدا سخاوت میں فراخ دست ہے اور مجھے ربّ کی عطا سے وافر حصہ مل رہا ہے۔

وَ لَا زَالَ مَمْدُوْدًا عَلَیَّ ظِلَالُہٗ وَ نَعْمَاءُہٗ کَثُرَتْ عَلَیَّ وَ تَکْثُرُ
مجھ پر اس کا سایہ ہمیشہ چھایا رہا ہے اور اس کی نعمت مجھ پر بکثرت ہو رہی ہے اور بڑھ رہی ہے۔

اَکَانَ لَکُمْ عَجَبًا بِبَعْثِ مُجَدِّدٍ ھَلُمَّ انْظُرُوْا فِتَنَ الزَّمَانِ وَ فَکِّرُوْا
کیا ایک مجدّد کی بعثت سے تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟ آؤ زمانہ کے فتنے دیکھو اور سوچو۔

اَمَامَکَ یَا مَغْرُوْرُ فِتَنٌ مُّحِیْطَۃٌ وَ اَنْتَ تَسُبُّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ تَھْجُرُ
اے مغرور! تیرے سامنے گھیر لینے والے فتنے موجود ہیں اور تو مومنوں کو گالیاں دے رہا اور بکواس کر رہا ہے۔

فَھٰذَا عَلَی الْاِسْلَامِ یَوْمُ الْمَصَائِبِ یُکَفَّرُ مِثْلِیْ وَالرِّیَاضُ حَبَوْکَرُ
یہ اسلام پر مصیبتوں کا زمانہ ہے کہ میرے جیسے کی تکفیر کی جا رہی ہے حالانکہ باغات ریگستان بن رہے ہیں۔

وَ لِلْکُفْرِ اٰثَارٌ وَ لِلدِّیْنِ مِثْلُھَا فَقُوْمُوْا لِتَفْتِیْشِ الْعَلَامَاتِ وَ انْظُرُوْا
اور کفر کی بھی کچھ علامات ہیں اور اسی طرح دین کی بھی۔ پس ان علامتوں کی تلاش کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور غور کرو۔

اَتَحْسَبُ اَنَّ اللّٰہَ یُخْلِفُ وَعْدَہٗ اَتَنْسَی الْمَوَاعِیْدَ الَّتِیْ ھِیَ اَظْھَرُ
کیا تو خیال کرتا ہے کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف کرے گا؟ کیا تو ان عذاب کی خبروں کو بھول رہا ہے جو کہ بہت ہی واضح ہیں۔

وَ یَاْتِیْکَ وَعْدُ اللّٰہِ مِنْ حَیْثُ لَا تَرٰی فَتَعْرِفُہٗ عَیْنٌ تَحِدُّ وَ تُبْصِرُ
اور تیرے پاس اللہ کا وعدہ آ جائے گا اس طرف سے جسے تو نہیں جانتا۔ سو اس کو تیز نگاہ پہچان لے گی اور دیکھ لے گی۔

وَ قَدْ عَلِمَ الْاَعْدَاءُ اَنِّیْ مُؤَیَّدٌ وَ لٰکِنَّھُمْ مِّنْ حِقْدِھِمْ قَدْ اَنْکَرُوْا
اور دشمنوں نے جان لیا ہے کہ میں تائید یافتہ ہوں لیکن انہوں نے اپنے کینے کی وجہ سے انکار کر دیا ہے۔

اَلَا اَیُّھَا الْاِخْوَانُ بَشُّوْا وَ اَبْشِرُوْا ھَنِیًّا لَّکُمْ عِیْدٌ جَدِیْدٌ اَکْبَرُ
اے بھائیو! خوش ہو جاؤ اور خوشی مناؤ۔ مبارک ہو تمہارے لئے بہت بڑی نئی عید ہے۔

وَ لَیْسَ لِعَضْبِ الْحَقِّ فِی الدَّھْرِ کَاسِرٌ وَ مَا یَصْنَعُوْنَ مِنَ الْحَدِیْدِ فَیُکْسَرُ ﴿۱۱۰﴾
اور حق کی تلوار کو زمانہ میں کوئی توڑنے والا نہیں اور جو کچھ وہ لوہے سے بنا رہے ہیں وہ توڑ دیا جائے گا۔

وَ ھَلْ جَائِزٌ سَبُّ الْمُؤَیَّدِ بَعْدَمَا اَتَتْ اٰیَۃُ الْمَوْلٰی وَ ظَھَرَ الْمُضْمَرُ
کیا (خدا کے) تائید یافتہ کو گالی دینا جائز ہے بعد اس کے کہ مولیٰ کا نشان آ چکا ہو اور مخفی بات ظاہر ہو چکی ہو۔

وَ فِیْ یَدِ رَبِّیْ کُلُّ عِزٍّ وَّ سُؤْدَدٍ   وَ عَزِیْزُہٗ مِنْ کَیْدِکُمْ لَا یُحَقَّرُ

اور میرے رب کے ہاتھ میں ہی ہر عزت اور سرداری ہے اور جو اس کا خاص بندہ ہے وہ تمہاری تدبیروں سے حقیر نہیں ہوسکتا۔

فَمَنْ ذَا یُعَادِیْنِیْ وَ رَبِّیْ یُحِبُّنِیْ   وَ مَنْ ذَا یُرَادِیْنِیْ وَ رَبِّیْ مُعَزِّرُ

پس کون ہے جو مجھ سے عداوت رکھے جب کہ میرا رب مجھ سے محبت کر رہا ہے اور کون ہے جو مجھ پر پتھر پھینکے جب کہ میرا رب میرا مددگار ہے۔

لَنَا کُلَّ یَوْمٍ نُصْرَۃٌ بَعْدَ نُصْرَۃٍ   وَ یَاْتِی الْحَبِیْبُ مَقَامَنَا وَ یُبَشِّرُ

ہمیں ہر روز نصرت کے بعد نصرت مل رہی ہے اور ہمارا حبیب ہمارے پاس آتا ہے اور بشارت دیتا ہے۔

وَ مَا اَنَا مِمَّنْ یَّمْنَعُ السَّیْفُ قَصْدَہٗ   فَکَیْفَ یُخَوِّفُنِیْ بِشَتْمٍ مُّکَفِّرُ

اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ تلوار اس کے ارادے کو روک سکے۔ پس تکفیر کرنے والا کس طرح مجھے گالیوں سے خوف دلا سکتا ہے۔

یَسُبُّ وَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ یَتْرُکُ التُّقٰی   عَلٰی مِثْلِہِ الْوُعَّاظِ یَبْکِی الْمِنْبَرُ

وہ گالی دیتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ تقویٰ چھوڑ رہا ہے۔ اس جیسے واعظوں پر ہی منبر روتا ہے۔

وَ مَا اِنْ رَئَیْنَا وَعْظَہٗ غَیْرَ فِتْنَۃٍ   وَ مَا زَالَتِ الشَّحْنَاءُ تَنْمُوْ وَ تَکْثُرُ

اور ہم نے اس کے وعظ کو فتنہ کے سوا کچھ نہ پایا اور دشمنی بڑھتی گئی اور بڑھ رہی ہے۔

وَ کَفَّرَنِیْ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ   سَیَصْلٰی بِحُبِّ الْکُفْرِ نَارًا یُّسَعَّرُ

اور اس نے میری تکفیر کی یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کفر کی محبت کی وجہ سے ضرور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔

عَجِبْتُ لَہٗ لَا یَتْرُکَنَّ شُرُوْرَہٗ   وَ ذَکَّرَہٗ مِنْ کُلِّ نُصْحٍ مُّذَکِّرُ

میں حیران ہوں کہ وہ اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑ رہا حالانکہ اسے نصیحت کرنے والے نے ہر قسم کی نصیحت کی ہے۔

وَ مِنْ عَجَبِ الْاَیَّامِ اَنِّیْ کَافِرٌ   بِاَعْیُنِ رَجُلٍ حَاسِدٍ بَلْ اَکْفَرُ

اور یہ زمانہ کے حیران کن امور میں سے ہے کہ میں کافر ہوں ایک حاسد آدمی کی نگاہ میں بلکہ اَکفر ہوں۔

وَ کَیْفَ اَخَافُ الْحَاسِدِیْنَ وَ سَبَّھُمْ   وَ یَرْحَمُنِیْ رَبِّیْ وَ یُؤْوِیْ وَ یَنْصُرُ

اور میں حاسدوں اور ان کے گالی دینے سے کس طرح ڈر سکتا ہوں جب کہ میرا رب مجھ پر رحم کر رہا ہے اور (مجھے) پناہ دے رہا ہے اور مدد دے رہا ہے۔

اُحِبُّ مَصَائِبَ سُبُلِ رَبِّیْ وَ اِنَّھَا   لَاَطْیَبُ لِیْ مِنْ کُلِّ عَیْشٍ وَ اَطْھَرُ ﴿۱۱۱﴾

اپنے رب کی راہوں کے مصائب سے میں محبت رکھتا ہوں اور وہ میرے لئے ہر زندگی سے زیادہ خوشگوار اور پاکیزہ ہیں۔

اَیَا اَیُّھَا الْاَلْوٰی کَسَبْعٍ تَغَیُّظًا   فَسَتَعْلَمَنْ فِیْ اَیِّ شَکْلٍ تُحْشَرُ

اے درندے کی طرح غصہ کی حالت میں سخت دشمنی کرنے والے! تو عنقریب جان لے گا کہ تو کس شکل میں اٹھایا جائے گا۔

فَــلَا تَــقْفُ مَـالَا تَـعْـلَـمَـنْ اَسْـرَارَہٗ وَ کَـمْ مِّـنْ عُـلُوْمِ الْحَقِّ تُخْفٰی وَ تُسْتَرُ

پس نہ پیچھے پڑ اس بات کے جس کے بھید تُو نہیں جانتا جب کہ کتنے ہی الٰہی علوم ہیں جو مخفی اور مستور رکھے جاتے ہیں۔

وَ جَهْلُكَ ا[illegible]بَنِیْ وَ طُوْلُ امْتِدَادِہٖ وَ اِنَّ الْـفَتٰـی بَـعْـدَ الْـجَهَــالَةِ يَشْعُـرُ

اور تیری نادانی نے مجھے حیرانی میں ڈالا اور اس کے لمبے عرصہ تک بڑھ جانے نے بھی۔ حالانکہ یقیناً جوانمرد جہالت کے بعد شعور حاصل کر لیتا ہے۔

اَ تُـقْبِــرُ حَيًّـــا مِثْـلَ مَيِّـتٍ خِيَـانَةً وَ يَـعْـلَـمُ رَبِّـیْ كُـلَّـمَا اَنْـتَ تَسْتُـرُ

کیا تو خیانت سے زندہ (سچائی) کو مردے کی طرح دفن کرتا ہے اور میرا رب خوب جانتا ہے ہر اس چیز کو جو تُو چھپاتا ہے۔

اِلَامَ فَسَـادُ الْـقَـلْـبِ يَـا تَارِكَ الْهُدٰی اِلَامَ اِلٰـی سُبُـلِ الشَّــقَـاوَةِ تَسْــفِـرُ

اے ہدایت کے تارک! کب تک دل کی خرابی (باقی) رہے گی اور تُو کب تک بدبختی کی راہوں کی طرف چلتا رہے گا؟

وَ وَالـلّٰــهِ اِنِّـیْ مُـؤْمِـنٌ غَيْـرُ كَـافِـرٍ وَ أَيْـنَ التُّـقٰـی لَـوْ كَـانَ مِثْلِـیْ يُفَجَّـرُ

اور خدا کی قسم! یقیناً میں مومن ہوں کافر نہیں۔ اور تقویٰ کہاں رہا اگر میرے جیسے آدمی کو فاجر ٹھہرایا گیا۔

فَيَا سَـالِكِـیْ سُبُـلَ الشَّيَاطِيْنِ اتَّـقُـوْا قَـدِيْـرًا عَـلِـيْـمًــا وَاحْذَرُوْا وَ تَذَكَّرُوْا

اے شیطانوں کی راہ پر چلنے والو! ڈرو قدیر علیم خدا سے اور بچو اور نصیحت حاصل کرو۔

وَ طُـوْبٰـی لِاِنْسَــانٍ تَيَـقَّـظَ وَ انْتَهٰـی وَخَـافَ يَـدَ الْـمَـوْلٰـی وَ سَيْـفًـا يُثْعُجِرُ

اور خوشی ہے اس انسان کے لئے جو بیدار ہوا اور رک گیا اور مولیٰ کے ہاتھ سے ڈرا اور اس تلوار سے بھی جو خون بہاتی ہے۔

وَ وَالـلّٰــهِ اِنِّـیْ جِـئْـتُ مِـنْـهُ مُجَدِّدًا بِـوَقْـتٍ اَضَـلَّ الـنَّــاسَ غُوْلٌ مُّسَخِّـرُ

اور خدا کی قسم! یقیناً میں اس کی طرف سے مجدّد ہو کر آیا ہوں ایسے وقت میں کہ قابو کر لینے والے دیو نے لوگوں کو گمراہ کر دیا تھا۔

وَ عَـلَّـمَـنِـیْ رَبِّـیْ عُـلُوْمَ كِتَـابِـهٖ وَ اُعْـطِيْـتُ مِـمَّـا كَانَ يُخْفٰی وَ يُسْتَرُ

مجھے میرے رب نے اپنی کتاب کے علوم سکھائے اور مجھے وہ علم دیا گیا جو مخفی اور مستور تھا۔

وَ اَسْــرَارُ قُــرْاٰنٍ مَّـجِيْـدٍ تَبَيَّـنَـتْ عَـلَــیَّ وَ يَسَّــرَ لِـیْ عَلِيْـمٌ مُّيَسِّــرُ

اور قرآن مجید کے بھید مجھ پر ظاہر ہو گئے۔ آسانی پیدا کرنے والے خدائے علیم نے میرے لئے آسانی پیدا کر دی۔

﴿١١٢﴾ كَـأَنَ الْعَذَارٰی بِـالْـوُجُـوْهِ الْمُنِيْـرَةِ خَـرَجْـنَ مِـنَ الْـكَهْفِ الَّـذِیْ هُوَ مُقْعَرُ

گویا کہ کنواری عورتیں چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ نکل پڑیں اس غار سے جو گہری تھی۔

اَ لَا اِنَّـمَــا الْاَيَّــامُ رَجَعَـتْ اِلَی الْهُدٰی هَـنِيْـئًـا لَّـكُـمْ بَـعْثِیْ فَبَشُّوْا وَ ابْشِرُوْا

سن لو! زمانہ ہدایت کی طرف لوٹ آیا۔ مبارک ہو تمہارے لئے میری بعثت۔ تم خوش ہو جاؤ اور خوشی مناؤ۔

وَ قَدِ اصْطَفَانِیْ خَالِقِیْ وَ اَعَزَّنِیْ   وَ اَیَّدَنِیْ وَاخْتَارَنِیْ فَتَدَبَّرُوْا

اور میرے خالق نے مجھے برگزیدہ کیا ہے اور مجھے عزت دی اور میری تائید کی اور مجھے چن لیا سوتم غور کرو۔

وَ وَاللّٰہِ مَا اَمْرِیْ عَلَیَّ بِغُمَّۃٍ   وَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ نُوْرَہٗ لَا اُنْکِرُ

اور اللہ کی قسم! میرا معاملہ مجھ پر مشتبہ نہیں اور یقیناً میں اس کے نور کو خوب پہچانتا ہوں، میں ناآشنا نہیں۔

اِذَا قَلَّ دِیْنُ الْمَرْءِ قَلَّ اتِّقَاءُہٗ   وَ یَسْعٰی اِلٰی طُرُقِ الشَّقَا وَ یُزَوِّرُ

جب انسان کی دینداری کم ہو جائے تو اس کا تقویٰ بھی کم ہو جاتا ہے اور وہ بدبختی کی راہوں کی طرف دوڑنے لگتا اور فریب سے کام لیتا ہے۔

وَ مَنْ ظَنَّ ظَنَّ السَّوْءِ بُخْلًا فَقَدْ ھَوٰی   وَ کُلُّ حَسُوْدٍ عِنْدَ ظَنٍّ یُّتَبَّرُ

اور جس نے بخل کی وجہ سے بدظنی کی تو وہ نیچے گر گیا اور بہت حسد کرنے والا ہر شخص بدظنی کرنے پر ہلاک کیا جاتا ہے۔

وَلَا یَعْلَمَنْ اَنَّ الْمَنَایَا قَرِیْبَۃٌ   اِذَا مَا تَجِیْءُ الْوَقْتُ فَالْمَوْتُ یَحْضُرُ

اور وہ نہیں جانتا کہ موتیں تو قریب ہیں اور جب وقت آ جاتا ہے تو موت حاضر ہو جاتی ہے۔

وَ ھَلْ نَافِعٌ وِرْدُ التَّنَدُّمِ بَعْدَ مَا   دَنَا وَقْتُ قَارِعَۃٍ وَّ جَاءَ الْمُقَدَّرُ

اور کیا ندامت کا وظیفہ نفع دے سکتا ہے بعد اس کے کہ موت کا وقت قریب ہو اور امر مقدر آ جائے۔

اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا وَقْتَ مَوْتِکُمْ   فَلَا تُلْھِکُمْ غُوْلٌ خَبِیْثٌ مُّخَسِّرُ

اے لوگو! اپنی موت کے وقت کو یاد کرو پس تمہیں خبیث نقصان رساں دیو غافل نہ کر دے۔

وَ قَدْ ذَابَتِ الصَّفْوَاءُ مِنْ بَیْتِ عُمْرِکُمْ   وَ مَا بَقِیَ اِلَّا جَمْرَۃٌ اَوْ اَصْغَرُ

تمہاری عمر کے گھر کا بنیادی پتھر تو پگھل چکا ہے اور نہیں باقی رہ گئی مگر صرف ایک کنکری یا اس سے بھی کم تر۔

وَ مِسَحُّ الْحِمَامِ سَیَحْمِلَنْکَ عَلَی الْمَطَا   وَ اَنْتَ بِاَمْوَالٍ وَّخَیْلٍ تَفْخَرُ

اور موت کا تیز گھوڑا جلد تجھے اپنی پیٹھ پر سوار کر لے گا اور تو اپنے مالوں اور گھوڑوں پر فخر کر رہا ہے۔

اَلَا لَیْسَ غَیْرَ اللّٰہِ شَیْءٌ مُدَوَّمٌ   وَ کُلُّ جَلِیْسٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ یَھْجُرُ

سنو! اللہ کے سوا کوئی شے ہمیشہ رہنے والی نہیں اور ہر ہم نشیں سوائے اللہ کے جدا ہونے والا ہے۔

تَذَکَّرْ دِمَآءَ الْعَارِفِیْنَ بِسُبْلِہٖ   اَلَمْ یَاْنِ اَنْ تَخْشٰی أَ اَنْتَ مُحَرَّرُ

خدا کی راہ میں عارفین کے بہنے والے خون کو یاد کر۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو ڈرے؟ یا کیا تو آزاد ہے؟

وَ اِنَّ الْمَنَایَا سَابِحَاتٌ قَوِیَّۃٌ   اَثَرْنَ غُبَارًا عِنْدَ حُکْمٍ یَّصْدُرُ

اور یقیناً موتیں تو تیز رو مضبوط گھوڑے ہیں جو حکم صادر ہونے کے وقت غبار اڑاتے ہیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلَّذِیْ هَدَانَا مَنَاهِجَ دِیْنِ حِزْبٍ طُهِّرُوْا

اور ہماری آخری بات یہی ہے کہ تمام حمد اسی ذات کے لئے ہے جس نے ہمیں پاک گروہ کے دین کی راہوں کی راہنمائی کی۔

قد تمّ بمنّه و کرمه

خداتعالیٰ کے احسان اور کرم سے یہ قصیدہ تمام ہوا۔

